

تحریک ختم نبوت

شیخ ابراہیم بن ابراہیم مسیحیہ بیان مذہب حسین علیہ السلام
من قضاہ و عقائد و مقالات
مذہب اہل سنت و عقائد و مقالات
سنی ہیں علم اراکان جہم بعض پیروں کے بعض بعضا و مقالات
اور اس کا طریق عملی متدین یا طبعی و عقائد
کے دین کے نبوت اور اس وقت رکاوٹ
ہے اور اس میں اور اس کے
اور وہاں سے ہوں تو میرا ارادہ
ہے کہ تو نے یہاں تک
کہ وہاں تک

طہ اکبر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ اسلامیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ
محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

انّہ من سلیمان و انّہ بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء-۱۹۱۲ء

گیارہواں حصہ

محمد بہاء الدین

مکتبہ قدوسیہ

تحریک ختم نبوت گیارھواں حصہ	نام کتاب:
ڈاکٹر محمد بہاء الدین	مؤف:
۵۴۴	صفحات:
۲۰۱۰ء	سال طباعت:
مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور	زیر اہتمام:

فہرست عناوین

صفحہ نمبر

عنوان

۷	شاہنامہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین۔ از شیرخان جمیل احمد عمری
۱۳	پیش لفظ از مولف
۱۵	ایک اعتراض کا جواب
۱۸	عصائے موسیٰ
۱۸	خط و کتابت متعلق عصائے موسیٰ
۲۶	عرض حال
۲۹	باب اول در حالات
۳۵	الہامات و روایا در بارہ قادیانی
۴۰	تشریحات
۴۹	منامات و روایا در بارہ قادیانی
۵۶	قادیانی الہامات اور انکی تہہیمات بے شمر کی مثالیں
۶۱	مرزا کا علماء آخر الزمان کے مذموم افعال و نشانیاں بیان کرنا
۶۳	قادیانی اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میعاد تین برس پر نظر
۶۷	قادیانی شتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۹ء در بارہ محمد حسین کا جواب
۷۴	سید عبداللہ غزنوی کے اخلاق فاضلہ بمقابلہ قادیانی
۷۶	ملہم کے لئے شرائط
۷۹	الہی بخش کے الہامات بخطاب خاص و متعلق موسیٰ
۸۲	بعض الہامات اور وجہ تسمیہ کتاب عصائے موسیٰ
۹۰	قادیان سے واپسی پر الہی بخش کے الہامات
۹۹	جواب اعتراضات بسند اصول مسلمہ مرزا
	باب دوم بجواب ضرورۃ الامام
۱۰۱	حدیث شناخت امام الزمان
۱۰۲	الہام اور امامت
۱۱۵	ضرورت امامت حقہ

- ۱۲۱ امام الزمان کے اوصاف و کمالات
- ۱۳۱ امام الزمان کی علامات
- ۲۱۹ شیطانی و رحمانی الہامات
- ۲۳۵ نزول جبریل
- ۲۴۰ ظہور و وسوسہ شیطانی
- ۲۵۹ لکھوی و غزنی الہامات در حق مرزا
- ۲۶۶ سچے الہام: خصائص و علامات
- ۲۷۹ اولوالامر کی قادیانی تشریح
- ۲۸۲ امام الزمان کی اطاعت
- ۲۸۳ امام الزمان ہونے کا قادیانی دعویٰ مع تردید
- ۲۹۰ غلط اعتقادات دور کرنے کیلئے حکم ہو نیکا دعویٰ مع تردید
- ۲۹۷ نشانات مرزا قادیانی مع تردید
- ۳۰۸ ضرورت الامام کی وجہ تالیف اور کشف حقائق
- ۳۱۹ نظائر کذابین گذشتہ
- ۳۳۰ لو تقول علینا میں مرزا کی غلطی
- ۳۳۲ قادیانی کا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خبردار ہو نیکا دعویٰ
- ۳۳۵ حقیقت بیعت و ثمرات بیعت
- ۳۵۳ قرآنی معارف بیان کرنے کا قادیانی چیلنج
- ۳۶۸ مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ پر قادیانی اتہامات
- ۳۸۰ مرزا قادیانی کی معذرت
- ۳۸۲ مدح مولوی نور الدین پر ایک نظر
- ۳۹۶ آیات طلبی و جنگ مقدس کا ذکر
- ۴۰۱ قادیانی ملہمیں
- ۴۰۳ قادیانی کو دس مضامین کی تعلیم کی پیشکش
- ۴۱۰ معرفت میں بیہوش ہو نیکا قادیانی دعویٰ

- ۴۱۷ معجزات خاتم النبیین
- ۴۲۰ کرامات صحابہ
- ۴۲۱ احوال شیطانہ
- ۴۲۸ مرزا قادیانی کشتی کے میدان میں
- ۴۳۵ اختتامی خطاب بہ الہی بخش اور جواب خطاب
- باب سوم متعلق خط ملحقہ ضرورۃ الامام
- ۴۵۱ مکتوب اور کاتب
- ۴۵۴ قادیانی اور عبدالکریم کے باہمی تعلقات
- ۴۵۵ قادیانی دعاوی متعلق اقتداری معجزات اور استجابت دعا
- ۴۵۷ عبدالکریم کی صحت پر ان دعاوی کا کیا اثر ہوا؟
- ۴۶۰ عبدالکریم کا مضمون در تردید قادیانی
- ۴۶۴ استفتاء بخدمت علماء قادیان
- باب چہارم متعلق معانی انکم ٹیکس
- ۴۶۵ سعی مرزا قادیانی در بارہ معانی
- ۴۶۶ مرزا کا بیان حلفی در بارہ رہن جانداد اور اس کا اثر

-
- ۴۶۸ فیصلہ قرآنی، تکذیب قادیانی
- ۴۶۸ مرزا قادیانی کی علمی لیاقت
- ۴۷۶ سرسید احمد کے تفسیری شذوذ اور اعتقادات
- ۴۷۸ سرسید احمد خان کے اعتقاد پر سرسری بحث
- ۵۰۱ اغراض قرآنی متعلقہ مریمؑ کا بیان
- ۵۰۴ اغراض قرآنی متعلقہ عیسیٰؑ کا بیان
- ۵۲۵ قادیانی کی خود غرضیوں کا بیان
- ۵۳۵ قادیانی بے علمی از معانی و مضمون بندی قرآن
- ۵۳۷ حکیم نور الدین سے مباحثہ

۵۳۸

ملاطیف قادیانی

۵۴۰

کتابیات

۵۴۱

تحریک ختم نبوت حصہ ششم پر تبصرہ۔ ابن احمد نقوی

ڈاکٹر بہاء الدین کا شاہنامہ

میرے محترم دوست محسن جماعت ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ سے محبت، لگاؤ، دوستی اور قربت کی بدولت مجھے ان کے احوال کا بخوبی علم ہے۔ آپ سے میرا ذاتی اور مسلکی دونوں تعلق ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی مجھ سے اسی قدر شفقت محبت اور خاص لگاؤ رکھتے ہیں کہ اپنے احوال اور کام سے پوری طرح آگاہ رکھتے ہیں۔ پھر آپ کے مکمل اعتماد کی بدولت بندہ عاجز کے ذریعہ انڈیا سے مواد کی فراہمی، مرتب شدہ دستاویزات کی پروف ریڈنگ، اور تخریج و تصحیح کا کام بھی برابر لیتے ہیں۔ آپ کی عنایت ہے کہ کئی مقامات پر آپ نے اس کا کھلے دل سے اعتراف بھی فرمایا ہے چنانچہ تاریخ اہل حدیث کی تیسری جلد کے مقدمے کے اخیر میں لکھتے ہیں:

اس پروجیکٹ کیلئے برادر عزیز جناب شیرخان جمیل احمد عمری حفظہ اللہ کے مخلصانہ تعاون کا شکریہ ادا کئے بغیر تعارفی گذارشات کو ختم کر دینا میرے لئے ممکن نہیں۔ آپ ضروری مواد کی تلاش میں دامے درمے سخنے مدد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ انڈیا سے کتب و رسائل اور ضروری دستاویزات کا حصول ان کی ذاتی دلچسپی کے بغیر میرے لئے ممکن نہ تھا۔ نیز مواد کی تنقیح و ترتیب، احادیث کی تخریج اور پروف ریڈنگ میں بھی اس بندہ عاجز سے ان کا بے لوث تعاون، بے مثال ہے۔ یہ فقیر ان کا احسان مند ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا دامن دین و دنیا کی سعادتوں سے بھر دے۔ آمین۔ (تاریخ اہل حدیث جلد سوم صفحہ ۴۶)

اسلئے مجھے اس بات کا بخوبی علم ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں پھیلے ہوئے ہمارے لٹریچر کے حصول میں کس قدر رکاوٹیں، دقتیں اور مشکلات پیش آرہی ہیں۔ جماعتیں، تنظیمیں، انجمنیں، درسگاہیں، لائبریریاں، بڑی بڑی علمی شخصیات کی کمی نہیں ہے پھر بھی رکاوٹوں اور محتاجیوں کا ایک لانتناھی سلسلہ موجود ہے، دوسری جانب ہمارے مخدوم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی صحت کی خرابی کا عالم یہ ہے کہ آپ اپنے گھر سے باہر بڑی مشکل ہی سے قدم رکھ پاتے ہیں، لیکن قربان جائیے کہ لاکھ رکاوٹوں کے باوجود آپ نے مایوسی کا شکار ہوئے بغیر شکوے اور شکایتوں کو بالائے طاق رکھ کر عزم و جوش کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا ہے۔ آپ کے عزم و استقلال کے کمال کو داد دینے بغیر

یہ سطر میں نامکمل تصور ہوں گی۔ میرا ماننا ہے کہ اللہ عز و جل نے جماعت اہل حدیث پر عشروں سے باقی قرضے کو ادا کرنے کیلئے ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کا انتخاب فرمایا ہے اور آپ سے یہ عظیم کام لے رہا ہے۔

دور حاضر کے مشہور ادیب علامہ ابن احمد نقوی دہلوی، تحریک ختم نبوت جلد ششم طبع دہلی پرتبرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

قادیا نیت کی شکست جماعت اہلحدیث کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو ہماری دینی علمی ملی تاریخ میں سہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسی داستان ہے جسے ہماری نئی نسل کو بطور خاص بالاستیعاب پڑھنا چاہیے تاکہ وہ جان سکیں کہ ہمارے آباء نے شیخ دین حق کی حفاظت میں کس طرح آندھیوں میں فانوس بن کر کام کیا اور طوفانی جھونکوں میں صداقت کی روشنی کو جھلملانے نہیں دیا..... قادیا نیت کا فتنہ کم نہیں تھا۔ اگر خدا نخواستہ کامیاب ہو جاتا تو برصغیر کے مسلمان کٹی پٹنگ بن کر رہ جاتے۔ ہمارے بعض برادران و طن بھی خوش تھے کہ قادیا نیت کے فروغ سے دنیا کے مسلمان، ہندوستان کی طرف راغب ہوں گے۔ وہ عرب (مکہ، مدینہ) کا رخ کرنے کی بجائے پنجاب (قادیان) کی طرف آئیں گے اس سے ہندوستان مسلمانوں کا مرجع بن جائے گا۔ ہندوستانی مسلمان بھی قادیا نیت کے زیر سایہ قوم پرستی پر مائل ہوں گے۔ عرب کی بجائے اپنے وطن ہندوستان کی طرف دیکھیں گے۔ آج صلیبی پھر یہ سوچ رہے ہیں کہ مادی ترقی اور خوش حالی مسلمان کو لبرل اسلام (اسلام کی اصل تعلیمات سے دور اور مغرب سے قریب) کی طرف لے آئیگی اس لئے سلفیت ان کا خاص نشانہ ہے۔ قادیا نیت نے بھی سلفیوں کو ہی اپنا اولین حریف سمجھا تھا۔ ایک لحاظ سے دیکھئے تو قادیا نیت آج بھی صلیبی اور صیہونی جارحیت کے پیرہن میں زندہ ہے۔.. اس کا چہرہ بدل گیا ہے، کردار وہی ہے یعنی دین حق کی بیخ کنی کے لئے زور لگانا، یا شیخ ایزدی کو چھوٹکوں سے بھاننے کی کوشش کرنا۔

ایسے عالم میں تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث جیسی کتابیں ہمارے لئے شاہنامہ کا درجہ رکھتی ہیں، وہ رزمیہ داستانیں ہیں جو ماضی میں ہماری سرفروشی کی دلنواز

اور دل گزار منظر ہماری نگاہوں کے سامنے لاتی ہیں۔ علامہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہمارے وہ نقیب اور نقارہ زن ہیں جو میدان کارزار میں ہمارے خون گرم رکھنے اور ہمارے حوصلوں کو نئی بلندیوں پر لے جانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے جب مسلمان فوجیں فارس میں برسر پیکار تھیں تو سپہ سالار عساکر اسلامی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح صاحب فراش ہو گئے وہ میدان جنگ میں آنے سے معذور تھے لیکن میدان کے قریب ہی ایک بالا خانے پر لیٹے ہوئے فوج کی کمانڈ کرتے تھے۔ پرچوں پر احکام لکھ کر نیچے پھینکتے رہتے تھے اور نقیب انہیں لشکر میں پہنچاتے تھے۔ اس طرح صاحب فراش رہ کر بھی اسلام کے اس عظیم مجاہد اور فرزند نے معرکہ جیت لیا۔ ہمارے قائد ڈاکٹر محمد بہاء الدین کا بھی یہی عالم ہے وہ ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ میدان عمل میں تیز قدم نہیں ہو سکتے لیکن اپنے بستر مرض سے بھی وہ اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ان کا عزم، ہمت، حوصلہ، استقامت انہیں دل برداشتہ نہیں ہونے دیتی اور وہ ہمارے تندرست و توانا افراد سے بھی زیادہ سرگرمی سے نقارہ زنی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عمر و اقبال عطا کرے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے چراغ راہ کی حیثیت بھی رکھتے ہیں اور ہماری عظمت ماضی کے داستان گو بھی ہیں۔

(جریدہ ترجمان دہلی۔ ۱۶۔ ۳۰ نومبر ۲۰۰۹ء ص ۲۰)

علامہ ابن احمد نقوی صاحب نے ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کی داستان گوئی کو شاہنامہ سے تشبیہ دی ہے، میں ان کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فردوسی کا شاہنامہ، سلطان محمود غزنوی کے مالی انعام کے وعدہ پر لکھا گیا تھا، لیکن زیر نظر سلسلہ کتب میں نہ تو کوئی سلطان محمود غزنوی نظر آتا ہے نہ وعدہ انعام سے معمور فردوسی۔ یہاں تو ایک ایسا شخص مصروف کار نظر آتا ہے جسے خدا نے دنیا کے مال و منال سے مستغنی فرما کر اپنی بارگاہ کا گداگر بنا لیا ہے۔ وہ کسی ادارے، جماعت یا فرد سے مالی انعام کا خواہش مند نہیں، نہ اپنی محنت کے معاوضے کا خواہش مند ہے۔ وہ بارگاہِ صمدیت کی فقیری اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کی درباری اور غلامی پر قانع ہے اور قناعت کے اس سرمایہ دار سے اللہ جل شانہ نے ایسے کام کرائے ہیں کہ جنہیں دیکھتے ہوئے علامہ ابن احمد نقوی نے لکھا ہے:

ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی ذات تاریکیوں میں چراغ کی مانند ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی مرتب کردہ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کے قاموسی انداز کے کام کو دیکھیں تو آنکھیں حیرت و استعجاب سے پھیل جاتی ہیں کہ اس دور میں بھی کوئی انسان تن تنہا ایسے کام کر سکتا ہے جس کے لئے انجمنیں اور اکاڈمیاں مامور کی جاتی ہیں۔ غالباً اس میدان میں اس وقت مورخ عصر علامہ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے جو ڈاکٹر محمد بہاء اللہ حفظہ اللہ کے ہم پلہ قرار دیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عظیم و عبقری علماء کو عافیت سے رکھے کہ یہ ہماری عظمت و رفعت کے روشن مینار ہیں ان کے علمی و فکری کاموں سے شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدثؒ، ابوالکلام آزادؒ اور شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کی روایتیں زندہ و تابندہ ہیں۔

(جریدہ ترجمان دہلی۔ یکم تا ۱۵ نومبر ۲۰۰۹ء صفحہ ۱۹)

ڈاکٹر صاحب کا کام جس نوعیت و اہمیت کا ہے اسے ٹھیک طور پر سمجھنے کیلئے صدر الہدیث لیگ متحدہ ہندوستان حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بناری رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۹۳۳ء میں لکھی جانے والی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی، مرزا صاحب قادیانی کے پڑوسی اور ملاقاتی تھے جتنا وہ مرزا صاحب کو جانتے تھے دوسرے نہیں اور جس قدر انہوں نے مرزا صاحب کی تردید کی، اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ پس کیا کوئی صاحب مولانا (بٹالوی) مرحوم کی یادگار کے طور سے ہی ان کے ان تمام مضامین کو جو مرزا صاحب کے متعلق اشاعت السنہ وغیرہ میں شائع ہوئے ایک کتابی صورت میں جمع کر کے شائع کر دیں گے؟ یہ احسان تمام مسلمانوں پر ہوگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ فروری ۱۹۳۳ء ص ۶)

مولانا ابوالقاسم سیف مرحوم نے یہ اپیل اس وقت کی تھی جب مولانا بٹالویؒ کی وفات

کو صرف ۱۴ سال ہوئے تھے اور ان کے اشاعت السنہ کی فائلیں جگہ بجگہ موجود تھیں۔ خود ان کے گھر میں ان کے صاحبزادوں کے علاوہ مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، کے پاس بھی فائلیں موجود تھیں۔ مولانا ابوالقاسم کے پاس بھی کچھ جلدیں موجود تھیں اور علامہ شمس الحق مرحوم اور میاں صاحب مرحوم کے کتب خانہ میں بھی موجود ہوں گی۔ ان کے علاوہ بھی وہ کئی جگہ دستیاب تھیں۔ لیکن ہزاروں صفحات پر محیط یہ کام اتنا بڑا تھا کہ کسی اہل علم کو اس کام کا بیڑہ اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ کی اپیل عشروں تک صدا بصر کی طرح خلاؤں میں بھکتی رہی تا آنکہ خدا عزوجل نے اپنے نبی سید المرسلین ﷺ کے سچے محبت بہاء الدین کو اس خدمت کے لئے ہمت، استعداد، صلاحیت، صبر، استقامت کی صلاحیتوں سے نوازنے کے علاوہ وقت اور مالی وسائل سے نواز دیا تو انہوں نے اشاعت السنہ کی فائلوں کی تلاش کا صبر آزما کام شروع کیا۔ امتداد زمانہ کے باعث شائد پورے برصغیر میں کوئی ایک مقام بھی ایسا نہیں ہے جہاں ماہنامہ اشاعت السنہ مکمل صورت میں موجود ہو۔ صرف چند ایک مقامات پر نامکمل فائلیں موجود ہیں اور ان کے متولی حضرات ان کی قدر و قیمت سے آگاہ ہونے کے باعث ان سے عارضی جدائی بھی گوارا کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور ڈاکٹر بہاء الدین صاحب اپنی خرابی صحت کے باعث طویل اسفار سے معذور تھے۔ قدیم رسائل کی جلدیں ٹوٹ جانے اور بوسیدہ کاغذوں کے ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جانیکے خدشوں کے پیش نظر فوٹو کاپی کا حصول بھی مشکل تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں جس کام کے ہونے کا جو وقت متعین ہوتا ہے اس وقت وہ خود ہی سارے انتظامات بھی فرما دیتا ہے، اور یوں دس سال کی مسلسل کدو کاوش کے صلے میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے ادھر ادھر سے قطرے مہیا کر کے دریا بنا دیا تو ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ نے ماہنامہ اشاعت السنہ کے ردقادیانیت سے متعلق بیشتر مواد کی نوک پلک سنوار کر متعدد جلدوں میں منضبط کر کے قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے جیسا کہ آپ نے تحریک ختم نبوت جلد نہم کے پیش لفظ میں لکھا ہے:

ماہنامہ اشاعت السنہ میں ردقادیانیت کا موضوع اس کی جلد ۱۲ کے ربع آخر سے شروع ہوتا ہے جو ۱۸۹۱ء کے نصف اول میں شائع ہوئی تھی۔ اور ہم نے جلد ۱۲، جلد ۱۳، جلد ۱۴، جلد ۱۵، جلد ۱۶، جلد ۱۸، جلد ۲۰، جلد ۲۱، جلد ۲۲ میں موجود ردقادیانیت سے متعلق مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی بیشتر تحریریں تلخیص و اختصار اور مناسب ایڈیٹنگ کے بعد اپنے اس سلسلہ کتب میں شامل کر دی ہیں۔ ماہنامہ اشاعت السنہ کی جلد ۱۷ ہمارے پاس موجود ہے

لیکن وہ کسی اور موضوع پر ہے۔ اور اشاعت السنہ جلد ۱۹ کا صرف ربع آخر ہمیں دستیاب ہوا ہے جس میں ردّ قادیانیت پر کچھ نہیں ہے۔ اسکے ربع اول، دوم، سوم کی تلاش جاری ہے۔ دستیابی کی صورت میں ان میں موجود ردّ قادیانیت کے مضامین بھی انشاء اللہ نذر قارئین کئے جائیں گے۔ (تحریک ختم نبوت جلد ۹۔ صفحہ ۲۲-۲۳)

(ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ حال ہی میں حضرت مخدوم حافظ احمد شاہ مدظلہ العالی کی نوازش کریمانہ سے ماہنامہ اشاعت السنہ کی انیسویں جلد کے مطلوبہ حصے دارالدعوة السلفیہ لاہور کی لائبریری سے حاصل ہو گئے ہیں اور ان میں موجود ردّ قادیانیت پر حضرت مولانا بابا لوی مرحوم کے مقالات کو انشاء اللہ تعالیٰ تحریک ختم نبوت کی بارہویں جلد میں شامل کرنے کا پروگرام ہے)

یاد رہے کہ ماہنامہ اشاعت السنہ کے ہزاروں صفحات پر مشتمل ردّ قادیانیت والے حصے کی نشاۃ ثانیہ، ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ صاحب کے کام کا صرف ایک حصہ ہے جسے تحریک ختم نبوت کے عنوان سے انجام دینے کی جدوجہد آپ فرما رہے ہیں۔ اور جس کی گیارہویں جلد نذر قارئین ہونے جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آپ کے سایہ عاطفت کو قائم و دائم رکھ کر اس ضمن میں بقیہ کام کو بھی آپ سے لے لے آئیں

(مولانا) شیرخان جمیل احمد عمری

ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ۔ برمنگھم۔ ۱۲ دسمبر ۲۰۰۹ء

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم - نحمده و نصلی علی رسولہ الکریم

جب اس موضوع پر گزارشات پیش کرنے کا آغاز ہوا تو یہ خیال نہ تھا کہ بات ایک سے گیارہ حصوں تک پہنچ جائیگی اور نہ ہی یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تحریک ختم نبوت کے کارکنوں

کی چند تحریروں کا احیاء بھی اس سلسلہ کتب کے ذریعہ مقدر فرما رکھا ہے۔ احیاء التراث قد مکر بھی ہے اور تحریک ختم نبوت کی سرگذشت بھی اور یوں یہ سرگذشت دعویٰ مع دلیل کی حیثیت اختیار کر گئی ہے کہ قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ کس کارکن سے اللہ جل شانہ نے کیا کام لیا اور کب لیا؟

برصغیر ہند کی تحریک ختم نبوت اس وقت سے شروع ہے جب مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء کے شروع میں مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ ابتداء میں تحریک اٹھانیا لے چند لوگ تھے تاہم جوں جوں مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و نظریات شائع عوام ہوتے گئے تحریک کے کارکنوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ میں فی الحال اس موضوع کو ۱۹۱۲ء تک محدود رکھے ہوئے ہوں اس لئے میری کوشش رہی ہے کہ اس دور کے کارکنوں کی تقریری اور مناظرانہ سرگرمیوں کے ساتھ ان کی تحریروں کو بھی منظر عام پر لایا جائے۔ اور چونکہ میرے وسائل محدود ہیں اس بعض ایسی تحریریں میں شامل سلسلہ نہیں کر سکا جو بہت ضخیم ہیں تاہم مختصر اور متوسط سائز کی تحریریں بلا لحاظ مسلک مناسب اڈیٹنگ کے بعد تلخیص و اختصار کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ اور زین نظر حصہ میں منشی الہی کی مشہور کتاب عصائے موسیٰ کی تلخیص نذر قارئین کی جا رہی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۰ء میں تقریباً ۴۶۰ صفحات پر شائع ہوئی تھی جو تقریباً ۵۵۰ صفحات پر کمپوز ہوئی ہے۔ میں نے حذف و اختصار کے بعد تقریباً ۴۵۰ صفحات میں اس کو ملخصاً نقل کیا ہے۔ حضرت منشی صاحب مرحوم کا تعلق شائد ڈیرہ غازی خان سے بھی رہا اور عملی زندگی کا کچھ حصہ انہوں نے ملتان میں بھی گزارا ہے اس وجہ سے وہ ملتانی بھی کہلاتے ہیں۔ سید عبداللہ غزنویؒ سے کسب فیض کے سلسلہ میں ان کا امرتسر میں بھی کچھ عرصہ کا قیام رہا۔ اور بسلسلہ کسب معاش لاہور میں ایک عرصہ گزارا اور لاہور میں بھی کہلائے۔ روحانی فیض انہوں نے سید عبداللہ غزنویؒ مرحوم سے اٹھایا جن کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں بڑی محبت سے جا بجا کیا ہے۔ اور سید صاحب مرحوم سے ارادت و عقیدت ہی کے باعث شائد ان کا تعارف مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوا کیوں کہ مرزا صاحب بھی اپنے دعاوی سے پہلے (جب کہ وہ ایک عالم، پیر اور مناظر کی حیثیت سے متعارف تھے) سید صاحب کے پاس حاضری دیا کرتے تھے۔ سید عبداللہ غزنویؒ کی وفات کے بعد منشی صاحب کا مرزا صاحب سے تعلق بڑھ گیا اور جب مرزا صاحب نے مجدد وغیرہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا تو منشی صاحب بھی ان کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ اس کے بعد مسیحیت اور مہدویت کے دعاوی کے دور میں بھی منشی صاحب بلا بیعت مرزا صاحب کے ارادت مند رہے۔ پھر جوں جوں مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کا حال کھلتا گیا منشی صاحب مرزا صاحب سے

دور ہوتے گئے۔ ۱۸۹۸ء میں جب مرزا صاحب نے ان سے بیعت کا تقاضا کیا تو منشی صاحب نے معذرت کر لی جس پر مرزا صاحب نے ان کی تنبیہ کیلئے ضرورتاً الامام تحریر فرمائی جس میں اپنے امام الزمان ہونے کا دعویٰ کیا جس کا جواب منشی صاحب نے عصائے موسیٰ کے نام سے دیا جو تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کی ایک مشہور کتاب ہے جس کی تلخیص قارئین کی نذر کی جا رہی ہے۔

اس کے علاوہ حکیم حافظ محمد الدین ایک مختصر کتاب، فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی، مملخصاً نذر قارئین کی جا رہی ہے۔ یہ کتاب بھی مرزا صاحب کی زندگی میں تصنیف ہو کر شائع ہوئی تھی اور اس دور کی معروف کتابوں میں شامل تھی۔

زیر نظر حصہ میں شامل کی جانے والی دونوں کتابوں کی نوٹوں کا پیاں جامعہ سلفیہ بنارس کی لائبریری سے حاصل ہوئی ہیں جس کیلئے میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری، مولانا عبداللہ سعود، مولانا محفوظ الرحمن، مولانا رئیس الاعظم فیضی، اور ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کا ممنون ہوں۔ اور عصائے موسیٰ کی ایک کاپی پاکستان سے بھی حاصل ہوئی جس کیلئے حافظ شفیق اختر، مولانا عبدالحفیظ مظہر، مولانا محمد داؤد ارشد اور عزیز محمد سہیل کا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان محسنین کو جزائے خیر عطا فرمائے عربی عبارات کی پروف ریڈنگ اور تخریج و تصحیح میں برادر محترم مولانا شیر خان جمیل احمد عمری حفظہ اللہ نے بہت مدد فرمائی ہے۔ اور مسودہ میں رہ جانے والی کمپوزنگ کی غلطیوں کا باعث میری اپنی نالائقی، ہمت کی پستی اور مناسب وسائل کی عدم دستیابی ہے جن کیلئے میں قارئین سے معذرت اور تنبیہ کا خواستگار ہوں۔ اللھم تقبل منا انک انت السميع العليم

طالب دعا محمد بہاء الدین ۸۔ دسمبر ۲۰۰۹ء

اِنَّهُ مِنْ سَلِيْمَانَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ایک اعتراض کا جواب

فتویٰ تکفیر مرزا جاری ہونے کے بعد جب علماء وقت نے مرزا قادیانی کے لئے اپنی

تحریروں میں کافر، دجال، کذاب وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنے شروع کئے تو بعض لوگوں نے مرزا صاحب کے بارے میں ان الفاظ کے استعمال پر اعتراض کیا اور (مثال کے طور پر) مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو لکھا کہ ان کے اشاعت السنہ میں ایسے الفاظ کیوں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مولانا نے اپنے رسالہ کی جلد ۱۵ کے نمبر ۱۲ میں اس اعتراض کو نقل کرتے ہوئے بتایا کہ ایک صاحب مالیر کونٹہ سے لکھتے ہیں کہ جو الفاظ کافر دجال و کذاب بحق قادیانی لکھے جاتے ہیں، یہ گالیاں ہیں (ہم جو) اشاعت السنہ کی قیمت دیتے ہیں ایسا نہیں چاہتے۔ مولانا یہ بھی بتاتے ہیں کہ معترضین اگرچہ قادیانی کے معتقد نہیں کہلاتے، اور قادیانی کو ان الفاظ کا مستحق سمجھتے ہیں، لیکن بحکم تہذیب ان الفاظ کو بحق قادیانی گالیاں سمجھتے ہیں۔ نیز ایسے لوگ بھی ہیں جو قادیانی کے اقوال و اعتقادات سن کر بھی اسے ان الفاظ کا مستحق نہیں کہتے اور اس کو برا نہیں کہتے۔ ان کا مقولہ ہے کہ ہم کسی کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والے اور نماز پڑھنے والے کو کافر نہیں کہتے، اس سے حدیث میں ممانعت آچکی ہے۔

مولانا بٹالویؒ جواباً لکھتے ہیں: قادیانی کے حق میں یہ الفاظ گالیاں نہیں بلکہ اس شرعی فتویٰ پر عمل ہے جو ہندوستان اور پنجاب میں اس پر لگایا گیا ہے اور شرعی فتویٰ پر عمل اور اس کا بیان عین طاعت و ایمان اور ایک امر واقعی کا اظہار ہے۔ ایسی بات کو قادیانی بھی گالیاں نہیں سمجھتا۔ (دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۳ تا ۳۶)۔ ہاں گالیاں وہ ہیں جو قادیانی کی ہر تصنیف میں بحق خاکسار و دیگر علماء نامدار بلکہ بحق صغار کبار پائی جاتی ہیں۔ اور وہ صرف قادیانی کے ذاتی خیال و نفسانیت و بدگوئی کی قدیم عادت سے ناشی ہیں۔ جن کو وہ گالیاں اس کی تصانیف میں نظر نہ آویں وہ ہمیں اجازت دیں تو ہم آئندہ پرچہ میں ان گالیوں کی فہرست پیش کر دیں گے۔

دوسرے حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ خود انصاف سے سے کام لے کر فرماویں کہ جس حالت میں قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۶۸ میں رسولوں اور نبیوں کے الہام کو شیطان کا محل ٹھہرا کر چار سو نبیوں کو جھوٹا قرار دیا ہے اور بدست آویز ایک نقل بائبل کے جس پر کسی مسلمان کو اعتبار نہیں، صاف کہہ دیا کہ وہ سب نبی ایک فتح کی پیش گوئی میں جھوٹے نکلے اور اسی ازالہ میں حضرت مسیح کے معجزات کو از قلم شعبہ بازی و لہو و لعب و عمل مسمریزم کہہ کر صاف کہہ دیا کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان عجوبہ نمایوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اور اس کے صفحہ ۳۰۸ میں اسے حضرت عیسیٰ کی توہین ان الفاظ میں کی ہے:

اس عمل مسمریزم کا ایک بڑا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور

جسمانی مرضوں کی رفع دفع کرنے کیلئے اپنی دلی ودماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے وہ اپنی ان روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارہ میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔

ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں کیسی صریح توہین ایک جلیل الشان پیغمبر کی ہے ان جناب سرور کائنات کی توہین اس دلیر بہادر نے ان الفاظ سے کی ہے کہ:

آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی اور اس کے گدھے کی اور یا جوج ماجوج کی اصلی اور کما ہی حقیقت نہیں کھلی تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

اور اس کے مقابلہ میں اپنی اس تعریف میں کہ:

میں بخوبی جانتا اور بیان کر چکا ہوں، کہ ابن مریم سے میں خود مراد ہوں، اور دجال سے دنیا دار پادری لوگ اور خرد جال سے ریل گاڑی اور یا جوج ماجوج سے روم اور روس اور دابۃ الارض سے بے عمل مولوی مراد ہیں۔

یہ آنحضرت ﷺ کی نبوت پر ایک سخت اعتراض اور در پردہ طعن ہے کہ جو باتیں آپ ﷺ لوگوں کو بطور نشانہ بتاتے تھے ان کی حقیقت خود نہ سمجھتے تھے۔ جو اس کہنے کے برابر ہے کہ وہ نبی نہ تھے (نعوذ باللہ)۔ اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو یوں توڑا کہ کہا:

اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی انبیاء پر مہر لگ چکی ہے، میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوه باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک..... وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا دروازہ اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ کھلا ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

اور آپ ﷺ کی بشارت نبوت کو جو انجیل میں آئی ہے اور جس کا قرآن اس آیت میں ذکر ہے و مبشراً برسول یاتى من بعدی اسمہ احمد۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں اس بشارت کو آپ ﷺ سے چھین کر مرزا قادیانی نے اپنے اوپر لگا لیا ہے۔ اور صاف کہہ دیا ہے کہ

اسی کی طرف اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتنی من بعدی اسمہ احمد۔ ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال جمال۔ لیکن آخری زمانے میں برطبق پیشینگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے، بھیجا گیا۔

اور ازالہ کے صفحہ ۵۳۳ میں صاف کہتا ہے: اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے نبی بھی۔ اور اسی ازالہ اوہام میں آنحضرت ﷺ کی ان الفاظ سے توہین کی ہے کہ فتح سینفی کچھ چیز نہیں۔ اور اسی میں تمام صحابہ و تابعین و علماء کی توہین کی کہ انہوں نے فتح کے معنی نہیں سمجھے اور اس کے صفحہ ۶۰ وغیرہ میں تمام مفسرین کو یوں گالیاں دی ہیں کہ انہوں نے لفظ توفی مسیح سے رفع کے معنی قرار دیئے ہیں وغیرہ.....

ایسی حالت میں اور ان کفریات و توہینات کے مقابلہ میں علماء ہندوستان و پنجاب نے اسے کذاب دجال کہا تو کیا خلاف تہذیب کیا؟ کیا تہذیب اس کا نام ہے کہ ایک شخص بر ملا کھڑا ہو کر نبیوں کو جھوٹا کہے، ان کے معجزات کو مسمریزم قرار دے اس میں ان کی ہم سری کا دعویٰ کرے، ان کو تبلیغی و دینی امور کے سمجھنے میں جاہل قرار دے کر ان امور کے علم میں اپنی فوقیت کا دعویٰ کرے۔ مسلمانوں (صحابہ، تابعین، محدثین) کو کافر و مشرک کہے، پھر مسلمان اس کے منہ کو دیکھا کریں اور اس کو بالمتقابل قبلہ و کعبہ جناب و حضرت اقدس مرزا صاحب کہہ کر یاد کریں۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیں کہ مرزا صاحب نے برا کہا ہے یا اچھا نہیں کہا۔ و بس۔ اور اس سے زیادہ کوئی لفظ خلاف تعظیم زبان پر نہ لائیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ان حضرات کی خدمت میں ناصحانہ التماس ہے کہ آپ صاحبوں کا مرزا قادیانی کے ان کفریات کو سن کر اور اس کے برا کہنے پر قادر ہو کر برانہ سمجھنا اپنے ایمان و اسلام کو سلام کرنا ہے۔ (ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۵ نمبر ۱۲۔ ص ۱۔ مختصراً)

عصائے موسیٰ

(منشی الہی بخش لاہوری لکھتے ہیں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
 اما بعد: جو کاروائی محرک و موجب تالیف و اشاعت کتاب ہذا (یعنی عصائے موسیٰ) ہوئی وہ
 خط و کتابت ذیل سے عیاں ہے جس کی نقل مطابق اصل ہدیہ ناظرین ہے:-

☆ خط و کتابت متعلق عصائے موسیٰ

۲۷۔ اپریل ۱۸۹۹ء۔ از فقیر محمد یوسف بخدمت بابرکت مخدومی و مکرمی جناب منشی الہی
 بخش صاحب و منشی عبدالحق صاحب السلام علیکم ورحمة اللہ و بركاتہ
 میں کل ۲۶۔ اپریل ۱۸۹۹ء کو امرتسر سے بسواری ریل دہاریوال کی طرف جا رہا
 تھا۔ امرتسر کے سٹیشن پر حافظ حامد علی جو مرزا صاحب کے پرانے رفیق ہیں، ملے۔ بتالہ
 تک آپ کے الہامات کے بارہ میں، جو مرزا صاحب کی نسبت ہوئے ہیں، گفتگو ہوتی
 رہی۔ حافظ حامد علی نے کہا منشی الہی بخش صاحب اپنے الہامات کو کیوں نہیں شائع
 کرتے۔ میں نے کہا کہ الہامات اس واسطے شائع نہیں کئے گئے کہ شاید مرزا صاحب
 ناراض ہو جائیں اور نوبت بعدالت پینچے۔ حافظ حامد علی بتالہ سے علیحدہ ہو گئے اور
 قادیان کو چلے گئے۔ آج حافظ حامد علی ۲۷۔ اپریل کو قادیان سے ایک خط مرزا صاحب
 کالے کرائے جو آپ کو بجنہ روانہ کرتا ہوں۔ اب آپ کو لازم ہے کہ جو خط آپ نے
 مرزا صاحب کو لکھا ہے یا تو بذریعہ قلمی یا بذریعہ قلمی، جس طرح مناسب ہو، یعنی تین ہفتہ
 تک جلدی مرزا صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیں۔ میرے خیال میں صرف تحریری
 یعنی قلمی بھیج دیں۔ مرزا صاحب کو لکھ دیں کہ دو ہفتہ تک بعد مطالعہ واپس فرماویں
 ہمارے خیال میں اس خط کا طبع ہونا آپ کی طرف سے مناسب نہیں ہے۔ اگر مرزا
 صاحب طبع کرانے کی اجازت دیویں تو طبع کرادیں گے۔ باقی خیریت ہے۔

از دہاریوال۔ جواب امرتسر بدفتز نہر

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

میرے پاس شیخ حامد علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی نے یہ بیان کیا کہ حافظ محمد
 یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ منشی الہی بخش اکاؤنٹ لاہور کو

مرزا غلام احمد کی نسبت کئی الہامات ایسے ہوئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ منشی صاحب موصوف کو یہ خبر دیتا ہے کہ غلام احمد مسرف کذاب ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر الہام ہوئے ہیں لیکن منشی صاحب اس مصلحت سے ان الہامات کو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع نہیں کرتے کہ مبادا مرزا غلام احمد ہم پر انگریزی عدالت میں نالاش نہ کر دے۔ ہاں اگر مرزا غلام احمد یہ تحریری وعدہ لکھ دے کہ میں نالاش نہیں کرونگا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہفتہ عشرہ میں کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے ان الہامات کو منشی الہی بخش کے ہاتھ سے شائع کرادیں گے۔ پس چونکہ یہ طریق نہایت عمدہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے کوئی فیصلہ ہو جائے اس لئے میں حضرت عزت کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ میں ایسے الہامات کے شائع کرنے سے کسی عدالت میں نالاش نہیں کرونگا۔ ہاں یہ شرط ہے بلکہ نہایت ضروری شرط ہے کہ منشی الہی بخش صاحب خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر الہامات شائع کریں یعنی تحریر الہامات کے پہلے یہ قسم کھادیں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ جو الہامات ذیل میں لکھتا ہوں وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور اگر اس تحریر میں میری طرف سے کوئی گستاخی یا جھوٹ یا افتراء ہے تو خدا تعالیٰ اس افتراء کا مجھے پاداش دے۔ یہ لکھ کر یہ الہامات لکھ دیں۔ سو میں یہ رقعہ بخد مت حافظ محمد یوسف صاحب اسی غرض سے لکھتا ہوں۔

الراقم مرزا غلام احمد بقلم خود

مکرر یہ کہ یہ بھی شرط ہے کہ منشی الہی بخش صاحب اپنے تکذیب تفسیق کے الہامات کو اپنے نام اور پورے پتہ عہدہ سکونت وغیرہ سے شائع کریں اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر تین ہفتہ تک انتظار کر کے یہ رقعہ کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے شائع کر دیا جائے گا۔ اس کی ایک نقل اس غرض سے رکھی گئی ہے۔ فقط - ۲۷ - اپریل ۱۸۹۹ء۔

گواہان: عبدالرحمن حاجی اللہ رکھا، مرزا خدا بخش، نور الدین، معراج الدین، عبدالکریم سیالکوٹی (وعدہ تو کر دیا لیکن حسب عادت ایفاء ندارد۔ بجائے تین ہفتہ کے تیس ہفتہ سے بھی زیادہ گذر گئے لیکن یہ رقعہ شائع نہ ہوا شانہ اسلئے کہ ہو جب حکم قرآن مجید انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ الہی بخش)

جواب منشی الہی بخش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

الہی بخش بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب السّلام علیکم ورحمة اللّٰہ
 عرض آنکہ والا نامہ جناب و تحریر حضرت مرزا صاحب پہنچی۔ عاجز کو تعجب آتا ہے کہ مرزا
 صاحب کو تو ماشاء اللہ متانت، مستقل مزاجی، وقار اور تجربہ کاری کا بڑا دعویٰ ہے یا اب
 اس قدر تغیر ہوا کہ کچھ حد نہیں۔ سال ہا سال سے وہ عاجز سے واقف ہیں چنانچہ دور دراز
 تجربہ کے بعد مرزا صاحب نے رسالہ ضرورۃ الامام میں عاجز کی نسبت کئی تعریفی الفاظ
 بھی درج فرمائے ہیں یعنی: بے شر انسان، نیک بخت، متقی پرہیزگار؛
 اور فرمایا ہے کہ ابتداء سے ہمارا ان کی نسبت نیک گمان ہے اور اخیر پر دعا فرمائی ہے کہ
 خدا پاک اس کے ساتھ ہو۔

یہ رائے مرزا صاحب کی کچھ سرسری نہیں بلکہ مدت مدیدہ عرصہ بعید کے تجربہ کا
 نتیجہ ہے اور اب حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عاجز قسم تحریر کرے اور پھر
 الہامات لکھے۔ نیز شرائط مقرر فرماتے ہیں کہ اپنا نام پتہ عہدہ سکونت وغیرہ وغیرہ لکھے۔
 اس تغیر و تبدیل حالات سے عاجز بہت متعجب ہے اور بار بار یہ خیال آتا ہے کہ علیم وخبیر
 نے جو اپنے فضل و کرم سے مرزا صاحب کے حالات کے تغیر کی عاجز کو الہاماً آیت
 شریفہ انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتّٰی یغیّروا ما بانفسہم (بیشک اللہ تعالیٰ
 نہیں بدلتا اس معاملت کو جو ساتھ قوم کے ہے جب تک وہ بدل نہ ڈالیں جو ان کے جی میں
 ہے) میں اطلاع فرمائی ہے، کیسی صحیح ہے۔ سبحان اللہ واقعاً سب کچھ اللہ پاک کے قبضہ
 قدرت میں ہے اور ذرہ ذرہ پر اس کا اختیار ہے جو چاہے سو کرے یقلّب کیف
 یشاء۔ یفعل ما یشاء، و یحکم ما یرید (پھیرتا ہے اور کرتا ہے جس طرح چاہتا
 ہے اور حکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے) جناب خیال فرمائیں کہ حضرت مرزا صاحب نے جو
 کچھ اول عاجز کی نسبت تحریر فرمایا کیا وہ صحیح نہیں کہ اب عاجز سے قسم وغیرہ شرائط لیتے
 ہیں۔ کیا خدا نخواستہ عاجز کی ان سے کسی قسم کی عداوت و دشمنی یا کچھ حسد اور بغض ہے
 ۔ معاذ اللہ۔ یا عاجز ان پر زور ڈالتا ہے کہ وہ خواستہ ضرور عاجز کے الہامات کو قبول و
 تصدیق کریں تاکہ عاجز پر کسی قسم کی شرائط قائم کرنے کی ضرورت و حاجت ہو۔ مرزا
 صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ وہ ذات پاک قادر جل جلالہ عالم الغیب و
 الشّہادۃ بدون پتہ و نشان و قسم عاجز کے شناخت کرنے و پاداش دینے میں مغالطہ

کھانے والی ہے۔ جناب کو خوب معلوم ہے اور مرزا صاحب بھی خوب جانتے ہیں کہ عاجز ایک گنہگار بے تعلق اور بفضل و کرم مولیٰ غنی و کریم مستغنی المزاج شخص ہے اور شہرت و جاہ طلبی سے الحمد للہ اس رحم الراحمین کی منت بیکراں و احسان بے پایاں سے متنفر و بیزار۔ پھر عاجز کو کیا ضرور ہے کہ ایسے فضول اور بے ضروری مخالف اخلاص شرائط کا پابند ہو۔ ہاں الہام الہی کی پابندی ضرور ہے اور اپنے اختیار سے باہر ہے۔ مرزا صاحب کے مخالف جو الہام عاجز کو ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں وہ سوائے آپ کے اور تین چار دیگر رفقاء کے بلحاظ ملاقات دیرینہ و بنظر ناراضگی مرزا صاحب اب تک کسی کو نہیں سنائے گئے اور اسی خیال سے شائع بھی نہیں کئے۔ اگر حضرت مرزا صاحب بخوش دلی و فراخ حوصلگی و اخلاص ان ربانی شہادات کو یعنی الہامات کو بلا کسی شرط و اکراہ و عذر کے سننا گوارا فرماتے ہیں جیسا کہ اہل اللہ کی شان ہوتی ہے تو عاجز کو حسب اجازت و ارشاد مرزا صاحب ان کے بیان و شائع کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ لیکن جناب غور فرمائیں کہ جو امور مخالف طبیعت، مخالف و جاہت اور خصوصاً سلسلہ پیری مریدی کے خارج و مضر ہوں تو وہ ضرور طبعاً ناگوار گذرا کرتے ہیں اور پھر جب غصہ آجاتا ہے تو انسان بے قابو ہو کر ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے:

(قال رسول اللہ ﷺ ان الغضب من الشيطان و ان الشيطان خلق من النار و انما يطفأ النار بالماء فاذا غضب احدكم فليتبوؤا رسول الله ﷺ في انفسه فرمايا ان غضب شيطان من هو اور شيطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی بجھاتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو غضب آوے تو وہ وضو کرے، عن ابی ذر ان رسول اللہ ﷺ قال اذا غضب احدكم و هو قائم فليجلس فان ذهب عنه الغضب و الا فليضطجع رواه احمد و الترمذی۔ ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آوے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جاوے اگر پھر بھی غصہ فرو نہ ہو تو لیٹ جاوے الا ان الغضب جمرة في قلب ابن آدم الا ترون الى حمرة عينيه و انتفاخ اوداجه فمن وجد من ذلك شيئاً فليلصق خذّه بالارض۔ خبردار غصہ ایک کوندل ہے آدمی کے دل میں کیا تم اس کی آنکھوں کی سرخی اور رگوں کا پھولنا نہیں دیکھتے۔ جو شخص ایسا محسوس کرے اسے چاہیے کہ اپنا رخسار زمین سے لگاوے۔ ان الغضب جمرة توقد في القلب

الم تروا الى انتفاخ اوداجه و حمرة عينيه فاذا وجد احدكم من ذلك شيئا فان كان قائماً فليجلس وان كان جالساً فليتم - بے شک غصہ ایک کونہ ہے جو دل میں سلگا یا جاتا ہے۔ کیا تم اس کی رگوں کو پھولنے اور سرخی آنکھوں کو نہیں دیکھتے پس جب کوئی اس حالت کو محسوس کر لے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جاوے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جاوے۔ قال رسول اللہ ﷺ ليس الشديد بالسرعة انما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب. منتفق عليه - فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سخت زور وہ نہیں جو دوسرے کو گرا دے بلکہ وہ ہے جو بوقت غضب اپنے نفس پر قابو رکھے

البتة عماد الرحمن جن کا حافظ و ناصر خود وہ عزت اسمہ ہو اور جو بحکم و الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و اللہ یحب المحسنین (اور پی جانے والے غصہ کو اور معاف کرنے والے لوگوں کو اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو) کے ادب و لحاظ و تعمیل کرنے والے ہوں وہ البتہ مستثنیٰ ہیں اور غصہ میں بے قابو نہیں ہوتے اور نہ کسی قسم کی ایذا رسانی کی کاروائی کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ سو یہ ہر ایک کا منصب نہیں بحکم آیت کریمہ وما یلقاها الا الذین صبروا وما یلقاها الا ذو حظّ عظیم (اور یہ بات صبر والوں کو اور بڑے نصیب والے کو ملتی ہے) عاجز خاکسار تو رضائے مولیٰ کا خواہاں ہے اور اس کے احکام کا پابند، کسی سے کچھ مقابلہ نہیں اور نہ کچھ غرض، وہ مالک جو چاہے گا آپ ہی سب کچھ کر کرالے گا۔ فقط لا ہور، ۷۔ مئی ۱۸۹۹ء یوم یک شنبہ

مکتوب مرزا صاحب قادیانی

۱۵ مئی ۱۸۹۹ء: بخدمت مکرّمی حافظ محمد یوسف صاحب -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اگرچہ وہ شرائط جو میں نے لکھے تھے وہ سب قوم کے فائدہ کے لئے لکھے تھے اور ان کے لکھنے سے نہ یہ غرض تھی کہ حضرت منشی الہی بخش صاحب پر مجھے اعتبار نہیں اور نہ یہ غرض تھی کہ میں نعوذ باللہ ان کے لئے کوئی بدمنصوبہ سوچتا ہوں۔ محض نیک نیتی سے لکھا گیا تھا۔ لیکن چونکہ مجھے آسمانی فیصلہ مطلوب ہے یعنی یہ مدعا ہے کہ تا لوگ ایسے شخص کو شناخت کر کے جس کا وجود حقیقت میں ان کے لئے مفید ہے راہ راست پر مستقیم ہو جائیں اور تا لوگ اس شخص کو

شناخت کر لیں جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے امام ہے۔ اور ابھی تک یہ کس کو معلوم ہے کہ وہ کون ہے صرف خدا کو معلوم ہے یا ان کو جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بصیرت دی گئی ہے اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ پس اگر جناب منشی الہی بخش صاحب کے الہامات درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو وہ الہام جو میری نسبت ان کو ہوئے ہیں اپنی سچائی کا کوئی کرشمہ ظاہر کریں گے (خود بدولت کے الہامات کی سچائی کا کرشمہ داماد مرزا احمد بیگ، عبداللہ آتھم و بشیر جو ظاہر ہو اس کو بھی مد نظر رکھیں۔ الہی بخش) اور اس طرح یہ خلقت جو واجب الرحم ہے صرف کذاب سے نجات پا جائے گی۔ اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں کوئی ایسا امر ہے جو اس بدظنی کے برخلاف ہے تو وہ امر روشن ہو جائے گا۔ لہذا میں اس بات سے تو باز آیا کہ منشی صاحب کے منہ سے قسم کا اقرار لوں، گو خدا تعالیٰ نے بھی قسمیں کھائی ہیں اور ہمارے سید و مولا آنحضرت ﷺ صحابہ کے سامنے بعض اوقات قسمیں کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے و الذی نفسی بیدہ (قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے) لیکن میں عام لوگوں کو زیادہ توجہ دینے کیلئے خود اس وقت حضرت منشی الہی بخش صاحب کو قسم دیتا ہوں اور میری طرف سے منشی صاحب موصوف کو یہ قسم ہے کہ اے منشی صاحب آپ کو اس خدا قادر ذوالجلال کی قسم ہے کہ میری نسبت جس قدر آپ کو خدا تعالیٰ طرف سے الہامات ہوئے ہیں وہ سب کے سب مع ترجمہ لکھ کر کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیجئے۔ میں آپ کو اے منشی الہی بخش صاحب پھر اس قادر و قدوس کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ان الہامات میں سے جو آپ نے حافظ محمد یوسف صاحب کو یا حضرت منشی عبدالحق صاحب کو یا کسی اور کو سنائے ہیں یا ابھی سنائے نہیں، کوئی الہام مخفی نہ رکھے۔ میں پھر تیسری مرتبہ اے منشی الہی بخش صاحب آپ کو اس حی قیوم لا الہ الا اللہ کے مصداق کی قسم دیتا ہوں جس نے آنحضرت ﷺ پر قرآن شریف نازل کیا ہے اور قسم کا منشا یہی ہے کہ آپ اسی کے منہ کیلئے اسی کی عزت کے لئے اسی کے نام کے ادب کے لئے وہ کل الہامات جو میری نسبت آپ کو ہوئے ہیں اس خط کے پہنچنے سے ایک ہفتہ تک کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیجئے اور دس اشتہار میری طرف بھیج دیجئے اور کوئی الہام جو میری نسبت ہو چکا ہے مخفی نہ رکھے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ نعوذ باللہ میری طرف سے نہ کوئی آپ پر نالش ہوگی اور نہ کسی

قسم کا بے جا حملہ آپ کی وجاہت و شان پر ہوگا (اس وعدہ کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔ الحکم ۲۳ جون ۱۸۹۹ء، ۱۰ جولائی ۱۸۹۹ء میں کچھ کچھ لکھا۔ ۲۴ جولائی ۱۸۹۹ء، پھر ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء میں بہت لکھا کسی میں کذاب، خدا تعالیٰ پر افتراء کر کے دو چار فقرے سنا کر مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرنے والا، راست باز کے بالمقابل بول اٹھنے والا، کہیں تفرقہ پرداز، الہام کا مدعی، نقاب سے منہ باہر کر، یہ برقعہ پرے پھینک دے۔ میدان میں نکل۔ وغیرہ۔ کہیں متکبر، سڑی، خود پسند، سنن انبیاء سے ناواقف، پر ظلمت روح، تاریکی کی روح وغیرہ لکھا ہے۔ شاید یہ الفاظ آپ کے یہاں معیوب و بیجا خیال نہیں کئے جاتے۔ غرض عہد کر کے اس کے ایفاء کی کچھ پرواہ نہ کی۔ الہی بخش) میں جانتا ہوں کہ ایسے سب کام بدذاتی ہیں میں صرف خدا تعالیٰ سے عقدہ کشائی چاہوں گا (لیکن آپ تو اقرار نامہ لکھ چکے ہیں کہ میں خدا کے پاس اپیل بھی نہیں کروں گا لہذا اب عہد شکنی آپ کی شایان نہیں کیونکہ ایفاء عہد کی تعریف جو اللہ پاک نے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اور نقض عہد پر جو وعید آئی ہے جناب کو وہ بحیثیت ایک مسلمان اور تبع قرآن مجید ہونے کے مد نظر چاہیے۔ منشی الہی بخش) تا وہ لوگ جو مجھے مسرف کذاب کا نام دیتے ہیں جو قرآن میں فرعون اور کسی اشد کافر کا نام ہے اور وہ لوگ میرے دعویٰ مسیح موعود کی تصدیق کرتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ آپ فیصلہ کرے۔ میں نے تین قسموں کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کی ہے اور یہ سنت رسول اللہ ﷺ اور تمام پیغمبروں کی ہے کہ جب قسم دے کر ان کو پوچھا جاتا تھا تو وہ اس جواب کو بغیر کم یا زیادہ کرنے کے اور بغیر کسی قسم کی خیانت و تحریف کے ٹھیک ٹھیک مطابق واقعہ بیان کر دیتے تھے۔ سواب اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا آپ اپنے منہ سے قسم کھانے سے الگ رہے مگر میرا مدعا بھی اس طور سے حاصل ہو جائے گا۔ ضرور نہیں کہ

مرزا غلام احمد

اظہار قسم کرو۔

جواب منشی الہی بخش



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ -
 الہی بخش بخد مت مخدومی مکرمی حافظ محمد یوسف صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
 عرض آنکہ۔ والا نامہ جناب حضرت مرزا صاحب محکومہ ۱۵ مئی ۱۸۹۹ء جو بذریعہ
 رجسٹری جناب کے نام تھا، موصول ہوا حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ شرائط جو
 لکھی تھیں قوم کے فائدہ کے لئے لکھی تھیں لیکن عاجز کے خیال میں اب تک نہیں آیا کہ

قسم کھانے میں قوم کا کیا فائدہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا تو حکم ہے لا تجعلوا اللہ عرضةً لایمانکم (اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کے لئے نشانہ نہ بناؤ)۔ خیر اب تو حضرت مرزا صاحب نے ناحق کی قسموں سے عاجز کو معاف فرما کر خود عاجز کو بے ضرورت قسمیں دی ہیں کیونکہ بموجودگی ارشاد و من اظلم ممّن افتری علی اللہ کذباً او کذب بالحقّ لَمَّا جاءه الیس فی جهنّم مثنوی للکافرین (اور اس شخص سے بڑا کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افترا کرے یا جب اس کے پاس حق آوے اس کو جھٹلاوے۔ کیا جہنم کافروں کے لئے ٹھکانہ نہیں ہے) کے مومنین خاشعین کو ان کی کچھ ضرورت نہیں۔ اگرچہ عاجز اب تک شش و پنج میں تھا کہ اشاعت الہامات میں خواہ مخواہ انگشت نمائی کا موجب بنا اور اپنی گوشہ گزینی میں خلل ڈالنا کیا ضرور ہے لیکن چونکہ اب حضرت مرزا صاحب اصرار فرماتے اور اللہ جل شانہ کی قسمیں ڈالتے ہیں لہذا مجبوراً عاجزان کے ارشاد کی تعمیل میں حتی الوسع سعی کرے گا و ما تو فیقی الا باللہ العلیّ العظیم۔ لیکن جو چیز عاجز کی وسعت و اختیار سے باہر ہے اس کے واسطے عاجز ہرگز کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ الہامات کوئی پانچ دس پندرہ نہیں کہ کل شائع ہو سکیں۔ ہاں کوشش کر رہا ہوں کہ ان کا معتد بہ حصہ معہ تقیہات و تشریحات ان کی خدمت میں گذارش ہو جاوے اور چونکہ مرزا صاحب نے قوم کے فائدہ کا لفظ لکھ کر یاد دلایا ہے لہذا اس کو مد نظر رکھنا بھی ضرور ہوتا کہ ارشاد خیر الناس من ینفع الناس پر کچھ عمل ہو جاوے۔ چنانچہ اس ضمن میں انکے ساتھ چند مسائل مندرجہ رسالہ ضرورۃ الامام بھی استفساراً پیش کرنے کو لازمی و لا بد سمجھ کر شامل کئے جا رہے ہیں۔ سوانشاء اللہ ختم ہونے پر مرزا کے ارشاد کی تعمیل کرونگا۔ دربارہ میعاد ایک ہفتہ جناب خیال فرماویں کہ عاجز مزدوری و ملازمت پیشہ ہونیکے باعث نہایت ہی عدیم الفرصت ہے لہذا اس قلیل میعاد کا جس کی بلحاظ ربانی کلام و منفعت رسائی خلق اللہ ہونیکے کچھ ضرورت نہیں، عاجز ہرگز اس کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ دیکھئے مرزا صاحب جو ماشاء اللہ بالکل فارغ البال اور سوائے ایسے اشغال کے اور ان کو کچھ شغفل ہی نہیں، باوجود طول طویل میعاد و وعدوں کے عہدہ برآ نہیں ہو سکے، چنانچہ انکے وعدے درباب براہین احمدیہ و سراج منیر (۱۴ سو روپہ کی لاگت والا)، رسالہ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ، من الرحمان جنکے وقت معہودہ کو

گذرے ہوئے سال ہا سال گذر گئے، پر غور فرمائیں۔ باوجودیکہ ان کے پاس استعداد، وقت، لیاقت، فرصت، چھاپہ خانہ، آدمی کارکن، وسب اسباب و سامان موجود و مہیا ہیں۔ پھر یہ عاجز خاکسار بایں بے بضاعتی و عدمی فرصتی بے سروسامانی بیماہنگی و کم لیاقتی کس طرح میعاد کا پابند ہو سکتا ہے۔ ہاں انشاء اللہ الرحمن اپنی طرف سے تعمیل ارشاد میں ہرگز کوتاہی نہ ہوگی آئندہ اختیار بدست قادر مختار ہے۔ بلکہ اس کی تالیف کے بارے میں الہام بھی ہوا ہے بسم اللہ مجربہا و مرساها ان ربی لغفور رحیم (اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا۔ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے)۔ لہذا اس کا چلنا و ٹھہرنا اسی مالک و قادر مطلق کے ہاتھ ہے خاکسار بالکل ناچیز و بے حقیقت ہے۔

والسلام خیر ختام۔ لاہور ۲۳ مئی ۱۸۹۹ء یوم سہ شنبہ۔

عرض حال

عاجز (الہی بخش) و رفقاء عاجز نے ہر چند حتی المقدور کوشش کی کہ امور مندرجہ ہذا کی نسبت مولوی نور الدین سے کچھ استفسار کرا کر اپنی تسلی کریں اور ان کی طبع و اشاعت کی نوبت نہ آئے۔ لیکن خدا پاک کی قدرت و حکمت کہ مولوی صاحب ممدوح نے باوجود درخواست اس کو قبول نہ فرمایا بلکہ اشاعت کی ہدایت فرمائی اور مرزا صاحب نے تو اس قدر اصرار فرما کر مجبور کر دیا کہ طوعاً و کرہاً ان کے ارشاد کی تعمیل کرنی پڑی لہذا عاجز ان کی اشاعت و اظہار میں بالکل بری الذمہ ہے۔

بعض احباب کی معرفت کمترین کے سننے میں آیا کہ متبعان مرزا صاحب بہت منتظر و مؤکد ہیں کہ کتاب جلد نکالو، مرزا صاحب اس کے جواب یعنی رد کے لئے مستعد و آمادہ بیٹھے ہیں۔ اسکے نکلنے کی دیر ہے، ایک پھونک سے اڑ جائیگی یا طغیانی دریاء معرفت کی لہروں میں بہا دی جائے گی۔ بھلا آسمان سے زمین کی کیا نسبت؟ چنانچہ مرزا صاحب کی بالواسطہ تحریرات سے بھی اس کی تصدیق ہوئی۔ سو بجواب عرض ہے کہ اگر فی الحقیقت تردید کے لئے ہاتھ میں قلم لئے ہوئے ہم تن تیار ہیں تو عاجز اگرچہ نسبت آسمانی زمینی مذکورہ بالا کا معترف ہے لیکن اس جلد بازی کے معاملہ میں خود مرزا صاحب کا مضمون مندرجہ سرورق براہین احمدیہ حصہ دوم قابل توجہ ہے جس میں آپ نے

براہین کی نسبت مخالفین کی ایسی ہی حرکت پر بڑا عقلا نہ و منصفانہ جواب دیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبل از وقت برحق و باطل و صحت و سقم مضمون تردید کے لئے کمر بستہ ہونا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ حق طلبی و انصاف پسندی کا تو یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ اگر حق ہو تو آدمی قبول کرنے کے لئے طیار رہے۔ ورنہ اظہار حق کے لئے اس کی تردید کرے، نہ یہ کہ پہلے ہی سے اس کے رد و مقابلہ کی دل میں ٹھان لے۔ چنانچہ اس مضمون کو جس دل چسپ نظم میں آپ نے ادا فرمایا ہے وہ یہ ہے:

یار و خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں خواہی پاک و صاف بناؤ گے یا نہیں

باطل کی میل دل سے مٹاؤ گے یا نہیں حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں

سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں

پھر تعجب ہے کہ باوجود اپنے اس محققانہ و مدبرانہ جواب کے عاجز خاکسار کی عاجزانہ تحریر پر جس کی کیفیت و ماہیت آشکارا نہیں ہوئی، ویسے ہی قابل اعتراض کلمات کا اظہار کرنا کیونکر مناسب و جائز سمجھا گیا۔

اگرچہ عاجز خاکسار و رفیق مدگار کو کبھی تحریر و تالیف کا موقع نہیں پڑا، نہ اس قسم کے کام کی مشق و مہارت و شوق ہے، بلکہ ایسا شغل عاجز و رفقاء عاجز کی نسبت عادت و مذاق کے بالکل مخالف ہے، لیکن خمیر بصیر عزمہ نے یہ شعور و بصیرت بخشی ہے کہ تحریر و تقریر میں تکرار اور اسی مضمون کا بار بار اظہار و اذکار ناظرین و سامعین کو طبعاً مکروہ و ناگوار گذرتا ہے۔ مگر چونکہ مرزا صاحب کی تصانیف کا اکثر تکرار پر مدار کار ہوتا ہے بنا براں مجیب کو بحالت ناچاری بدرجہ اضطرابی اس کی پیروی ناگزیر ہے۔ بایں ہمہ تکرار کی تخفیف کی حتی الامکان بہت سعی کی گئی ہے لیکن بعض جگہ اس کا تدارک کما حقہ نہیں ہو سکا۔ علاوہ ازیں عاجز کی مرضی و ارادہ کی کچھ پیش نہیں گئی، قلم سے جو قادر مختار نے چاہا، نکلتا گیا حالانکہ عاجز و رفقاء عاجز سے نہ کوئی عالم، نہ مولوی، نہ منطقی، نہ فلسفی، نہ دین سے کامل طور پر واقف و ماہر۔ علاوہ ازیں اگر ہماری مرضی و ارادہ پر منحصر ہوتا تو اس تحریر تک ہرگز نوبت ہی نہ پہنچتی۔ لیکن ادھر مرزا کے فرمان، سب سے بڑھ کر احکم الحاکمین کے مشیت و ارادہ، اور پھر الہامات نے ایسا کیا کہ بے اختیار اضطراباً الہام فاصدع بما تؤمر (سونادے کھول کر جو تجھے حکم ہوا) کی تعمیل کرا کر چھوڑی جسکے باعث یہ کتاب باوجود اختصار اس قدر ضخیم ہو گئی۔

اس میں جو واقعات مندرج ہیں اکثر ذاتی واقفیت و تجربہ پر مبنی ہیں اور ان کے اظہار

میں حتی المقدور بہت احتیاط کی گئی ہے مثلاً بتکرار دعائے استخارہ اور دخل نفس و شیطان سے تعوذ کے لئے ادعیہ معوذات کا ورد رہا۔ بایں ہمہ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو لازمہ بشریت ہے کیونکہ حضرت آدم جن کی شان میں اللہ تعالیٰ، قرآن مجید میں فرماتا ہے و لقد عهدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد له عزماً (البتہ تحقیق عہد کیا تھا ہم نے طرف آدم کی اس سے پہلے، پس وہ بھول گیا) کی عاجز اولاد میں سے ہے اور خطا و نسیان سے مبرا و منزہ نہیں ہو سکتا۔

یا رب غفراً ان طغت اقلامنا یا رب معذرة من الطغیان

سو چونکہ انسان مختلف الطبائع و مذاق و خیالات ہوتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ خاکسار کی نسبت ان کی رائیں بھی مختلف ہوں۔ کوئی کہے کہ ساری عمر ملازمت میں مصروف دنیا رہنے پر یہ انعام یزدانی و فضل رحمانی کیونکر ہو سکتا ہے، تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ آیت رجال لا تلهیہم تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ (وہ مرد کہ نہیں غافل کرتی ان کو سوداگری اور نہ خرید و فروخت ذکر اللہ سے) پر غور فرمائیں۔ نیز خیال فرمائیں کہ حدیث لا یشقی جلیسہم (مردان خدا کا ہم جلیس شقی نہیں رہتا) بھی اس کی معاون ہے جیسا کہ تجربہ و مشاہدہ ہوا کہ شیخ سید عبداللہ غزنویؒ کے اکثر دشمن بھی ان کی صحبت کے فیض و برکت سے محروم نہیں رہے اور عاجز کو تو بفضلہ تعالیٰ و تقدس ان کی صحبت با برکت کا بہت حصہ نصیب ہوا۔ اگر اس سے بھی اطمینان نہ ہو تو حدیث ان اللہ تعالیٰ لیؤید الدین بالرجل الفاجر میں فکر کر کے فیصلہ کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے کام راہل فاسق و فاجر سے بھی لے لیتا ہے۔ پھر سب سے آخر خذ ما صفا و دع ما کدر (صاف لے لو اور مکدر چھوڑ دو) تو ہر شخص کے لئے موجود ہے۔

باب اول: در حالات

☆ عاجز (الہی بخش) کا تعارف مرزا غلام احمد قادیانی سے قریباً طبع حصہ سوم براہین احمدیہ اور ملاقات ۱۸۸۴ء سے ہے یعنی اس وقت سے جب کہ موجودہ (۱۸۹۹-۱۹۰۰ء کے) حاضر با شان و

مریدان سے شائد ہی ان کا کوئی آشنا واقف ہو۔ اس وقت ان کی دعوت اسلام مخالفین اسلام کو بذریعہ براہین و دیگر اشتہارات و وعدہ اداء جرمانہ بصورت عدم تشفی معترضین اور پھر بحث مباحثہ دربارہ اثبات معجزات شق القمر وغیرہ و تصنیف سرمہ چشم آریہ ۱۸۸۶ء وغیرہ خدمت اسلامی و اعلاء کلمۃ اللہ میں عاجز مع رفیقان ان کے ساتھ شامل تھا۔ بناءً علیہ مرزا صاحب عاجز سے اور عاجز ان کے ہر حال سے بخوبی ماہر ہے حتیٰ کہ مرزا صاحب کے مخالفین، عاجز و رفقاء عاجز کو بھی ان کی جماعت سمجھ کر سب و شتم کرتے اور لکھتے رہے۔

وہ اشتہار جو کئی ہزار طبع ہو کر مالک دور دراز میں پیشوایان غیر مذاہب و دہریان و فلاسفران وغیرہ کو بھیجا گیا تھا اس کا ترجمہ اور روانگی وغیرہ سب عاجز کے ہاتھ سے ہو کر نکلے۔ اس ابتداء وقت میں اس قدر تو ملاقات و یک جہتی کہ مرزا صاحب عاجز و رفقاء عاجز کا ذکر و نام اپنی کتب میں بھی درج فرمائیں، یا اب کثرت مریدان اور حاشیہ نشینان میں آپکے حافظہ سے وہ سب کچھ ایسا محو ہوا کہ موقع ملاقات گذشتہ پر مرزا صاحب نے عاجز و رفیق عاجز کو ایسا ناواقف و بے گانہ خیال فرمایا کہ اپنے دعاوی و دلائل دعاوی کی تبلیغ شروع کر دی اور جب تک وہاں رہے آپ اس میں مصروف رہے۔ اس تغیر و تبدیل حافظہ و طبیعت مرزا کا نہایت ہی تعجب ہوا اور خاص کر اس لئے کہ مرزا نے یہ خیال نہ فرمایا کہ ان کی کون سی مطبوعہ تحریر ہے جو عاجز و رفقاء عاجز نے نہیں دیکھی اور کون سا دعویٰ و دلیل ہے جو نہیں سنی اور معلوم نہیں جن کی تبلیغ ان کو مکرر سہ کر ضروری معلوم ہوئی۔

اشتہارات و تصانیف تو مرزا صاحب کی سب پہنچتی رہیں البتہ ملاقات کو ضرور عرصہ گذر گیا تھا جس کے واسطے مرزا صاحب نے ملتان سے واپس ہوتے ہوئے لاہور میں باصرار فرمایا کہ یہاں خلوت میسر نہیں ہوتی ضرور قادیان آؤ اور ملاقات کو بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ آپ کے اس اصرار پر جو وعدہ کیا گیا تھا اس کے ایفاء کا بہت خیال تھا جس کے باعث ستمبر ۱۸۹۸ء میں قادیان جانے کا اتفاق ہوا لیکن مرزا صاحب نے خلوت موعودہ کا کچھ خیال نہ فرما کر ایسی اجنبیت ظاہر فرمائی کہ گویا عاجز کے حال سے ان کو کچھ آگاہی نہ تھی۔ الخیر فی ما وقع امید ہے کہ اس میں بھی کئی مصالح و حکمتیں اس خالق مالک عزیز و حکیم کی ہوں گی۔

☆ اظہار حقیقت کیلئے بعونہ تقدس و تعالیٰ کچھ اپنا حال تحریر کرتا ہوں:-
خاکسار (الہی بخش) کو الہامات (جن کو مرزا صاحب مکالمات الہیہ سے ہمیشہ تعبیر کرتے

ہیں) محض اللہ پاک کے فضل و کرم سے مرزا صاحب سے ملاقات سے پہلے اول سید شیخ عبد اللہ غزنویؒ کی مسجد میں بوقت اعتکاف عشرہ اخیر رمضان المبارک ۱۲۹۸ھ میں شروع ہوئے، اگرچہ روایا صادقہ و مکاشفات اس سے بھی پہلے شروع تھے۔ مواقع ضرورت و حاجت میں الہامات و نصرت فراواں ہوتی رہی۔ چنانچہ ۱۸۸۳ء میں ایک افسر سے ناموافق ہونے پر یہ الہام ہوئے:

لا تتخذوا من دونی اولیاء (سوائے میرے کسی کو کارساز نہ بناؤ)۔

نجوت من القوم الظالمین (قوم ظالموں سے تجھ کو نجات ملی)۔

اور یہ الہام اسی طرح پورے ہو گئے۔ الحمد للہ۔ اور اب تک کوئی ایسا موقع یاد نہیں کہ جس میں مجھ کو الہامات کی کچھ بھی تاویل کرنے کی حاجت ہوئی ہو۔ کثرت سے تو پورے ہو گئے اور ایسے بھی ہیں جن کا ابھی انتظار ہے۔ اور بعض (غیر زبان والوں سمیت) ایسے بھی ہیں جن کا مطلب اب تک بخوبی منکشف نہیں ہوا، اور جن کے انکشافات اور تکمیل کی امید قدر مطلق کے فضل و کرم پر واثق ہے کیونکہ ان میں عاجز کا کوئی دخل ہرگز نہیں۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جو الہام سمجھ میں نہ آئے، اس کا کیا فائدہ؟ اور ایسا

الہام خدا تعالیٰ کیوں کرتا ہے؟ وغیرہ۔ سو اس بارہ میں امور ذیل پر توجہ چاہیے:-

﴿غیر زبان میں الہام ہونا اور ایسا ہونا کہ ملہم کی سمجھ میں نہ آئے، یہ دلیل تو صداقت و راستی ملہم کی ہے کیونکہ جو چیز ملہم جانتا ہے اور سمجھتا ہے اس پر تو وہ خود قادر ہے اور دوسرے شبہ کر سکتے ہیں کہ یہ واقف و قادر ماہر تھا، اس نے خود بنا لیا ہوگا۔ لیکن جس چیز سے وہ واقف ہی نہیں اور جانتا ہی نہیں، اس میں اس کی بناوٹ کا شبہ بالکل لغو بے دلیل و باطل ہے بلکہ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اس خالق مالک علیم خبیر علی کل شئی قدیر کی طرف سے ہے اور ملہم کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ ہاں یہ شرط اس میں ضروری ہے کہ وہ کسی صورت میں خلاف کتاب اللہ و سنت و تعلیم رسول اللہ ﷺ نہ ہو چنانچہ اس کے متعلق قرآن مجید میں سید الانبیاء ﷺ کو ارشاد فرمایا:

و ما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب و لا تحطہ بيمينک اذا لآرتاب

المبطلون۔ بل هو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم و ما

يجحد بآياتنا الا الظالمون۔ ما کنت تدری ما لکتاب و لا الايمان

جس کا مدعا و مطلب یہ ہے کہ پہلے تو پڑھنے لکھنے والا نہیں تھا، اگر ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست و باطل پسند شک کر سکتے، اور جس حالت میں یہ امر نہیں تو پھر شک کیسا؟

﴿ در بارہ فرق زبان، گو جناب رسول اللہ ﷺ کی مبارک زبان عربی تھی اور قرآن مجید بھی عربی زبان میں اللہ نے اپنی رحمت سے نازل فرمایا لیکن قرآن مجید کی بے نظیر و بے مانند عربی میں اور دوسری معمولی مخلوق کی عربی میں سب ماہرین جانتے ہیں کہ کس قدر فرق و بعد المشرقین ہے کہ کسی کی عربی قرآن مجید کی عربی کی برابری ہرگز نہیں کر سکتی اور اس کی مثل ہرگز نہیں ہو سکتی۔

﴿ خود قرآن مجید میں آیات متشابہات و حروف مقطعات، الم، المص، المر، کھیعص، طه، طسم، طس، یس۔ ص عسق۔ ق، وحی والہامات الہی جل شانہ ہیں جن کا صحیح صحیح مدعا و مطلب آج تک اکثروں نے بیان نہیں فرمایا، باوجودیکہ قرآن مجید عربی میں ہے، کوئی غیر زبان نہیں، اور اس کے اللہ جل شانہ کی طرف سے ہونے میں ذرہ برابر ہرگز شک نہیں ہے، گو ہم یا اور کوئی ان کا مطلب نہ سمجھے، ان کے معانی میں مفسرین کا بہت ہی اختلاف ہے۔ کوئی اسماء قرآن مجید، کوئی اسماء سور وغیرہ اور کوئی کچھ اور فرماتے ہیں کہ اکابر صحابہ سے یہی مروی ہے کہ غیر معلوم ہیں اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ علماء ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ اور کوئی فرماتے ہیں کہ متشابہ ہیں۔ اور پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

هو الَّذِي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن ام الكتاب
 و اخر متشابہات۔ فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه
 منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تاويله وما يعلم تاويله الا الله والراسخون
 في العلم يقولون آمنا به كل من عند ربنا وما يذكر الا اولو الالباب
 (وہ پاک ذات جس نے اتاری تجھ پر کتاب کامل اس میں آیات محکم ہیں وہ ام الكتاب ہیں اور
 دوسری متشابہات ہیں پس وہ لوگ جنکے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں تشابہ کی واسطے چاہنے فتنہ
 کے اور حقیقت حال کے اور نہیں جانتا حقیقت ان کی مگر اللہ اور محکم علم والے، کہتے ہیں ایمان لائے ہم
 ساتھ اسکے کل ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نہیں نصیحت پکڑتے مگر عقل والے) (آل عمران: ۷)

﴿ پھر دعا تعلیم فرمائی رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا. الخ (اے ہمارے رب نہ کج کر ہمارے دلوں کو)
 اس میں گوا اختلاف ہے کہ ما يعلم تاويله الا الله پر وقف ہے یا کہ والراسخون في
 العلم پر لیکن بہر حال اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے اور اسی کے بتلانے سے کسی کو معلوم ہو سکتا ہے۔

﴿ احادیث مبارک رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ کئی منامات و التقاء کے فہم و اسرار
 کا انکشاف اسی وقت نہیں ہوا بلکہ بعد مدت ہوا:

عن ابی موسیٰ عن النّبئی ﷺ قال رأیت فی المنام انی اهاجر من مکّہ الی ارض بہا نخل فذہب و ہلی الی انہا الیما مہ او ہجر فاذا ہی المدینۃ یثرب و رأیت فی رؤیای ہذہ انی ہزرت سیفاً فانقطع صدرہ فاذا ہو ما اصیب من المؤمنین یوم احد ثم ہزرتہ اخری فعاد احسن ما کان فاذا ہو ما جاء من الفتح و اجتماع المؤمنین (ابوموسیٰ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کرتا ہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں۔ تو میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ زمین یمامہ یا ہجر ہے حالانکہ وہ مدینہ تھا جس کا دوسرا نام یثرب ہے۔ اس خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو وہ درمیان سے ٹوٹ گئی۔ اس کی تعبیر مسلمانوں کو احد کے دن کی مصیبت کا پہنچنا ہے۔ پھر دوبارہ تلوار کو میں نے ہلایا تو اول سے بھی اچھی ہوگئی تو اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کو فتح دینا اور اکٹھا کرنا ہے) (بخاری: حدیث نمبر ۳۶۲۲)

دیکھئے کہاں قبل از ہجرت مکہ شریف کا یہ رؤیا اور کہاں اس کا وقوع و تکمیل۔ پھر

عن عائشہ قالت قال لی رسول اللہ ﷺ اریتک فی المنام ثلاث لیال یجیء بک الملک فی سرفۃ من حریر فقال لی ہذہ امرأتک فکشفت عن وجہک الثوب فاذا انت ہی۔ الخ (عائشہ) بتاتی ہیں کہ کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے کہ تو مجھے تین رات دکھائی گئی اس طرح پر کہ فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لاتا اور کہتا کہ یہ تیری بیوی ہے۔ پس میں تیرے چہرے سے کپڑا ہٹاتا تو وہی ہوتی)

تو پھر کسی اور عاجز غلامان غلام و طفیلی و ذلہ بردار کا کیا حق ہے کہ اس وقت کل کے تمامہ

سمجھنے کا دعویٰ کرے۔

علاوہ ان دلائل مذکورہ بالا کے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس ذات پاک کے کلمات طیبات و الہامات و اسرار و غوامض حسب فحوائے آیات قرآن مجید:

قل لو کان البحر مدداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہ مدداً (اگر تمام دریا میرے رب کے کلمات کہنے کے لئے سیاہی بن جائیں تو دریا ختم ہو جائیں پہلے اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں اگرچہ اس کے برابر اور بھی سیاہی لائیں)

ولو ان ما فى الارض من شجرة اقلام و البحر يمده من بعده سبعة
 ابحر ما نفدت كلمات الله . ان الله عزيز حكيم (لقمان: ۲۷) (اگر جس
 قدر زمین میں درخت ہیں، قلمیں ہوں اور کل دریا و سمندر سیا ہی ہوں اور اسکے بعد اور سات
 سمندر بھی ہوں تب بھی اللہ کے کلمات پورے نہ ہوں۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے)
 کی بے حد و بے نہایت ہونے کے علاوہ لطیف در لطیف و عمیق در عمیق بھی ہیں۔ جیسا وہ خود لطیف و
 خبیر ہے پس انسان ظلوماً جھولاً کی کیا ہستی اور کیا حقیقت ہے اور اس کا کیا بے مقدر و محدود
 دماغ ادراک ہے کہ اس خالق مالک کے کل الطف و عمیق کلمات و اسرار کو کامل طور پر فوراً سمجھ سکے
 تا وقتیکہ وہ کریم و کریم خود ہی اپنے فضل و کرم سے نہ سمجھا وے۔ وہاں تو یہی عرض صحیح ہے
 ما عرفناك حق معرفتك و ما عبدناك حق عبادتك (نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو حق
 پہچاننے تیرے کا اور نہیں عبادت کی تیری جیسے چاہیے)، اور برحق ہے قول امام العارفین خلیفہ رسول رب
 العالمین کا العجز عن درك الادراك ادراك . و الكشف عن ذات الله اشراك (اللہ
 تعالیٰ کی حقیقت کے جاننے سے اظہارِ عجز ہی ادراک ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک کا کشفِ راز شرک
 ہے)۔ نظر بریں وجوہات کچھ حرج و مضائقہ معلوم نہیں ہوتا اگر کسی الہام کے فہم میں فہم کسی عاجز ملہم
 کا قاصر ہے، یا الہام بعد مدت منکشف ہو یا کامل طور پر وقوع میں آوے۔ واللہ اعلم بالصواب
 ☆ چونکہ کمترین میں کسی طرح کی لیاقت نہیں۔ نہ پڑھا ہوا یعنی نہ عالم، نہ مولوی، نہ عابد،
 نہ زاہد، کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ مخلوقات سے بھی کچھ بہت تعلق نہیں۔ مزدوری پیشہ ہے۔ داب
 ملاقات رسمی و گفتگو مروج زمانہ سے بھی اکثر ناواقف، اپنے آپ کو حقیر و ناچیز سمجھتا ہے لہذا اول اول
 اکثر اپنی بے بضاعتی نا لیاقتی کی وجہ سے انعامات و احسانات الہی پر نہایت تعجب و تردد ہوا کرتا تھا
 جن کے جواب میں بار بار تلمظ آمیز تنبیہ ہوئی مثلاً جب اولاد دل میں خدشہ گذرا کہ میرے جیسے
 ناچیز نا لائق کو الہام ہونا اجتماعِ ضدین ہے تو الہام ہوا:

ان الله لا يستحي ان يضرب مثلاً ما بعوضة (بے شک اللہ تعالیٰ چھڑکی
 مثال بیان کرنے سے نہیں شرماتا)

اور پھر دیگر مواقع پر:

ما لكم لا ترجون لله وقاراً (کیا ہو تم کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے وقار نہیں مانتے)
 الم تعلم ان الله على كل شىء قدير (کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر شئی پر قادر ہے)

الحق من ربك فلا تكونن من الممتريين (حق ہے تیرے رب کی طرف سے
پس تو ہرگز شک کرنے والوں سے نہ ہو)
جس پر عاجز تائب و نادم ہوتا رہا۔

ڈیرہ غازی خان میں ۱۸۸۳ء میں جب الہام ہوا:

قل ان كنتم تحبّون اللّٰه فاتبعونى (تو کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری
تابعداری کرو)

تو عاجز تمام روز تو بہ و استغفار کرتا رہا کہ شیطان مجھ پر غالب ہو گیا ہے (چنانچہ اس بارہ میں مرزا
صاحب کو خط بھی لکھا تھا) اس پر فوراً ارشاد ہوا:

ان عبادى ليس لك عليهم سلطان (میرے بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں).

☆ عرصہ ہوا جب خاکسار نے الہام: مثل سہیل یمانی مجھ کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے،

مرزا صاحب کو استفساراً بھیجا تو اس کے جواب میں ان کے قلم سے بھی نکلا کہ بلا واسطہ غیر آپ پر
اللہ پاک کا ارادہ فضل و کرم کا معلوم ہوتا ہے۔ جو الحمد للہ کہ اسی طرح ہوا جیسا کہ الہامات ذیل
سے ظاہر ہے۔ مرزا صاحب کو شاید یاد ہوگا جب عاجز نے اپنے آنے کے ارادہ پر ڈیرہ غازی خان
سے ان کو خط لکھا تو اس کے جواب میں مرزا صاحب نے کہا کہ تمہارا خط ہاتھ میں آتے ہی الہام ہوا:
قل تعالوا سلام عليكم طبتم (آؤ تم پر اللہ کا سلام ہے، خوش رہو)۔

سبحان اللہ! کیا اللہ پاک کے احسان و اکرام ہیں کہ عاجز کا خط پہنچتے ہی مرزا صاحب کو
الہام ہو اور عاجز بے مقدار کے حق میں کیسے الطاف آمیز الفاظ اس میں ارشاد فرمائے۔

الہامات و روایا در بارہ قادیانی

اب کچھ الہامات و روایا چندے از بسیار و مشتے از انبار کے طور پر عرض ہیں:

لا تتخذوا من دونى اولياء (تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ پکڑو)

قل اللّٰه ثمّ ذرهم فى خوضهم يلعبون (تو اللہ کہہ، پھر چھوڑ ان کو اپنی بحث میں کھیلتے)

صدق کتاب و صد ورق در نار کن جان و دل از جانب دلدار کن

دل آرامی کہ داری دل درو بند وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

﴿ تبارك الَّذِي نَزَلَ الْفِرْقَانِ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

(برکت والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے فرقان اپنے بندہ پر اتارا، تاکہ وہ جہان والوں کو ڈراوے)

﴿ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

و لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (وہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے فرستادہ کو ساتھ ہدایت اور دین حق کے بھیجا تاکہ غالب کرے اس کو تمام دینوں پر گو مشرک ناخوش ہوں)

﴿ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ (اللہ اپنی رحمت کیلئے جسکو چاہتا ہے خاص کرتا ہے)

﴿ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ مَن يَشَاءُ (اللہ اپنی نصرت سے جس کی چاہے تائید کرتا ہے)

﴿ إِنَّا كَفِينَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (ہم تیری طرف سے تمسخر کرنے والوں کو کفایت کریں گے)

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (رحمت یعنی وفور شفقت، یہ تفہیم الہامی ہے)

(ہم نے تجھے جہاں والوں کے لئے رحمت بھیجا ہے)

﴿ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ (جب میرے بندے تجھ سے میری نسبت

سوال کریں تو کہہ کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں قریب ہوں)

﴿ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ (حق ہے ہم پر مدد کرنی مومنوں کی)

رفعت شان رفت براوج فلک ایں چنین شد رحمت رب جلیل

﴿ الْم نَشْرَح لَكَ صَدْرَكَ .. الخ - (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا.. الخ)

﴿ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ (کاش

میری قوم جانتی وہ انعام کہ بخشا مجھ کو اللہ میرے نے اور مجھے عزت والوں سے کیا)

﴿ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا (الی) لَنُرِيهِ مِن آيَاتِنَا (پاک ہے وہ

ذات جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرایا.. الخ۔ تاکہ دکھائیں ہم نشانیوں اپنی سے)۔

﴿ اور سیر بھی کرا دی گئی.... لَنُرِي اِبْرَاهِيمَ مُلْكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ -

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (الی) صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (تاکہ دکھائیں ہم ابراہیم کو آسمانوں

اور زمینوں کی بادشاہت۔ بے شک ہم نے فتح دی تجھ کو فتح ظاہر.. تا... صراط مستقیم)

﴿ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ - إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا. فَوْقَ الْحَقِّ

عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ (تو کہہ حق آیا اور باطل گیا۔ باطل جانے ہی والا تھا، پس حق باطل پر گرا اور

توڑتا ہے اسکا سر)

﴿ آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند
 ﴿ انا عرضنا الامانة على السموات والارض.. الآية (بے شک ہم
 نے امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا.. الخ)۔

﴿ ولا تصعّر خدك للناس . لا اله الا هو فاخذہ وکیلاً . فسبح بحمد
 ربك وتبتل اليه تبتيلاً (لوگوں کے لئے اپنے رخسار مت موڑ۔ سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں پس
 اسی کو اپنا وکیل پکڑ۔ پس تسبیح کہہ اپنے رب کے نام کی اور منقطع ہو جا طرف اس کی منقطع ہو جانا)
 ﴿ ثم دنا فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى . قد نرى تقلب وجهك
 فى السماء فاول وجهك شطرة ترضاها . ولسوف يعطيك ربك فترضى .
 لکم کلّ ما سألتموه . (پھر قریب ہوا قدر دو کمان کے قریب۔ بے شک ہم نے دیکھا پھر نام نہ
 تیرے کا پس پھیر تو اپنا منہ جس طرف خوش ہو۔ تیرا رب عطا کریگا جس پر تو راضی ہو جائیگا۔ تمہارے لئے
 سب ہے جو تم سوال کرتے ہو)

﴿ انا اعطيناك الكوثر .. الخ . اليس الله بكا ف عبده (ہم نے تجھے کوثر
 عطا فرمائی.. الخ۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں)
 ﴿ كفى بربك ها دياً ونصيراً

﴿ میں مرید نہیں مراد ہوں مجھ کو مراد صاحب کہو (یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کا خود اپنا ارادہ
 عاجز پر فضل و کرم کا ہے کسی کے توسل اور عاجز کی طرف سے کسی سعی و کسب ریاضت وغیرہ کی جہت سے نہیں)

﴿ واللہ یجتبیک ربک و یعلمک من تاویل الاحادیث و یتّم نعمته
 علیک و یهدیک صراطاً مستقیماً۔ یا احمد باریک اللہ فیک ان وعد اللہ
 حق کذا لک وعد اللہ (ذلک آیات اللہ) ننتلوها علیک بالحق (اللہ تجھے
 برگزیدہ کرے گا اور باتوں کی تعبیر سکھا دے گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کرے گا اور سیدھے راستے کی طرف
 ہدایت کرے گا۔ اے سرا ہے گئے! اللہ تجھ میں برکت کرے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ایسا ہی اللہ نے
 وعدہ کیا ہے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں ہم پڑھتے ہیں ان کو تجھ پر حق کے ساتھ)

ایک دفعہ خیال آیا کہ مجھ سے تو کچھ کام اور خدمت نہیں ہوئی اور دوسرے حضرات عمدہ و
 عالیشان کام میں مصروف ہیں، مجھ کو ایسا مرتبہ کیوں کر مل سکتا ہے۔ جواب ملا:

﴿ نرفع درجات من نشاء . ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله . يد الله فوق ايديهم . نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ﴾ (ہم بلند کرتے ہیں درجات جس شخص کے چاہتے ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ ہم نے ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں)۔ جو چاہے ہو ملے گا۔

﴿ احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا آمنا وهم لا يفتنون ﴾ (کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ صرف آمنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہو)۔

﴿ نگہداشت مارا از راہ خطا خطا در گذار و صوابم نما

﴿ ان لا تعبدوا الا الله انى لكم منه نذير مبين ﴾ (یہ کہ نہ عبادت کرو تم اللہ کے سوا کسی کی، بے شک میں تمہارے لئے اسی کی طرف سے ڈرانے والا ہوں)۔

﴿ ان اعبدوا الله واتقوه واطيعون يغفر لكم ذنوبكم ﴾ (یہ کہ عبادت کرو تم اللہ کی اور اس سے ڈرو اور میری تابعداری کرو۔ اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا)۔

﴿ يا قومنا اجيبوا داعي الله واستبشروا ببعيكم الذى بايعتم ان الله بما تعملون بصير ﴾ (اے میری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کو قبول کرو اور خوش ہو تم اس بیع کے ساتھ جو تم نے کی ہے۔ بے شک اللہ تمہارے عملوں کو دیکھنے والا ہے)۔

﴿ ابلاغكم رسالات ربى و انى لكم ناصح امين ﴾ (میں تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے خیر خواہ امین ہوں)۔

﴿ يا رب انصر خير حزبنا على حزب الضلال وعسكر الشيطان و الله ما فى هذه الدنيا الذ من اشتياق العبد للرحمان ﴾ (اے رب! میرے گروہ کو گمراہوں کے گروہ اور شیطانوں کے لشکر پر نصرت دے۔ تم خدا کی دنیا میں کوئی چیز اللہ کے اشتیاق سے زیادہ لذت والی نہیں)

﴿ اللهم طهر بيتى للطائفين ﴾ (اے اللہ میرے گھر کو پھرنے والوں کیلئے پاک کر)۔

﴿ كن فى الدنيا كانه غريب او عابر سبيل . وعد نفسك من اصحاب القبور ﴾ (دنیا میں ایسا ہو جیسے اجنبی یا راستہ گزرنے والے رہتے ہیں اور اپنے نفس کو قبروں والوں میں شمار کر)

﴿ انا وجدناه صابراً نعم العبد انه اواب . يا يحيى خذ الكتاب بقوة .

نصر من اللہ وفتح قریب (ہم نے اس کو صبر کرنے والا پایا، اچھا بندہ ہے۔ تحقیق وہ رجوع کرنے والا ہے۔ اے یحییٰ اس کتاب کو قوت سے پکڑ۔ نصرت اللہ کی طرف سے اور فتح قریب ہے)

﴿ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یغفر لکم ذنوبکم و یجرکم من عذاب الیم (اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرے گا تمہارے گناہ بخش دے گا اور دردناک عذاب سے مخلصی دے گا)۔

﴿ الا ان نصر اللہ قریب۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر (اللہ کی مدد قریب ہے۔ ہم کو اللہ کافی ہے، اچھا ہے وہ ہمارا وکیل اچھا مولیٰ اور عمدہ مددگار)

﴿ فتحت ابواب السماء بماء منهمر۔ نحن جمیع منتصر۔ سیہزم الجمع و یولون الدبر۔ ان المتقین فی جنات و نهر۔ عند ملیک مقدر۔ ان یروا آیة یتقولوا سحر مستمر (کھولے گئے آسمان کے دروازے پانی جاری سے۔ ہم جماعت ہیں مدد کئے گئے۔ قریب ہے کہ جماعت بھگائی جائیگی اور پیٹھ پھیرے جاویں گے۔ بیشک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہونگے، مالک صاحب قدرت کے پاس۔ اگر دیکھیں کوئی نشانی کہتے ہیں جادو ہے مضبوط)

﴿ ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین۔ و بذلک امرت و انا اول المسلمین (بے شک میری نماز، میری عبادتیں اور جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے واسطے ہے اور اسی کے ساتھ میں حکم کیا گیا ہوں اور میں اول مسلمانوں کا ہوں)۔

﴿ فاشرققت الارض بنور ربہا و جییء بالنبیین۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوئی اور نبی لائے گئے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اگر اللہ کے غیر کے پاس سے ہوتا تو اس میں اختلاف بہت پاتے)

﴿ منزل مقصود بہر جا رسید۔

﴿ نبیء عبادی انی انا الغفور الرحیم۔ بشر المخبئین۔ انما توعدون لا تب۔ ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون۔ ان اجری الا علی اللہ علیہ توکلت و الیہ انیب (میرے بندوں کو خبر کر کہ میں غفور الرحیم ہوں۔ خوش خبری دے عاجزی کرنے والوں کو۔ جو تم وعدہ دیئے جاتے ہو، آنے والا ہے۔ نہیں ہوں میں مگر ڈرنا بیوالا اور خوش خبری دینے والا قوم ایمان والوں کو۔ نہیں اجر میرا اگر اللہ پر، اسی پر توکل کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں)۔

﴿ فذکرَ اِنَّمَا انتَ مذکر الخ (پس نصیحت کر سوائے اسکے نہیں کہ تو نصیحت کر نیوالا ہے) ﴾
 ﴿ اقم و جهک للذین حنیفاً (تو اپنا منہ دین حنیف کی طرف قائم کر) ﴾
 ﴿ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة (اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو) ﴾
 ﴿ اکان للناس عجباً ان اوحینا الی عبدنا (کیا لوگوں کو اس بات کا عجب ہوا ہے کہ ہم نے اپنے بندہ کی طرف وحی بھیجا ہے)۔ ﴾

﴿ یفتح اللہ لکم فستر ضوا (اللہ تمہارے لئے فتح کرے گا پس راضی ہو جاؤ گے)۔ ﴾
 ﴿ ذرنی و المکذبین اولی النعمة و مهلم قلیلاً . (الی) (اخذاً و بیلاً (مجھے اور جھٹلانے والے صاحب نعمت کو تھوڑی مہلت دے .. تا.. پس پکڑ لیا ہم نے ان کو پکڑنا سخت) ﴾
 ﴿ اذا جاء نصر اللہ .. الخ (جب اللہ کی مدد آئی...)۔ ﴾
 ﴿ والصحی و اللیل اذا سجدی .. الخ (قسم ہے خالقِ خمیٰ کی اور خالقِ رات کی جب اندھیرا کرتی ہے...) ﴾

﴿ ما زاغ البصر و ما طغی . عندنا لزلفی و حسن مآب (نہیں کجی کی آنکھ نے اور نہ حد سے بڑھی۔ ہمارے نزدیک قریب اور اچھی بازگشت) ﴾
 ﴿ یا ایہا المدثر قم فانذر (اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ)۔ ﴾
 ﴿ ائی معک این (حیث) ما کنت و اللہ معکم این (حیث) ما کنتم۔ ﴾
 ﴿ اذا استعنت فا ستعن بالله اذا سألت فا سئل اللہ . و اصبر لحکم ربک فانک با عیننا ۔ ﴾

غرض بہت ہیں جن سے واضح و لائح ہوتا ہے کہ مالک الملک کا کچھ فضل کرنے کا ارادہ ہے اور چونکہ یہ سب امور بلا کسی استدعا و آرزو و لیاقت کے محض فضل و کرم رب العالمین سے ہی ہیں میرا کچھ دخل نہیں لہذا عاجز الہام فا صدع بما تؤمر کی تعیل میں سست ہی رہا۔ اسی بنا پر کہ جو حکم و ارادہ احکم الحاکمین کا ہے وہ ضرور بالضرور خود بخود ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اس کا ظہور اسی طرح ہو رہا ہے یعنی بلا کوشش و سعی عاجز کے وہ امور آشکارا ہو رہے ہیں اور طرفہ یہ کہ جو لوگ نہیں چاہتے کہ یہ آشکارا ہوں وہ خود ان کے مشتہر کرنے و اظہار کا موجب بن گئے ہیں۔

پھر یہ الہام بھی ہوا ہے:

اِس تقویم بس است کہ چوں زاہدان شہر ناز و کرشمہ بر سر منبر نہ میکینم

تشریحات

ان الہامات میں بعض آیات قرآن ایسی ہیں جن میں خاص رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے اور بعض میں دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مخاطب ہیں، اور بعض میں لفظ نبی و رسول بلکہ خاص وہی نام بھی ہیں، تو سوال ہو سکتا ہے کہ بعد نزول آیت ما کان محمد اباً احد من رجا لکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین (نہیں ہے محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ، لیکن اللہ کا رسول اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے) کے جب کوئی بھی نبی و رسول نہیں ہو سکتا، اور نہ کسی کی ایسی شان ہے کہ ان خاص خطابات و آیات کا مخاطب ہو سکے تو پھر ایسے خطاب و ایسے آیات کیوں الہام میں آئیں۔ بجواب عرض ہے:

تشریح اول

در بارہ ایسے آیات و خاص خطابات کے رسالہ اثبات الالہام و البیعة با دلتہ الكتاب و السننہ کی عبارت بجواب مغالطہ ۱۶۲ بہ قلیل تغیر و تبدل و کمی بیشی ملخصاً درج ذیل ہے جو کہ امید ہے کہ انشاء اللہ الفتاح رفع اعتراض کیلئے کافی ہے و هو هذا:

﴿ اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے تو صاحب الہام یعنی لہم وغیرہ اس کو اپنے حق میں خیال کر کے اس کے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کریگا اور اس سے نصیحت اور عبرت پکڑیگا اور بموجب ارشاد اللہ جل جلالہ فاعتبروا یا اولی الا بصار (پس عبرت حاصل کرو، اے آنکھوں والو)۔ لفظ عبور سے ہے اور عبور کے معنی گذرنا اور اصطلاحی معنی ایک امر میں نظر کر کے اس کے ساتھ اور امور کو پہچاننا ہے۔ اللہ جل جلالہ کا حکم ہے کہ بندگان ایک دوسرے کا حال دیکھ کر یا قصہ سن کر نصیحت پکڑیں اور عبرت حاصل کریں جیسا کہ فرمایا ان فی ذلک لعبرۃ لمن یتخشی (بے شک البتہ اس میں عبرت ہے ڈرنے والے کیلئے) ان فی ذلک لآیات للمؤمنین (بے شک اس میں البتہ پتے و نشان ہیں دھیان دینے والوں کیلئے) ﴿ انبیاء اور ان کے قصص اسی واسطے قرآن مجید میں اللہ پاک نے اپنی رحمت سے

نازل فرمائے کہ بندگان الہی اپنے حالات ان کے مطابق کر کے دیکھیں اور اپنی سعادت اور شقاوت، رضا و نارضا خالق مالک کا اپنے حق میں اندازہ کریں۔ یہ نہیں کہ ان قصص کو سرسری نظر سے دیکھ کر یا داستان سمجھ کر عبور کر جاویں۔ پس اگر ایک آیت کریمہ جو اللہ، جناب رسول اللہ ﷺ کے حق میں نازل فرما چکا ہے وہی آیت کسی شخص کو الہاماً القاء ہو اور وہ شخص اس کو اپنے پروردگار کے اس کے امر اور نہی اور تاکید و ترہیب و ترغیب کو بطور اعتبار و عبرت اپنے لئے سمجھے تو کچھ مضائقہ و حرج نہیں اور بیشک وہ شخص اللہ کے فضل سے صاحب بصیرت اور مستحق تحسین ہے نہ قابل اعتراض۔

﴿ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے بھی فوز الکبیر میں اس مضمون و اعتبار کو شرح تحریر فرمایا۔

اما اشارات صوفیہ و اعتبارات ایساں حقیقت افزن تفسیر نیست بلکہ نزد استماع قرآن مجید چیز ہا بردل سالک ظاہر مے گردد و در میان نظم قرآن مجید و حالتے کہ آں سالک دارد یا معرفتیکہ اورا حاصل است متولد میشود چنانچہ کسے قصہ مجنون و لیلی شنود و معشوقہ خود یاد کند و معاملہ کہ در میان وے و معشوقہ محبوبہ وے میگذرد متحضر سازد و در ایجا فائدہ ایست فہم آں را باند دانست کہ آنحضرت ﷺ فن اعتبار را معتبر داشتہ اند و در ال راہ سلوک فرمودہ اند تا سنت باشد علماء امت را وہ فتح طریقہ باشد علوم موہوبہ ایساں را مانند آنکہ آیت فاما من اعطی و انتقی در مسئلہ قدر تمثیل خوانند اگر چہ معنی منظوم آیت آنست اورا راہ جنت و نعیم بتمام و ہر کہ اضداد آں عمہ آورده است اورا راہ دوزخ و تعذیب بکشایم لیکن بطریق اعتبار تو اں دانست کہ ہر کسے را برائے حالتے آفریدہ اند آں حالت بروے جاری میکنن من حیث یدری اولایدری پس بایں اعتبار را مسئلہ قدر ربطے واقع شد۔

پس اگر ان آیات کا القاء ہو جن میں آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے مثلاً الم نشرح لک صدرك (کیا ہم نے تیرا شرح صدر نہیں کیا) و لسوف یعطیک ربک فترضی (قریب ہے تجھے دے گا رب تیرا، پس تو راضی ہوگا) فسکیفیکہم اللہ (کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ) فاصبر کما صبر او لو العزم من الرسل (پس تو صبر کر جیسا صبر کیا اولو العزم رسولوں نے) و اصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغدا و العشی یریدون وجہہ (اور صبر دلا تو اپنے

جی کو ان لوگوں کی رفاقت میں جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، خواہش رکھتے ہیں اسکی ذات کی)۔ فصل لربک وانحر (پس نماز پڑھ تو اپنے رب کیلئے اور قربانی کر) و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتبع هواہ (اور نہ کہا مان جس کا دل غافل کیا ہم نے، بسبب اس کے گناہوں اور سرکشی کے بہ مصداق آیت ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر، اپنی یاد سے اور پیچھے لگا اپنی خواہش کے)۔ و وجدک ضالاً فهدی (اور پایا ہم نے تم کو گم، محبت و طلب میں، پس راہ دکھا دیا)۔ (اس آیت شریفہ میں ضالاً کے وہی معنی لئے ہیں جیسے حضرت یعقوبؑ کو کہا گیا تھا انک لفی ضلالک القدیم چنانچہ شاہ رفیع الدین صاحب نے بھی ضالاً کے معنی وہم کے کئے ہیں اور تفسیر کبیر یعنی تاملہ امام فخر الدین رازیؒ میں بھی اس آیت شریفہ کی وجہ تفسیر رابع عشر صفحہ ۶۰۳ جلد ۸ میں ایسی ہی تفسیر کی ہے چنانچہ فرمایا: الضلال بمعنی المحبۃ کما فی قولہ: انک لفی ضلالک القدیم، ای محبتک و معناه انک محب فهدیتک الی الشرائع التی بها تتقرب الی خدمۃ محبوبک (ضلال کے معنی محبت کے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے انک لفی ضلالک القدیم یعنی اپنی محبت میں ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کو تو دوست رکھنے والا ہے، پس میں نے تجھے ان شرعی احکام کی طرف ہدایت کی جن کے باعث اپنے محبوب کی خدمت میں قرب حاصل کرے تو)۔ و استنتم کما امرت و لا تتبع احواءہم (قائم رہ جیسا کہ حکم کیا گیا ہے و اور مت پیروی کر ان کی خواہشوں کی)۔ تو ان آیات القاء شدہ کا بطریق اعتبار یہی مطلب نکالا جاویگا کہ انشراح صدر، عطاء، رضا، کفایت، حکم، صبر، ہدایت، صلوة، قربانی، پرہیز از اطاعت غافلین ذکر الہی و متبعان ہوئے نفس وغیرہ۔ جس لائق یہ شخص ہے علی حسب المراتب اس شخص کو بھی اللہ کے فضل سے نصیب ہوگا اور امر و نہی و وعدہ وغیرہ میں باتباع رسول اللہ ﷺ اس کو بھی فرمان بردار و کار بند ہونا چاہیے۔

﴿ یہ عام مشاہدہ و معمول ہے کہ جس قدر آقا امیر، سردار اور متبوع عالی شان ذی رتبہ ہوتا ہے اسی قدر اس کے خادم و تابع کی عزت و توقیر ہوتی ہے اور وہ تو قیرو عزت دراصل اسی سردار متبوع کی ہے۔ پس اس خیال سے بھی اگر متبعان و خادمان رسول اللہ ﷺ کو بطویل اطاعت و اتباع آنحضرت ﷺ کچھ انعام و اکرام عطا ہو تو دراصل یہ

سب فضیلت سید الاولین والآخرین ﷺ کی ہے نہ کسی اور کی کیونکہ جس عاجز پر یہ انعام و اکرام و تملطف و رحمت ہوئی وہ تو طفیلی ہے، اس کی کیا شہنی۔

﴿ پھر آیات مذکورہ کوئی ایسی نہیں جو خاصہ رسول اللہ ﷺ ہوں بلکہ اور مومن اور متبعان بھی ان میں شامل ہیں۔ یعنی جس طرح الم نشرح لک صدرک خاص نہیں بلکہ ہر مومن صادق متبع رسول اللہ ﷺ کا حسب مراتب انشراح صدر ہوتا ہے بموجب ارشاد من یرد اللہ ان یهدیہ یشرح صدرہ لہ لاسلام (جس کی ہدایت کا اللہ پاک ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ واسطے اسلام کے کھول دیتا ہے) ا فمن شرح اللہ صدرہ لہ لاسلام فہو علی نور من ربہ (اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیا پس وہ ہے اوپر نور کے اپنے رب سے) وغیرہ۔

ایسا ہی عطائے نعماء و رضاء الہی کے بارہ میں اللہ نے مومنین متبعین کے حق میں فرمایا ہے جزاء ہم عند ربہم جنات عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدأ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (بدلان کا نزدیک ان کے رب کے باغ ہیں بسنے کے، بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، ہمیشہ رہیں گے ان میں، راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے)۔

اسی طرح کفایت کے بارہ میں ارشاد و کفی اللہ المومنین القتال (کفایت کی اللہ نے مومنوں کو لڑائی سے) انا لننصر رسلنا و الذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا و یوم یقوم الا شہاد (ہم مدد کریں گے اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی زندگانی دنیا میں اور جس دن کھڑے ہوں گے گواہ)۔

ایسا ہی صبر کے واسطے مومنین کو ارشاد ہے یا ایہا الذین آمنوا اصبروا و صابروا و رابطوا (اے ایمان والو صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر دلاؤ اور لگے رہو)۔

اور تقویٰ اور صادقین اور صابریں ذکرین کی مجالست کے واسطے فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین (اے ایمان والو، ڈرو اللہ سے اور ساتھ رہو سچے لوگوں کے) اتبع سبیل من انا ب الہی (پیروی کر اس شخص کی جو رجوع کرتا ہے طرف میری)۔ و لا تتبعوا اہواء قوم۔ قد ضلّوا من قبل (اور مت چلو ان لوگوں کی خواہش پر جو گمراہ ہوئے اس سے پہلے)۔ و لا تطیعوا امر المفسدین (اور

مت پیروی کرو مفسدوں کے کام کی)۔

ایسا ہی صلوٰۃ وغیرہ کے واسطے ارشاد فرمایا: اقيموا الصلوة و آتوا الزكوة (قائم کرو تم نماز اور ادا کرو زکوٰۃ)۔

در بارہ قربانی ارشاد فرمایا: و البدن جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها خير (اور اونٹ قربانی کے بٹھرائے ہیں ہم نے تمہارے لئے نشانی دین کی تمہارا اس میں بھلا ہے) اسی طرح ہدایت کے بارہ میں عام ارشاد فرمایا و الذین جا هدوا فينا لنهدينهم سبلنا (جنہوں نے محنت کی ہماری راہ میں البتہ دکھلاتے ہیں اور دکھلاویں گے ہم انکو اپنی راہ) ایسا ہی در بارہ استقامت عام ارشاد و وعدہ ہے کہ: ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنة الّتی كنتم توعدون (تحقیق جن لوگوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر ثابت و قائم رہے اور اسی کے، اترتے ہیں ان پر فرشتے یہ کہ مت خوف کرو اور مت غم کھاؤ اور خوش خبری سنو اس بہشت کی جو تم وعدے دیئے جاتے)

اسی طرح ارشاد ہے و لا تحرك به لسانك به لسانك لتعجل به و رتل القرآن ترتیلاً (قرآن مجید بٹھرا کر عمدہ طور سے پڑھ) اس میں بھی اگرچہ خطاب خاص ہے مگر حکم عام ہے بلکہ اللہ نے اپنا فعل مبارک بھی ترتیل قرآن فرمایا ہے و رتلناه ترتیلاً پھر یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء - اس میں اول خطاب خاص اور پھر سب امت کو جمع کر کے ارشاد فرمایا۔ ایسا ہی:

و اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم - فاذا فرغت فانصب و الی ربک فارغب (جب پڑھے تو قرآن پس پناہ مانگ شیطاں مردود سے۔ جب تو فارغ ہو پس محنت کر عبادت میں اور اپنے رب کی طرف رغبت کر)

اذا جاء نصر الله و الفتح ... فسبح بحمد ربک و استغفره انه کان تواباً (جب آئی مدد اللہ کی اور فتح فرمائی ... پس پاکی بیان کر ساتھ تعریف اپنے رب کے اور اس سے بخشش مانگ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے)۔

و اذا جاءك المؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم (اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ایمان لاتے ہیں تو، تو کہہ، سلام تم پر)

کتب ربکم علی نفسہ الرّحمة و لا تطع کلّ حلافٍ مّہین (اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے اپنی ذات پر رحمت.. الخ.)۔

خذ العفو و أمر بالعرف و اعرض عن الجاہلین۔ (درگزر اختیار کرو اور حکم کر نیکی کا اور جاہلوں سے اعراض کرو)۔

فَا مَا الْيَتِيمِ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّنَائِلُ فَلَا تَنْهَرْ (یتیم پر قہر نہ کرو اور سوائی کو نہ جھڑک (وغیرہ گو خطابات خاص ہیں لیکن تمام امت کو بھی ہدایات ہیں، اور سب کا انہی پر عمل درآمد۔ مسلمانوں میں کوئی آج تک اس کا قائل نہیں کہ یہ خاص ہیں، کسی دوسرے کو ان کا عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ اہل اسلام اس کے بھی قائل ہیں کہ جو خطابات رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں ہیں وہ با اتباع رسول اللہ ﷺ کے اکثر سب امت کو بھی ہیں علاوہ ازیں حکم اولئک الذین ہدی اللہ فہدوا ہم اقتدہ (وہ لوگ وہ ہیں کہ اللہ نے ان کو ہدایت کی ہے پس تو انکی ہدایت کی پیروی کرو) بھی واجب العمل والا طاعت ہے۔

ان ارشادات و ہدایات کے علاوہ شفاعت جو مہتمم بالشان باعظمت و معزز امر و رتبہ ہے جو کامل طور پر رسول اللہ ﷺ کے واسطے اللہ نے فرمایا ہے اس سے بھی اللہ نے علی قدر مراتب مومنین و متبعین کو محروم نہیں فرمایا، جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے:

شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَ شَفَعَتِ النَّبِيُّونَ وَ شَفَعَتِ الْمُؤْمِنُونَ وَ لَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (شفاعت کر چکے فرشتے اور شفاعت کر چکے انبیاء اور شفاعت کر چکے مومنین اور نہیں باقی رہا مگر ارحم الراحمین)۔

نیز بخاری و مسلم میں ہے: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْكُمْ بَأْشَدَّ مَنَاشِدَةً فِي الْحَقِّ قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَخْوَانِهِمُ الَّذِينَ فِي النَّارِ (پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں تم میں سے کوئی شخص اپنے ثابت شدہ حق پر ایسا سخت تقاضا کرنے والا جیسے کہ مومن قیامت کے دن اپنے مومن بھائی خاطر جو گرفتار دوزخ ہوگا تقاضا کرے گا)۔

مومنین کی شفاعت تو بجائے خود ہے، بلکہ فرمایا:

إِنَّ السَّقَطَ لِيَرَا غَمَّ رَبِّهِ إِذَا دَخَلَ أَبُوهُ النَّارَ فَيَقَالُ أَيُّهَا السَّقَطُ الرَّاحِمُ رَبِّهِ إِذَا دَخَلَ أَبُو يَكُ الْجَنَّةِ (تحقیق کچا بچہ البتہ جھگڑے گا رب اپنے سے جس وقت اس

کے ماں باپ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پس کہا جاوے گا اے گمراہے ہوئے بچے اپنے رب کے ساتھ جھگڑنے والے داخل کر تو اپنے ماں باپ کو جنت میں)۔

غرض وہ ارشاد و احکام جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خاص رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرمایا ہے دوسری جگہ قرآن میں جب دوسروں کے واسطے بھی موجود ہیں جیسا کہ آیات و احکام مذکورہ بالا میں ذکر ہوا، تو دوسرے انبیاء والے خطاب بھی اگر متبعان رسول اللہ ﷺ کو جن کے واسطے کنتم خیر امة اخرجت للناس (تم بہتر امت ہو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو) کا انعام و ارشاد ہے القاء ہوں یا آویں تو کیا مضائقہ۔

پس جب ثابت ہوا کہ خطابات انبیاء میں اور مومنین و متبعین بھی شامل ہیں تو اگر ان خطابات کو صاحب الہام بطریق اعتبار اپنے حق میں سمجھے تو کچھ حرج و ممانعت نہیں بلکہ اگر ملہم بھی سمجھے کہ خاص مجھ کو خطاب ہے تب بھی شرعاً کچھ قباحت نہیں۔ کتاب و سنت و اقوال علماء امت سلف صالحین و خلف سے کچھ اعتراض پایا نہیں جاتا۔ انتہی فقط۔

ہاں یہ بہت ضروری ہے کہ بندہ عاجز ملہم کو ان انعامات و اکرامات سے جو اس ناچیز کو بطفیل اتباع ہادی جن و انس سید ولد آدم موصوف باوصاف و مخاطب بخطابات نشا ہدأ و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سرعاً منیراً ﷺ کے نصیب ہوئے، غرہ ہو کر اپنے آپ کو بھول کر اپنے جامہ سے باہر ہو کر لوگوں میں اپنی فضیلت و مشیخت و تعلیٰ و تفاخر مشتہر کرنے کی تدابیر میں مصروف رہ کر مخلوق الہی و امت رسول اللہ ﷺ کو حقیر جان کر اپنے آپ کو سب سے انا خیر کہہ کر تباہ و برباد نہ کرنا چاہیے بلکہ ترقی انعامات و حالات کے واسطے ارشاد قرآن مجید و لسن شکر تم لازید نکم و لسن کفر تم ان عذاب لشدید (اگر شکر کرو تم البتہ زیادہ دوں گا میں تم کو اور اگر کفر، ناشکری، کرو گے تم، تحقیق میرا عذاب شدید ہے) کو مدنظر رکھ کر اپنے محسن مولیٰ خالق و مالک کی شکر گزاری عبودیت مسکنت و اتباع رسول رؤف الرحیم ﷺ میں ہمیشہ مصروف رہ کر خوشنودی و رضائے مولیٰ کریم و کامیابی کامل کے واسطے بخشوع و خضوع و بالخاصہ و زاری دعا میں لگے رہنا چاہیے اور ادعیہ ماثورہ، اور سورۃ فاتحہ کو بتدریج و تفکر پڑھنا چاہیے اور درود شریف کو وظیفہ بنانا چاہیے۔

تشریح ثانی

﴿ خطاب باسم خاص انبیاء کے بارہ میں معلوم ہو کہ پیغمبروں کا نام مبارک اگر خواب میں یا الہام میں کسی ملہم کی نسبت آ جاوے، تو لوگ حیران و برافروختہ ہو کر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ شخص پیغمبری کا مدعی ہے اور یک لخت اس کی نسبت جو چاہتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ سو اگر وہ شخص ملہم واقع میں اشارتاً و کنایۃ کسی طرح بھی مدعی نبوت کا ہو، تو بے شک معترضین حق پر ہیں کیونکہ ان خاص برگزیدگان و محبوبان و مقرر بان بارگاہ عالی الہی کی برابری: چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کا مصداق ہے۔ معاذ اللہ۔ میں اس خیال و اعتقاد سے بریت ظاہر کرتا ہوں اور تو بہ۔ عاجز گنہگار خاکسار ان کی اطاعت و فرمان برداری کو اپنا فخر سمجھ کر ان کے کسی وصف کی برابری بھی نہیں کر سکتا۔

﴿ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی مناسبت کے باعث ایسا نام آتا ہے اور ہو سکتا ہے جس سے مقصود بالذات اس مناسبت و صفت کا اظہار مراد ہو، جیسے بول چال روزمرہ میں بہادر کو شیر و رستم، فیاض و سخی کو حاتم، عادل کو نوشروان، بے عقل کو گدھا یا الو، متکبر و تعلیٰ پسند کو فرعون، بخیل کو قارون، متمرد و سرکش کو ابو جہل و غیرہ سے پکارتے اور تعبیر کرتے ہیں حالانکہ اصل میں مشابہت حقیقی نہیں ہوتی۔ یا جیسے حضرات صوفیہ کرام و اولیاء ذوالاحترام نفس امارہ کو فرعون و روح کو موسیٰ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے قوی النفس کو فرعون، و قلب کو حضرت موسیٰؑ، اور روح کو عصا موسیٰ سے مشابہت بیان فرمائی ہے۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی باعث غلبہ تو حید الہی کے اسم مبارک حضرت ابراہیمؑ اور باعث نسبت عبودیت و اقرار تقصیرات و ورد ربنا ظلمنا انفسنا.. الخ کے اسم مبارک حضرت آدمؑ و غیرہ آئے ہوں اور اسی طرح جیسا کہ آگے ذکر آئے گا کسی فرعون مجوزہ کے مقابلہ پر یا کسی اور دینی غیرت یا خصلت کے باعث اسم مبارک حضرت موسیٰؑ وغیرہ استعمال ہوئے ہوں جیسا کہ مثل مشہور ہے لکل فرعون موسیٰ۔ اور تعجب ہے کہ اگر کسی کی خصلت ذمیمہ پر اس کو فرعون یا قارون کہا جاوے تو لوگوں کو ہرگز وحشت نہیں ہوتی۔ پھر اگر کسی کو کسی اچھی خصلت و پسندیدہ عادت کے واسطے آدم، موسیٰ، عیسیٰ، یحییٰ، ہارون یا احمد صلوات اللہ علیہم خواب یا الہام میں کہہ کر خطاب کیا جائے تو کیوں گھبرانا چاہیے۔

﴿ یہ بھی قابل غور و توجہ ہے کہ موافق ارشاد حدیث تسموا باسماء الانبیاء (نام رکھو ساتھ اسماء انبیاء کے) کے اکثر مسلمان اپنے بیٹوں کے نام تبرکاً انبیاء یعنی ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب موسیٰ، یوسف، عیسیٰ و احمد، محمد افضل الصلوات و اکمل التحیات کے نام پر رکھ لیتے ہیں اور کوئی معترض نہیں ہوتا۔ پھر اگر الہام و خواب میں جن پر انسان کا اپنا کچھ دخل و تصرف نہیں

کسی کا ایسا نام رکھا جائے یا آ جاوے تو کیوں تعجب کرنا چاہیے۔

تشریح ثالث

﴿ لفظ نبی ورسول کی نسبت واضح ہو جب کبھی کسی ملہم کو ان الفاظ سے خطاب ہوتا ہے تو اس جگہ حقیقی لغوی معنی یعنی نبی خبر دینے والا اور رسول یعنی بھیجا ہوا مراد ہوتے ہیں نہ اصطلاحی شرعی معنی جو کسی صورت کبھی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ بعد نزول اس آیت کریمہ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کے ہرگز ہرگز کسی کے واسطے اسلامی دنیا میں یہ معنی نہیں ہو سکتے اور نہ کوئی فرد اس امت مرحومہ خیر الوری میں اس کا قائل ہے۔ اور جو کوئی اس کی ذرہ بھی مخالفت کرے، نبوت کو ناقص و کامل وغیرہ کہہ کر کچھ اپنی فضیلت کے واسطے بنائے یا کہے وہ ہرگز قابل سماعت نہیں کیونکہ دین اسلام یوم ارشاد:

اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم

الاسلام ديناً (آج کامل کر دیا میں نے تمہارے لئے دین تمہارا اور پوری کر دی تم پر اپنی

نعمت اور پسند کیا تمہارے لئے دین اسلام)

ہر طرح سے کامل مکمل ہو کر باعث خوشنودی و رضارب رحیم و کریم ہو چکا ہے اس میں

کبھی کسی تغیر و تبدل کی گنجائش و حاجت و ضرورت نہیں۔

منامات و رؤیا در بارہ قادیانی

﴿ بدھ ۱۷ نومبر ۱۸۹۷ء کو دیکھا کہ ایک مسجد میں ہم تینوں یعنی خاکسار (منشی الہی بخش)، رفیق الطریق و حافظ جی موجود تھے۔ عاجز مسجد کے اندر، رفیق وضو والی نالی کے اندرونی دیوار پر اور حافظ جی (محمد یوسف) باہر کی دیوار کی نالی پر وضو کر رہے تھے۔ اس جگہ مرزا صاحب کی بیعت کی

نسبت بحث ہوئی، میں نے انکار کیا۔ اس پر حافظ جی نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے، توبہ ہی کرنی ہے۔ خاکسار نے کہا اگر توبہ ہی کرنا ہے اور کچھ مضائقہ نہیں تو مرزا صاحب آپ کے ساتھ یا میرے ساتھ کریں۔ غرض ان کی (یعنی مرزا جی کی) عبداللہ صاحبؒ کی تحقیق کرنی ہے۔

یہ رویا مرزا صاحب کو خوب واضح کر کے سنایا تھا جو بحیثیت رویا و خواب ہونے کے کچھ دلیل یا قابل اعتراض تو نہیں ہو سکتا لیکن انہوں نے اس پر ناراض ہو کر ایک رسالہ ضرورۃ الامام تحریر فرما کر شائع کر دیا اور مابین دعاوی علم و فضل ارشاد رسول مقبول ﷺ رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یسنتظیظ.. الخ (قلم تین شخصوں پر سے اٹھائی گئی ہے، ایک سونے والے سے اس کے بیدار ہونے تک) پر کچھ لحاظ و خیال نہ کیا۔

جمعہ ۷ جنوری، ۱۸۹۸ء رویا میں مرزا جی سے جا کر ملا انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمہاری نسبت دیکھا ہے کہ تم ہی تک نہیں پہنچے۔ ابھی م تک ہو اور اس کی ایک وجہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کی نسبت دیکھا ہے کہ آپ کو جو کچھ ملا میری بدولت حاصل ہوا ہے۔ آپ کا اشارہ شاید بیعت کی نسبت ہے سو اس کے لئے حکم آچکا ہے کہ فاستبشروا ببعیکم الذی با یعتم (پس تم اس بیعت کے ساتھ جو تم کر چکے ہو، خوش ہو)۔ مرزا صاحب نے طنزاً فرمایا کہ تم نے بیعت کب اور کہاں کری ہے؟ میں نے کہا عبداللہ (غزوی) صاحب سے۔ مرزا صاحب نے فرمایا وہ تو مٹی ہو گئے میں نے کہا کہ آپ بھی مٹی ہو جاؤینگے اور میں بھی، ہم سب۔ اس پر کشیدہ رو ہو گئے

☆ ان ہی اسباب کے باعث مرزا صاحب سے اتفاق نہیں ہوا کیونکہ الہام فاستبشروا ببعیکم الذی با یعتم (پس تم اس بیعت کے ساتھ جو تم کر چکے ہو، خوش ہو) سے یہی مفہوم ہوا کہ بیعت اول سید عبداللہ غزویؒ والی ہی موجب بشارت ہے کیونکہ بیعت بھی بموجب مفہوم مرزا صاحب کے ایک قسم کی بیعت ہے جیسا کہ رسالہ ضرورۃ الامام میں کئی جگہ ایسا لکھا ہے۔

اور یہ بشارت بیعت سید عبداللہ مرحوم والی بظاہر ان سب اصحاب کے واسطے عاجز کو معلوم ہوتی ہے جو سید عبداللہ غزویؒ سے بیعت کر چکے اور اس پر قائم ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب اور الہام شرع لکم من الدین ما و صاکم بہ سے یہی مراد ہے کہ جو شیخ ممدوح علیہ الرحمۃ تلاوت سورہ فاتحہ و یا حی یا قیوم برحمتک استغیث و مداومت ذکر فرمایا کرتے تھے، اس پر کار بند و پابند ہونا چاہیے۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمن مرحوم لکھو کے والے، جو عالم باللہ تبع و عاشق سنت رسول اللہ ﷺ متفرق ذکر و عابد و زاہد ہونے کے سوا بڑے محتاط بھی تھے اور اپنی صفائی

قلب والہام کے ذریعہ سے عبد اللہ صاحبؒ کی خدمت میں استفادہ کے لئے خراسان پہنچے تھے، انہوں نے جب سید عبد اللہؒ کے بعد میں مرزا صاحب کی بیعت کا ارادہ کیا تھا تو ان کو یہی الہام ہوا تھا اتستبد لون الذی هو اذنی بالذی هو خیر (کیا تم بدلتے ہو جو ناقص ہے بدلے اس چیز کے کہ وہ بہتر ہے)۔ الحمد للہ کہ ان کا یہ الہام بھی عاجز کی تفہیم و اعتقاد کا شاہد و مصدق ہے۔

☆ عاجز کے رؤیا والہامات جو پورے ہوئے، ان میں کئی وہ ہیں جو مرزا صاحب کے پاس قادیان جانے میں پورے ہوئے۔ مثلاً:

﴿ جو ۲۹۔ اپریل ۱۸۹۸ء جمعہ کو خواب میں دیکھا تھا کہ میں اور مرزا صاحب بالمقابل ایک خاص بیعت پر بیٹھے ہیں اور لوگ باہر سے جھانکتے ہیں کہ عیسیٰ موسیٰ ہیں۔ چنانچہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء ہفتہ کو بعینہ اسی بیعت و شکل سے مرزا صاحب کے بیٹھے اور بٹھلانے سے پورا ہوا جیسا کہ اسی موقع پر مرزا صاحب کو جتلا یا گیا تھا۔ فالحمد لله علی ذلک۔

﴿ اس خواب کو مرزا صاحب کے مریدین بغیر غور و تامل سے سننے کے الہام کہہ کر اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ اس سے مرزا صاحب کا عیسیٰ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن وہ بھولے بھالے اپنی ناواقفی و کم سمجھی پر خیال نہیں کرتے کہ اول تو اس بنا پر ان کو چاہیے کہ عاجز کو بھی موسیٰ مانیں اور عیسیٰ کو اس کا تابع خیال کر کے اس سے موسیٰ کی اطاعت کا اقرار کراویں کیونکہ عیسیٰ خود موسیٰ کا تبع تھا حسب اقرار مولوی نور الدین جن کا ایک خط اس بارہ میں عاجز کے پاس موجود ہے۔ اور اگر عاجز کے موسیٰ ہونے سے انکار کریں جیسا کہ عاجز خود ایسے گستاخانہ اور خود تراشیدہ خیالات سے بے زار و متنفر ہے تو مرزا کے عیسیٰ ہونے سے ان کو بدرجہ اولیٰ انکار کرنا چاہیے ورنہ نؤمن بعض و نکفر ببعض (ہم بعض کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں) والہ معاملہ ہوگا۔

﴿ چونکہ خواب تعبیر طلب بھی ہوتے ہیں۔ سو کتاب تعبیر میں لکھا ہے:

موسیٰ را اگر در خواب بیند مبتلا گردد باہل و عیال و بعد از ان حالش لوگردد و بردشمن ظفر یابد عیسیٰ کی تعبیر تو نہیں ملی لیکن مسیح اور عیسیٰ چونکہ ایک ہی ہیں اور مسیح کے معنی لغت قاموس و منتہی الارب میں کذاب کے بھی لکھے ہیں لہذا یہ امر قابل غور و توجہ ہے۔

﴿ خواب کی اکثر تعبیریں عجیب ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت یوسفؑ کی خواب و تعبیر کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اور ایسی بہت عجیب تعبیریں رسول اللہ ﷺ سے بھی احادیث میں مروی ہیں۔ تو اس کی تعبیر بھی بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ عاجز کا مقابلہ (جیسا خواب میں بالمقابل

بیٹھے سے ظاہر ہے) اس شخص سے ہوا جو اپنے آپ کو بنام عیسیٰ و مسیح ابن مریم غلطی سے مشہور کرتا ہے اور موافق الفاظ، بعد ازاں حالش گلوگر دد و بردشمن ظفر یابد، کے اللہ انجام بخیر کر کے فسخ و ظفر عنایت فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔ سونا حق اختلاف کا مقدمہ تو مرزا صاحب نے بلا خواہش و ارادہ عاجز اب شروع کر ہی دیا ہے پھر تعجب کہ ایسی صریح اپنے مخالف خواب کو مریدین مرزا صاحب موافقت پر کس طرح حمل کر کے اس کو اپنے مفید مطلب قرار دیتے ہیں۔

یہ تو عرفی نام کی طرح ہیں، جیسے مرزا صاحب نے اپنے تئیں غلطی سے عیسیٰ مشہور کیا ہے۔ اور چونکہ عاجز کے اکثر الہامات میں نام موسیٰ آیا، جس کا اصل سرّ و حال تو اللہ جل جلالہ کو معلوم ہے لیکن اس قدر مشابہت و مناسبت تو عاجز کو معلوم ہے کہ جس طرح سیدنا موسیٰ کا نام دریا سے نکلنے پر موسیٰ رکھا گیا تھا جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل میں:

فقللت (آسیة) قد سمیته موسیٰ لانا وجدناہ فی الماء و الشجر
 ہو الماء و سى هو الشجر (کہا اس نے میں نے اس کا نام موسیٰ رکھا کہ ہم نے اس
 کو پانی میں درخت کے پاس پایا پس مو پانی اور سی درخت ہے)

ایسا ہی تیسرے القرآن میں ہے کہ موسیٰ نام رکھا، اس واسطے کہ مو قبلی زبان میں پانی کو کہتے ہیں اور سی درخت کو۔

اسی طرح یہ عاجز بھی خورد سالی میں دریا میں ڈوب کر اور پھر چوب کے ساتھ اٹک کر نکلا ہوا ہے۔ اس نام پر اس عاجز کو ان کے مرید اپنی طرف سے کہتے ہیں کہ میں نعوذ باللہ موسیٰ ہونے کا مدعی ہوں جو سراسر بہتان افتراء و غلط ہے۔

اور پھر اس خواب کا ظہور بھی خود قادیان میں مرزا صاحب کے مکان پر ہی ہوا جہاں ان کو سوائے حضرت اقدس، عیسیٰ بن مریم، مسیح موعود، مہدی مسعود کے اور کچھ کہنا بے ادبی و گناہ میں داخل کر رکھا ہے حالانکہ وہ اپنے روزمرہ خطوط وغیرہ میں اپنی قلم سے مرزا غلام احمد ہی لکھتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ خواب و الہام میں کوئی نام آجانے سے وہ شخص بالکل و بعینہ وہی نہیں ہو جاتا کیونکہ اگر ایسا ہو تو مرزا صاحب اس بنا پر آدم، نوح، ابراہیم، یوسف، موسیٰ، نیز مریم، علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کچھ بن بیٹھیں، صرف خصوصیت سے عیسیٰ بننے کی کیا ضرورت ہے۔ آج تک ان الہامی ناموں کے سبب کوئی ماہم مومن مطیع و متبع رسول اللہ ﷺ اس امر کا قائل و مدعی نہیں ہوا۔ یہ ناواقف کا باعث ہے کہ مرزا صاحب نے ایسی ٹھوک رکھائی ہے۔ واللہ اعلم

﴿ مرزانی چونکہ خود بخود بغیر کسی رہبر کے کام شروع کیا اور چلایا ہے لہذا مسئلہ الہام میں بہت غلطیاں اور ٹھوکریں کھائی ہیں اور پھر متقدمین ماہرین کتاب و سنت نے جو کچھ اس بارہ میں کہا ہے اس پر توجہ نہیں کی۔ کاش وہ مدارج السالکین ہی پڑھ لیتے جس میں صدیق کو محدث سے اکمل اور باعش کمال صدیقیت و متابعت کے اس کا استغنا تخریث و الہام و کشف سے بیان کر کے فرمایا ہے

وكان هذا المحدث يعرض ما يحدث به على ما جاء به الرسول فان وافقه قبله والارده (اور وہ محدث جو اس سے تحدیث ہوتی ہے اس کو جو رسول اللہ ﷺ سے آیا ہے اس پر عرض کرتا ہے اگر موافق ہو، قبول کرتا ہے ورنہ رد کرتا ہے)۔

اور ایسا ہی حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کہا:

وقد وقع الا مر كذلك حتى ان المحدث منهم اذا تحقق وجوده لا يحكم بما وقع له بل لا بد له من عرضه على القرآن فان وافقه وافق السنة عمل به والتركه (ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ محدث حکم نہیں کرتا جو اس سے واقع ہو بلکہ اس کو چارہ نہیں اس کے عرض کرنے سے قرآن پر۔ پس اگر موافق ہو اس سے یا سنت سے تو عمل کرتا ہے، نہیں تو اس کو ترک کرتا ہے)

پھر مدارج السالکین میں لکھا ہے:

والعصمة منتقية الآلى عن الرسل و مجموع الامة فمن اين للمخاطب ان هذا الخطاب رحمانى او ملكى باى برهان او باى دليل والشيطان يقذف فى النفس وحيه ويلقى فى السمع خطابه فيقول المغرور المخدوع قائل لى وخطبت و صدقت ولكن الشان فى القائل لك والمخاطب وقد قال عمر بن الخطاب لغيلان بن سلمة وهو من الصحابة لما طلق نساءه وقسم ما له بين بنيه انى لا ظن الشيطان فيما يسترق من السمع سمع بموتك فقدفه فى نفسك۔ (اور عصمت تو انبیاء کے لئے ہے اس کے سوا سب سے نفی ہے۔ پس مخاطب کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ خطاب رحمانی ہے یا فرشتہ کی طرف سے ہے۔ اس امر کی کیا دلیل ہے حالانکہ شیطان نفس میں اپنی وحی اور کانوں میں اپنا خطاب ڈالتا ہے پس مغرور اور فریب دیا گیا کہتا ہے مجھ سے یہ کہا گیا اور مجھے خطاب ہوا ہے اور مجھے یہ سچ کہا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ بن

خطاب نے غیلان بن سلمہ کو جو صحابہ سے تھا جب کہ اس نے اپنی عورتوں کو طلاق دی اور اپنا مال بیٹوں میں تقسیم کر دیا، فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ شیطان کے استراق سمع میں تیری موت سن کر تیرے نفس میں ڈال دی ہے)

دیکھئے صحابہ کی جب یہ احتیاط اور حال ہے تو پھر دوسرے کسی بیچارے کی کیا حقیقت ہے
دوم الہام قبل از روانگی لاہور ۲۲ ستمبر جمعرات کو الہام ہوا:

انّ اللّٰه لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسهم و اتل ما اوحی من کتابک . جو عاجز کی اپنی کتاب مرزا صاحب کو سنا دینے سے پورا ہوا۔

مرزا صاحب کے بعض مرید الزاماً کہتے ہیں کہ تم کو اولاً جب عبداللہ صاحبؒ کی توہین سے رنج نہیں پہنچا تھا، مرزا صاحب کے مخالف الہام نہ ہوتے تھے اب کیوں ہونے لگے، یہ تمہارے فسادِ نفس کا باعث ہے۔ سو اس کے جواب میں یہ الہام انّ اللّٰه لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسهم خاص توجہ وغور کے لائق ہے کیونکہ یہ اس وقت کا ہے جب ہم محبت و اشتیاق ملاقات میں حسن ظن رکھتے تھے اور عبداللہ صاحبؒ کی توہین و تحقیر ہرگز نہیں سنی تھی بلکہ ان کی تعریف مرزا صاحب کی تحریر میں دیکھتے تھے۔ ان کے سوا کئی اور بھی ہیں جن کو حسن ظنی مرزا کی طرف منسوب نہیں ہونے دیتی تھی لیکن اب ان کی تکرار و انکشاف سے ان کو مرزا کے مخالف ماننا پڑا۔ چنانچہ دو تین، جو کئی ماہ پیشتر کے ہیں، آئندہ درج ہوں گے۔ یہ تغیر حالت مرزا صاحب کی خبر کیسی عبرت ناک و صحیح ہے جس کے ثبوت میں مرزا صاحب کی تحریر و تصانیف ابتدائی و سابقہ نرمی و ملامت سے مظہر نسبت عبودیت ہیں جیسا کہ منشی محمد رمضان کے دربارہ الہام نکاح و منشی نبی بخش ملازم ریلوے کی بجائے لڑکا لڑکی پیدا ہونے کے اعتراض و سخت و ست کہنے پر بھی مرزا صاحب نے سوا دعا کہ اے قادر مطلق ان کو آنکھیں بخش سمجھ عطا کر نیکی کی توفیق دے، زیادہ نہیں کہا، اور پھر حال کی تحریر و تصانیف جو مملو علو و بلندی ہیں جیسا کہ غریب کم زبان خادمان قرآن مجید و احادیث مولویان کو بھی غول الاغوی، مضل، ملعون کہہ کر بس ہی نہیں کرتے خود شاہد صادق ہیں۔ اور یہ الہام مشعر تغیر حالت مرزا صاحب، اولاً ۲۶ دسمبر ۱۸۹۷ء بروز یک شنبہ ہوا تھا پھر اس کی تشریح ۹ مئی ۱۸۹۸ء جمعرات کو الہامات ذیل ہوئے:

فتزل قدم بعد ثبو تھا (پس ثابت ہونے کے بعد قدم پھسلا، یا پھسل جائے گا)۔

قل هو اللّٰه احد . الخ (تو کہہ اللہ ایک ہے)۔ (یہ صریحاً مرزا صاحب کی تراشیدہ تثلیث مندرجہ کتب نیز

خود بدولت کے واسطے ابن اللہ و ابنیت جائز کرنے کا ردّ و جواب معلوم ہوتا ہے) کا نوا قوماً عالین (علو کرنے والی قوم تھی)۔

ففررت منکم لما خفتکم فوہب لى ربى حکماً و جعلنى من المرسلین (پس میں تم سے بھاگا جب تم سے ڈرا۔ پھر اللہ نے مجھے حکم بخشا اور بھیجے ہوں میں سے بنایا)۔

﴿ سوم الہام بوقت روانگی قادیان ۲۴ مئی ۱۸۹۸ء ہفتہ کا الہام۔ انما ہى زجرة واحدة فاضت لك شفناك يا نائبا رسول اللہ (سوائے اس کے نہیں کہ وہ ڈانٹا ہے ایک بار۔ جاری ہو گئے تیرے لئے تیرے دونوں ہونٹ اے نائب رسول اللہ) جو میرے الہامات کو تمام و کمال مرزا صاحب کو سنا دینے و پڑھ دینے سے پورا ہوا کیونکہ کثیر التعداد اور اس قدر قلیل المقدار وقت میں میرے جیسے کند زبان سے پڑھے جانیکی ہرگز امید و توقع نہ تھی خصوصاً بعد طے منزل و تکان سفر۔

﴿ چہارم رؤیا ۱۷ نومبر ۱۸۹۷ء کا جو خواب تھا کہ ہم کو بیعت کے واسطے مرزا صاحب کے تاکید کرنے سے عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم کی تحقیر منظور ہے۔ یہ خواب خوب وضاحت سے مرزا صاحب کو سنایا گیا تھا لیکن باوجود سن لینے کے بھی آپ اس سے رک نہ سکے اور اس کی تصدیق کے واسطے علانیہ کئی طرح سے کئی موقع پر اس فانی اللہ و باقی باللہ کی ناحق توہین و تحقیر کی جو بالکل صحیح نہ تھی ☆ اثناء گفتگو میں مرزا نے فرمایا کہ عبد اللہ غزنویؒ کے مولوی محمد حسینؒ (بٹالوی) کی نسبت یہ یہ الہام تھے لیکن اب اسکے برخلاف ظاہر ہوا۔ غرض کہ وہ الہام صحیح نہ نکلے۔ سو جواباً عرض ہے کہ

اول تو کوئی ایسا الہام ہے نہیں، کیونکہ عاجز و رفقاء عاجز حاشیہ نشینان عبد اللہ غزنوی مرحوم کے پاس ان کے الہامات موجود ہیں اور ان کی زبان سے بھی بہت سے سننے کا اتفاق ہوا۔ کبھی کوئی ایسا الہام نہ دیکھا نہ سنا۔ ہاں گاہے ان پر ان کی عدم التفاتی و کم تو جہی کا افسوس کرتے دیکھتے سنتے تھے۔ خود مولوی (محمد حسین) صاحب سے بھی کبھی اس کا ذکر نہیں سنا۔ اگر کوئی ایسا الہام ہوتا تو مولوی (محمد حسین) صاحب ان کے فرزندان کے مقابلہ میں اس کو کیوں پیش نہ کرتے۔ اور مولوی (محمد حسین) صاحب کا ایسا نہ کرنا بھی ایک ایسی دلیل ایسے الہام کے نہ ہونے کی ہے کہ کسی دوسری دلیل کی حاجت نہیں رکھتی۔

مرزا صاحب نے عبد اللہ غزنویؒ کا الہام کنتم خیر امةٍ اخر جت للناس (تم بہتر امت ہو جو کہ لوگوں کے واسطے نکالے گئے) خود بدولت کے ہاتھ سے پرانا نقل کیا ہوا سنایا تھا اور اس کو بڑے اصرار و کوشش سے مولوی محمد حسین کے حق میں ثابت کرنے کے معنی کرتے تھے حالانکہ

وہ صریحاً خود عبداللہؑ کی اپنی نسبت تھا چنانچہ انکے الہامات میں جو موجود ہیں اسی طرح درج ہے کہ:

بروقت اضطراب و بے قراری کہ چکنم کہ مولائے من راضی شود، الہام شد کنتم خیر

امۃ اخرجت للناس

☆ پھر اگر تنزل سے فرض بھی کر لیں کہ عبداللہ صاحبؑ غزنوی کا کوئی الہام یا اجتہاد مولوی محمد حسین صاحب کی فضیلت کے بارہ میں ایسا تھا اور وہ پورا نہ ہوا بلکہ اس کے خلاف ظہور میں آیا، تب بھی کوئی مضائقہ و حرج و باعث تحقیر عبداللہ صاحب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خود مرزا صاحب کے الہامات و منامات و اجتہادات بھی تو کئی ایسے ہیں جو بالکل پورے نہیں ہوئے۔ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مثلاً مرزا صاحب کا الہام اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء (اصل، جڑ، اس کا ثابت ہے یعنی زمین میں اور فرع، شاخ، اس کی آسمان میں) میرعباس علی مرحوم لدھیانوی کی نسبت جو اپنی زندگی ہی میں نہایت مخرف و مخالف ہو کر مقابلہ کے واسطے مرزا صاحب کو بلاتا، لکارتا، اشتہار دیتا رہا، اسی مخالفت میں ان کا خاتمہ ہوا۔ حالانکہ مولوی محمد حسین حیات عبداللہؑ میں ان کے تابع و شاخوان رہے اور اب تک بدستور ادب کرتے ہیں اور پھر ابھی خاتمہ کی کس کو خبر ہے کہ وہ بفضل و توفیق اوسبحانہ آخر کار کنتم خیر امۃ میں بھی داخل ہو جائیں۔ اور ارشاد لایسقی جلیسہم بھی نہایت صادق الوقوع ہے، مشاہدہ ہو چکا ہے کہ عبداللہ غزنوی مرحوم کے جلیس گواول اول بعض بے گانہ و مخرف و مخالف و دشمن رہے لیکن آخر کار شقاوت و مخالفت سے نکل کر تابع و معتقد ہو کر فائز المرام ہو گئے اور مولوی محمد حسین تو ان کے خود معتقد رہے اور وہ محبت سے ان کیلئے دعائیں کرتے رہے، اس صورت میں بفضلہ تعالیٰ ان کا فائز المرام ہونا تو کچھ بھی مشکل نہیں اور مرزا قادیانی کی مخالفت میں اللہ تعالیٰ نے مولوی (محمد حسین بٹالوی) صاحب کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ انہوں نے اس پیرانہ سالی میں قرآن مجید حفظ کیا، اپنی اولاد کو کرایا۔

قادیانی الہامات اور انکی تفہیمات بے ثمر کی مثالیں

اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ وہ الہام میرعباس علی کے اس وقت کی حالت کی نسبت تھا جب اس میں ثابت قدمی موجود تھی اور زبردست قوت اخلاص کی پائی جاتی تھی، اور میر صاحب

عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص و محبت اور ثابت قدمی سے مخلصوں میں شامل رہے اور بہت سے الہامات صرف موجودہ حالت کے آئینہ ہوتے ہیں، عواقب امور سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہوتا، اور جب تک انسان زندہ ہے اس کے سوء خاتمہ پر حکم نہیں کر سکتے وغیرہ (جیسا کہ مرزا نے فیصلہ آسمانی میں خود تحریر فرمایا ہے) تو غور و تامل کریں کہ عبد اللہ غزنویؒ کا الہام اول تو کوئی ایسا ہے ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو وہی معنی حالت موجودہ و صلاحیت والے کیوں نہ کئے جاویں۔ یہ تو انصاف نہیں کہ اپنے واسطے کچھ اور دوسرے کے واسطے کچھ۔ کیا یہ عمل و پیل للمطفین میں داخل نہیں ہو سکتا؟

﴿ مرزا صاحب کا رویا و الہام جو اول لڑکا ہونے کی نسبت تھا لیکن لڑکی ہوئی تھی، چنانچہ جب عاجز (الہی بخش) نے امرتسر میں ان سے کہا کہ آپ نے تو فرزند کا حلیہ بھی مجھ سے بیان کیا تھا، اس پر جواب دیا کہ علم تعبیر میں ایسا ہی ہے کہ اگر لڑکا دیکھا جاوے تو لڑکی مراد ہوتی ہے۔

﴿ پھر مرزا صاحب کا الہام فرزند کی نسبت جس کو بشیر موعود سمجھ کر اس کی تقریب عقیدہ وغیرہ پر نہایت وثوق سے دھوم دھام کی گئی، اشتہار بدیں مضمون جاری فرمایا:

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسراست کسی کہ خاک درش نیست خاک بر سر اوست

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً - خوش خبری اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ - اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہو تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔ آج ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ - اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ پھر قلمی نقول اس اشتہار کی بذریعہ جٹری مخالفین کو روانہ فرمائیں۔

وہ فرزند طفولیت میں ہی بغیر پوری کرنے شرائط و بشارات متعلقہ الہام و فوات پا گیا۔ ﴿ والد مولوی محمد حسین صاحب کی وفات کی نسبت میعاد ایک سال فرمودہ مرزا صاحب بھی بہت طویل ہو گئی تھی یعنی اس میعاد مقررہ میں وہ فوت نہیں ہوئے تھے۔ شاید آپ کہہ دیں کہ انابت استغفار و رجوع الی اللہ کے سبب ان کی عمر بڑھ گئی۔ لیکن بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کی فرمودہ میعاد تو پوری نہ ہوئی اور اٹکل بازی کی مدہی میں رہی۔

سید امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر کے گھر فرزند ہونے کی نسبت مرزا صاحب نے اپنے دستخطی خط میں (جو بوقت تحریر عصائے موسیٰ منشی صاحب کے پاس موجود تھا۔ بہاء) ۱۵۔ اگست ۱۸۸۸ء سے ۱۵۔ اگست ۱۸۸۹ء تک اپنے اوقات صافیہ کو وقف فرما کر تحریر فرمایا تھا کہ:

اگر میں نے اس عرصہ میں بفضل رب قدر، جس کے اختیار میں سب کچھ ہے، کوئی کھلی کھلی بشارت جو مقرون بصدق ہو، آپ کی نسبت نہ پائی یا اس بشارت کے موافق نتیجہ ظہور میں نہ آیا تو پھر میری نسبت آپ (امیر شاہ صاحب) جس غصہ کا بد اعتقاد چاہیں اختیار کریں۔ اور یقین کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ آپ ہی کو اپنا عہد پورا کرنا ہوگا۔ اور یہ تاریخ کتاب میں لکھی ہے آپ بھی اس کو لکھ چھوڑیں، ضرور یادداشت لکھ لیں۔

اور مرزا صاحب نے رسالدار میجر صاحب کو فرمایا:

آپ بالکل مطمئن ہو کر اور خیال اور تشویشات چھوڑ دیں اور یکے صدق اور اعتقاد سے میرے وعدہ کے منتظر رہیں۔ جس وقت سال کے عرصہ میں میری طرف سے کوئی بشارت ملی تو خواہ آپ اس کو اخبار میں چھپو ادیں اور اگر وہ بات جھوٹی نکلے تو پھر مجھ سے مواخذہ کریں اور میرا دامن پکڑ لیں۔

اور اس گرامی نامہ کی ابتداء میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

میں اپنے نفس سے حلفاً عہد کر چکا ہوں کہ آپ کیلئے انتہائی درجہ توجہ و جدوجہد کروں اور یقین رکھتا ہوں کہ میں اس جدوجہد میں کامیاب ہو جاؤں۔

وہ معاملہ بھی اب تک ویسا ہی ہے۔ نہ اوقات صافیہ کو وقف کرنے کا کچھ نتیجہ ہوا اور نہ کوئی بشارت ہی آئی، باوجودیکہ رسالدار صاحب نے اپنی حسن ظنی و فراخ دلی سے ۵۰۰ روپے بھی (جسکے عوض مرزا نے اپنے اوقات صافیہ کا ایک سال وقف کیا تھا) پیشگی دے دیا تھا۔

پھر عبد اللہ آتھم والے الہام میں مرزا صاحب کا خیال و فہم ایک ہی پہلو، یعنی اس کی موت کی طرف ہی رہا۔ چنانچہ فیروز پور میں حافظ محمد یوسف صاحب کے برادران کے استفسار پر آپ نے یہی فرمایا تھا کہ اس میں کوئی تاویل نہ ہوگی، ضرور یہی ہوگا۔ اور آپ نے شہادۃ القرآن علی نزول مسیح الموعود فی آخر الزمان کے صفحہ ۸۲ میں فرمایا کہ:

جب بمقام امرت سر مسٹر عبد اللہ آتھم کو ان کی موت کی نسبت پیش گوئی سنائی گئی۔

تعب ہے وہ حافظ نابینا جو عیسائیت سے تائب ہو کر بذریعہ خواب مسلمان ہوا تھا اس کا

تو وہ خواب جو اس نے مرزا صاحب کے مخالف چھپوا کر تحدی کر کے مشتہر کیا تھا کہ:

عبداللہ آتھم اندر میعاد کے ہرگز نہیں مرے گا،

بالکل سچا نکلا حالانکہ اس کو کسی فضیلت والہام وغیرہ کا کچھ دعویٰ نہ تھا اور مرزا صاحب کی تفہیم واجتہاد بایں دعویٰ صحیح نہ نکلے جس کے واسطے مرزا صاحب و تمام جماعت مریدین نے خضوع خشوع سرگرمی سے دعائیں کرنے میں بھی اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ نہایت تعجب ہے۔

﴿ مرزا احمد بیگ کے داماد کی وفات والی میعاد بھی مدت ہوئی گذر چکی ہے جس کے بعد اس کی منکوحوہ نے مرزا صاحب کی زوجیت میں داخل ہونا تھا جس کے متعلق شہادت القرآن میں صفحہ ۸۰ مرزا صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ:

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد اس تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کیلئے کافی ہیں کیونکہ احیاء و اماتت دونوں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالیٰ اس کی خاطر اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں من جانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔

اور اس پیشگوئی کو بہت ہی عظیم الشان کرامتوں کا مجموعہ فرمایا لیکن بخلاف اشتہار و تفہیم مرزا اب بجائے گیارہ ماہ کے چھ برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے کہ اللہ کے فضل سے معاملہ اسی طرح ہے۔ بموجب ارشاد باری اذا جاء اجلهم لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون۔ ما تسبق من امة اجلها و ما یستأخرون۔ کہ الہی میعاد تو آگے پیچھے ہرگز نہیں ہوتی۔ اور ایک نہ ایک دن آخر سب نے مرنا ہی ہے۔ لیکن اس میں مرزا اپنی تحریر و اصرار پر توجہ و خیال کریں کہ کس زور سے اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب اور نہایت درجہ کا مقبول خدا و مجانب اللہ و صادق ہونے کا معیار قرار دیا تھا اور اب اس میعاد کو گذرے ہوئے کتنی مدت گذر چکی ہے۔

﴿ شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو اشتہار فروری ۱۸۹۳ء بذریعہ رجسٹری بھیجا جس میں خوف دلانیوالے الہامات درج کر کے لکھا کہ اگر ایک ہفتہ میں معافی طلب خط چھپوانے کیلئے نہ بھیج دیں تو

پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا اور میں اپنی دعاؤں کو جو ان کی عمر بحالی عزت و آرام کیلئے کی تھیں واپس لے لوں گا۔

اس مقدمہ کا فیصلہ بھی اب تک نامعلوم ہے۔ شیخ مہر علی صاحب کا کوئی معافی طلب خط چھپا ہوا نہیں دیکھا۔ شائد مرزا صاحب نے شفقت سے اس میں راضی نامہ دے دیا ہو اور مشتہر نہ کیا ہو اگرچہ ایسا کرنا ضروری تھا اس لئے کہ دائری مقدمہ کا اشتہار مشتہر کر چکے تھے۔

✽ خان بہادر ڈپٹی فتح علی شاہ کی اول زوجہ کی بیماری پر صحت کی دعا کیلئے مرزا صاحب کو لکھا گیا تھا۔ ان کی نسبت مرزا قادیانی بہت کچھ تحریر فرماتے رہے بلکہ انکے انتقال کے بعد مرزا صاحب نے ان کی صحت کا حال استفسار فرمایا۔ جب حقیقت حال سے خبر دی گئی تو فرمایا کہ ہم نے بھی ایک بکری سلخ ہوتی دیکھی تھی۔ لیکن پہلے کچھ نہیں فرمایا۔

✽ گول کمرہ جو ملحق مکان مرزا صاحب ہے، واسطے رہائش انگریز مخالفین جن کے نام خطوط مع اشتہار جاری ہوئے تھے، تعمیر ہوا تھا۔ اب تک کوئی ایسا مہمان آکر اس میں فروکش نہیں ہوا اور نہ اب اس میں گنجائش باقی ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت امور و الہامات مرزا صاحب ہیں لیکن سردست بلحاظ طوالت ان ہی موٹی موٹی دس نظیروں پر اتنا کیا ہے۔ تلک عشرۃ کا ملۃ قرآن مجید کی آیت کریمہ کا ثواب حاصل کرنے کو عاجز یہی لکھ دیتا ہے۔

☆ مرزا صاحب و مریدین و مصدقین کو بوجہ حسن ظن ان سب امور میں آپ کی تائید میں کچھ نہ کچھ تاویل و معنی کر لیں، کسی میں غلطی اجتہادی کسی میں غلطی فہم اور کسی میں اندازی الہامات میں سنت اللہ کے موافق تو بہ و استغفار و انا بت سے فائدہ اٹھانا، لیکن امور متذکرہ بالاسب کے سب میں اگر غلطی اجتہادی و غلطی فہم ہی قائم کریں، تو مقام غور ہے کہ پھر مرزا کے دعاوی والے الہامات میں ایسی ہی غلطی کیوں ناممکن ہے؟ اور در صورت اس طرح امان اٹھ جانے کے مرزا کے دوسرے الہامات منامات و اجتہادات کی صحت و صداقت پر سوائے مرزا صاحب کے مریدین و مصدقین کے دوسروں کے لئے اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ خصوصاً جب کہ واقعات مندرجہ ذیل بھی پیش نظر ہوں:

✽ اول اس اندھے حافظ کا (جس کو مرزا کے مرید بڑی سختی سے مفتری کذاب وغیرہ کہتے ہیں) تحدی سے مقابلۃً اشتہار دے کر کہنا کہ عبد اللہ آتھم میعاد کے اندر ہرگز نہیں مرے گا، بظاہر مقابل کے خذلان سے کم نہیں بلکہ حق تو یہی معلوم ہوتا ہے اور فراست انسانی بھیگوا ہی دیتی ہے کہ جی و

قیوم نے حکمت کاملہ سے اپنی مخلوق کو غلطی دعاوی مرزا صاحب پر متنبہ کرنے کے واسطے ایسا ہی مقدر کیا کہ مرزا صاحب ببا عث اپنے نقص و کمی کے اصل حقیقت نہ سمجھ کر غلط پہلو اس کی موت پر ہی اخیر تک جھے و اصرار کرتے رہے کیونکہ بظاہر تو از روئے قانون قدرت و مشاہدہ واقعات اس کا میعاد مقررہ مرزا صاحب کے اندر مرجانا کچھ عجائبات سے نہ تھا بلکہ بلحاظ کبرسنی وضعف و نقص صحت اور ان سب سے بڑھ کر مرزا صاحب کی دھمکی موت سے خوف زدہ ہونے کی حالت میں بہت ہی اغلب تھا لیکن حکیم و عادل جل جلالہ نے مرزا صاحب کے دعویٰ مشتہرہ کے مخالف ڈپٹی عبداللہ آتھم کو میعاد کے بعد بھی کئی ماہ تک زندہ رکھا۔

دوم، اس عاجز کے معلومات بھی اگر بفضلہ تعالیٰ لائق اعتماد و حق ہیں اور اس کی وسیع رحمت پر امید ہے کہ ضرور ہیں، تو مرزا کے دعاوی کا معاملہ ایسا ہی نظر آتا ہے کیونکہ رویا عاجز مورخہ ۲۳۔ اگست ۱۸۹۷ء یوم منگل بھی اسی کا مثبت ہے جس میں بابی و امی جناب رسول کریم ﷺ اس عاجز بے مقدار کے پہلو راست کی طرف نہایت نفیس شرعی لباس میں قبلہ رو تشریف فرما ہوئے تو اس وقت عاجز نے ایک شخص سفید پوش کو جو عاجز کی ساق راست کے پاس بیٹھا تھا کہا حضرت مسیح کو بلاؤ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمارے خاتمہ پر تشریف لائیں گے کیونکہ ساق و پاؤں انسان کا آخری حصہ ہوتا ہے اور اس اخیر پر بیٹھنے والے کو حضرت مسیح کے بلانے کے لئے بھیجا تو گویا وہ بعد میں اخیر پر یعنی ہمارے خاتمہ پر آنے والے ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوم، پھر انگریزی الہام بھی مندرجہ انجیل موجودہ و مروجہ حال اور جو مقولہ حضرت مسیح کہا جاتا ہے:

If I will that he tarry till I come, what is that to thee.

(other translation: If I want him to remain alive until I return, what is that to you.)

(اگر میں چاہوں کہ جب تک میں آؤں وہ یہیں ٹھہرے تو تجھ کو کیا۔ انجیل یوحنا ۲۱:۲۲)۔

اسی کا شاہد و مصدق ہے اور وہ ابھی آنے والے ہیں۔

چہارم۔ مزید براں چونکہ عاجز مخاطب موسیٰ، الہام میں مخاطب کیا جاتا ہے تو یہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جیسے سیدنا عیسیٰؑ، سیدنا موسیٰؑ کے بعد تشریف لائے تھے اب بھی حضرت مسیح بعد ہی میں تشریف لائیں۔

پنجم۔ عاجز کا الہام بھی ہے کہ

عیسیٰ نتواں گفت (گشت) بہ تصدیق خرے چند

نظر بریں و جوہات و دلائل ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو سر دست بتقاضائے بشریت و ناواقفیت جیسے متذکرہ بالا الہامات کی تفہیم و اجتہادات میں خطا ہوئی ہے ایسے ہی ان دعویٰ والے الہامات میں بھی خطا ہوگئی ہے کیونکہ اب مرزا صاحب کی طرف سے خطا و نسیان والی کاروائیاں بھی شروع ہوگئی ہیں جو بظاہر بالکل مخالف منصب و شان عیسویت و مہدویت ہیں بلکہ عام مومنین کے بھی شایان حال نہیں ہیں۔

☆ مرزا کا علماء آخر الزمان کے مذموم افعال و نشانیوں بیان کرنا

یاد پڑتا ہے کہ مولوی حکیم نور الدین نے مرزا صاحب کی صداقت کے بارہ میں فرمایا تھا کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ مرزا صاحب کے مخالفین کیسے افراط و تفریط میں پڑ کر حیلہ و حوالہ مکر و فریب سے فرضی و بناوٹی کاروائی مرزا صاحب پر الزام لگانے کے واسطے کرتے ہیں۔

یہ ایک معقول دلیل تھی اور مرزا صاحب نے خود بھی اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے صفحہ ۱۱ میں بضمن تشریح پیش گوئیاں تحریر فرمایا ہے کہ

آخری زمانہ میں علماء اس امت کے یہود کے مشابہ ہو جائیں گے اور دیانت اور تقویٰ ان میں سے جاتی رہے گی۔ جھوٹے فتوے اور مکاریاں اور منصوبے ان کا دین ہوگا۔ اور دنیوی لالچوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔

سوائسوں کہ اب وہی کاروائی اور منصوبہ بازی دنیوی لالچوں میں گرفتاری وغیرہ مرزا کی طرف سے بھی ظاہر ہونے لگی۔ یعنی مولوی محمد حسین (بٹالوی) کو کافر بنانے کی واسطے اور کل الہامات و اشخاص مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھوڑ کر صرف ایک دوہی جز، جزاء سیئۃ سیئۃ بمثلھا کو نیز ترہقہم ذلہ کو کسی ضرورت کے سبب پورا کرنے کیلئے ایک مرید کی معرفت ایسی کاروائی کی گئی اور اس نیک بخت راست باز مرید نے خلاف ضمیر و خلاف راستی بیان و حیلہ حوالہ کر کے امرتسر سے فتویٰ حاصل کیا جو بظاہر راست بیانی و صحیح طور سے بھی حاصل ہو سکتا تھا کیونکہ فتویٰ میں اگر بغیر اس حیلہ کے بھی استفسار کیا جاتا، تو جواب وہی تھا جو اب ملا ہے، تو پھر اس الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والے کو بجائے ۱۳ ماہ کے چند روز ہی میں پورا فرمانے کی سعی و تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر الہام الہی تھا تو ضرور خود بخود پورا ہوتا۔ یہ امر کس قدر قابل غور و افسوس

ہے، اور کبھی کسی اہل اللہ نے کبھی ایسی کارروائی کی ہے؟ ہرگز نہیں۔

﴿ قابل غور ہے کہ اس اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشانی پر مرزا صاحب نے کہا ہے: ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں اور مبارک وہ جو خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں۔، پھر اس میں خود بدولت کو ایک طرف اور مولوی محمد حسین، ملا محمد بخش جعفر زٹلی، مولوی ابو الحسن تبتی کو دوسری طرف، خدا کے حکم کے نیچے بیان کر کے عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہ لکھا: جو لوگ سچے کی ذلت کے لئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں خدا ان کو ذلیل کرے گا۔

میعاد تیرہ ماہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک الہام سے مقرر فرمائی اور لکھا کہ: اس فیصلہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اب آسانی سے مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آ گیا۔ خدا سچوں کو فتح بخشنے۔ آمین۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس محکمہ عالیہ میں مقدمہ دائر تو کر دیا لیکن اس کے بعد بایں دعویٰ توکل و اقبال علی اللہ وغیرہ تقرب و فضائل بے شمار معہ یقین صدق و راستی خود بدولت پھر خدا تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے انتظار رکیوں نہ کیا۔ حالانکہ جو الہامات اس اشتہار میں ہیں ان میں یہ الہام بھی ہے فا صبر حتیٰ یاتى اللہ بامرہ۔ جس پر مرزا صاحب کو ضرور کار بند ہو کر صبر سے منتظر رہنا ضروری تھا۔

﴿ پھر یہ بھی الہام اس میں ہے ان اللہ مع الذین اتقوا و الذین ہم محسنون اور چونکہ مرزا صاحب تمام دنیا کے متقین محسنین سے اپنے آپ کو اعلیٰ و افضل مانتے و دعویٰ کرتے ہیں لہذا ان کو اس الہام پر بھی امید کر کے کہ فتح ضرور ہماری ہوگی، انتظار کرنا چاہیے تھا، نہ یہ کہ ان سب امور کو بالائے طاق رکھ کر و باز بچہ طفلان سمجھ کر گھبراہٹ سے اس اشتہار کے متعدد الہامات میں سے صرف ایک دو الہام کو فوراً پورا کرنے کے واسطے بھی ناجائز کارروائی حصول فتویٰ کیلئے کرتے۔

﴿ پھر اس خلاف راستی کارروائی سے کئی الہاموں میں سے صرف ایک دو الہام ایک شخص مولوی محمد حسین کی نسبت بایں کوشش پورے تو فرمائے لیکن دوسرے دو کس فریق ثانی میں سے جو باقی ہیں ان کا کیا ہوا؟ معافی کے لائق تو وہ بظاہر اس لئے نہیں کہ بقول مرزا صاحب گند اور گالیوں سے پر اشتہار تو ان دونوں ہی کی طرف سے نکلا تھا جس پر مرزا نے فیصلہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ کر اشتہار شائع فرمایا تھا۔ نیز باقی ماندہ الہامات کا بھی حال معلوم نہ ہوا کہ کیوں واپس لئے گئے تھے۔

مرزا نے جو فرضی دل خوش کن ذلت ان کی حصول فتویٰ سے کی اس کی حقیقت یہ ہے کہ مرزا کے مرید نے جھوٹ موٹ مرزا کا مخالف و سائل بن کر جو استفتا پیش کیا تھا، وہ مرزا کے دستخطی انکار مہدی پر عائد ہوتا ہے جیسا کہ مرزا نے خود استفتاء مشہر ۳ جنوری ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے کہ:

ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو ظاہر و باطن خلیفہ برحق بنی فاطمہ سے ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ تمام اہل سنت کو سراسر لغو و بے ہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت والحاد خیال کرتا ہے، کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے و راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اجماع کا چھوڑنے والا و ملحد و دجال ہے۔ بینوا و تو جروا۔

پھر صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے:

بالآخر ہم مردانہ طور اپنا اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خیالات ان تمام مولویوں کے کہ خونی مہدی بنی فاطمہ سے خلیفہ یعنی بادشاہ ہوگا، جبر سے دین کو غالب کرے گا، بالکل لغو باطل اور جھوٹا عقیدہ ہے۔

اس پر مفتیان نے جو فتویٰ دیا وہ صریحاً بحق مرزا ہوا، نہ بحق مولوی محمد حسین۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنا الہام و اشتہار سچا کرنے کیلئے وہ فتویٰ مولوی محمد حسین بنا لوی پر چسپاں کر دیا اور مشہر کرتے وقت بجائے اصل نام سائل اس مرید کے خلاف واقعہ خود بدولت کو بالقبضہ سائل لکھ کر اشتہار شائع کر دیا جس کا حال مولوی عبدالحق غزنوی کے اپنے اشتہار ۹ جنوری ۱۸۹۹ء میں اور کچھ ایک کتاب، دو مسلمانوں کا حلفی بیان، مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں درج ہے۔ لہذا اس میں مولوی محمد حسین بنا لوی کا کیا بگڑا، بلکہ از دست مرزا صاحب کی عجلت و کاروائی حصول فتویٰ لوگوں کو جب معلوم ہوئی پھر دوسرے دوکس اشتہار دہندگان راضی خوشی اسی طرح مستعد و مقابل مرزا صاحب قائم ہیں، کسی قسم کی ذلت ان کو بھی نہیں پہنچی۔

دوسری طرف اس میعاد اشتہار میں جو کامیابی بحق مرزا صاحب ہوئی، وہ یہ ہے۔

اول۔ مقدمہ صرف بنام مرزا صاحب قائم رہ کر مولوی محمد حسین صاحب اس میں بطور گواہ پیش ہوئے اور اخیر پر ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب سے قسمیہ اقرار نامہ لیا گیا کہ کسی کو ذلت پہنچنے کی خبر والی پیشگوئی شائع نہ کریں اور خدا تعالیٰ کے پاس فریاد (اپیل) کرنے سے بھی اجتناب کریں۔ مباحثہ میں دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ بھی استعمال نہ کریں مولوی محمد حسین بنا لوی یا ان

کے کسی دوست پیرو کو مبالغہ کیلئے نہ بلائیں ان کی نسبت کافر، دجال، کاذب، بطالوی نہ لکھیں۔ وغیرہ
دوم۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے حالات و کمالات ایک خط و کتابت موسومہ
خلاف بیانی میں شائع ہو کر مظہر حقیقت ہوئے۔

سوم۔ مرزا صاحب کے مرید کے اشتہار مرہم عیسیٰ والی کی اشاعت دل آزار خیال ہو کر
حکماً بند کی گئی۔ چنانچہ اب اس کا مقدمہ مرزا صاحب کے مرید کی طرف سے چیف کورٹ میں دائر
ہے۔ یہ اس معیاد کے اندر کا ذکر ہے اور جو کچھ ہوگا اس معیاد سے باہر ہوگا۔

چہارم۔ پھر ایک مرزا صاحب کا مرید، جو سنا ہے کہ مرزا صاحب کو رقم ماہوار نذرانہ بھیجتا
تھا، قضائے الہی سے فوت ہو گیا۔

باقی حالات اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ کو معلوم ہیں۔ اب ناظرین دیکھ لیں کہ تیرہ
ماہ والے اشتہار کا نتیجہ کس کے حق میں ہوا۔ آیا مرزا کے یا ان کے مخالف فریق کے حق میں۔

☆ قادیانی اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میعاد دی تین برس پر نظر

پھر طرفہ یہ کہ میعاد تیرہ ماہ جب قریب الاختتام تھی کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کی
ڈھارس باندھنے کو اور ان کے قیام کی خاطر ایک اور اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء جاری فرمایا۔ اور
میعاد تین برس آخر ۱۹۰۲ء تک اور بڑھادی۔

اس میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

مجھے تیری عزت و جلال کی قسم کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تین برس کے اندر
جو جنوری ۱۹۰۰ء سے دسمبر ۱۹۰۲ء تک پوری ہو جائے گی، میری تائید میں اور میری
تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلائے اور اپنے اس بندہ کو ان لوگوں کی طرح رڈ
کردے جو تیری نظر میں شریر، پلید، بے دین، کذاب، دجال، خائن و مفسد ہیں تو میں
تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا اور ان تمام تہمتوں، اتہاموں و
بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں (یہ معہ معلوم نہیں ہوا
کہ مرزا صاحب نے یہاں بھی صرف سمجھنے پر ہی اکتفا کیا ہے، سیدھا مومنین منینین کی طرح یہ کیوں
نہیں فرمایا کہ پھر میں تو یہ واستغفار و رجوع کروں گا۔ الہی بخش) تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ
میں تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارہ میں نہیں (لفظ شرکاء چونکہ عام و بے

تخصیص ہے لہذا اس الہام سے ظاہر ہے کہ الہامی شرکاء کے بارے میں بھی مرزا صاحب کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ پس اگر یہ الہام سچا ہے تو مرزا صاحب کو اس پر خیال رکھنا چاہیے۔ الہی بخش)۔ تب ہی سے میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے اور میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود، ملعون، کافر، بے دین و خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔ اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن و صلح کاری پھیلے۔ الخ (کیا آج کل یعنی ۱۹۰۰ء میں، امن و صلح کاری نہیں۔ اگر یہ ہی حال ہے تو مرزا صاحب نے ستارہ قیصر وغیرہ میں امن و صلح کاری کی تعریف کس دلیل پر کی ہے؟ الہی بخش)

﴿ عجائب یہ امر ہے کہ مرزا صاحب کے مریدین ہمیشہ آئندہ کی تاریخوں کے منتظر و شائق رہتے ہیں اور گذشتہ تواریخ و تجارب و غلطیوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

﴿ مرزا قادیانی اور ان کے مریدین وغیرہ کے بہت قابل توجہ یہ امر ہے کہ مرزا صاحب جس الہام و پیش گوئی کو بڑے اصرار سے اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیتے ہیں، اسی میں اس خالق و مالک کی طرف سے مرزا صاحب کی مخالفت میں فیصلہ ہوتا ہے، مثلاً:

۱۔ داماد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری والی پیشگوئی کہ اسے کئی کرا متوں کا مجموعہ قرار دے کر اس کو صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا۔

۲۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم والے معاملہ میں کس قدر زور دیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، گلے میں رسہ ڈالا جائے، پھانسی دیا جائے۔

۳۔ پھر اس تیرہ ماہ والے اشتہار کا فیصلہ بھی خدا پر چھوڑ کر صدق و کذب کا اس کو معیار قرار دیا اور کہا کہ اگر میں جھوٹا، دجال و ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین بٹالوی کے حق میں ہوگا اور محمد حسین بٹالوی ظالم ہے تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔

۴۔ اب غور کریں کہ ان سب میں اللہ نے کیا فیصلہ کیا اور کیسا صدق و کذب ظاہر ہوا اور کون سچا نکلا ﴿ پھر اگر مرزا کے دعویٰ کے موافق ان کے الہامات کو سچا قبول کیا جاوے تو وہ بھی حسب شرائط قرار دادہ مرزا صاحب بظاہر مرزا کے مخالف ہی ظاہر ہوئے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور اگر سچا قبول نہ کریں تو نتیجہ ظاہر ہے۔ غرض بہر حال مرزا قابل التفات نہیں ہو سکتے کیونکہ کسی طرح بھی مرزا کی کچھ تائید و موافقت نہیں ہوئی۔ لہذا اگر عاجز مخلوق الہی ان کو قبول نہ کریں تو ان کا کیا عذر۔

۶۔ مرزا صاحب ہر وقت اشاعت الہام و اشتہار ہر ایک طرح کا مؤکد اقرار و مدار تو باصرہ تمام کر لیتے ہیں لیکن میعاد گذر جانے پر مرزا صاحب ان عہد و پیمان کا ہرگز کچھ خیال نہیں کرتے۔ ایک تاریخ گذر جانے پر دوسری تاریخ ڈال دیتے ہیں۔

﴿ جب پہلے میعاد مرزا احمد بیگ والی کو گذرے ہوئے پانچ برس سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اور مرزا نے ابھی تک حسب اقرار خود کذب و صدق کا فیصلہ مان کر رجوع نہیں کیا، تو اب اس تین برس والی میعاد پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے کہ اس کے بھی اسی طرح گذر جانے پر قائل ہو کر مان لیں اور رجوع فرمائیں گے اور اپنے کل اقرار پورے کریں گے۔ جب عام مومن مسلمان اپنے عہد و پیمان و اقرار کا پاس و لحاظ کرتا ہے تو مرزا کو بایں دعویٰ خصوصیت و فضیلت کے سب سے زیادہ اور بڑھ کر اپنے عہد و اقرار کا پاس و لحاظ فرمانا چاہیے کیونکہ صادقین کا صادق الودع ہونا قرآن کی شرط ہے۔

﴿ یہ تو منہمک بہیمت و غفلت شعار و عاقبت فراموشوں کا کام ہے کہ چند روزہ گذران ہی مد نظر ہو اور اسی کے فکر و انتظام میں امتداد و تاریخ سے بسر کرنے کو غنیمت سمجھا جاوے۔ گو اغراض نفس طلب جاہ و طول اہل کو چھوڑ کر کسی عاشق دنیا کو کب گوارا ہو سکتا ہے کہ اپنے نفس کے مخالف حقیقت الحال علانیہ قبول کر کے اپنی گذران میں خلل انداز ہو، لیکن اہل اللہ و عارفان باللہ کے نزدیک بفضلہ تعالیٰ یہ کچھ مشکل نہیں۔ ان کا تو ذیل کی آیات قرآن مجید پر کامل ایمان ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (جو کوئی ڈرے اللہ تعالیٰ سے وہ اس کی مشکلات سے مخلصی کی راہ نکالے گا اور ایسی جگہ سے اس کو رزق دے گا جہاں سے اس کو گمان نہ ہو)۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ عَلَىٰ إِلَهٍ فَهُوَ حَسْبُهُ (اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے پس وہ اس کے لئے کافی ہے)

قادیانی اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۹ء دربارہ محمد حسین بٹالوی کا جواب

ڈپٹی عبداللہ آتھم والی میعاد گذر جانے پر جب لوگوں نے حتیٰ کہ مولوی نور الدین نے بھی ایک شخص کے استفسار کے جواب میں لکھا کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور صحیح نہیں نکلی تو مرزا نے ناراض ہو کر علاوہ بے ایمان بد اعتقاد بنانے کے طرح طرح کی گالیاں دیں لیکن خلاف مشاہدہ کوئی شخص کیونکر صمّ بکم ہو کر جبراً قبول کر سکتا تھا کہ یہ بلا کم و کاست پوری ہوگئی۔ لہذا

مرزا نے اپنی صداقت منوانے کے لئے پہلے پیرایہ کو بدل کر دوسرا پیرایہ اختیار کیا اور عجیب نرالی نئی منطق سے اپنی پیش گوئی مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو مکرر ثابت کیا ہے یعنی ایک ہی امر و شے کو خود بدولت کے لئے باعث عزت و مقبولیت اور اسی کو دوسرے غریبوں کے لئے موجب ذلت و خواری قرار دیا ہے اور ارشاد قرآن مجید:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَ إِذَا

كَالَوْهُمْ أَوْ وَزَنُوا هُمْ يَخْسِرُونَ

کا کچھ لحاظ نہیں فرمایا۔ چنانچہ ایک طویل اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء اس بارہ میں شائع فرمایا ہے جس کی پیشانی ہے: ایک عظیم الشان پیش گوئی کا پورا ہونا،۔

﴿ اگرچہ ان مضامین سے عاجز (الہی بخش) کو کچھ تعلق نہیں لیکن چونکہ یہ بذیل کاروائی و دعاوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خواہ مخواہ آگئے ہیں لہذا جو کچھ ظاہر معلوم ہوا، عرض ہے باقی متعلق اشخاص خود جواب دیں تو دیں۔

﴿ اشتہار میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

اب تک بعض کوتاہ اندیش نادان دوست محمد حسین (بٹالوی) کے خلاف واقعہ طور پر یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور جو پیش گوئی میں ذلت کا وعدہ تھا وہ اب تک ظہور میں نہیں آیا۔

پھر صفحہ ۲ میں لکھا ہے کہ یہ پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی:

۱۔ محمد حسین (بٹالوی) کی تحریر، جس میں یہ تھا کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں، ظاہر ہو کر اس پر فتویٰ ہو گیا، ذلت ہوئی۔

جواب۔ عجیب معاملہ ہے مرزا صاحب احادیث مہدی کی اپنے دل پسند خلاف سلف و خلف تاویل کریں۔ مہدی کو خونی لکھ کر اس کے آنے سے انکار اور تمام امت اہل سنت سے مخالفت کریں، تو ان کی عزت، اور دوسرے کسی کا ان کو صحیح نہ کہنا ہی ظاہر ہو تو اس کی ذلت۔

۲۔ صفحہ ۳ میں لکھا کہ الہامی عبارت اتعجب لا مری میں لام کے صلہ کو غلط لکھا، ذلت ہوئی، کیونکہ یہ اہل ادب و اہل بلاغت کے کلام دیوان حماسہ وغیرہ میں نہیں پایا جاتا۔

جواب۔ مرزا صاحب قرآن مجید کی آیات، احادیث و راویوں کے ناموں میں غلطیاں کریں اور ان غلطیوں کی فہرستیں چھپیں، تو مرزا صاحب کی عزت اور دوسرا کوئی کہے کہ قرآن مجید میں تعجب

کا صلہ تو من آیا ہے جیسا کہ اتعجبین من امر اللہ رحمة اللہ وبرکاتہ علیکم اهل البيت انه حميد مجيد (کیا تعجب کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے امر سے، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر ہوں اے گھر والو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ تعریف کیا گیا اور نہایت بزرگ ہے) (جیسا مولوی محمد حسین فرماتے ہیں کہ ہم نے تو صرف اسی قدر کہا ہے، زیادہ کچھ نہیں کہا) تو وہ اس حق و درست کہنے پر ذلیل۔ اور عجب تر یہ کہ مرزا بدعویٰ حمایت فوقیت قرآن کلام خالق کی فصاحت و صلہ کے مقابلہ پر دوسری مخلوق کی کلام سے عجب کا صلہ لا م پیش کرتے ہیں۔ پھر زیادہ تعجب یہ کہ متفق علیہ حدیث کے الفاظ عجبتنا یسئلہ و یصدقہ (ہم نے اس کے سوال کرنے اور اس کی تصدیق کرنے پر تعجب کیا)، تو ثبوت صلہ لا م کی خاطر تحریر فرمادیئے لیکن اس حدیث میں جو مضمون نزول ملائکہ ہے کہ حضرت جبریل زانو بزانو رسول اللہ ﷺ کے بیٹھ کر سوال کرتے اور پھر تصدیق کرتے، اس کے مرزا صاحب قائل نہیں، اور آپ حضرت جبریل کا ہیڈ کو ار آفتاب مقرر فرماتے ہیں۔

۳۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ عدالت میں محمد حسین بٹالوی سے اس قرارداد پر دستخط کرائے گئے کہ وہ آئندہ مجھے دجال، کافر، کاذب نہیں کہے گا۔ قادیان کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھے گا۔

جواب۔ مرزا سے بھی سب سے اول اسی اقرار نامہ پر دستخط کرائے گئے کہ الہی الہامات کسی کی ذلت وغیرہ کے شائع نہ کریں گے۔ خدا تعالیٰ کے پاس اپیل نہ کریں گے۔ بٹالہ ط سے نہ لکھیں گے، تو مرزا کی اس میں عزت، دوسرا جس کو الہام کا دعویٰ بھی نہ ہو، وہ اگر اس اقرار پر دستخط کرے تو ذلت۔

۴۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ملا محمد بخش جعفرزٹلی وغیرہ کی قلمیں ٹوٹ گئیں۔ اگر ذلت وغیرہ کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا۔ ابوالحسن تپتی کہاں ہے اس کی زبان کیوں بند ہوگئی۔ ان سب کے منہ میں لگام دی گئی۔

جواب۔ ملا محمد بخش جعفرزٹلی کی قلم کہاں اور کیونکر ٹوٹی جب کہ اس کے مضامین برابر چھپتے ہیں بلکہ مرزا صاحب کی طرف سے اخبار الحکم ۲۴ ستمبر ۱۸۹۹ء میں ان کی زبان درازی کی مکرر شکایت کی گئی اور گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی کہ ان کا خیال رکھے، اور یہاں ثبوت مدعا کے لئے تجاہل عارفانہ کر کے فرمایا کہ قلمیں ٹوٹ گئیں اور منہ بند ہو گئے۔

۵۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ خلاف تہذیب کاغذات عدالت میں پیش ہونا اور پبلک پر نطا ہر ہونا عزت ہے یا بے عزتی۔ اور عدالت کی طرف سے مواخذہ ہونا موجب سرفرازی ہے یا شان مولویت کو اس سے ذلت کا دھبہ لگتا ہے۔

جواب۔ مرزا صاحب کی خود ایجاد لغتیں، مسلمانوں کو گالیاں، اپنی زبان سے ان کو سرکار کا باغی بتانا وغیرہ مضامین بقول مرزا صاحب تمام بلاد میں شائع ہوں تو ان کی عزت لیکن دوسرے کسی کی خلاف تہذیب تحریر ظاہر ہو تو اس کی ذلت۔ مولوی محمد حسین صاحب زور سے انکاری ہیں کہ ہماری اپنی کوئی تحریر عدالت میں ہرگز پیش نہیں ہوئی۔

۶۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی عالمانہ عزت میں فرق آیا اس لئے کہ انہوں نے اخبار میں شائع کر دیا کہ مقدمہ میں عاجز بری نہیں بلکہ ڈسپارج ہوا، جو غلط ہے۔
جواب۔ مرزا قادیانی اقرار نامہ کو نوٹس کہیں تو عزت، دوسرا بری کو ڈسپارج کہے تو ذلت۔ مرزا نے بلا ضرورت عربی الفاظ سے مقابلہ کر کے طول بحث کی ہے، اس جگہ ان الفاظ سے غرض ہے جو عدالت نے لکھے ہیں اور موجود ہیں۔

۷۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اسی میعاد میں بموجب ایک پیشگوئی کے عبدالحق غزنوی کی زندگی میں چوتھا لڑکا مبارک پیدا ہو گیا جو میری عزت کا موجب اور محمد حسین بٹالوی اور اس کے گروہ جمعہ زٹلی وغیرہ کی ذلت کا موجب ہوا ہوگا۔

جواب۔ مرزا کے گھر فرزند قادیان میں ہوا اور امرت سر میں تب تک ایک شخص زندہ رہے تو اس سبب ذلت لاہور اور بٹالہ اور تبت کے خاص خاص اشخاص اور ان کے گروہ پر۔ مرزا صاحب اپنے اس قاعدہ کی رو سے تو جس قدر فرزند ان کے مخالفین کے گھروں میں پیدا ہوں ان کو اپنے مخالفین کے لئے عزت اور خود بدولت و گروہ کے لئے باعث ذلت قبول فرمایا کریں تو عین انصاف ہے۔

۸۔ مرزا کا کہنا ہے کہ مقدمہ کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے میری طرف دنیا کو رجوع دیا اور دے رہا ہے۔ یہ بھی اس شخص کی صریح ذلت ہے جو اس کے برخلاف میرے لئے چاہتا تھا۔

جواب۔ مرزا صاحب بایں دعویٰ انس و محبت شوق و ذوق الہی اقبال علی اللہ و دعویٰ نیابت نبوت، ارشاد قرآن مجید انما امواکم و اولادکم فتنۃ (تمہارے مال و اولاد فتنہ ہے) و احادیث مذمت دنیا کو نظر انداز فرما کر رجوع دنیا کو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم کہہ کر عزت والے بنیں، لیکن دوسرا کوئی قرآن مجید حفظ کرنے اور درود و وظائف کے سبب لوگوں سے کم مخالفت کرے تو وہ ذلیل۔ پھر عبد اللہ آہتم کی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر جو لوگ قادیان میں جمع تھے ان کے چلے جانے پر اور جو مرید کہتے تھے کہ ہم کس ریش سے واپس اپنے شہر کو جاویں ان کے جواب میں تو فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ عام اناپ سناپ لوگوں کا رجوع نہ ہونے دیا۔ غرض اس وقت رجوع نہ

ہونے میں کامیابی اور اب رجوع ہونے میں۔

۴۔ مرزا کا کہنا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو کچھ زمین مل گئی۔ سو رسول اللہ ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آلہ زراعت میں سے کچھ دیکھا تو فرمایا کہ یہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اس قوم کو ذلیل کر دیتا ہے۔

جواب۔ اول مولوی محمد حسین صاحب کو زمین کا نہ ملنا ذلت کہا جاتا تھا، اب جب مل گئی تب بھی حدیث شریف ذلت والی موجود۔ لطف یہ کہ مرزا صاحب پشتوں یا اجداد سے حارث، زمین دار، اس پر معاش و گذران کرنے پر بھی عزت والے بلکہ مسیح مہدی، مجدد، امام الزمان اور مولوی محمد حسین بٹالوی اپنی سکونت سے مسافت بعیدہ سیکٹروں میں ملنے اور دوسرے مزارعان سے کاشت و آباد کرانے پر ذلت والوں میں۔ شائد مرزا صاحب فرمائیں کہ ہم نے اسی وجہ سے زمین و باغ بذریعہ رجسٹری رہن انتقال کر دیا ہے تو جواب ظاہر ہے کہ اس رہن انتقال پر بھی وہ زمین کہیں دوسری جگہ نہیں گئی۔ گھر کی گھر ہی میں رہی اور کل زمین رہن بھی نہیں ہوئی۔

۱۰۔ کسی ریاست میں محمد حسین کا وظیفہ مقرر ہو گیا اس کو کوئی دانش مند عزت قرار نہیں دیا بلکہ اس سے تو وہ فقرہ یاد آتا ہے کہ بنس الفقیر علی باب الامیر (برائے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو) جواب۔ مرزا صاحب ہر ضرورت و امر میں اشتہارات شائع کر کے اقرار و مدار وعدہ کر کے کبھی بنام قیمت کتاب، کبھی درستی و فراخی مکان، کبھی بنام مدرسہ و مہمان خانہ و مسجد باوجود دعویٰ صاحب وسعت و جانیداد ہونے کے آئے دن غربا و متوسط الحال اشخاص سے چندہ و روپے بطور خیرات و صدقات وصول کرتے رہیں اور حدیث رسول اللہ ﷺ:

عن عبد اللہ ابن عمر قال ان رسول اللہ ﷺ قال و هو علی المنبر و هو یذکر الصدقة والتعفف عن المسألة الید علیا خیر من الید السفلی و الید علیا المنفقۃ و السفلی ہی المسألة۔ (رسول اللہ ﷺ نے جب آپ منبر پر صدقہ اور سوال سے پرہیز کرنے کا ذکر فرما رہے تھے، فرمایا کہ اوپر کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کا ہاتھ خرچ کر نیوالا ہے نیچے والا سائل ہے) (مسلم: ۱۰۳۳)

وغیرہ جو اس بارہ میں ہیں ان سب کو پس پشت ڈالنے پر بھی معزز و عزت والے اور دوسرے کسی کا اگر کسی ایسی ریاست و سرکار سے وظیفہ مقرر ہو جس کی آمدنی لاکھ ہا، کروڑ ہا روپے ہو اور اس قدر فراوانی مال بظاہر ہوتی بھی اسی لئے ہے کہ دوسری مستحق مخلوق کا اس میں حصہ ہو اور ان کو

اس خزانہ میں سے کسی کو کچھ دینے سے کوئی تکلیف بھی ہرگز نہیں ہوتی، گویا ایسا ہے جیسا کہ دریا میں سے قطرہ، سو ایسی ریاست سے بھی اگر کسی کو کچھ ملے تو اس کی ذلت۔ سبحان اللہ

﴿ غرض مرزا صاحب کی بزبان خود ہر طرح سے ہر امر میں عزت اور دوسری غریب مخلوق کی ہر طرح سے ہر امر میں بزبان مرزا صاحب ذلت و خواری، اور پھر مرزا صاحب خیر خواہ مخلوق رحمة للعالمین۔ انک لعلی خلق عظیم۔ وغیرہ سب کچھ۔

﴿ اسی طرح مرزا صاحب نے بعد مباحلہ مولوی عبدالحق غزنوی کی نسبت بھی لکھا ہے کہ وہ اور اس کا گروہ ذلیل ہوا، اور ہماری ہر طرح سے عزت اور قبولیت ہوئی۔ یہ مرزا صاحب کے دلائل و کمالات ہیں جن پر ان کے مرید مفتون اور قربان ہیں۔

﴿ یہ امر باعث حمد و شکر و قابل تسکین ہے کہ پیش گوئیوں کی تاثیر و تکلیف و صداقت خود بذات خاص مرزا کو ہی محسوس و معلوم ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ دوسری مخلوق الہی جن کے ڈرانے اور دھمکانے کے لئے ان کی اشاعت وغیرہ کی تکلیف اٹھائی جاتی ہے ان کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ گویا اول پیش گوئی کرنے کی، پھر اس کی اشاعت کی انتظار کی، بالآخر اس کی صداقت و تاثیر معلوم و محسوس ہونے کی، غرض یہ سب تکالیف مرزا صاحب نے وفور شفقت علی خلق اللہ کے باعث نہایت مہربانی و ہمدردی سے اپنی ہی ذات پر گوارا کر رکھی ہیں، دیگر عاجز بندگان اس محنت، دردسری سے بری و آزاد ہیں۔ اگرچہ مرزا صاحب مزید برآں اپنی زبان و قلم کو یہ تکلیف بھی ساتھ ہی دیتے رہتے ہیں کہ جن کے حق میں پیش گوئیاں تھیں وہ تباہ و برباد اور ذلیل ہو گئے ان کا کچھ باقی نہیں رہا۔

☆ اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۸ء کے اور بھی عجائب ہیں، مثلاً مرزا ہر پیشگوئی کو عظیم الشان ہی لکھتے ہیں۔ کبھی کسی کو ادنیٰ معمولی یا اوسط شان والی نہیں فرماتے تاکہ لوگوں کو کچھ فرق و امتیاز تو معلوم ہو۔ یہ شائد اسلئے کہ خود بدولت جو عظیم الشان ہوئے لہذا ان کا ہر امر عظیم الشان ہوا۔

﴿ مرزا صاحب، مولوی محمد حسین بٹالوی پر اعتراض کرتے ہیں کہ:

انہوں نے اقرار کیا کہ آئندہ دجال، کافر، کاذب نہیں کہے گا۔ اب دیکھو وہ استفتاء ان کا کہاں گیا۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے اب تک اور اخیر زندگی تک انہیں عقاید پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلمات کفر قرار دیا ہے۔

جواب۔ جب آپ انہیں عقاید پر قائم ہیں تو پھر مرزا صاحب یہ کیوں کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ ہم پر افتراء ہیں ہمارا عقیدہ وہی ہے جو دوسرے مسلمانوں کا، جیسا کہ کتب وغیرہ میں لکھا ہے اور لا الہ

الا اللہ محمد رسول اللہ بھی مسلمانوں کی تسکین کی خاطر پڑھ دیا کرتے ہیں!!! مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا استفتاء کہاں گیا؟ بجواب مولوی صاحب استفسار پر کہتے ہیں کہ فتویٰ اسی طرح قائم ہے، ہم سے کوئی پوچھے تو وہ ہی کہیں گے۔ ہاں بحث مباحثہ میں ایسے الفاظ حسب اقرار جائین استعمال نہیں کریں گے اور ظاہر بھی ہے کہ اگر مرزا صاحب اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے اپنے کتب و اشتہارات و مضامین و عقاید موجود ہیں تب تک وہ فتویٰ بھی موجود قائم رہے گا۔

﴿ اشتہار کے صفحہ ۵ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:

میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کا فرد جا ل نہیں ہو سکتا میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ میں کبھی کلمہ گو کا نام کا فر نہیں رکھتا۔ اپنے دعویٰ سے انکار کرنے والے کو کا فر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ ما سوا اس کے ملہم اور محدث کیسا ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور مکالمہ البیہ سے سرفراز ہوں، ان کے انکار سے کوئی کا فر نہیں بن جاتا۔ ہاں بد قسمت منکر۔

جواب۔ جب یہ امر صحیح ہے تو پھر آپ نے خط مورخہ ۱۶ جون ۱۸۹۹ء اسی خاکسار میں خود بدولت کے حق میں یہ الہام کیسے لکھ دیا ہے:

جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا تعالیٰ اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔

﴿ اشتہار کے صفحہ ۶ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اولیاء اللہ کی مخالفت میں اللہ اس کا دشمن ہو کر دولت ایمان اس سے چھین لیتا ہے تب بلعم کی طرح صرف لفاظی اور زبانی قیل و قال اس کے پاس رہ جاتی ہے، نسبت، انس، شوق، ذوق، محبت، تہمت، تقویٰ، اس سے کھوئی جاتی ہے۔

جواب۔ مرزا صاحب براہ مہربانی خود بدولت کی لفاظی اور حیل کی طرف بھی خیال فرمائیں اور پھر انس، شوق، ذوق، محبت، تہمت، تقویٰ کو جن کا ذکر دوسرے مواقع پر ہوا ہے دیکھیں۔ نیز جیسا کہ مرزا کو بحث مباحثہ، سب و شتم، لعن طعن مخلوق و دیگر تردادات سے ایسی فرصت اور وقت ہی کب ملتا ہے کہ آپ ان امور کی طرف متوجہ ہوں۔ ہاں خالی الفاظ بے شک آپ کے پاس بہت ہیں۔ صرف مرزا

ہی پر کیا منحصر ہے اگر کوئی واقعی صادق الحال، عالی شان، عارف باللہ بھی خدا نخواستہ خود بینی و خود فروشی کی فضولیات میں پڑ کر ان پر قساوت و نامبارک الفاظ کا شغل و مشق کرے تو ممکن نہیں کہ ان منحوس الفاظ کی شامت و تاثیر سے اس میں ان اخلاق فاضلہ و اعمال حسنہ کی توفیق باقی رہ جائے۔

﴿صفحہ ۱۳ میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہم بدل بیزار و متفر ہیں کہ ان لوگوں کا نام بھی لیں، چہ جائیکہ ان کے حق میں پیش گوئی کر کے ایسے خطاب سے ان کو کچھ عزت دیں۔

جواب۔ سبحان اللہ! اللہ اکبر! مرسلوں اور مجددوں اور رحمۃ للعالمین، و انک لعلی خلق عظیم کے خطاب والوں کی یہی شان ہے کہ دعویٰ توفنا، نبستی و خاکساری و خیر خواہی اور اس پر غصہ و غضب تکبر و علو کا یہ حال و خیال۔ اسی واسطے تو مرزا صاحب قادیانی کے دعاوی و حالات کے اضداد و اختلافات کو دیکھ کر مخلوق کو حیرانی ہوتی ہے کہ یا الہی! کیا قیل و قال و چال ہے۔

﴿غور فرمائیں کہ مرزا نے جو اس اشتہار کے اخیر میں الفاظ سرا سر ترک حیا و نامنصف دوسرے غریبوں کے حق میں تحریر فرمائے ہیں کیا یہ انصاف ہے؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد:

الحياء من الايمان والايمن في الجنة (حیایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے)

وان لكل دين خلقاً و خلق الاسلام الحیا (ہر ایک دین کا ایک خلق، خصلت،

ہوتا ہے، اسلام کا خلق حیا ہے)

کے موافق تو کسی کو تارک حیا، یا حیا سے خالی کہنا گویا اس کو اسلام سے جواب دینا ہے حالانکہ مرزا صاحب بھی فرما چکے ہیں کہ میں کسی کا نام بے ایمان نہیں رکھتا کسی کلمہ گو کو کا فر نہیں کہتا۔

سید عبد اللہ غزنوی کے اخلاق فاضلہ بمقابلہ قادیانی

چونکہ عاجز (الہی بخش) کو سید عبد اللہ غزنوی کی صحبت کا سالہا سال اتفاق رہا۔ اس فانی فی اللہ، باقی باللہ کی نسبت عبودیت بھی (جو خود ان پر نہایت غالب تھی) بہت سراپت کر گئی۔ بمصداق:

جمال ہم نشین در من اثر کرد و گرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس مرحوم کے بعد جس اہل اللہ سے اتفاق ملاقات ہو، خواہ خواہ بے اختیار مرحوم کے اخلاق فاضلہ، تجرد، وتخل وانا بت واستغراق ذکر، دوستوں و دشمنوں کیلئے خالصہً للہ دعا دینا، غیر اللہ سے استغنا، فلا تنزگوا انفسکم پر عمل اور اس کی تعلیم و تکرار، اور التفات اہل دنیا سے بے زاری، تعظیم و تکریم بیجا سے نفرت وغیرہ پیش نظر ہو کر دوسرے اہل اللہ کی صفات و اخلاق کا مقابلہ ہو جاتا ہے اور جو اخلاق ان اخلاق سے معارض و مخالف ہوں ان سے بے اختیار طبیعت بھڑکتی ہے اور ہرگز موافقت و دل چسپی پیدا نہیں ہوتی۔ مثلاً جب کوئی اپنی مدح سرائی و طلب شہرت کے لئے کوئی پہلو اختیار کر کے کسی طرح ساعی ہو، دشمنوں کے لئے سب و شتم میں ان دشمنوں و مخالفوں سے بھی بڑھ کر مصروف رہے، دینے والے کی تعریف و شہرت و تحسین میں مبالغہ کرے، مخلصین و حمین سے بھی دعا کی اجرت نذرانہ و عوضانہ کا تقرر و اصرار کرے اور پھر پیشگی ادا کرنے کی ترغیب بھی کسی نہ کسی پیرایہ میں ساتھ ہو، فلا تنزگوا انفسکم کے خلاف انظہار فضیلت ہی شیوہ بنائے۔ اہل دنیا کا خواہ کسی مصلحت ہی سے ہو، از حد شکر گزار رطب اللسان و مداح ہو، تو مجبوراً اور بے اختیار باعث غلبہ نسبت عبودیت نہایت شاق و ناگوار گذرتا ہے۔

﴿ مرزا صاحب کے عادات و اخلاق کا یہ عاجز مع رفقاء نہ صرف واقف ہی ہے بلکہ قائل ہے ان کی مہمان نوازی جس کا دنیا و دین میں نافع و مفید ہونا ظاہر و ثابت و متحقق ہے دعویٰ خدمت اعلیٰ کلمۃ اللہ (جو مسلمانوں کو نہایت عزیز و پیارا ہونیکے باعث انکے رجوع و میلان طبیعت کے واسطے اثر مقناطیسی کا حکم رکھتا ہے) بمقابلہ مخالفین اسلام اور ان کے اعتراضات دور کرنے کو ہر طرح سے زبانی ہر وقت کمر بستہ اور ان کے مقابلہ میں دلائل قرآنی بیان کر کے ان کو لا جواب و ساکت و ملزم کرنے پر طیار اور ملکہ تحریر ایسا کہ ایک ہی سوال کے جواب میں نفیاً و اثباتاً ہر دو قسم کے ایسے دلائل پیش کرنے کہ مخاطب حیران رہ جاوے وغیرہ۔ لیکن سدراہ اور مشکل یہ امر ہوا کہ جب کبھی کوئی امر مخالف اخلاق عبودیت خواہ کسی مصلحت سے ہی ہو مرزا صاحب سے ظہور پذیر ہوتا رہا ہے تو اول تو عاجز مع رفقاء باعث حسن ظن کے اس کو اخلاص پر حمل کرتے رہے اور اگر بہت ہی مشکلات اور موانع اس میں پیدا ہوئے تو بوجہ غلبہ نسبت عبودیت عاجز مع رفقاء اس میں موافقت و دل چسپی سے معذور رہے کیونکہ اس میں بے اختیاری تھی اور یہ ایک بھاری و عظیم موجب علیحدگی کا ہے جس کے سبب سے مرزا صاحب کی ہاں میں ہاں اور ہر ایک امر میں موافقت نہیں ہو سکی۔

﴿ تو ہین و تحقیر سید عبد اللہ غزنویؒ کی جو مرزا صاحب نے عاجز کے رویا کی صداقت کے

لئے کی، اس پر تو بہت ہی تعجب ہوا۔ خصوصاً اس واسطے کہ نہ صرف بوقت حیات عبداللہ صاحب کے مرزا خود کئی مرتبہ ان کے پاس دعا کے واسطے آئے بلکہ ان کے بعد عالم روحانی میں بھی ان سے استفادہ یعنی سوال تعبیر رؤیا کی کرتے رہے جیسا کہ خاتمہ تبلیغ میں خود مرزا نے تحریر فرمایا ہے کہ:

رأيت في تلك الرؤيا شيخاً صالحاً اسمه عبد الله الغزنوي قد مات في السنين فسالته من تاويل هذه الرؤيا (دیکھا میں نے اس خواب میں ایک شیخ صالح جس کا نام عبداللہ غزنوی تھا اور جو کئی سال سے وفات پا چکے ہیں۔ پس میں نے ان سے اس خواب کی تعبیر کا سوال کیا)۔

مرزا صاحب کئی مواقع پر ان کی مدح و ثنا تحریر و بیان فرما چکے ہیں اور اب ملاقات گذشتہ پر مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ محمد حسین کو سمجھاؤ تب پردہ پوشی عبداللہ مرحوم کی ہوتی ہے ورنہ کچھ باقی نہیں رہتا، علاوہ نازیبا تناقض ہونے کے کس قدر خلاف ہدایت و ارشاد اسلام ہے۔ کیسا ارشاد تلک امة قد خلت الخ۔ واذ کروا محاسن موتا کم وکفوا عن مساویہم (اپنے فوت شدگان کی نیکیاں ذکر کرو اور ان کے عیبوں سے بند رہو) وغیرہ کے مخالف و منافی ہے۔

مرزا صاحب کی قلم سے بھی عبداللہ غزنوی مرحوم کی نسبت لفظ صالحاً ہی نکلا ہے جیسا قرآن مجید میں ایک مرد صالح کی توقیر میں آیا ہے لیکن تعجب و افسوس ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو فرزند ان و اولاد کے بارہ میں مراعات پدری کا آیات و کان ابوہما صالحاً (انکا باپ صالح تھا)۔ فکان ابواہ مؤمنین (اس کے والدین ایمان دار تھے) میں سبق دیا ہے، مرزا صاحب نے بایں دعویٰ قرآن دانی و فضل و کمال و اخلاق فاضلہ اس مراعات خداوندی کے خلاف جن نازیبا الفاظ سے ان کی اولاد کلمہ گو، پابند صوم و صلوة کا ذکر کیا ہے، ناگفتہ بہ و قابل شرم ہے۔

ملہم کے لئے شرائط

مرزا غلام احمد قادیانی نے فرمایا ہے کہ ملہم کو عالم و خاندانی ہونا چاہیے تاکہ اس پر کوئی اعتراض نہ ہو اور بروقت بحث و سوال قرآن و اسلام پر ڈگری نہ کرائے۔ یہ دلیل مرزا قادیانی کی نہایت تعجب و حیرت افزاء ہے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ایسے ہی شرائط کے مقابلہ پر، جو کفار مکہ نے

رسول اللہ ﷺ کے پیش کئے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

اللہ اعلم حیث يجعل رسالته ؛ ویختص برحمته من یشاء

﴿ پھر خود جناب رسول اللہ ﷺ کو جب پہلے ارشاد اقرأ باسم ربک الذی خلق.. الخ، آیا تو صاف امی ہونا مان کر یہی فرمایا ما انا بقاریء لیکن جب خالق مالک رحمن رحیم نے فضل و کرم کیا تو سب کچھ ہو گیا، ایسا کہ تمام دعویٰ درمشیخت و علوم ہیچ و پوچ ہو گئے۔

﴿ مرزا صاحب اپنی ہی عربی لیاقت کے دعویٰ کی طرف خیال کریں کہ حسب تحریر و قول خود اول کیا تھے اور اب مدح و ثنا مخلوق و غیرہ مضامین میں کتنی کتب لکھ ڈالیں جن کو اپنے دعویٰ کی ثبوت میں کرامتاً پیش فرماتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ایک صوفی منش و فقیر مزاج مولوی صاحب جو وعظ اخلاص و بیان عیوب و مکرفنس و تائید عبادت الہی و امتثال اوامر و اجتناب نواہی و فکر طیاری عقبہ کرتے رہنے کے علاوہ خود بھی رفیق القلب و کثیر البرکاء تھے، انہوں نے تو یہ مضمون بیان کیا تھا کہ:

اول ہم مرزا صاحب کی تحریر و تصانیف کو بہت قدر و منزلت سے دیکھتے تھے اور خیال تھا کہ اگر یہ اپنے دعاوی میں صادق ہیں تو ہم کو قبول کرنے میں کیا عذر ہے۔ لیکن جب بعد میں ایک عربی تحریر نکلی جس پر بڑا دعویٰ تھا کہ یہ بطور نشان ہے اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا اور نہ اس میں کوئی غلطی پکڑ سکتا ہے تو اس روز سے ہماری سب امیدیں کا فور ہو گئیں کیونکہ ہم لوگ بھی عربی سے واقف تھے اور عمریں اسی میں گذاری تھیں اور اس تحریر میں صریح اغلاط ہر قسم ایسی تھیں کہ ان کی تکذیب و ابطال دعویٰ کیلئے انہیں کو کافی سمجھ کر قابل توجہ و جواب خیال نہ کیا۔ لہذا اس روز سے مرزا صاحب کی تحریرات کا دیکھنا اور ادھر التفات کرنا ختم ہو گیا اور جس قدر لوگ امید میں تھے سب نے مایوس ہو کر اس طرف سے رخ پھیر لیا۔

یہ بیان مولوی صاحب کا صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو نمونہ کے طور پر فہرست اغلاط عبارت مرزا صاحب کی اپنے رسالہ میں مشتمل کی ہے اور جو اغلاط دوسروں نے مرزا صاحب کی عربی عبارت و اشعار سے نکالی ہیں ان کا مرزا صاحب نے کبھی جواب نہیں دیا تاکہ لوگ دیکھتے کہ مرزا صاحب کے دعاوی فصاحت و بلاغت کہاں تک صحیح ہیں۔

﴿ ایسا ہی مرزا صاحب کے مرید خاص و مصدق مولوی نور الدین نے بھی ایک مولوی صاحب کے اس اعتراض کا کہ ان کی کتاب فصل الخطاب لمقدمۃ اهل الکتاب، کا نام

بموجب عربی محاورہ کے صحیح نہیں کیونکہ عربی میں مقدمہ بھگڑے و تنازعہ پر، جیسا کہ اردو میں معمول ہے، بولا نہیں جاتا۔ اب تک نہ معلوم کیوں جواب نہ دیا اور اس کو موافق محاورہ کیوں ثابت نہ کیا۔
 ✨ خیر یہ تو مولویان و عالمان کا قال و حال ہے عاجز امی محض کو اس سے کیا بحث، مقصد تو صرف یہ ہے کہ قادر و قیوم جب کچھ چاہتا ہے سب کچھ جس سے چاہے کر لیتا ہے اور اس کے ارادہ اور مشیت پورا ہونے کو کسی شرط کی حاجت نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب بایں دعاوی علوم ایسی شرط ضروری قرار دیوں۔

✨ عاجز کے نزدیک تو اتباع ہادی نبی الامی ﷺ امی ہونا فخر ہے و نیز دلیل صداقت کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحب الہام کا اس میں کچھ دخل و دست اندازی نہیں۔ سب کچھ اس قادر قدیر عزیز و حکیم کا کام ہے اور ارشاد سراپا صدق حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ جو پاک کتاب قرآن مجید میں حضرت ہادی جن وانس ﷺ کو ہے:

ما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بيمينک اذا لارتاب
 المبطلون (نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ ہاتھ سے لکھ سکتا تھا، اگر ایسا ہوتا
 ، اس وقت البتہ مبطلوں کو شک کرنے کا موقع ملتا)

بھی اسی کا صدق و شاہد ہے اور عاجز کو اپنی نالائقی اور بے بضاعتی کے خیال پر الہام بھی ہوا ہے
 داد حق را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اوست

نیز واللہ اعلم حیث يجعل رسالته۔ اللہ خوب جانتا ہے جہاں اسکی رسالت کا محل ہے)
 ✨ ایسا ہی شرط خاندانی کا حال ہے اس کے دو پہلو ہیں۔

اول نسب۔ سوا اس کے فخر سے پرہیز کرنے کے واسطے یہ ارشاد سید الاولین و الآخرین ﷺ ہے:

ان اللہ قد اذهب عنکم عیبة الجاهلیة۔ و فخرها بالآباء انما هو
 مو من تقی او فاجر نشقی الناس کلہم بنو آدم و آدم من تراب (بے
 شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی عادتیں اور باپوں سے فخر کرنا دور کر دیا ہے سوا اس کے
 نہیں وہ مومن پرہیزگار ہے یا فاجر شقی سب لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے تھا)

✨ علاوہ ازیں حسب نسب سلسلہ نبوت و رسالت میں تو ایک مسلم مسئلہ ہے لیکن ولایت و الہام کے واسطے اس کی کچھ حاجت و ضرورت نہیں جیسا کہ صحابہ کرام جو بعد رسل افضل مانے گئے ہیں ان میں سیدنا بلالؓ، سیدنا صہیبؓ وغیرہ کے حال سے ظاہر ہے۔ اور طالوتؓ اور لقمانؓ کا حال

بھی (جن کا ذکر اللہ پاک نے تعریف سے قرآن مجید میں فرمایا ہے) اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ اللہ پاک کے فضل و کرم نے نسب کی کچھ پرواہ نہیں کی۔

﴿ پہلو دوم۔ خاندانی ہدایت و معرفت تقرب و توحید باری تعالیٰ کا، اس کو تو اتباع انبیاء کا کیا ذکر خود انبیاء کے لئے بھی اللہ نے ضروری امر قرار نہیں دیا جیسا کہ حال سیدنا ابراہیمؑ سے ظاہر ہے یہاں بھی وہی اللہ اعلم حیث یجعل رسالته، واللہ یختص برحمته من یشاء کے ارشاد و اللہ علی کل شئی قدير ہی کا رساز و مختار ہے یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی و هو العزیز الحکیم (زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ غالب ہے حکمت والا)۔ کون سی چیز اس کے واسطے مشکل و انہونی ہے۔

﴿ جب رسالت جیسے اہم اور مہتم بالشان امور میں اس قادر مطلق نے کچھ پرواہ شرائط کی نہ کر کے اپنا سارا کام کر لیا، تو اتباع انبیاء اور خصوصاً امت خیر الوری کے لئے کہ جن کے واسطے کنتم خیر امۃ کا خطاب ہے، ایسے شرائط کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ بلکہ بغیر ایسے شرائط کے اس قادر مطلق کا کام چلنا محال سمجھنا ما قدر و اللہ حق قدرہ (نہیں قدر کی اللہ کی حق قدر اس کی کا) وغیرہ احکام کا مخاطب و مقابل بننا ہے۔

﴿ ہاں شاید مرزا صاحب حسب رواج ہندوستان سیدوں و مغلوں کو اصل خاندان خیال فرماتے ہوں سو عاجز کے پیر و شیخ سید عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم باوجود سید ہونے کے با اتباع ارشاد رسول اللہ ﷺ کبھی اس امر کی شیخی و فخر تو بجائے خود نام بھی اس کا نہ لیتے تھے اور نہ ایسا نام رکھتے جس میں اس کا شائبہ ہو بلکہ فرماتے: در عجم نسب را ہیج اعتماد نیست۔ اور ظاہر بھی ہے کہ ہندوستان و پنجاب میں شہر اور پرگنوں سے پر ہیں۔ علمدار حسین، علی نقی، میر باقر اور پنجاب میں بوہ شاہ، نھو شاہ، گلاب شاہ وغیرہ نام سے آخر سید بن جاتے ہیں اور بن گئے ہیں۔ ایسا ہی حال مغلوں کا ہے جن کے جد امجد (بقول مورخین) چنگیز خان بدھ مذہب اور اس کے سلسلہ نسب کا حال و خون ریزی مسلمانان کس کو معلوم نہیں۔

﴿ ہاں دولت مندی و ریاست دنیا میں خاندانی بنا دیتی ہے۔ غیر قوموں کا ذکر کیا ضرور کہ رنجیت سنگھ بھی سانہی جاٹ ہو کر برہمنوں اور کھتریوں سے مہاراج کہلاتا رہا۔

﴿ عاجز کو ان امور میں سے کسی سے بھی تعلق نہیں ہے۔ میں تو اسی خاندانی شرافت کا قائل ہوں جس کو میرے محسن مولیٰ قادر و حکیم نے اپنی کتاب مجید میں:

ان اکر مکم عند اللہ اتقا کم (بے شک اللہ کے نزدیک بزرگ بہت تم سے وہی ہے جو اللہ سے بہت ڈرتا ہے) کے ارشاد سے شرف بخشا ہے و بس۔ کیونکہ ارشاد

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذٍ ولا یتساءلون۔ فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون۔ ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون۔ تفتح و جو ہم النار و ہم فیہا کالحنون (مومنون: ۱۰۱-۱۰۴)

بھی خاندانی فخر و شیخی کی نفی کرتا ہے۔

الہی بخش کے الہامات بخطاب خاص و متعلق موسیٰ

عاجز کو اکثر خطابات و مکالمات خاص و متعلق سیدنا موسیٰ الہام ہوتے ہیں جیسے الہام اصطفیتک لنتقی تم جنتک یا موسیٰ (میں نے تجھے اپنے لئے برگزیدہ کیا پھر آیا میں تیرے پاس اے موسیٰ)

لا یخاف لدی المرسلون (میرے پاس فرستادے نہیں ڈرتے)

الم نربک فینا ولیداً (کیا ہم نے تجھے اپنے ہاں بچہ نہیں پالا)

سنشد عضدک (عنقریب ہم تیرے بازو مضبوط کریں گے)

رب زدنی علماً (اے رب مجھے علم زیادہ کر)

نجوت من القوم الظالمین جاء (نا دینا ہ) من جانب الطور الایمن و قربناہ نجیاً (نجات پائی تو نے قوم ظالموں سے۔ اس کو پکارا ہم نے کنارے طور برکت والے سے اور قریب کیا ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے)

اللہم اشرح صدری ویسر لی امری (یا اللہ میرا سینہ کھول اور میرا کام آسان کر)

احلل عقدہ من لسانی یفقہوا قولی ہارون اخی اشدد بہ ازری (میری زبان سے گرہ کھول دے تاکہ میری بات سمجھیں۔ ہارون میرا بھائی مضبوط کر اس کے ساتھ میری قوت)

رب بما انعمت علی فلن اکون ظہیراً للمجرمین

کان عند اللہ و جیہاً (اور اللہ کے نزدیک و جاہت والا تھا)

- ﴿ لقد لقينا من سفرنا هذا نصباً (البتہ تحقیق ہم کو اپنے اس سفر سے سختی؟ ہوگی) ﴾
- ﴿ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ (ہرگز نہیں، میرے ساتھ میرا رب ہے مجھے ہدایت کریگا) ﴾
- ﴿ ففررت منكم لما خفتكم فوهب لي ربّي حكماً وجعلني من الصّالحين ، من المصلحين من المرسلين . (پس میں تجھ سے بھاگا جب ڈرا تم سے پس اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم بخشا اور اللہ نے مجھے صالحین اور فرستادوں سے بنایا) ﴾
- ﴿ جا علوه من المرسلين - (اس کو فرستادوں میں سے بنانے والے ہیں) ﴾
- ﴿ اسمع واری (میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں) ﴾
- ﴿ فقلو لا له قولاً لينا (کہو اس سے بات تم نرم) ﴾
- ﴿ خذ ما اتيتك وكن من الشاكرين (لے جو ہم نے دیا ہے تجھ کو اور ہو شکر گزار) ﴾
- ﴿ وذكّرهم بآيām اللّٰه (اور ان کو اللہ کے آیام سے ڈرا) ﴾
- ﴿ أنّها لشر ذمّة قليلون . (تحقیق وہ لوگ جماعت ہے قلیل) ﴾
- ﴿ لقد مننّا عليك مرّة اخرى . ﴾
- ﴿ فتناك فتونا (ہم نے تجھے کئی طرح پر آزما یا، یا محنت میں ڈالا) . ﴾
- ﴿ القيت عليك محبّة منّي (ہم نے تجھ پر اپنی محبت ڈالی) . ﴾
- ﴿ قد جئتک بآية يا موسى (پس آیا میں تیرے پاس ساتھ نشانیوں کے اے موسیٰ) . ﴾
- ﴿ ربّ انی لما انزلت من خیر فقیر ﴾
- ﴿ اور علاوہ الہامات کے روایا بھی اسی کے مشابہ ہیں مثلاً خضرؑ سے ملاقات و ناموافقت اور پھر اپنے ہاتھ میں عصائے موسیٰ دیکھنا اور اس سے بلند اڑنے والے پتنگوں کو نیچے کر کے زمین پر لانا۔ گوان سب کا اصل مقصد کامل طور پر مدعا تو تب ہی ظاہر ہوگا جس وقت خالق و مالک اپنے فضل و کرم سے ظاہر فرما کر مناسبت و متابعت تامہ کی توفیق عطا فرمائے گا لیکن سر دست ظلم و فساد سے نفرت اور بہبودی خلق اللہ کا جوش و خیال تو البتہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اور دیگر خواص جب واہب العطیات عطا فرما کر ممتاز فرمائیگا تو دیکھا جائیگا کیونکہ تکلف و بناوٹ سے کھینچ تان کر خواہ نخواہ بہت سے عالی اوصاف سے اپنے آپ کو متصف بنانا اور جتلا ناعا جز کے نزدیک معصیت و تقوّل علی اللّٰه ہے جس کی نسبت عاجز کوتا کیدی حکم بھی ہو چکا ہے: لا تقدّوا بین یدی اللّٰه ۔
- ﴿ اور جو کچھ آج تک ہوا اور یہ سلسلہ جو شروع ہے جس میں بڑے بڑے وعدے محض فضل

وكرم مولیٰ کریم سے میرے جیسے بچے درہجے کو معہ خطابات و القاب الہاماً ہوئے ہیں، میں خوب جانتا ہوں کہ میرا ان میں کچھ دخل و تمنیٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی فضل و کرم اور اپنے ہی ارشاد و اللہ یختص برحمته من یشاء۔ و اللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم کے منشاء کے موافق ہے کیونکہ میری طرف سے عبادت، زہد، محنت، لیاقت وغیرہ میں صفر ہی صفر ہے۔

﴿ مرزا صاحب غور فرمائیں کہ کیا ان خطابات موسوی کے باعث عاجز بھی ان کی طرح اپنے آپ کو مثیل یا مطلق موسیٰ خیال کر لے۔ یا حسب اصطلاح صوفیہ کرام موسوی المشرّب۔ اور مثیل ہونے میں تو حسب مذاق مرزا اس حدیث مرقومہ مرزا کی بھی (اگرچہ محدثین کو اس میں کلام ہے) تصدیق ہوتی ہے لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیّین لما وسعہما الا اتّباعی (اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری تابعداری کے سوا کچھ بن نہ آتا) کیونکہ اس وقت بزبان خود بموجب الہام ہر دو ان خطابات کے مخاطب موجود ہیں اور بظاہر اتباع سید المرسلین کے دعویدار۔

کمترین تو نازیبا و مخالف شرع خیالات پر استغفار پڑھتا ہے۔ استغفر اللہ من کلّ ذنبٍ عاجز کو تو انبیاء کی فرمانبرداری و اتباع کا فخر ہی بس ہے اور دل و جان سے پڑھتا ہے:

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربّہ و المؤمنون۔ کلّ آمن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ لا نفرّق بین احدٍ من رسلہ و قالوا سمعنا و اطعنا غفرانک ربّنا و الیک المصیر (بقرہ: ۲۸۵)

بعض الہامات اور وجہ تسمیہ کتاب عصائے موسیٰ

﴿ روایا و الہام جو عاجز الہی بخش کو قادیان میں ہوئے:

چونکہ عاجز کے روایا الہامات صحیح و صادق واقع ہوتے ہیں اور تو اور مرزا صاحب نے بھی ان کو عملاً تصدیق فرمایا ہے، تو پھر جائے غور ہے کہ روایا و الہامات ذیل کو عاجز کیونکر صحیح و صادق

خیال نہ کرے۔ مثلاً قادیان میں دوسری رات ۲۶ ستمبر ۱۸۹۸ء کو مجھے دکھایا گیا کہ میری چار پائی کے نیچے ایک چاہ ہے کہ اگر میں نیچے قدم رکھوں تو اس میں گر جاؤنگا اور الہام بھی ہوا دھم و توکل علیٰ الحیٰ الذی لا یموت (یعنی چھوڑ ان کو) اور حیٰ الذی لا یموت پر توکل کر۔ جس کے ساتھ یہی تفہیم تھی کہ اگر رفعت شان عطیہ بارگاہِ رحمن کو چھوڑ کر تنزل یعنی بیعت کروں تو نافرمان ہو کر گر جاؤنگا۔

اور ۲۵ ستمبر کو یعنی ایک دن پہلے یہ الہام بھی ہو چکا تھا لا تبدیل لکلمات اللہ جس سے مراد یہ ہے کہ پہلے احکام و حالات میں کچھ تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ جو ایسا ہی ہوا کہ مرزا کی تقریر و دلائل وغیرہ سن کر خیالات میں کچھ بھی تبدیلی نہ ہوئی اور عاجز اس میں بالکل معذور و بے اختیار ہے۔ خاکسار بے مقدر کی ہر حالت و ہر امر میرے خالق مالک مولیٰ اور محسن کے اختیار میں ہے ﴿ بعض امور کے الہامات کا آجکل (۱۸۹۹-۱۹۰۰ء) نہایت عمدگی سے ظہور ہو رہا ہے مثلاً: (الف): ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو یہ الہام ہوا:

اِنَّمَا (اِنَّ الذِّیْنَ) یبایعونک اِنَّمَا یبایعون اللّٰهَ . ید اللّٰهَ فوق
 ایدیہم . فمن نکث فانَّمَا ینکث علی نفسہ . فاستبشروا ببیعکم
 الذی بایعتم واللّٰهَ علیم بذات الصدور (بالمفسدین) لا حول ولا
 قوۃ الا باللّٰه . ان ترن انا اقلّ منک ما لا وولداً . فعسی ربّی ان
 یوتین خیراً مِّن جنتک ویرسل علیہا حسباناً من السماء فتصبح
 صعیداً زلقاً . ام حسبت ان اصحاب الکہف والرّقیم کانوا من آیاتنا
 عجباً . کرّ منا بنی آدم جعلتہ کالرّمیم . سنّت من قد ارسلنا ولن
 تجد لسنتنا تحویلاً . اقم الصلوة و لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم
 الاعلون ، قل ربّ زدنی علماً (جو لوگ تیرے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ
 درحقیقت اللہ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جو شخص
 بیعت کو توڑے، اسکے توڑنے کا وبال اسی کی جان پر ہے۔ پس تم اپنی بیعت پر جو کہ کی ہے خوش
 ہو اور اللہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ نہیں پھر نابدی سے اور نہیں قوت نیکی کی مگر ساتھ
 مدد اللہ کے۔ اگر تو مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتا ہے پس شتاب ہے کہ رب تیرے باغ
 میں سے مجھے اچھا دیوے اور اس پر آسمان سے ایسا عذاب بھیج دے کہ وہ ہو جاوے ویران

میدان - کیا تو نے گمان کیا ہے کبھی کہ غار اور نوشتہ والے ہمارے نشانیوں میں سے عجیب ہیں۔ ہم نے بنی آدم کو عزت دی - میں نے اسکو بوسیدہ ہڈی کی طرح کر دیا۔ طریقہ ان لوگوں کا جو کہ ہم نے بھیجے ہیں اور تو ہرگز ہمارے طریقہ کیلئے تغیر نہ پائے گا۔ قائم کر نماز اور مت سستی کرو اور مت غم کھاؤ، تم ہی بلند یعنی غالب ہو، تو کہہ دے میرے رب میرا علم زیادہ کر)

اس کے اکثر حصص مرزا صاحب ہی کے متعلق ہیں چنانچہ آپ نے و اللہ علیم بذات الصدور (بالمفسدین) کی تصدیق ایک سراسر ناحق اختلاف و فساد کی بنیاد رکھنے اور ان ترن انا اقل منك ما لا و ولدأ کی تصدیق اپنی جماعت کے اظہار فضیلت و کمالات اور عاجز کی کم لیاقتی و بے بضاعتی کو طرح طرح سے رسالہ ضرورۃ الامام میں بیان کر کے کر دی ہے۔ گو خود اس کو محسوس نہ فرمائیں اور ان کو معلوم بھی نہ ہو جیسا کہ اکثر ایسے مواقع پر کم توجہ لوگوں کا ایسا ہی حال ہوا کرتا ہے لیکن اگر غور فرمائیں گے تو معلوم ہو جائیگا کہ ضرور ان الہامات کی تصدیق پوری ہو گئی ہے۔ لہذا باقی حصہ الہام فعسی ربی ان یوتین خیراً من جنتک و یرسل علیہا حسبنا من السماء فتصیح صعیداً لقلأ بہت توجہ و غور کے قابل ہے کیونکہ جب ایک جزو پورا ہو گیا تو بقیہ بھی انشاء اللہ پورا ہو کر رہے گا۔ نیز کَرْنَا بِنِي آدَمَ .. جعلته كالرَّمِيمِ - انتم الا علون وغیرہ بھی قابل غور ہیں۔ مطلب صاف و ظاہر ہے اور اس کا وقوع لابد ہونا اس کی پرواز بنیاد سے ہی اظہار من الشمس ہے۔ ارادہ احکم الحاکمین ضرور ضرور ہو کر ہی رہتا ہے خواہ سارا جہان اس کا سدراہ و مانع ہو۔

(ب)۔ ایک اور الہام اس سے پہلے ۱۰ جنوری ۱۸۹۸ء کو ہوا یعنی:

قل هل انتبئکم با لاخسرین اعمالاً الذین ضلّ سعیمهم فی الحیوۃ الدنیا و هم یحسبون انهم یحسنون صنعاً (تو کہہ کیا میں تم کو ان لوگوں کی خبر دوں جو کہ اپنے عملوں میں خسارہ کرنے والے ہیں۔ وہ وہی لوگ ہیں کہ ان کی کوشش دنیا کی حیاتی میں ضائع ہوگئی اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں)

جس کی صداقت بذریعہ رسالہ کشف الغطا و دیگر اشتہارات مرزا اب ظہور میں آئی، غور طلب ہے۔ حسن ظن کرنے والوں کو حسن ظنی کا پردہ بمصدق حدیث شریف حبک الشئی یعمی و یصمّ اس قدر حائل ہوا تھا کہ اگر کشف الغطا یہ پردہ نہ کھولتا تو وہم و گمان کی رسائی بھی وہاں تک نہ ہوتی اور اضطراب و حیرت میں پڑے رہتے۔ مگر ہاں سچے الہام کا (خواہ نرمی سے ہو خواہ سختی

سے) یہ ضرور خاصہ ہونا چاہیے کہ خود ملزم سے اپنی راستی کا اقبال کرا دے۔ پس کون جانتا تھا کہ مرزا کی انیس سالہ کاروائی خیر خواہی و امداد و تعریف مخلوق کیلئے تھی نہ کہ خدمت اعلاء کلمۃ اللہ و حصول رضائے خالق مولیٰ کریم و سعادت عقبی کیلئے، جس کے آپ ہمیشہ دعویدار رہے ہیں۔ سو کشف الغطا وغیرہ نے ایک سر بسر از ہفہ کا افشا کر کے ہاتھی کے دانتوں کی مثال کا نمونہ دکھلا دیا جس میں مرزا صاحب نے خود ان امور کا اعتراف فرمایا ہے چنانچہ اس کے سرورق پر تاج عزت جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا واسطہ ڈال کر صفحہ ۳ سے شروع کیا ہے کہ

یہ تو میرے باپ اور بھائی کا حال ہے اور چونکہ میری زندگی فقیرانہ اور درویشانہ طور پر ہے اسلئے میں اسی درویشانہ طرز سے گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور امداد میں مشغول رہا ہوں قریباً انیس برس میں ایسی کتابوں کے شائع کرنے سے میں نے اپنا وقت بسر کیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ مسلمانوں کو سچے دل سے اس گورنمنٹ کی خدمت کرنی چاہیے اور اپنی فرمان برداری اور وفاداری کو دوسری قوموں سے بڑھ کر دکھانا چاہیے اور میں نے اسی غرض سے بعض کتابیں عربی زبان میں لکھیں، بعض فارسی زبان میں اور ان کو دور دور ملکوں تک شائع کیا اور ان سب میں مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجوہ سے ان کو اس طرف جھکا یا کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل و جان اختیار کریں۔ یہ کتابیں عرب اور بلاد شام، کابل اور بخارا میں پہنچائی گئیں اگرچہ میں سنتا ہوں کہ بعض نادان مولویوں نے ان کے دیکھنے سے مجھے کافر قرار دیا ہے اور میری تحریروں کو اس بات کا ایک نتیجہ ٹھہرایا ہے کہ گویا مجھے سلطنت انگریزی سے ایک اندرونی اور خفیہ تعلق ہے اور گویا میں ان تحریروں کے عوض گورنمنٹ سے انعام پاتا ہوں۔ انتہی

اس تحریر میں مرزا صاحب نے اپنی تصانیف کی غرض خود بیان فرمادی ہے لہذا اخلاص و للہیت کے بارہ میں اب بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

اور یہ تو مرزا کی عبارت آرائی ہے کہ ایک امر کو دوسری شکل میں کر دیا۔ مرزا کی نسبت مسلمانوں کا ایسا خیال و گمان تو کبھی سننے میں نہیں آیا بلکہ ان کا اعتقاد و قول تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ تو ایسا کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ایسے ہوشیار پولٹکل ہیں کہ قانون دانی کے زور و حوصلہ سے ادھر تو مسلمانوں کو کہتے ہیں میں صلیبی اعتقاد کو توڑنے اور پاش پاش کرنے آیا ہوں اور یہ کام میرے ہاتھ سے ہو کر رہے گا چنانچہ یہ مضامین مع رد عقاید صلیبی و تحقیر و بے ادبی سیدنا مسیح جا بجا

ان کے کتب و رسائل و اشتہارات میں درج ہیں، اور ادھر گورنمنٹ سے کہتے ہیں کہ یہ سب کا روبرو میں آپ کی خیر خواہی اور امداد میں کر رہا ہوں۔ (قاضی فضل احمد لدھیانوی نے کتاب کلمہ فضل رحمانی میں بھی اس امر کی کچھ تشریح کی ہے۔ الہی بخش) پھر مرزا باوجود دعویٰ اسلام کے رسول اللہ ﷺ کے ان احکام کا کچھ خیال نہیں کرتے جو دورخی کاروائی کی مذمت میں آئے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ لتجدنّ اشدّ الناس يوم القيامة ذو الوجهين
الذى ياتى هؤلاء بوجه وهؤلاء بوجه - متفق عليه - (فرمایا رسول اللہ
ﷺ نے، تو لوگوں میں بہت برا قیامت کے دن اس شخص کو پاویگا جو دو رخا ہو، ایک طرف
کچھ، دوسری طرف کچھ کہے)

﴿ پھر جیسا کسر صلیب یعنی صلیب توڑنے کے اور سیدنا مسیح کی موت اور قبر کا پتہ و کھوج لگانے کے مرزا صاحب پیچھے پڑے ہیں ویسا ہی دیگر مسائل کی ترمیم و تنسیخ کے بھی درپے ہو کر اپنے من گھڑت مسائل کہ حضرت جبریل کا ہیڈ کوارٹر آفتاب ہے، شخصی وجود سے نزول ملائکہ سے انکار، لیلۃ القدر ظلمت کے زمانہ کا نام ہے، کواکب کی تاثیر، اپنے لئے ابن اللہ کہہ سکنا جائز، روح القدس روح الامین وغیرہ ان حالتوں کے نام ہیں جو خالق و مخلوق کی محبت کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہیں، وفات مسیح، مسیح کے معجزات کو مسمریزی تاثیر کہنا، بغیر مطابق ہونے و صادق آنے اوصاف احادیث و متعلقہ کے خود مسیح موعود و مہدی مسعود بن بیٹھے، خود بدولت کو خیر خواہ اور دوسرے مسلمانوں کو خوئی مہدی و خوئی مسیح کا منتظر کہہ کر سرکار کا بدخواہ قرار دینے اور جو کوئی آپ کی تابعداری و بیعت میں داخل نہ ہو اس کو جہنمی وغیرہ بنانے، اور ان مسائل کو دوسروں سے منوانے کے لئے دن رات مصروف و سرگرم ہیں۔ ان ہی مسائل کے سبب مسلمان مرزا صاحب کے مخالف ہیں جیسا کہ فتویٰ میں درج ہے، نہ اس لئے کہ مرزا صاحب سرکار کی خیر خواہی کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ وہ خود بھی دیوانوں اور پاگلوں کی طرح خلاف احکام و تعلیم اسلامی ایسی سرکار کی بدخواہی و مخالفت کا خیال نہیں کرتے جس سے ان کو ادائے شعار اسلام میں بلا کسی روک ٹوک و ممانعت کے ہر طرح آزادی ہے اور اس نعمت کے عوض وہ صحیح و جائز شکرگزاری سے بھی غافل نہیں ہیں۔

﴿ پھر صفحہ ۶ میں مرزا قادیانی نے فرمایا کہ:

مجھے یقیناً معلوم ہوا ہے کہ بعض دانش مندوں کے دلوں پر ان تحریروں کا نہایت نیک اثر ہوا ہے اور انہوں نے ان وحشیانہ عقاید سے توبہ کی ہے جن میں وہ برخلاف اغراض اس

گورنمنٹ کے ہتلا تھے۔ ان نیک تاثیرات کے لئے میری مذہبی تحریریں جو پادریوں کے مخالف تھیں، بڑی محرک ہوئی ہیں ورنہ جس زور کے ساتھ میں نے مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی اطاعت کے لئے بلایا ہے اور جا بجا سرحدی نادان ملاؤں کو جو ناحق آئے دن فتنہ انگیزی کرتے اور افغانوں کو مخالفت کے لئے ابھارتے ہیں، سرزنش کی ہے، یہ پرزور تحریریں گورنمنٹ انگریزی کی حمایت میں متعصب اور نادان مسلمانوں کیلئے قابل برداشت نہ تھیں، اور اب اہل عقل جب ایک طرف دینی حمایت کے مضمون میری تحریروں میں پاتے ہیں اور دوسری طرف میری یہ نصیحتیں سنتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی خیر خواہی اور اطاعت کرنی چاہیے تو وہ میرے پر کوئی بدظلمی نہیں کر سکتے۔

یہاں تنقید طلب امر یہ ہے کہ وہ کون دانش مند تھے جنہوں نے وحشیانہ عقائد سے توبہ کی ہے اور وہ کون اور کہاں متعصب نادان مسلمان تھے یا ہیں جن کو مرزا صاحب کی گورنمنٹ کی حمایت والی تحریریں قابل برداشت نہ تھیں۔ مرزا صاحب کے کشف الغطا میں تو لکھا ہے کہ بعض دانش مندوں کے دلوں پر ہماری تحریروں کا نہایت نیک اثر ہوا ہے، اور ستارہ قیصر میں، جو اس کے بعد قریب ہی شائع کیا گیا ہے اس میں، لکھا ہے کہ ہماری کتابوں کی اشاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے غلط خیالات چھوڑ دیئے ہیں۔

دیکھئے کہاں بعض اور کہاں لاکھوں، اور ثبوت ہر دو میں ندارد۔ براہ مہربانی زیادہ نہیں اگر چند ہی ایسے اشخاص کا نام تحریر فرمایا ہوتا تو بہتر تھا، تاکہ سرکار اور دوسرے لوگ ان سے دریافت کر کے مرزا صاحب کے صدق اور راست بیانی کا یقین کرتے۔ بظاہر تو اس کا کچھ وجود نہیں ہے ان غریب مسلمانوں کو خود بدولت کے تراشیدہ مسائل و فوات مسیح، لیلۃ القدر، نزول ملائکہ، تاثیر کواکب وغیرہ سے نا موافق بلکہ مخالف ہونے کے سبب مرزا صاحب خواہ نحوہ سخن سازی و زور تحریر سے دوسرے پیرایہ میں وحشی متعصب نادان مخالف اغراض گورنمنٹ بنا کر اور برا بھلا کہہ کر اپنا دل خوش کرتے ہیں، سوان کا اختیار ہے، لیکن راستی اور خشیت اللہ مد نظر فرماویں۔

﴿ پھر آگے چل کر مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ:﴾

اب گورنمنٹ غور فرما سکتی ہے کہ جس حالت میں میرا باپ گورنمنٹ کا ایسا سچا خیر خواہ تھا اور میرا بھائی بھی اسی کے نقش قدم پر چلا تھا اور میں بھی انیس برس سے یہی خدمت اپنی قلم کے ذریعہ سے بجالاتا ہوں تو پھر میرے حالات کیونکہ مشتبہ ہو سکتے ہیں۔ میری

تمام جوانی اسی راہ میں گزری اور اب دائم المرض اور پیرانہ سالی کے کنارہ پر پہنچ گیا ہوں اور ساٹھ سال کے قریب ہوں۔ وہ شخص سخت ظلم کرتا ہے جو میرے وجود کو گورنمنٹ کے لئے خطرناک ٹھہراتا ہے۔

ناظرین توجہ فرمائیں کہ جو شخص مرزا کی کاروائی کا حال کچھ بیان کرے وہ تو سخت ظلم کرنے والا ہے، اور مرزا خود بدولت دوسرے تمام مسلمانوں کو وحشیانہ عقائد والے متعصب نادان وغیرہ الفاظ کہہ کر خونی مسخ و خونی مہدی کے، اپنی رائے اور اپنے منہ سے منتظر بنا کر گورنمنٹ کے لئے خطرناک ٹھہرا کر، آئے دن رسالے اشتہارات شائع کرتے رہنے سے بھی ظالم نہیں، بلکہ عادل اور منصف ہی بنتے ہیں۔ یہ خوب انصاف اور خیر خواہی اسلام و اسلامیان ہے۔

رسالہ کشف الغطا کے بعد مرزا صاحب نے ستارہ قیصر قادیان میں طبع کر کے شائع کیا۔ اس میں اپنا اخلاص، محبت، جوش اطاعت، حضور ملکہ معظمہ اور ان کے معزز افسروں کی نسبت، اور سچی محبت و اخلاص کی تحریک سے جشن جو بلی پر خون دل سے لکھ کر تحفہ قیصریہ جناب ممدوحہ کی خدمت میں روانہ کرنا، اور قوی یقین سے اس کے جواب سے عزت دیئے جانا، اور امید سے بڑھ کر سرفرازی کا موجب ہونا اور جواب کا منتظر رہنا، وغیرہ بیان کر کے فرمایا ہے کہ:

میں نے پچاس ہزار کے قریب (دوسری جگہ پچاس ہزار سے کچھ زیادہ، جس کا بظاہر کچھ ثبوت نہیں۔ الہی بخش) اپنے رسالہ مبسوط کتابیں اور اشتہار رات چھپوا کر اس ملک نیز دوسرے بلاد اسلامیہ تمام ملکوں میں یہاں تک کہ اسلام کے مقدس شہروں مکہ مدینہ روم قسطنطنیہ بلاد شام، مصر و کابل افغانستان جہاں تک ممکن تھا، شائع کئے ہیں۔ روحانی انسان و کامل ریفا مر کے وجود کو عادل بادشاہ کی نیک نیتی ہمت و ہمدردی عامہ خلألق پیدا کرتی ہے تیرے رحم کے سلسلہ نے آسمان پر ایک رحم کا سلسلہ بپا کیا، خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں جس پر تیری (ملکہ کی) نگاہیں ہیں۔ دو عیب و غلطیاں مسلمانوں میں ہیں، ایک تلوار کے جہاد کو اپنے مذہب کا ایک رکن سمجھتے ہیں، دوسرا خونی مسخ و خونی مہدی کے منتظر ہیں۔ ان کے مقابل ایک غلطی عیسائیوں میں بھی ہے وہ یہ کہ مسیح جیسے مقدس اور بزرگوار کی نسبت جسکو انجیل میں نور کہا گیا ہو، نعوذ باللہ لعنت کا لفظ اطلاق کرتے ہیں اور حضرت مسیح جو بقول ان کے خدا سے نکلا، جو سرا سر نور، جو آسمان سے ہے، جو علم کا دروازہ اور خدا شناس کی راہ اور خدا کا وارث ہے اور روشنی بخشنے والا چاند، اس کی نسبت نعوذ باللہ یہ

خیال کہ وہ لعنتی ہو کر، خدا سے مردود ہو کر، خدا کا دشمن ہو کر، دل سیاہ ہو کر، خدا سے برگشتہ ہو کر، معرفت الہی سے نابینا ہو کر شیطان کا وارث بن گیا۔ مسلمانوں کا جہاد کا عقیدہ مخلوق کے حق میں بداندیشی اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ خدا کے حق میں بداندیشی ہے ہزار ہا مسلمان خدا کے عجیب اور فوق العادت نشانوں کو دیکھ کر میرے تابع ہو گئے اور خطرناک و وحشیانہ عقاید چھوڑ کر میرا گروہ ایک سچا خیر خواہ اس گورنمنٹ کا بن گیا ہے۔

ایک جگہ مرزا نے کہا کہ میں اس قدر خدمت گورنمنٹ بائیس برس تک کرتا رہا ہوں، دوسری جگہ کہا کہ ہزار ہا مسلمانوں کے دل میری بائیس برس کی کوششوں سے صاف ہو گئے ہیں۔

جس طرح مرزا صاحب کے مسائل سب سے نرالے ہیں اسی طرح آپ کا حساب بھی سب سے نرالا انوکھا اور عجیب ہے۔ مثلاً کشف الغطا جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو طبع فرما کر شائع کیا اس میں سرکاری خدمت کا عرصہ انیس برس لکھا ہے اور اس کے بعد ستارہ قیصر جو ۲۴ اگست ۱۸۹۹ء کو طبع کر کے شائع فرمایا اس میں بائیس تیس سال کی خدمات لکھی ہیں۔ غرض طبع رسالہ کشف الغطا اور رسالہ ستارہ قیصر میں عرصہ تو صرف آٹھ ماہ سے بھی کچھ کم گذرا، لیکن مرزا صاحب کی خدمات سرکار کا عرصہ ان چند ماہ میں تین چار برس کا زیادہ ہو گیا۔ اس کے بعد، حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست مرقومہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۲ میں مرزا قادیانی نے فرمایا ہے:

لیکن میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس گورنمنٹ محسنہ انگریزی کی خیر خواہی اور ہمدردی میں مجھے زیادتی ہے یا میرے والد مرحوم کو، بیس برس کی مدت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی عربی اردو انگریزی میں شائع کر رہا ہوں۔

سبحان اللہ! کیا حافظہ ہے اور کیسا پکا صحیح حساب کہ ایک سے دوسرا ہرگز نہیں ملتا اور پھر یہ رسائل انگریزی میں ترجمہ کرا کر پیش اس سرکار کے کئے گئے ہیں جسکے افسر قلیدس، جبر مقابلہ، علم ہندسہ و حساب وغیرہ کو بالا استیعاب تحصیل کر کے ملازمت میں بعد امتحان و کامیابی قدم رکھتے ہیں مرزا صاحب کی میعادیں بھی شاید اسی حساب سے آٹھ ماہ سے کم کے عرصہ میں تین تین چار چار برس بڑھتی زیادہ ہوتی ہیں۔ تو اس طرح بے شک ابھی کئی میعادیں مرزا کے الہامات کی باقی ہو سکتی ہیں۔ لہذا معترضین کو چاہیے کہ آئندہ اس نوا ایجاد حساب کا خیال رکھیں اور زبان و قلم کو طعن و اعتراض سے روکیں۔ اور جو میعاد مشہرہ مرزا صاحب ہو، اسے شش چند (چھ گنا) کر لیں کیونکہ حسب نظیر بالا مرزا صاحب کے نزدیک ساٹھ یوم برابر ایک سال کے ہوئے۔

یہاں پہنچ کر تقدیر احادیث متضمن علامات بین یدی النساء، ذکر الدجال وبعثت وزول مسیح ابن مریم کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ احادیث سیردجال والی میں بھی قریباً اسی طرح کا حساب ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ سال مثل مہینے کے اور مہینہ مثل جمعہ (ہفتہ سات دن) کے اور جمعہ مثل دن کے اربع ہوگا۔ اور مفصل حدیث نواس بن سمرانؓ میں ہے کہ ایک دن مثل سال کے اور ایک دن مثل مہینے کے اور ایک دن مثل جمعہ کے ہوگا۔ اسپر صحابہؓ نے جب عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا سال کے برابر دن میں ایک دن کی نماز ہم کو کافی ہوگی تو بجواب فرمایا کہ نہیں اوقات کا اندازہ کرنا۔ اس سے ان ملکوں میں جہاں کہیں دن بہت لمبا اور رات بہت چھوٹی اور اس کے مقابل قطب میں دن چھوٹا اور رات لمبی ہوتی ہے وہاں اگر آبادی انسانی ہو تو وہاں کے اوقات نماز کا مسئلہ بخوبی حل ہو جاتا ہے۔ بالآخر اگر یہ تحریریں مرزا صاحب کی راستی اور صدق دل سے ہیں تو مدعا حاصل والہام عاجز صحیح، اور اگر مرزا صاحب وان کے مریدین فرماویں کہ یہ کسی مصلحت سے ایسا کشف الغطا و ستارہ قیصر وغیرہ میں بیان کیا ہے تو یہ اعتراض اس پر قائم ہوگا کہ یہ امر مہدویت عیسویت و امام الزمانی کے بالکل مخالف ہے کہ پولٹکل چال سے خلاف راستی ایسی بناوٹی بات لکھ کر شائع کی جاوے۔ راستی تو کسی حالت میں بھی مومن چھوڑ نہیں سکتا۔

(ج)۔ ایک اور ان سے بھی پہلے یعنی ۱۹ نومبر ۱۸۹۷ء یوم جمعہ کا رویا نہایت عجیب و غریب ہے۔ خواب میں دیکھا کہ سفید رنگ کے مضبوط بنائے ہوئے دو تین بڑے بڑے پتنگ مع ڈور میرے سر پر کٹ کر یا ٹوٹ کر آ پڑے (یعنی پتنگ تو سر سے اونچا اور ڈور میرے ساتھ آگئی) میں نے اپنے اسٹنٹ (معاون) کے سپرد کئے۔ پھر بہت ڈور کھینچتا رہا جو بہت مضبوط اور زور طلب تھی حتیٰ کہ میرے معاون دوست نے بھی کچھ ذکر اسکا کیا اور میں نے کہا کہ ۳۰ تار کی ہے۔ اور جب پتنگ کو نیچے اتار رہا تھا تو سیدنا حضرت موسیٰ کے عصا کے ساتھ یہ کام کر رہا تھا جو اس وقت میرے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد الہام ہوا: لا یخاف لدی المرسلون سر بلند۔

قابل توجہ ہے کہ ۱۸۹۷ء کا یہ رویا کیسا صحیح اسی طرح ظہور میں آیا۔ دو تین سفید جوڑے ہوئے پتنگ یعنی ایک پتنگ تو مرزا صاحب کا رسالہ ضرورۃ الامام، دوسرا مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کا خط، تیسرا کرامت نامہ معانی انکم نیکس تازہ نشان، جو سب برنگ سفید اور ایک ساتھ جڑے ہوئے ہیں، بذریعہ اشاعت اڑ کر عاجز کے سر پر آن پڑے اور لطف یہ کہ ضرورۃ الامام کے مضمون کے صفحہ بھی ۳۰ ہی ہیں جن پر وہ پتنگ مرزا صاحب نے بہت مضبوط کر کے اڑایا ہے لیکن اسکے مقابلہ

پر یہ عصائے موسیٰ جس نے ان کو بلندی سے نیچے کیا پھر الہام لا یخاف لدی المرسلون اور سر بلند، بھی بہت قابل غور ہیں، کہ رؤیا و الہامات اس طرح صریح و قاطع طور پر واقع و ظہور ہونے پر بھی عاجز کیونکر ان پر یقین نہ کرے اور خواہ مخواہ ان کی تکذیب کرے۔

ہاں اس خواب میں مرزا صاحب کے رسالہ کی پتنگ کے ساتھ مشابہت بہت ہی غور طلب ہے کیونکہ میں نے سنا ہوا ہے اور تجربہ بھی ہوا ہے کہ پتنگ کی تعبیر شاید بہ سبب کم حوصلگی و شیخی و بلند پروازی کے سفلہ و کمینہ ہوتی ہے اگرچہ مرزا صاحب نے اس کو ما اریکم الٰہا اری و ما اهد یکم الاسبیل المرشاد (نہیں دکھاتا میں تم کو مگر جو میں خود دیکھتا ہوں اور میں تم کو راہ بتاتا ہوں بھلائی کی) کا نسخہ اپنی جماعت مریدین کے لئے تجویز فرما کر اڑایا تھا۔

قادیان سے واپسی پر الہی بخش کے الہامات

الہامات متعلق ملاقات مرزا وغیرہ حسب اصرار و تاکید مرزا صاحب درج ذیل ہیں۔

ان الہامات کی بعض تفہیمات ایسی بھی ہیں جن کے بیان و اظہار کو مرزا کا ادب و لفاظی و اجازت نہیں دیتا لیکن بموجب ان کے اصرار و قسمیں دینے و تاکید اظہار کے ان کا اکتفاء بھی خلاف دیانت و امانت معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اظہار حقیقت حال و تعمیل حکم مرزا کی خاطر لکھ دیئے ہیں۔

ممکن ہے ان کے فہم میں کچھ خطا ہو کیونکہ شاید ذوالوجہ مجازات و استعارات وغیرہ کے سبب سے ہی متقدمین نے الہامات کو ظنی قرار دیا ہے اور اسی لئے عاجز کو ان تفہیمات پر اصرار نہیں۔

۲۸ ستمبر ۱۸۹۸ء الہام - انما انت منذر من یخشاها (اور تو اس شخص کے ڈرانے والا ہے جو ڈرتا ہے) اس سے عاجز کی علیحدہ منصب انذار پر خدمت کرنے سے مراد معلوم ہوتی ہے۔

مردوا علی النفاق (خوگر ہو گئے ہیں او پر نفاق کے) اپنے ضمیر کے خلاف محض اپنی فضیلت جتانے کو عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم کی نیز الہامات عاجز کے بے اصل توہین و حقارت اور ہم پر زور ڈالنے کی نسبت معلوم ہوتا ہے۔

کانتا رتقاً ففتقنا ہما (وہ دونوں آپس میں ملے ہوئے تھے پس ہم نے علیحدہ کر دیا ان دونوں کو)۔ مرزا صاحب و مولوی عبد الکریم کی علیحدگی کی تفہیم ہے جو مولوی صاحب کے مضمون خط بخلاف روڈ تحریر مرزا صاحب لکھنے پر کچھ تو ظاہر ہو چکی ہے اور شاید کچھ آئندہ بھی ہو اور جس کا ذکر اس

رسالہ میں علیحدہ باب سوم میں ہوا ہے۔ خاکسار کو عجز و بشریت سے یہ خیال آیا کہ اپنے قبض کے باعث یا مرزا کی ناراضی سے شاید کچھ نقصان والہام بند ہو، اس پر الہام ذیل میں حفاظت و سلامتی کی تسلی فرمائی گئی واللہ خیر حافظاً و هو ار حم الراحمین۔ فسلام لک۔

﴿ ۲۹ ستمبر جمعرات ۱۸۹۸ء۔ ان اللہ لا یهدی من هو مسرف کذاب (اللہ اس شخص کو جو مسرف اور کذاب ہے، ہدایت نہیں دیتا) بیہدی سے مراد ہم کو اپنی راہ پر مجبور اور ہم پر غلبہ کرنا معلوم ہوا۔ مسرف سے اپنی اہلیہ کے پاس بعوض پانچ ہزار روپنہ کے جائیداد میں برس کیلئے بذریعہ رجسٹری رہن کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس سے اپنے شرعی وارثوں کو محروم کرنا بتلاتے ہیں۔ لوگوں نے جس مقصد و مراد کے واسطے روپنہ دیا اور بیجا اس کو غیر محل مثلاً زیور و مکان بنوانے اور دیگر غیر جگہ صرف کرنا بھی اسراف ہے۔

﴿ سید عبداللہ غزنوی مرحوم پر افتراء اور ان کے الہام کا برعکس ظہور پذیر ہونا بیان کرنا، خود خطوط لکھ کر دوسروں کے نام سے بھجوانے، وعدہ خلافی براہین و سراج منیر وغیرہ کے بارے میں بھی کذب میں داخل ہے۔ نیز تدابیر و حیلہ و حوالہ الہامات پورا ہونے کے لئے کرنے اور تاویلات بے جا سے ان کی صداقت ثابت کرنا بھی ازیں قبیل ہیں، بلکہ غالباً و بلا ریب مرزا صاحب کے موجودہ دعاوی کی نسبت ہے جس کے اندر سب باتیں آجاتی ہیں۔

﴿ لا تستوی بایات اللہ (نہیں برابر ہوتی جماعت ساتھ آیات اللہ کے) معلوم ہوتا ہے جو آیات اللہ تعالیٰ نے خاکسار کیلئے مقرر فرمائی ہیں ان کی برابری مرزا کی جماعت کو نصیب نہیں ﴿ ۳۰ ستمبر جمعہ۔ عسی ربک ان یبعثک مقاماً محموداً (شتاب ہے کہ تیرا

رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا) بیچ قومی را خدا سوانہ کرد۔ تا دلی صاحب دلی نامہ بدرد۔
المان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم بذکر اللہ (کیا نہیں آیا وہ وقت واسطے ایمان والوں کے کہ ڈریں دل ان کے اللہ کی یاد سے)

هل اتی علی الانسان حین من الذہر لم یکن شیناً مذکوراً
(کیا آیا ہے انسان پر زمانہ کا وقت کہ نہیں تھا کچھ چیز ذکر کیا گیا)
نزل من الحق۔ ابوداؤد کا حال بتلاؤ، کوکلاں کا حال بتلاؤ۔

﴿ ابوداؤد سے مرزا صاحب کی مرزا احمد بیگ والے معاملہ کے لئے سعی و کوشش کرنے کی نسبت ایماں پایا جاتا ہے۔ گوعا جز تو انبیاء کو معصوم و محفوظ ماننا و جانتا ہے لیکن حسب قصہ مشہورہ جس

طرح کہتے ہیں کہ سیدنا داؤدؑ نے ایک عورت کے واسطے سعی فرمائی تھی اسی طرح مرزا صاحب کی سعی دربارہ نکاح منکوحہ امام احمد بیگ کے مشابہت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

﴿ لفظ ابو، علی سبیل المحاورۃ شائد اس لئے ہو کہ مرزا صاحب کی سعی وحیلہ وحوالہ میں ناحق زیادتی و تشدد ہے کیونکہ اول جناب داؤدؑ کے قصہ کی روایات میں بہت اختلاف ہے جس سے اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ دوم وہ شخص (اور یا) جو حضرت داؤدؑ کے زیر حکم و ماتحت تھا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا ابھی نکاح نہیں ہوا تھا، صرف خطبہ ہی تھا۔ برخلاف اس کے مرزا صاحب کا کسی طرح کا بھی حکم و واسطہ اس شخص سے نہیں اور پھر اس (مرزا سلطان محمد) کا نکاح ہو کر وہ صاحب اولاد بھی ہو چکا ہے۔

﴿ پھر جو جب تفسیر داؤدؑ نے آگہی پر توبہ واستغفار بھی کی جیسا کہ و ظنّ داؤد انما فتناہ فاستغفر ربہ و خرّ رکعاً و اناب (اور داؤدؑ نے اس بات کا گمان کیا کہ ہم نے اس کی آزمائش کی پس اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع میں گرا اور اپنے رب کی طرف رجوع کی) کی تفسیر میں مفسر لکھتے ہیں۔ لیکن مرزا باوجود ناکامی کے اس امر پر بدستور مصرّ غرہ و نازاں ہیں۔

﴿ کوکلاں، ایک بلند آواز خوش گلو، خا کی رنگ، پست قد ٹھکنی چڑیا کا نام ہے جس کا آواز ایسا پسند ہے کہ موسیقی والے اظہار تعریف آواز کیلئے اپنے گویوں کا نام بھی کوکلاں رکھتے ہیں۔ سو اس سے اس شخص کی آواز کی مشابہت ہے جو مرزا کی مدح سرائی میں غلو کرتا چلا چلا کر بولتا مختلف اور گوناگوں پیرایوں میں مثل کوکلاں زبان کھولتا اور ثنا کرتا ہے۔ یہ ہر دو فقرہ، ابوداؤد و کوکلاں کیفیت اصلی حالت کے اظہار کیلئے الہام ہوئے معلوم ہوتے ہیں جن سے ایک صاحب کے طبعی خیال کا حال ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے صاحب کا یہ حال کہ سب سر مایہ جانداد و لیاقت صرف گویائی خوش آوازی لسانی اور زبان درازی مثل کوکلاں خوش آواز کے زبانی ہی زبانی ہے اور باطنی مذاق روحانیت اخلاص و معرفت انس و محبت سے بالکل مثل کوکلاں معرا ہیں۔ و اللہ اعلم

اور اسی لئے ایسے الہامات و تقہیمات کا شائع کرنا خاکسار کو ہرگز پسند نہ تھا کیونکہ علاوہ ناموافق طبیعت و نسبت عبودیت عاجز کے یہ پیرا یہ نصیحت دینی و ہمدردی مخلوق الہی کے بھی مخالف ہے، لیکن حسب تاکید اصرار اور اللہ تعالیٰ کی قسمیں دینے مرزا صاحب کے، عاجز نے بادل نحواستہ مجبوری سے ان کو لکھا ہے جس کے ذمہ دار خود مرزا صاحب ہیں۔ اور ہر دو کا حال بتلانے سے بظاہر یہی مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ اس کتاب میں حسب اصرار و تاکید مرزا صاحب کے ہر دو کا حال

بموجب منشاء الہام کے بتلا یا وظا ہر کیا گیا گویا کہ یہ الہام مرزا صاحب کے اصرار و تاکید و قسمیں دینے سے پورا واقع ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

﴿ ۹ - اکتوبر ہفتہ - خوٰناً انیماً - اس کی تشریح مسرف کذاب میں گذر چکی۔

﴿ ۱۰ - اکتوبر، منگل - من كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى و اضلّ سبيلاً (جو شخص یہاں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور بہت گم گشتہ راہ) اس پر عاجز کو اضطراب و تردد ہوا کہ شاید میری نسبت ہو۔ اس پر رات کو یعنی دوسرے روز بدھ کو الہام ہوا سلام لک، (سلام ہے یا سلامتی ہے تیرے لئے) تغلبون (تم غالب ہو گے) يحلّ عليه غضب فقد هوى (اس پر اللہ کا عذاب اترا، یا ترے گا، پس تحقیق گر گیا)

﴿ ۱۱ - اکتوبر، پیر - فا صدع بما تؤمر - واللّٰه ذو الفضل العظيم (اللہ صاحب فضل عظیم کا ہے)۔ لقد آثرک اللّٰه (تحقیق اللہ نے تجھے پسند کیا)

﴿ ۱۲ - اکتوبر ہفتہ اتنی مہین لَمَن اراد اها انتک (بے شک میں اس شخص کو جو تیری اہانت کرنے کا ارادہ کرے ذلیل کرنے والا ہوں) - فسیکفیکہم اللّٰه (پس اللہ ان کو تیری طرف سے کفایت کرے گا)، ان اللّٰه به علیم (بے شک اللہ اس کے ساتھ جاننے والا ہے)۔ قل کلّ یعمل علی شاکلتہ فربک اعلم بمن هو اهدی سبیلاً (تو کہہ ہر ایک اپنے طریق پر عمل کرتا ہے۔ پس تیرا رب جانتا ہے اس شخص کو جو کہ بہت راہ پانے والا ہے) اڑ جائے گی۔ زبان غلق کو نقارہ خدا سمجھو۔

﴿ ۱۳ - اکتوبر، جمعرات - رسالہ ضرورۃ الامام کے کھولنے و مطالعہ سے پہلے الہام ہوا۔ اللّٰهم افتح بیننا و بین قومنا با لحدق و انت خیر الفاتحین (اے اللہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور تو اچھا فیصلہ کرنے والا ہے) یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مہجوراً (اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے) بعد مطالعہ رسالہ مذکورہ کے الہام ہوا۔

﴿ ۱۴ - اکتوبر جمعہ، قل لو کنتم تملکون خزائن رحمة ربی اذا لا مسکتکم خشية الانفاق۔ کان الانسان عجولاً (تو کہہ اگر تم میرے رب کے خزانوں کے مالک ہوتے تو البتہ خرچ ہو جانے کے ڈر سے بند رکھتے۔ انسان جلدی کر نیوالا ہے)۔

دیکھئے کہ ضرورۃ الامام کی کیفیت اس کی جلد بازی کا کیسا صریح بیان ہے۔

﴿ ۲۹۔ اکتوبر ہفتہ۔ فاسنتقم کما امرت (تو جب حکم کیا گیا قائم رہ)۔
یہ رسالہ کے دوبارہ پڑھنے سے پیشتر ہوا۔

الرَّبِّكَ الْبَنَاتِ وَ لِكُمُ الْبَنُونَ (کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے ہیں بیٹے) ایک چھاؤنی کا مجمع دیکھا جس کا یہ اعتقاد ہے۔ مرزا اور ان کی جماعت کا دوسرے خاکساروں کے الہامات کو بمقابلہ اپنے ناچیز ہیچ و حقارت سے دیکھنے کا جواب قابل توجہ ہے۔ اسی الہام کے ساتھ اور مواقع پر ما لکم کیف تحکمون (کیا ہے تم کو، تم کیا حکم کرتے ہو) بھی ہے کہاں تک لکھوں، الہام پر مشتمل صفحوں کے صفحہ ہیں۔ اس واسطے کوئی کوئی مختلف اوقات میں سے درج کر کے بس کرتا ہوں۔

﴿ اذا اراد شيناً ان يقول له كن فيكون (جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کیلئے کہتا ہے ہو جا، پس ہو جاتی ہے) یہ بھی مرزا کا عاجز کی تحقیر و بے علمی پر نکتہ چینی کا جواب ظاہر ہے۔
﴿ رجزاً من السماء على القرية التي كانت حاضرة (عذاب آسمان سے اس بستی پر جو کہ حاضر تھی)

﴿ رب زدني علماً معرفت تامہ (اے میرے رب مجھے علم زیادہ کر)۔
﴿ ننزل من السماء ما هو شفاء و رحمة للعالَمين۔ (ہم آسمان سے وہ شے اتارتے ہیں کہ اس میں شفا اور رحمت ہے جہاں والوں کے لئے)

﴿ ولا يزيد الظالمين الا تباراً (اور ظالموں کو ہلاکت ہی زیادہ کرتی ہے)
﴿ لبئس ما قد مت يداہ

﴿ لوسيرت به الجبال او كلم به الموتى (اگر اس کے ساتھ پہاڑ چلائے جاتے یا اموات کو کلام کرائی جاتی)۔ یہ حق کے مقابلہ پر چند ہٹ کرنے والوں کی شان میں ہے۔

﴿ من يعش عن ذكر الرحمن نقيض له قريناً فساء قريناً۔
﴿ ان الله ربّي وربكم فاعبدوه هذا صراط مستقيم۔
﴿ قل اعوذ برب الناس.. الخ۔

﴿ انى جا علك للناس اما ما (میں تجھے آدمیوں کے لئے امام بنانے والا ہوں)
﴿ قل اعوذ بك من همزات الشياطين و اعوذ بك رب ان يحضرون
(کہہ اے پروردگار پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے وسوسہ ڈالنے والے شیطانوں سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ

سے اے رب میرے یہ کہ وہ حاضر ہوں میرے پاس)

(اُنّی جا علک للنّاس اما ما کے اول و آخر تعلیم اعوذ بظاہر اس لئے ہے کہ اس ارشاد و حکم اُنّی جا علک میں کسی قسم کے وسوسہ شیطانی کا شک و شبہ نہ ہو)۔

﴿ تبارک الّذی بیدہ القرآن ما ثبت بہ فوادک (برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں قرآن ہے جس کے ساتھ ثابت کیا ہم نے تیرے دل کو)

﴿ یاعیسیٰ انّی متوفیک ورافعک الّیّ و جا عل الّذین اتبعوک فوق الّذین کفروا الّیّ یوم القیامۃ (اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھائیوا ہوں اور تیرے تابعداروں کو تیرے منکروں پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں)

﴿ انّما تو عدون لآت (تم جو وعدہ دیئے گئے ہو، وہ آنے والا ہے)

﴿ ایک دن عاجز مغرب کے وقت ٹھہل رہا تھا اور اپنی نسبت بدگمانی کی لہریں دل میں جوش زن تھیں حتیٰ کہ میں نے اپنے تئیں شیخ چلی قرار دیا۔ اس رات الہام ہوا:

ن۔ والقلم وما یسطرون۔ ما انت بنعمة ربک بمجنون۔ انّ اللّٰه هو الرّزاق ذوالقوّۃ المتین۔ فعّال لّما یرید (قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی کہ وہ لکھتے ہیں۔ تو ساتھ نعمت اپنے رب کے دیوانہ نہیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ وہ ہے رزق دینے والا صاحب قوت مضبوط جو چاہے کر نیوالا)

﴿ مرزا صاحب کے ایک مرید سے ۴ دسمبر ۱۸۹۸ء، اتوار کو کچھ باتیں ہوئیں جس میں انہوں نے علاوہ اور امور کے عاجز کے فہم کی غلطی بیان کی اور کہا کہ تم (عاجز) نے اپنی ہی چار پائی کے نیچے چاہ دیکھا ہے، لیکن انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ یہ چاہ اور گر جانے اور خوف کی جگہ قادیان مرزا صاحب کے مکان میں ہی ظاہر ہوئی، پہلے کبھی لاہور میں جو فی الحال جائے قیام و سکونت عاجز ہے کبھی دکھائی نہیں گئی۔

﴿ نیز انہوں نے بلا لحاظ اس بات کے کہ یہ الہام تو بحالت موافقت ہوا ہے نہ بحالت مخالفت، یہ بھی کہا کہ دعہم سے مراد مخالفت کا چھوڑنا ہے نہ کہ مرزا صاحب وان کی جماعت کو۔ لیکن اس پر پھر وہی سوال آتا ہے کہ ملہم کو جو تفہیم ہوئی اس کو بالائے طاق رکھ کر ہر ایک مخالف اپنی حسب مرضی دوسرے کے الہام کے معنی کرنے و بنانے کا مجاز ہے جو کسی صورت میں کسی کو بھی قابل تسلیم نہیں ہو سکتا جیسا کہ خود مرزا نے اس امر پر بہت زور دے کر لکھا ہے جو عنقریب بیان ہوگا۔

﴿ علاوہ ازیں عاجز کا کیا قصور کہ اس کو غلط تفہیم عطا فرما کر صحیح معنی دوسروں کو سمجھائے

جاویں اور زیادہ تعجب یہ کہ الہام تو عا جز کو ہوا اور تفہیم دوسروں کو تلک اذا قسمة ضیضی (یہ اس وقت قسمت ہے بے انصافی کی)

﴿ اس کے بعد عا جز نے رات کو دعا کی یا اللہ انت معبودی و انت مطلوبی و انت مقصودی - اس پر ۵ دمبر کو الہام ہوا: اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور (اللہ ان مومنوں کا دوست ہے اور انہیں ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے)۔ ذکر ہم با یم اللہ۔ (ان کو اللہ کے وقائع یاد کر کر نصیحت کر) و دو لو تدھن فیدھنوں۔

﴿ ن و ا ل ق ل م و ما ی س ط ر و ن - ما انت بنعمت ربک بمجنون - ہو الرزاق ذو القوۃ المتین (قسم ہے قلم اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں - اپنی رب کی نعمت سے تو دیوانہ نہیں۔ وہ ہے رزق دینے والا صاحب قوت مضبوط)

﴿ نزل من الحق (نازل ہوا حق سے) (برائے طمانیت و تسکین خاکسار)

﴿ ذر ہم یخوضوا ویلعبوا حتی یلاقوا یومہم الذی کانوا یوعدون (چھوڑ ان کو بحث کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ ملیں اپنے اس دن سے کہ وعدہ دیئے جاتے ہیں)

﴿ الم یا تکم نبأ الذین ذاقوا وبال امرہم مستہم الباساء والضراء و زلزلوا فا صبحت کا لصریم (کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنہوں نے اپنے امر کا وبال چکھا۔ لگی ان کو تنگ دستی اور بیماری اور ہلائے گئے۔ پس ہو گئے کئی ہوئی کھیتی کی طرح)۔

﴿ س یقول السفہاء من الناس ما ولہم عن قبلتہم الٹی کانوا علیہا قل للہ المشرق و المغرب اینما تولوا فثم وجہ اللہ (عنقریب سفہاء کہیں گے کس نے ان کو اس قبلہ سے کہ جس پر وہ تھے پھیر دیا ہے، تو کہہ اللہ کے لئے ہے مشرق اور مغرب جس طرف تم منہ کرو اسی طرف ہے منہ اللہ کا) یہ لوگوں کے خیالات کے جواب میں ہے۔

﴿ قل اتحاجو ننا فی اللہ بعد اذ ہد یتنا و انتم مسلمون (تو کہہ کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو اللہ کے بارہ میں بعد اس کے کہ راہ بتادی تو نے ہم کو اور تم مسلمان ہو یعنی تسلیم کرتے ہو) یہ مرزا صاحب کے اور ان کے تابغان کیلئے الزامی جواب ہے ہد یتنا سے خاص مرزا صاحب کا اس طرز الہامی کے اظہار کا راستہ ڈالنا اور پھر آپ کا اور آپ کی جماعت کا اوروں کے (عاجز کے) الہامات پر جھگڑنا و تحقیر کرنا کیسا غور طلب ہے۔ دوسرے مقام پر یہ الہام اس طرح ہے:

﴿ قل اتحاجو ننا فی اللہ و قد ہدان (تو کہہ کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو اللہ کے بارہ

میں اور اس نے مجھے ہدایت کی ہے)

﴿ بسا اوقات عاجز کو خیال آتا کہ اب مرزا صاحب اپنی تنزل حالت پر مطلع ہو کر توبہ و استغفار سے اللہ کو راضی کر لینگے، تو پھر کسی نصیحت و تحریر کی ضرورت نہ رہیگی، اس پر الہام ہوا:

ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوة و لہم عذاب الیم (مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں پر، اور کانوں پر، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے عذاب ہے دکھ دینے والا)

﴿ جب مرزا صاحب کی طرف سے عاجز کو اظہار الہامات کا سخت تقاضا ہوا تو الہام ہوا:

یریدون لیطفنوا نور اللہ بافواہم و اللہ متّم نورہ ولو کرہ الکافرون (ارادہ کرتے ہیں کہ بھجادیں اللہ تعالیٰ کے نور کو ساتھ مونہوں اپنے کے اور اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو خواہ کافروں کو برا لگے)

﴿ پھر مرزا صاحب نے جو بمقتضائے طبیعت اپنا وتیرہ بنا رکھا ہے کہ باوجود دعویٰ ہمدردی و خیر خواہی خلق اللہ ہمیشہ ان کو دھمکانے ڈرانے کیلئے برا کہنا، کوسنا اور بددعاؤں سے ان کی بد انجامی کی خبریں مشتہر کرتے رہنا، اس کی نسبت الہام ہوا:

جو اور کا چہیتے برا اس کا برا ہو جائے گا۔ سنسنمہ علی الخراطوم (شتاب داغ دیویں گے ہم اس کو اوپر ناک کے)

﴿ اس کتاب کے تحریر کرنے میں جو رد و قدح ہو رہا تھا اس پر یہ الہام ہوا:

قصہ کوتاہ کرد ورنہ در دسر بسیار بود

اور جب عاجز پہلے مختصر مسودہ مرتبہ یا مددگار کی تکمیل و نقل کر رہا تھا اس پر الہام ہوا:

انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم (تحقیق وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور تحقیق وہ ساتھ نام اللہ مہربان بخشنے والے کے ہے)۔

اور چند روز بعد ایتونی مسلمین بھی الہام ہوا۔ اور جب ختم کر چکا تو الہام ہوا

وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی (نہ پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا)۔

﴿ غرض کہ یہ چند الہام بطور نمونہ متعلق ملاقات مرزا صاحب و علیحدگی طمانیت و تسکین عاجز خاکسار کے بارہ میں ہیں۔ نیز بعد شیوع رسالہ ضروریۃ الامام ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں، گو عاجز کی طرف سے تو یہاں تک خاموشی و اخفا تھا کہ روانگی قادیان کی خبر بھی کسی کو نہیں کی گئی تھی لیکن

فاصدع بما تؤمر وغیرہ الہام کے ظہور کے واسطے خود مرزا نے ضرورتاً الامام شائع فرما کر ایسی تحریک کی کہ مجلسوں اور گلی کوچوں میں خاکسار گنام کا چرچا و جستجو شروع ہوگئی اور غیر شہروں سے خط آنے لگے، باوجودیکہ کمترین کو اپنی نسبت لفظ الہام کے بیان و استعمال سے بھی شرم آتی تھی۔ الحق!

ما شاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن

﴿ جب یہ کتاب قریباً ختم ہو کر مسودہ سے مقابلہ ہو رہی تھی تو مرزا صاحب کے مریدوں میں سے بعض تو اپنے نفسانی الہام و واضغات و احلام کے پیغام بھیج کر ڈراتے بعض عاجز کے رفقاء کو رفاقت سے باز رہنے کے خطوط بھیجتے اور بعض دیگر لغو افواہیں اڑاتے۔ ان سب کی کیفیت و ماہیت اس جامع الہام سے ظاہر ہوئی۔ الہام یہ ہے:

یہ لوگ دعا باز جفا جوئے رزائل کرتے ہیں ہر ایک بات میں کیا حیلے حوالے

یہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء جمعرات کا واقعہ ہے۔

﴿ اکثر الہامات ایسے ہیں جن میں بعض بعینہ اسی صورت میں اور بعض بشمولیت و ارتباط دیگر آیات و فقرات بہت تکرار سے ہوتے رہتے ہیں انکو حتی المقدور درج نہیں کیا اور اگر کوئی ہو گیا ہے تو بجز بشریت ہے ان الہامات پر خوب توجہ و نظر عمیق فرما کر عدل و انصاف سے سخن پروری اور ضد و تعصب سے دل کو خالی کر کے غور فرماویں کہ عاجز ان الہامات کو جن میں عاجز بے مقدار کا ذرہ بھی کچھ دخل و آرزو نہیں۔ معاذ اللہ! ہیچ پوچ سمجھ کر سب کو پس پشت ڈال کر اور سب کا انکار کر کے حسب منشاء و ارشاد مرزا صاحب کے مولوی نور الدین صاحب کی کیونکر پیروی کر سکتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ضرورتاً الامام کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے۔

﴿ اور اس درجہ کی بے ادبی، نافرمانی، گستاخی و ناشکری اس عاجز خاکسار ذرہ بے مقدار سے کیونکر ہو سکے جب کہ ایک ادنیٰ درجہ کے شک و شبہ پر فوراً زجر و توبیخ صادر ہوتی ہے، اور پھر جو الہام ہوتا ہے اکثر آیات قرآن مجید میں ہوتا ہے اور پھر مثل روز روشن نصف النہار اسی طرح ظاہر و واقع بھی ہو جاتا ہے۔

﴿ اور تو اور خود مرزا صاحب نے بھی بحالت اختلاف عاجز کے کئی رویا و الہاموں کی صداقت کا عملی ثبوت ظاہر فرمایا ہے پھر خاکسار ان کا انکار کیونکر کر سکے، عاجز معذور ہے اور دعا میں مصروف ہے۔ مرزا بھی اپنے حال پر خیال کر کے دعا کریں امید کہ فتح و علیم اپنے فضل و کرم سے خود فیصلہ فرماویگا۔ عاجز کو کسی سے بھی کسی قسم کا خدا نخواستہ مقابلہ و ضد ہرگز نہیں ہے لیکن الہامات

کی مخالفت کسی طرح نہیں کر سکتا کیونکہ شرعی معیار کی رو سے وہ ایسے نہیں کہ ان پر اعتبار نہ کیا جائے۔

جواب اعتراضات بسند اصول مسلمہ مرزا

مرزا صاحب کی جماعت نے بعد مطالعہ ضرورۃ الامام کے بنظر توہین و تحقیر الہامات عاجز کے معنی و تفہیم اپنی سمجھ و پسندیدگی کے موافق مع اپنے الہام و کشف و منامات و غیرہ کے الٹ پلٹ بیان کئے ہیں اور اب تک کرتے ہیں۔ گو عاجز کو اس کی ہرگز کچھ پرواہ نہیں کیونکہ مقصود و ارادہ خداوندی تو کسی مخالف و موافق کی رائے و معنی و فہم کے موافق و تابع نہیں ہو سکتا وہ تو بہر حال اپنی منشاء و مطلوب و مقصود کے مطابق ہی ہو کر رہے گا، اس میں ناراضگی ورنجیدگی اور ذہن آزمائی و رائے زنی کی کیا ضرورت ہے ما کان اللہ ليعجزه من فى السماوات و لافى الارض۔ انہ کان علیماً قدیراً (آسمان اور زمین کے رہنے والوں سے کوئی اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا۔ تحقیق وہ صاحب علم و صاحب قدرت ہے)۔ لیکن یہ امر توجہ و غور طلب ہے کہ اگر ملہم کی اپنی تفہیم کو بالائے طاق رکھ کر ہر ایک شخص کو دوسرے کے الہامات کی تفہیم و معنی بنانے و بیان کرنے کا اختیار ہے اور وہی قابل تسلیم ہیں تو پھر کسی ملہم اور اس کے الہامات کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ ہر مخالف اپنی مرضی کے موافق ایسا گھڑ بنا لے گا کہ جس سے ملہم بے چارہ تحت العری میں مردود، اور اسکے مخالف عرش بریں کے نزدیک مقبول تسلیم کئے جاویں و ہذا عجب کل العجب۔

اور امید کہ مرزا صاحب خود بھی اس قاعدہ کو ہرگز قبول نہ فرمائیں گے اور مسلمہ نہ مانیں گے کہ ان کے الہامات کے معنی ان کے مخالف اپنی مرضی و پسند کے مطابق خود کر لیں جیسا کہ مرزا نے اس اشتہار میں جو ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مطابق ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ جو بضمین و بعد اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۷ء مطابق ۲ رجب ۱۳۰۳ھ خوش خبری کے عنوان سے شائع فرمایا اس اشتہار کے اخیر آریوں کے اعتراضوں کی تردید میں خود لکھا ہے کہ:

الہام کے وہ معنی ٹھیک ہوتے ہیں جو ملہم آپ بیان کرے اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ سے خاص طاقت پا کر اس کے معنی کرتا ہے۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معنی بیان کرنا یا منصف کا اپنی کسی تصنیف کے عقدہ کو ظاہر کرنا تمام

دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے، بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ ملہم جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعویٰ کر لیتا ہے تو وہ اس الہام اور اس تشریح کا آپ ذمہ وار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بے جا دینا ایسا ہے جیسا کوئی کسی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں۔

﴿ اس تحریری فیصلہ مرزا قادیانی سے بھی ظاہر ہے کہ سوائے ملہم کے کوئی دوسرا اس ملہم کے الہام کے معنی اور تفسیر و تشریح کرنے کا ہرگز مجاز نہیں و بس۔ لہذا مریدین کو اپنے پیر کی رائے و فیصلہ کا لحاظ رکھنا چاہیے ہاں اگر مرید عرفان و معرفت میں اپنے پیر سے بھی سبقت لے گئے ہیں تو پھر ان کا اختیار ہے اور چونکہ مرزا صاحب کو اپنی فضیلت و بزرگی کے قائم رکھنے کیلئے اپنے مریدین کی تصدیق و سرٹیفیکیٹ حاصل کر کے شائع کرنے کی آجکل ضرورت و حاجت پڑی ہے جیسا کہ اشتہارات مشہورہ مریدین سے ظاہر ہو رہا ہے یہ امر ظاہر کرتا ہے کہ ان کا قدم معرفت میں ضرور کچھ مرزا صاحب سے بڑھا ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب دوم بجواب ضرورت الامام

اگر چہ قبل و قال و بحث و مباحثہ سے عاجز نہایت متنفر ہے لیکن محض اس نظر سے کہ مرزا صاحب یہ خیال نہ فرمائیں کہ ہماری ناصحانہ تحریر ضرورت الامام کو بے ضرورت سمجھ کر دیکھا ہی نہیں،

لہذا اس ثبوت میں کہ اس کو عاجز و رفقہ نے نہایت توجہ و غور سے مطالعہ کیا ہے اس کی نسبت ذیل میں کچھ عرض کرتا ہے۔ و ہو هذا:

حدیث شناخت امام الزمان

اپنے رسالہ ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲ پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اما بعد واضح ہو کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے، اس کی موت، جاہلیت کی موت ہے۔ یہ حدیث ایک متقی کے دل کو امام الوقت کا طالب بنانے کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ جاہلیت کی موت ایک ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی و بدبختی باہر نہیں۔ سو بموجب اس نبوی وصیت کے ضروری ہوا کہ ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے۔

جواب۔ احادیث کے صحیح و قابل حجت ہونے اور اسکے مواضع صدور منشاء و معانی وغیرہ میں گفتگو کرنا تو عالموں اور مولویوں کا منصب ہے لہذا اس امر کو ان پر موقوف رکھ کر عرض ہے کہ عاجز اس کو قبول و منظور کرتا ہے اور الحمد للہ کہ عاجز نے امام صادق کی طلب و تلاش میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور الحمد للہ کہ بموجب وعدہ سراپا صدق والذین جاہدوا فینا لنھدینہم سبیلنا) اور جن لوگوں نے محنت کی ہمارے لئے البتہ دکھلا دینگے ہم ان کو راہ اپنی (امام صادق عبد من عباد الرحمن برحق یعنی سید عبد اللہ غزنوی) کو پایا اور ان سے بیعت کی اور بہت انعام و اکرام و احسان ارحم الراحمین کے اس بیعت کی بدولت مشاہدہ کئے جنکا عاجز کچھ ذکر کر چکا ہے۔

ان کی رحلت کے بعد بھی جس کو ربانی و نورانی عباد الرحمن میں سے سنا اس کی خدمت کرنے اسکے پاس حاضر ہونے میں کبھی تساہل نہیں کیا چنانچہ اسی تلاش و طلب رضا معرفت الہی و طبعی مذاق کے باعث مرزا سے بھی ملاقات و موافقت ہوئی تھی اور خوب عرصہ تک سال ہا سال رہی، اور طبعاً بلا ارادہ خود بخود سید عبد اللہ مرحوم کے اخلاق و عادات حالات فیض صحبت و اثر نورانیت و روحانیت و دوسری طرف مرزا صاحب کے اخلاق و عادات حالات اثر صحبت و غیرہ کا جو فرق معلوم ہوا کچھ تو عرض ہو چکا ہے اور کچھ آئندہ ہوگا جس کا ماہی حاصل یہ ہے کہ بندہ عاجز نے صرف ہمت و تگ و دو میں حتی المقدور خود تصور نہیں کیا۔ اور مرزا صاحب کے دعاوی کے لحاظ سے شراب (شریت) عرفان مرزا صاحب کے ہاں خیال کر کے حسن ظن سے بہت قدم بازی کی لیکن

قطع منازل و مراحل کے بعد جب سراب ہی نظر آیا تو لاچار مایوس ہو کر واپس آنا پڑا۔

الہام اور امامت

مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں:

یہ صحیح نہیں ہے کہ ہر ایک شخص جس کو کوئی خواب سچی آوے یا الہام کا دروازہ اس پر کھلا ہو، وہ اس نام سے موسوم ہو سکتا ہے بلکہ امام کی حقیقت کوئی اور امر جامع اور حالت کاملہ تامہ ہے جس کی وجہ سے آسمان پر اسکا نام امام ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ صرف تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے کوئی شخص امام نہیں کہلا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و جعلنا للمتقین اماماً۔ پس اگر ہر ایک متقی امام ہے تو پھر تمام مومن متقی امام ہی ہوئے، اور یہ امر منشاء آیت کے برخلاف ہے۔

جواب۔ اگر یہ امر حق ہے کہ سچی خواب یا الہام و تقویٰ و طہارت سے کوئی امام نہیں کہلا سکتا ہے تو مرزا صاحب اپنی مسیحیت و مہدویت مجددیت محدثیت امام الزمانی کی بنیاد پھر کیوں انہی امور و دعاوی پر قائم فرماتے ہیں؟ ہاں سوائے ان امور و دعاوی کے اگر کوئی خاص حکم الہی ہے تو ظاہر فرمائیں، لیکن وہ حکم بھی پھر الہام ہی میں داخل ہوگا۔

✽ اور اگر مرزا صاحب کسی اور علامات کسوف و خسوف وغیرہ سے تمسک فرمائیں تو یہ بھی خیال میں رہے کہ کیوں جائز نہیں کہ یہ علامات وغیرہ کسی دوسرے غریب مخلص شخص کے واسطے ہوں جو شیخی و ریا کو بموجب حدیث شریف: ان یسیر الیہ یا شرک (بے شک ریا تھوڑی سی شرک ہے) ، شرک و گناہ جان کر حسب منشاء و احکام احادیث:

من سَمِعَ سَمِعَ اللّٰهَ بِهِ. و من یرائی یرای اللّٰهَ بِهِ (جو شخص سنا تا ہے اللہ اس کو سنا ویگا اور جو دکھا وا کر یگا، اللہ اسکے علموں کا دکھلا وا کر یگا)

بحسب امری من الشّرک ان یتّسّر الیہ با لا صابع فی دین و دنیا الا من عصمہ اللّٰه (آدمی کو برائی سے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی طرف دینی یا دنیاوی امور میں انگلیوں سے اشارہ کیا جاوے، مگر اللہ جس کو بچالے)

انّ اللّٰهَ یحبّ الابرار الاتقیاء الاخفیاء (بے شک اللہ ابرار اتقیاء اور پوشیدہ عمل کرنے والوں کو پسند رکھتا ہے)

کے اپنا حال ابھی خود نہ ظاہر کرنا چاہتا ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ اسی زمانہ میں امام برحق بنانا چاہتا ہو اور وہ شخص کسی ایسی جگہ و حالت میں ہو جس کا ظہور خود بخود بغیر اس کی کوشش و اشتہار دینے کے خود وہ ماک و خالق کرے جیسا کہ احادیث میں ہے:

انَّ اللّٰهَ اِذَا احَبَّ عَبْداً دَعَا جَبْرِيْلَ فَقَالَ اِنِّىْ اِحَبُّ فُلاناً فَا حَبَّهُ . قَالَ فَيَحِبُّهُ جَبْرِيْلُ . ثُمَّ يِنَادِىْ فِى السَّمَاوَاتِ فِىقول انَّ اللّٰهَ يَحِبُّ فُلاناً فَا حَبُّوْهُ فَيَحِبُّوْهُ اهل السَّمَاوَاتِ ثُمَّ يُوَضَعُ لَهُ القَبولُ فِى الارضِ .. الخ (جب اللہ کسی بندہ کو محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پس جبریل اس کو محبت کرتا ہے پھر منادی کرتا ہے آسمانوں میں، پس کہتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی محبت کرو۔ پس اس کو پیار کرتے ہیں آسمان والے۔ پھر اس کے لئے قبولیت رکھ دی جاتی ہے زمین میں)۔

﴿ پھر اگر تقویٰ و طہارت لازمہ امامت نہیں ہے تو پھر کیا فسق و فجور، دغا، فریب، کبر، شیخی، عہد شکنی، خیانت، لازمہ امامت ہیں۔ ہرگز نہیں۔﴾

﴿ تعجب ہے کہ اللہ تو تقویٰ اور تقویٰ والوں کے بارے میں فرماتا ہے:

و رحمتى وسعت كل شىء فسا كتبها للذين يتقون (اور میری رحمت ہر شے سے وسیع ہے۔ پس میں اس کو لکھوں گا ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں، تقویٰ کرتے ہیں) الان اولياء اللّٰه لا خوف عليهم ولا هم يحزنون - الذين آمنوا وكانوا يتقون - لهم البشري في الحيوة الدنيا وفي الآخرة - لا تبدل لكلمات اللّٰه - ذلك هو الفوز العظيم (بے شک اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم کریں گے، جو ایمان لائے اور ڈرتے ہیں ان کے لئے بھی بشارت ہے دنیا کی حیاتی میں اور آخرت میں - اللہ کے کلمے بدلتے نہیں، یہی ہے مراد پانا بڑا)۔

وانجيننا الذين آمنوا وكانوا يتقون (اور ہم نے ایمان والوں کو نجات دی اور وہ ڈرتے تھے)

ولا جر الآخرة خير للذين آمنوا وكانوا يتقون - ومن يتق اللّٰه يجعل له مخرجاً ويرزقه من حيث لا يحتسب (اور آخرت کا اجر ان لوگوں کیلئے ہے کہ ایمان لائے اور ڈرتے ہیں، بہتر ہے جو شخص ڈرے اللہ سے، کرے گا اس کیلئے راہ نکلنے کی

مشکل سے اور اس جگہ سے اس کو رزق دے گا جہاں سے اسے گمان نہیں ہوتا)
 و من یتق اللہ يجعل لہ من امرہ یسراً (اور جو شخص ڈرے اللہ سے، کرتا ہے
 اللہ اس کے کام میں آسانی)
 و من یتق یکفر عنہ سیاتہ و یعظم لہ اجراً (اور جو شخص ڈرے اللہ سے
 معاف کرے گا اس کی برائیاں اور بہت دے گا اس کو ثواب)
 اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں ہے:

فَا مَا الْمُنْجِيَاتِ فَتَقْوَى اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ (نجات دینے والی چیزوں
 میں سے ہے، اللہ سے ظاہر اور پوشیدہ ڈرنا)
 عن ابی ذر ان رسول اللہ ﷺ قال له انك لست بخير من احمر
 ولا اسود الا ان تنضله بنتقوى (ابو ذر سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کو
 فرمایا کہ تو کسی احمر و اسود سے بہتر نہیں مگر یہ کہ تو اس پر تقوی سے فضیلت لے جاوے)
 ان اولی الناس بی المتقون من كانوا و حیث كانوا (تحقیق میرے سب
 سے قریبی وہ ہیں جو متقی ہیں خواہ کوئی ہوں، کہیں ہوں)
 ان اللہ یحب الابرار الاتقیاء۔

اور مرزا صاحب بایں دعوی علم و امامت، تقوی و طہارت کو معمولی اور خفت کی نظر سے
 دیکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ کیا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے صریح احکام و ارشادات کی مخالفت لازمہ
 امامت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ تقوی ہی مدار نجات اور ہر مومن کا سرمایہ ہے۔
 ﴿ آیت کریمہ و جعلنا للمتقین اماماً کی تفسیر بھی مرزا صاحب کی زالی ہے کہ،
 اگر ہر ایک متقی امام ہے تو پھر تمام مومن متقی امام ہی ہوئے اور یہ منشاء آیت کے برخلاف ہے۔
 آپ خیال کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے فضل و کرم سے یہ دعا تعلیم فرمائی اس کا
 مطلب تو ظاہر و باہر ہے۔ امام پیش رو آگے چلنے والا ہوگا جو دوسرے ہمراہیوں سے افضل ہوگا۔ سو
 اس آیت کریمہ میں مومنین کو ترقی درجات کے لئے حق و ترغیب فرمائی کہ وہ دوسروں سے زیادہ
 تقوی و طہارت کی سعی کر کے بڑھنے اور امامت کے خواستگار ہوں کیونکہ امام تب ہی ہو سکیں گے
 جب دوسروں سے زیادہ تقوی و خشیت و انابت کریں گے نہ کہ زبانی باتیں بنانے سے۔ یہ صاف و
 سیدھی تفسیر ہے جس کو مرزا نے صرف اپنی ہی امامت ثابت کرنے کے خیال پر دوسری طرح کیا ہے

تاکہ لوگ مغالطہ کھا کر اس آیت سے ہر ایک کا امام ہو جانا خیال کر کے اس کو محال جانیں اور آپ کی طرف رجوع کریں۔ خیال فرمائیے تقویٰ و خشیت اللہ مد نظر و معمول بہ نہ ہونے سے قرآن کی تفسیر میں شیخی، دلیری و بے باکی کے سبب ایسی ایسی لغزشیں ہوتی ہیں۔

﴿ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ امام کی حقیقت کوئی اور امر جامع اور حالت کاملہ تامہ ہے جس کی وجہ سے آسمان پر اس کا نام امام ہے۔

اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ جو حالت کاملہ تامہ ظاہر ہے وہ تو معلوم ہو رہی ہے، دوسری حقیقت اور امر جامع جب تک معلوم نہ ہوں، عاجز مسلمان کیونکر سمجھیں۔ ہاں جب معلوم ہوں تو معیار اسلام قرآن مجید و حدیث شریف سے دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ کیسے ہیں۔ آسمان پر نام وہ دیکھے جس کو اللہ پاک علیم و خیر آسمان کے حال سے واقف کرے۔ پچارے عاجز زینی لوگ آسمان کا حال کیا جانیں۔ مرزا صاحب کو براہ مہربانی تکلموا الناس علی قدر عقولہم (لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق کلام کرو) مد نظر رکھ کر عام لوگوں سے ایسی بات کہنی چاہیے کہ وہ سمجھ سکیں کیونکہ ہدایت کا امر تو ہر خاص و عام کے واسطے عام اور آسان و سریع الفہم ہی ہونا چاہیے، دقائق اور آسانی حال ہر ایک شخص کہاں سمجھ سکتا ہے اور پھر دین میں چیتاں کی ضرورت بھی نہیں۔

﴿ ہر ایک ملہم کے امام نہ ٹھہر سکنے کا جواب
 ضرورة الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

بموجب نص قرآن کریم کے ہر ایک ملہم اور صاحب رؤیا صادقہ امام نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ قرآن کریم میں عام مومنین کے لئے یہ بشارت ہے کہ لهم البشرى فى الحياة الدنيا یعنی دنیا کی زندگی میں مومنین کو یہ نعمت ملے گی کہ اکثر سچی خواہیں انہیں آیا کریں گی یا سچے الہام ان کو ہوا کریں گے۔

جواب۔ جب یہ نعمت عام ہے تو پھر مرزا ان ہی عام نعمائے و دعاوی کی بنیاد پر کیوں خصوصیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کو دلائل شرعیہ سے ثابت کریں کہ دوسرے غریب مومنین تو ان نعمتوں سے عام ہی رہے اور خود بدولت ان ہی کے سبب کیوں خاص ہو گئے۔ باوجودیکہ خود بدولت کے الہامات اور مستہرہ پیش گوئیاں اس طرح پوری بھی نہ ہوں جن کے لئے بعد میں تاویلات رکیکہ کی آپ کو تکلیف اٹھانی پڑے اور دوسرے غریب ملہمین کے خواب و الہامات

بفضلہ تعالیٰ اسی طرح پورے ہوں اور ان کو ایسی کوئی تدبیر و تکلیف آپ کی طرح نہ کرنی پڑے۔

عام مومنوں کیلئے الہامات و خواہیں روحانی نعمت ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

انّ الذّٰین قالوا ربّنا اللّٰه ثمّ استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا یعنی جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور پھر استقامت اختیار کرتے ہیں، فرشتے ان کو بشارت کے الہامات سناتے رہتے ہیں اور ان کو تسلی دیتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کی ماں کو بذریعہ الہام تسلی دیئے گئے لیکن قرآن ظاہر کر رہا ہے کہ اس قسم کے الہامات یا خواہیں عام مومنوں کے لئے ایک روحانی نعمت ہے خواہ مرد ہوں خواہ عورت۔

جواب۔ یہ صحیح اور قرآن مجید کا ارشاد سراپا صدق و راست ہے۔ مرزا صاحب کی تحریر سے ظاہر ہے کہ ملہمین الہامات کے کیسے پابند و فرمان بردار ہوتے ہیں کہ ہرگز ان سے ان کا خلاف نہیں ہو سکتا جیسا کہ ام موسیٰ نے الہام الہی کی فرمان برداری کی کہ ہو جب حکم الہی ان اقد فیہ فی التّابوت فاقد فیہ فی الیثم (یہ کہ اس کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے) اپنے پارہ جگر و قرۃ العین کو دریا میں ڈال دیا۔ اور مرزا نے براہین صفحہ ۲۶۴ میں بھی لکھا ہے کہ:

جو امر بذریعہ الہام کسی پر نازل ہوا ہو، اس کے لئے اور ہر ایک کیلئے کہ کوئی وجہ یقین کرنے کی رکھتا ہے یا خدا نے کوئی نشان یقین کرنے کا اس پر ظاہر کر دیا ہے واجب العمل ہے۔ اور جو شخص جس کو الہام کی نسبت باورد لایا گیا ہے اس پر عمل کرنے سے عمداً دست کش ہو وہ مورد غضب الہی ہوگا بلکہ اس کے خاتمہ بد ہونے کا اندیشہ ہے۔

سوا سی طرح عاجز کا حال ہے کہ جو الہامات مرزا صاحب کی مخالفت میں ہوتے ہیں کسی طرح ان کی خلاف ورزی و نافرمانی نہیں کر سکتا ورنہ مرزا صاحب کو خوب معلوم ہے کہ عاجز کی طبیعت میں بفضلہ تعالیٰ خواہ مخواہ کی شرارت و مقابلہ و مخالفت کا مادہ معاذ اللہ نہیں ہے۔

عام روحانی نعمت کا ذکر کچھ تو ہو چکا ہے اور کچھ آئندہ ہوگا اور آیت میں جو استقامت کا ذکر ہے اس پر مرزا توجہ فرمائیں کہ خود بدولت کی استقامت کا کیا حال ہے کہ چھوٹے چھوٹے امور میں بھی کس قدر تردد و کوشش و سعی کرتے ہیں۔ استقامت حال تو کہاں، مجرد قال میں بھی اس کا

نام و نشان پایا نہیں جاتا۔ ایک جگہ کچھ، دوسری جگہ کچھ، تیسرے موقع پر ان کے مخالف لکھ دیتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کرتے، جس کا کچھ حال باب اول میں گذرا اور کچھ انشاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

﴿ البہامات پانے سے امام وقت سے مستغنی نہ ہونا ﴾

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۳ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اور ان البہامات کے پانے سے وہ لوگ امام وقت سے مستغنی نہیں ہو سکتے اور اکثر یہ البہامات ان کے ذاتیات کے متعلق ہوتے ہیں اور علوم کا افاضہ ان کے ذریعہ نہیں ہوتا اور نہ کسی عظیم الشان تحدی کے لائق ہوتے ہیں اور بہت سے بھروسہ کے قابل نہیں ہوتے بلکہ بعض وقت ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جاتے ہیں اور جب تک امام کی دست گیری افاضہ علوم نہ کرے تب تک ہرگز ہرگز خطرات سے امن نہیں ہوتا اس امر کی شہادت صدر اسلام میں موجود ہے۔

جواب۔ جب مرزا صاحب کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ البہامات کے سبب لوگ امام وقت سے مستغنی نہیں ہو سکتے تو مرزا صاحب یہ بھی تو فرماتے کہ خود بدولت نے کس امام وقت کی دست گیری سے علوم حاصل کئے ہیں اور اگر خود بدولت کو بلا دلیل اس سے مستغنی فرمائیں تو دوسرے غریبوں کو کیوں مستغنی نہیں کرتے؟

﴿ مرزا صاحب قادیانی سے استغنا و ناموافقت کا باعث عاجز تو عرض کر چکا ہے کہ واقعی حالات، معاملات، تجارب اور البہامات کے سبب سے ہے۔

﴿ البہامات متعلق ذاتیات، سو الحمد للہ کہ عاجز کے البہامات ایسے نہیں، ذاتیات کے متعلق بھی ہوئے ہیں لیکن عظیم الشان امور و واقعات کی نسبت کثرت سے ہوتے ہیں اور قابل بھروسہ اس لئے کہ اسی طرح واقع و ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ عاجزان میں امام بنایا جاتا ہے، مخطاب موسیٰ پکارا جاتا ہے۔ مرزا کی مخالفت میں بہت کچھ آتا ہے، اسلئے مجبوراً و معذوراً ان البہامات کی نافرمانی و ناشکری کے خوف سے مرزا کی دستگیری کا طالب نہیں ہو سکتا۔ اور بار بار حکم ہوتا ہے:

﴿ ما لك من دون الله من ولي ولا نصير (اللہ کے سوا تیرا کوئی دوست اور مددگار نہیں)

﴿ لا تتخذوا من دونی اولیاء (میرے سوا کسی کو دوست نہ بناؤ)

﴿الم نشرح لك صدرك ... الخ- (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا)

﴿الرَّحْمَن- علم القرآن (رحمان نے قرآن سکھایا)

﴿واللّٰه یجتیبک ربّک و یعلمک من تاویل الاحادیث - واللّٰه

غالب علی امره و لکن اکثر النّاس لا یعلمون (اور تیرا رب تجھے برگزیدہ

کرے گا۔ حدیثوں کی تاویل یعنی خوابوں کی تعبیر سکھائے گا، اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے،

لیکن بہت لوگ نہیں جانتے)

﴿ پھر افاضہ علوم جو مرزا صاحب کے مریدوں کو ہوا، وہ بظاہر تو بحث و مباحثہ، اپنی تعالیٰ اور

دوسرے مسلمانوں کی تحقیر و تبرابازی ہی دیکھنے میں آئی ہے جس کا نمونہ اخبار الحکم خاص کر ۹ و ۳۰

ستمبر ۱۸۹۹ء و دیگر خطوط میں موجود ہے اور مرزا صاحب نے خود بھی اعلان التوائے جلسہ دسمبر

۱۸۹۳ء اور پھر اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء میں کچھ بیان کیا ہے۔

﴿ اور مرزا صاحب کا فرمان کہ:

نہ کسی عظیم الشان تحدی کے لائق ہوتے ہیں اور بہت سے بھروسہ کے قابل نہیں ہوتے

بلکہ بعض وقت ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جاتے ہیں،

بہت منصفانہ اور مطابق واقعہ و الہامات خود بدولت مرزا کے ہے۔ مرزا صاحب

انصاف اور تحمل و تامل سے خیال فرمائیں کہ ان کے الہامات مذکورہ باب اول کی تحدیوں کا نتیجہ کیا

ہوا اور وہ سب کس بھروسہ کے قابل ثابت ہوئے۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ ہٹ اور ضد کی قوت اور زور

تحریر سے مرزا قادیانی نے ٹھوکر کو ٹھوکر زبان سے نہیں مانا۔ سو ایسی ہمت اور عالی حوصلگی بے شک

نادر الوجود ہے اور غریب عام مسلمانوں و مومنوں سے ہونی مشکل و محال ہے۔

﴿ مرزا نے چونکہ خود کسی کو امام نہیں بنایا اور نہیں مانا اور بے امام ہی کام چلایا ہے اسی

واسطے مرزا قادیانی کو ایسی ناکامیوں کے خطرات سے امن نہیں ملا اور ٹھوکر پر ٹھوکر پائی اور اگر وہ خود

زبان سے قبول نہ کریں لیکن دوسرے مسلمان تو جانتے اور دیکھتے ہیں۔

﴿ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

کیونکہ ایک شخص جو قرآن شریف کا کاتب تھا اس کو بسا اوقات نور نبوت کے قرب کی

وجہ سے قرآنی آیت کا اس وقت میں الہام ہو جاتا تھا جب کہ امام یعنی نبی ﷺ وہ آیت

لکھوانا چاہتے تھے۔ ایک دن اس نے خیال کیا کہ مجھ میں اور رسول میں کیا فرق ہے؟

مجھے بھی الہام ہوتا ہے۔ اس خیال سے وہ ہلاک کیا گیا۔ اور لکھا ہے کہ قبر نے بھی اس کو باہر پھینک دیا جیسا کہ بلعم ہلاک کیا گیا۔

جواب۔ کاتب وحی قرآنی اور بلعم کے قصہ کو یہاں کچھ تعلق و ربط نہیں کیونکہ نہ عاجز کبھی مرزا صاحب کے الہامات کا کاتب بنا اور نہ بلعم کی طرح معاذ اللہ کسی موسوی نسبت و نورانیت والے کے کبھی مقابل ہوا۔ اور نہ کبھی الہامی وغیرہ شیخی کر کے دوسروں پر اپنی فضیلت ثابت کر نیکا ساعی ہوا۔ جس شخص میں یہ امراض ہوں اور وہ بلعم کی طرح موسوی نسبت اور نورانیت والے کی مخالفت کرے اور مقابل ہو اس کو ضرور ڈرنا اور عبرت پکڑنا چاہیے۔

✽ اور جو کوئی بد نصیب اس سید الا ولین و لاخرین ﷺ کی برابری کا حرف بھی زبان پر لائے یا بدبختی سے برابری و ہمسری کا خیال کرے، یا اس امامت کا شریک بنا چاہے، اس کو قبر سے باہر پھینکنا کیا اور جو پاداش و سزا ملے وہ تھوڑی ہے۔ اگرچہ یہ عقدہ و راز نہیں کھلا کہ مرزا صاحب خود کس حوصلہ سے مبشراً برسول آیا تھی من بعدی اسمہ احمد (خوش خبری دینے والا ایک رسول کہ آوے گا پیچھے میرے اس کا نام احمد ہے) کی تفسیر کرنے میں اور نبوت کی تقسیم کا ملہ ناقصہ بیان کر کے بڑے فخر سے خود بدولت کو اس کا مشارالیه قرار دے کے رسالت و نبوت کی مسند پر تکیہ لگانے کا حوصلہ کرتے ہیں جو اور کسی مومن بندہ عاجز کا جگر و حوصلہ نہیں۔

✽ زیادہ تعجب یہ کہ اس آیت قرآن مبشراً برسول الخ کا اشارہ مرزا کے اپنے حق میں مقرر کرنے سے جو اعتراض وارد ہوتے ہیں، یا تحقیر و نقص قرآن مجید و شریعت اسلامی کے لازم آتے ہیں، ان کی آپ نے پرواہ نہیں کی۔ مثلاً قرآن مجید میں اسم احمد آیا ہے اور مرزا قادیانی کا اصلی نام جو والدین نے رکھا ہے اور اب تک ایسا ہی مشہور و معروف ہے اور آپ اپنے ہاتھ سے وہی کاغذات میں لکھتے ہیں وہ غلام احمد ہے۔ تو پھر مرزا اس آیت کے مشارالیه کیونکر ہو سکتے ہیں کیا مرزا کو غلامی احمد ﷺ سے تنگ و عار ہے کہ لفظ غلام کو دور کر کے مجرد احمد بنتے ہیں۔

✽ قرآن مجید جس کی شان کتاب مبین، تبیا ناکلّ شئی، و فصلت آیاتہ ہے اور جس کے نازل فرمانے والے کی شان ہے و یعلم ما فی البرّ و البحر و ما تسقط من ورقۃ الا یعلمها۔ و لا حبّۃ فی ظلمات الارض و لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین (اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور بحر میں ہے، اور کوئی پتہ اس کے علم کے سوا نہیں گرتا، اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور خشک چیز ہے جو نہیں کھلی کتاب میں)

اور جس نے یہ ارشاد فرمایا ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر (ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا پس ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا) اس ذات باری نے کیا دوسرے احکام دین و مدارج تورات امور تو نہایت روشن کھلے کھلے نازل فرما کر اس میں درج فرمادیئے اور اس اہم امر میں ایسا معمہ اور خفا رکھا کہ تیرہ سو سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک اس کو امت محمدی میں سے کسی نے نہ سمجھا اور چودھویں صدی میں مرزا کو اس کے اظہار و عقدہ کشائی کی تکلیف کرنی پڑی۔

﴿ قرآن مجید جو عام ہدایت خلق اللہ کے واسطے اس ہادی نے نازل فرمایا، کیا اس میں لفظ غلام بھراہ لفظ احمد درج فرمانا اس خالق و مالک دو جہان کو معاذ اللہ کچھ دشوار تھا، یا مرزا کا نام صرف احمد اس قادر و لجلال کو رکھو دینا معاذ اللہ کچھ مشکل تھا، یا نعوذ باللہ اس ارحم الراحمین کو ایسے اہم امر باعث ہدایت و نجات کو بدیہی و ظاہر طور پر درج کتاب عزیز خود نہ فرما کر عاجز بندوں کو تذبذب و مشکلات میں ڈالنا منظور تھا۔ معاذ اللہ۔

﴿ پھر رسول اللہ ﷺ کو الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی) نازل فرما کر یہ بھی ارشاد فرمایا بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته (جو کچھ رب کی طرف سے تیرے پر نازل ہوتا ہے پہنچا دے۔ اگر تو ایسا نہ کرے تو تو نے اس کی رسالت نہیں پہنچائی) تو کیا انہوں نے بھی اور سب کچھ تو فرما دیا، پہنچا دیا، یہاں تک کہ استنجا، بول و براز وغیرہ ضروریات کے مسائل و ہدایات بھی فرمادیں اور یہ اہم مسئلہ ظاہر نہ فرمایا۔ اور ایسا ہی صحابہ کرام و اہل بیت عظام و آئمہ مجتہدین بلکہ تمام امت پر صد ہا سال تک یہ امر پوشیدہ رہا، اور اب صرف مرزا قادیانی پر ہی یہ راز ظاہر ہوا کہ اس آیت میں جس احمد کی بشارت ہے وہ خود بدولت ہیں، اور طرفہ تریہ کہ جس قدر احمد یا غلام احمد اب تک ہوئے اور آئندہ ہوں گے ان سب بیچاروں کو محروم کر دیا۔

﴿ کیا اسلامی شریعت و قرآن مجید مرزا کے نزدیک ایسی چستان ہیں کہ مدارج تورات والے امور کی اول آسانی سے سمجھ ہی نہیں آسکتی، یا آسکتی ہے تو صد ہا سال کے بعد ایسی مشکل سے۔ استغفر اللہ۔ اور آپ غور کریں کہ اس سے آپ ان کا نقص ثابت کر رہے ہیں یا کمال، اور ان کی تحقیر کر رہے ہیں یا عزت، توجہ و غور فرمادیں۔ کیا یہ ہے خدمت اسلام ہے جس پر آپ کو فخر ہے۔

﴿ ایسے مسائل تراشنے میں مرزا تقوی و خشیت الہی کو مد نظر رکھ کر یہ تو خیال فرماتے کہ امت محمدی کیوں کر ان بے اصل امور کو بغیر شہادت کتاب و سنت وغیرہ دلائل شرعی قبول کرے گی۔

مرزا فرماتے ہیں کہ کاتب کو نور نبوت کے قرب کی وجہ سے اس آیت کا الہام ہو جاتا تھا، لیکن عاجز کو تو نورانیت و روحانیت حسب فحوائے حدیث بخاری، کتاب الذبائح والصدید

عن ابی موسیٰ عن النبی ﷺ قال مثل الجلیس الصالح و السوء کحامل المسک و نا فح الکیر۔ فحامل المسک اما ان یحذیک و اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ریحاً طیبة و نا فح الکیر اما ان یحرق ثیابک و اما ان تجد ریحاً خبیثة (ہم نشین نیک اور بد کی مثال کستوری کے اٹھانے والے اور لوہار کی دکان کے پھونکنے والے کی طرح ہے۔ کستوری کا اٹھانیوالا تجھ کو مفت عطا کرے گا یا تو بقیعت اس سے خرید کرے گا یا اس سے ویسے ہی اچھی خوشبو حاصل کرے گا۔ اور لوہار کی دکان پھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بد بو پائے گا)

و بمصداق خیار کم الذین اذا رأو ذکر اللہ (اچھے تمہارے وہ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ یاد آجائے) وغیرہ جیسا کہ سید عبداللہ غزنویؒ کی صحبت میں کر ای العین محسوس و معلوم ہوا کرتا تھا مرزا صاحب کی صحبت میں کبھی ایسا معلوم و محسوس نہیں ہوا۔ ہاں یہ اثر ضرور دیکھنے میں آیا کہ جس شخص کا مرزا قادیانی سے خاص تعارف و بے تکلفانہ تعلق نشست و برخاست ہوا، بہ شریکہ اس کو اور کسی قسم کی محتاجی و حاجت نہ ہو، وہی اخیر پر مرزا کی محبت و قبول دعاوی سے دستبردار ہو کر علیحدہ ہو گیا۔ جیسا میر عباس علی، فتح خان، منشی غلام قادر فصیح وغیرہ اور حافظ حامد علی بھی جس کی نسبت یاد پڑتا ہے کہ مرزا فرماتے تھے کہ یہ اگر نبی کی صحبت میں بھی بیٹھے تو اس کی طبیعت کو اثر نہ ہوگا، اگر چہ اب پھر وہ مرزا کے بظاہر معتقدین میں سے ہے اور عاجز خاکسار تو معذور ہی ہے کیونکہ علاوہ دیگر تجارب کے الہامات بھی عدم موافقت مرزا پر زور دے رہے ہیں۔

سیدنا عمرؓ کا باوجود ملہم ہونیکے امامت حقہ میں شریک نہ بننا

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

مگر عمرؓ کو بھی الہام ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے تئیں کچھ چیز نہ سمجھا اور امامت حقہ جو آسمان کے خدا نے زمین پر قائم کی تھی اس کا شریک نہ بننا چاہا، بلکہ ادنیٰ چاکر اور غلام اپنے تئیں قرار دیا، اس لئے خدا کے فضل نے ان کو نائب امامت حقہ بنا دیا۔

جواب۔ امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ اس امامت حقہ کے کیونکر چا کر و غلام نہ بنتے جب کہ خداداد بصیرت مشاہدات، تجارب و اثر نور نبوت سے ان کو وہ امامت خدا پاک کی قائم کی ہوئی نظر آرہی تھی۔ ایسا ہی اب بھی جس کو مرزا کی امامت اسی طرح حقہ ثابت ہو جاوے تو پھر کیوں اس کو قبول نہ کریگا۔ لیکن جس کو عرصہ دراز کا تجربہ ملاقات و معاملات اور پھر بغیر کسی تخمینی و خیالی مخالفت کے الہام مثل بارش اس کی تردید و مخالفت کریں وہ بے چارہ ملہم کیا کرے، باوجودیکہ وہ غریب عاجز ہو بھی بقول مرزا کے بے شر انسان، نیک بخت وغیرہ جیسا کہ مرزا نے خود اس کو تحریر کیا ہے۔

﴿ اپنی فضیلت جتانے کو کسی کا شریک بننا تو نادانی، بوالہوسی، تکبر و تعلیٰ میں داخل ہے۔ حافظ حقیقی اپنے عاجز بندگان کو ایسی مہلک امراض سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

ہاں تمام دنیا کو اپنا ادنیٰ چا کر و غلام بنانے کا مرزا صاحب کو بڑا عشق ہے اور اس امر کی بہت تمنا آرزو ہے کہ کوئی بھی مرزا صاحب کے سامنے اپنے آپ کو کچھ چیز نہ سمجھے، جو کچھ سمجھے مرزا صاحب ہی کو سمجھے جس کے واسطے طرح طرح کے تدابیر و تخریر ہوتی رہتی ہیں کہ کسی طرح کوئی شخص ان کی چا کری و غلامی سے باہر نہ ہو جاوے جو بظاہر خاصہ الوہیت ہے اور مخالف شان عبودیت۔ اور الحمد للہ کہ عاجز حقیقتاً بلا تضرع اپنے آپ کو کچھ چیز نہیں سمجھتا اور یہاں جائز شرعی اطاعت و مرزا صاحب کو کچھ سمجھنے و ماننے میں بھی کوئی عذر نہیں بشرطیکہ مالک و محسن مولیٰ کی اس میں رضا ہو اور وہ خود سمجھاوے اور اس کا حکم فرماوے اور وہ کتاب و سنت کے موافق ثابت ہو جاوے۔

﴿ اور یہ ظاہر ہے کہ محض نیابت و جانشینی کی آرزو میں جس کا مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے، یا حب جاہ یا خورد و نوش بلا تکلیف جسمانی و یا سیدھے سادے بندگان الہی سے اپنے نفس کی خاطر خدمت و تواضع کرانے کے لئے کون مخلص مومن طالب رضائے الہی بغیر کسی برہان و دلیل شرعی کے صرف دیکھا دیکھی بے ثبوت و زبانی خشک تقریری امامت کو قبول کر سکتا ہے۔

اولیس قرنی کا باوجود ملہم ہونیکے آفتاب نبوت کے سامنے نہ آنا

ضرورت الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور اولیس قرنی کو بھی الہام ہوتا تھا۔ اس نے ایسی مسکینی اختیار کی کہ آفتاب نبوت و

امامت کے سامنے آنا ہی سوئے ادب خیال کیا۔ سیدنا حضرت مصطفیٰ ﷺ بارہا یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اجد ریح الرحمن من قبل الیمن۔ یعنی مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوش بو آتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اویس میں خدا کا نور اترا ہے۔

جواب۔ اس سراج منیر امام و سید المرسلین کا جس قدر کوئی بموجب حکم رب العالمین ادب کرے کم ہے، اور یہ ادب اس کی اپنی سعادت۔ لیکن مرزا صاحب غور کریں کہ یہ خوب ادب ہوا جس سے اویس قرنیؓ مرتبہ صحابیت رسول کریم ﷺ سے محروم رہتا بعین میں داخل ہوئے۔

مرزانے ان کی حاضری کا مانع، ادب تحریر فرمایا ہے لیکن حدیث شریف میں تو ہے:

ان رسول اللہ ﷺ قال ان رجلاً یا تیکم من یمن یقال له اویس لا یدع بالیمن غیر ام له قد کان به بیاض فدعا اللہ فاذهبہ الا موضع دینارا و الدرهم فمن لقیہ منکم فلیستغفر لکم

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی یمن کی طرف ہے جس کا نام اویسؓ ہے۔ تمہارے پاس آدمی آوے گا یمن میں صرف اس کی ماں ہوگی اور اس کے بدن پر برص کی سفیدی تھی۔ اس نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دینار یا درہم کے برابر کی جگہ کے سوا باقی تمام بدن اچھا کر دیا جو تم میں سے اس کو ملے تو تمہارے لئے بخشے کی دعا کرے) (مسلم: ۲۵۴۲)

ان میں تو ذکر و اشارہ ادب کے سبب حاضر نہ ہونے کا نہیں ہے، حاضری کا مانع ان کی والدہ کی رعایت ظاہر ہوتی ہے۔

ہاں مرزا صاحب کو خود بدولت کے ادب کا خیال بہت رہتا معلوم ہوتا ہے۔ سو اگر حاضری اور زیارت میں بقول مرزا صاحب سوء ادب ہے، تو پھر مرزا صاحب اپنے مریدین کو ایسی سوء ادبی سے منع کیوں نہیں فرماتے؟ بلکہ ترغیب وحث زیارت و حاضری بذریعہ اشتہارات فرما کر ان کو سوء ادبی کا عادی و مشتاق کیوں بناتے ہیں۔ اگر فرماویں کہ وہ زیارت کو نہیں بلکہ ادائے چندہ و نذرانہ کے لئے آتے ہیں تو یہ کام وہ گھر بیٹھے بھی بذریعہ منی آرڈر کر سکتے ہیں خواہ نخواستہ تکلیف سفر اٹھا کر گستاخ اور بے ادب بننے کی ان کو کیا ضرورت ہے۔

مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ سیدنا حضرت مصطفیٰ ﷺ بارہا یمن کی طرف منہ کر کے فرماتے اجد ریح الرحمن من قبل الیمن یہ ایک باطنی حس اور روحانی بصیرت کا ذکر ہے

اور بجائے کتابوں سے ایسے الفاظ و اہل کمالات کے حال لکھے ہوئے دیکھ کر مجرذ بانی بیان کرنے سے انسان کی خوش بختی تو اس میں ہے کہ اللہ عز و جل اپنے فضل و کرم سے وجدانی طور پر یہ ذائقہ و حسن روحانی عطا فرما کر کر آی العین اس بصیرت کا مشاہدہ کرائے۔ لیکن تعجب ہے کہ باوجود دعاوی فضائل بے شمار مرزا صاحب کی صحبت میں اس حسن و بصیرت کا کبھی چرچا اور ذکر نہیں سنا اور نہ دیکھنے میں آیا، حالانکہ فقراء و ذاکرین و صوفیاء منیبین جن کو کسی قسم کا بھی دعویٰ نہیں ان میں یہ حسن و بصیرت اکثر پائی جاتی اور دیکھنے میں آتی ہے۔

﴿ اور زیادہ افسوس یہ کہ مرزا صاحب کو بجائے ایسی خوش بو آنے کے، ایسی ایذا دہ بو آتی و محسوس ہوتی ہے کہ مرزا صاحب کو اس کے مقابل سب و شتم اور عربی میں نئی طرز کی لعنتیں (مثلاً علیہ نعال لعن اللہ الف الف مرّة، شیطان الاعمی، و الغول الاغوی، و هو شقیّ کا لامروہی من الملعونین) لکھنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

﴿ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اگر احياناً مرزا قادیانی کبھی اپنی اس حسن و بصیرت باطنی و روحانی کے اظہار کی خاطر کسی بندہ خدا کو بوجہ اس کی خدمات و احسان کے تعریفی الفاظ مثل بے شر، متقی، پرہیزگار وغیرہ کہہ کر اس خوشبو کا محل قرار بھی دے دیں تو کچھ عرصہ بعد مجبور ہو کر خود ہی اس خوشبو کو رسوائی و ذلت کی بدبو کہہ کر اپنے پہلے قول تکذیب و تردید کر دیتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قسام ازل نے حکمت کا ملہ سے خود بدولت میں اس حسن کا جو ہر رکھا ہی نہیں کیونکہ جو شخص روحانی و باطنی خوشبو میں مجوہو، اس کو کسی ایسے بیجا و غیر شرع شغل سب و شتم و لعن طعن وغیرہ فضولیات میں مصروفیت کی گنجائش و فرصت ہی کہاں ملتی ہے۔

ضرورت امامت حقہ

امامت حقہ کی ضرورت نہ سمجھنے اور سلسلہ میں داخل نہ ہونیکا جواب
ضرورت الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

مگر افسوس کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ امامت حقہ کی ضرورت کو نہیں سمجھتے اور ایک سچی

خواب آنے یا چند الہامی فقروں سے خیال کر لیتے ہیں کہ ہمیں امام الزمان کی حاجت نہیں، کیا ہم کچھ کم ہیں؟ اور یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ ایسا خیال سراسر معصیت ہے کیونکہ جب کہ ہمارے نبی ﷺ نے امام الزمان کی ضرورت ہر ایک صدی کے لئے قائم کی ہے اور صاف فرمادیا ہے کہ جو شخص اس حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف آئے گا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہیں کیا وہ اندھا آئے گا اور جاہلیت کی موت مرے گا۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے کسی ملہم یا خواب بین کا استثنا نہیں کیا، جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ملہم ہو یا خواب بین ہو اگر وہ امام الزمان کے سلسلہ میں داخل نہیں ہے تو اس کا خاتمہ خطرناک ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ اس حدیث کے مخاطب تمام مومن اور مسلمان ہیں اور ان میں ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین اور ملہم ہوتے آئے ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا۔

جواب۔ مرزا صاحب کا افسوس اس لحاظ سے تو بجا ہے کہ سوائے قلیل گروہ مریدین کے دنیا کے دوسرے مسلمانوں نے مرزا صاحب کی امامت کو حقہ اور پھر اس کی ضرورت کو قبول نہیں کیا اور نہیں سمجھا، لیکن اس میں ان غریب مسلمانوں کا کچھ قصور نہیں، بلکہ جناب مرزا صاحب نے جو سمجھانے کا پیرایہ و طریقہ ہی خلاف شریعت ایسا اختیار فرمایا کہ جس سے شفا اور تسکین تو بجائے خود، وہ غریب سب و شتم، لعن طعن، حقارت و توہین اور اس پر تفاخر و تعلیٰ مرزا صاحب کی سن اور دیکھ کر سمجھنے کو بھی نزدیک بھی نہ آئیں بلکہ جو غریب لوگ سننے سنانے سے، یا حسن ظن سے بامید ظہور صداقت راغب بھی ہوں وہ بھی متنفر ہو جائیں۔

﴿ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جو مسائل مرزا صاحب پیش کریں وہ صریح مخالف قرآن مجید و حدیث شریف و غیر سبیل المؤمنین ہوں جیسا کہ نزول ملائکہ، تعریف لیلۃ القدر، عمل درآمد تصویر وغیرہ۔ اگرچہ ان اعمال سب و شتم، لعن طعن، توہین و تحقیر مومنین و تفاخر و تعلیٰ سے اور مسائل خلاف قرآن مجید و احادیث سے دوسری غریب مخلوق الہی و خصوصاً مسلمین و مومنین کو فائدہ ہی ہوا یعنی اس قادر کریم کے فضل و کرم سے یہی امور باعث پرہیز نجات و مخلصی از غیر سبیل المؤمنین ہو گئے ﴿ ایک سچا خواب یا چند الہامی فقروں کی نسبت عرض ہے کہ عاجز خاکسار کی ایک یا دو سچی خواب نہیں اور نہ چند الہام ہیں، بلکہ دفتر کے دفتر جمع ہیں جن میں سے کچھ اس کتاب میں درج

ہوئے ہیں۔ مرزا کا اختیار ہے کہ کسی دوسرے شخص اور اس کی منامات والہامات کو خود بدولت کے مقابل ہیچ و پوچ و لاشے محض خیال فرمائیں۔ لیکن عاجز پر اپنے شیخ و امام مرحوم کی نسبت عبودیت ایسی غالب ہے کہ واقعی بلا تصنع اپنے آپ کو خاکسار و بے مقدر سمجھتا ہے حالانکہ میرے محسن مولیٰ کے بے حد و بے نہایت احسان و اکرام مجھ پر ہیں جن کا شکر یہ بگم ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها (اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو تم ان کو شمار نہیں کر سکتے) عاجز سے ہرگز ادا نہیں ہو سکتا اور یہ سب فضل و کرم اسی ذات پاک کا ہے کسی اور کا دخل نہیں۔

﴿ جو کوئی سچی خواب اور الہاموں سے شیخی اور تکبر میں ایسا از خود رفتہ ہو کر اپنے آپ کو سب کا امام بتائے، کسی دوسرے کو اپنا ثانی اور برابر نہ سمجھے، وہ ضرور عاصی اور خطا کار ہے اور اس کے واسطے شریعت میں اور کئی وعیدیں ہیں اور جو اپنے کو عاجز اور ہیچ سمجھے اس پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔
مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

جس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ اندھا آئے گا۔

لیکن جو احادیث در بارہ امامت، مرزا صاحب نے درج رسالہ فرمائی ہیں ان میں تو ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ، اندھا آئیگا، کیا جائے۔ ہاں موت جاہلیت کا ذکر ضرور ہے۔ معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے، اندھا آئیگا، کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے۔ یا محض وعید اور دھمکی کو اور قوت دینے کے واسطے یہ لفظ اپنی طرف سے لگا دیا ہے اور اگر یہ صورت ہے تو کیا امام الزمان کو قرآن مجید و حدیث شریف کے تفسیر و معنی میں اپنی طرف سے کم و زیادہ کر لینا جائز ہے؟

﴿ قرآن مجید میں بے شک آیت شریفہ ہے:

ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشةً ضنكاً ونحشره يوم القيامة اعمى . قال ربّ لم حشرتني اعمى وقد كنت بصيراً. قال كذ لك انتك آيا تنا فنسيتها و كذ لك اليوم تنسى. و كذ لك نجزي من اسرف ولم نومن بايات ربّه و لعذاب الآخرة اشدّ و ابقى (اور جو شخص میرے ذکر سے اعراض کرے پس اس کے واسطے گزارہ تنگ ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ کہے گا اے رب میرے! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا اور میں دیکھنے والا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماویگا جیسا کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے بھلا دیں، ایسا ہی آج تو بھلایا جاویگا، اور ہم اس شخص کو جو اسراف کرے اور اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ

ایمان نہ لایا، ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور عذاب آخرت البتہ سخت ہے اور ہمیشہ کیلئے ہے)

سواگر مرزا صاحب فرمائیں کہ موت جاہلیت ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی بدبختی باہر نہیں جیسا آپ نے شروع رسالہ میں فرمایا ہے اور فرمائیں کہ موت جاہلیت سے بڑھ کر اور کیا اندھا پن ہوگا، تو آیت کریمہ کے جملہ کذ لک انتک آیا تنا فنسیتھا و کذ لک الیوم تنسی کی بھی یہ تفسیر کیوں نہیں ہو سکتی ہے کہ جس شخص نے کسی مصیبت اور مقدمہ کے وقت خیر الحافظین کی حفاظت و کفایت و نصرت کی آیات کو نسیاً منسیاً کر کے التفات لغیر اللہ کیا، غیر اللہ سے واسطہ ڈال کر ملتجی رحم و مخلصی ہوا، وہ قیامت کو اسلئے اندھا آئے گا کیونکہ حافظ حقیقی کو چھوڑ اور بھلا کر کسی دوسرے کو مخلصی و حاجت کے لئے واسطے ڈالنے و پکارنے سے اور کیا زیادہ اندھا پن ہوگا؟

﴿ اس آیت شریفہ کے جملہ و کذ لک نجزی من اسرف یعنی بے جا فضول خرچ کر نیوالے کو بھی اس سزا میں داخل فرمایا ہے تو یہ امر بھی استفسار طلب ہوا کہ عرق کیوڑہ و بید مشک کی مسی وزنی گا گرین مسافت دور دراز سے زر کثیر صرف فرما کر تفریح نفس کے واسطے منگوانی،.. اسراف میں داخل ہے یا نہیں؟ کیونکہ امام الاولین و آخرین علیہ السلام جن کی ظاہری باطنی نیابت کے مرزا صاحب دعویٰ داری ہیں اور جن کی نسبت براہین صفحہ ۲۶۱ میں خود لکھا ہے کہ سونے کیلئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کیلئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نان جو یا فاقہ اختیار کیا، دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں، پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تو نگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار کیا اور اس دن سے جو ظہور فرمایا، اس دن تک جو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے، بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا، ان کی دنیوی گذران و اوقات بسری کا حال اور انکے خلفائے راشدین المہدیین اور انکے بعد دوسرے مستند عباد الرحمن کی دنیوی گذران کا حال نہ فقط مسلمانوں ہی کو بلکہ مخالفین کو بھی معلوم ہے کہ یہ سب بزرگان کیسے زاہدانہ و بے تکلفانہ اس مسافر خانہ میں رہے اور کسی سے بھی اس درجہ کی خاطر و تواضع نفس، خوش گذرانی، اس قدر زیور بناتے رہنا، مکان وغیرہ کی فراخی و عمدگی کیواسطے آئے دن چندہ ہو کر اس کا اہتمام رکھنا، ہرگز مروی نہیں۔ پھر اس دعویٰ اتباع ظاہری و باطنی کی کس طرح ان سے مطابقت ہو سکتی ہے۔

﴿ رہا مرزا صاحب کا امام الزمان کے سلسلہ میں داخل نہ ہونے والے کا خاتمہ خطرناک بیان فرمانا وغیرہ، سوا اس کی نسبت عاجز عرض کر چکا ہے کہ الہامات مانع ہو کر عاجز کو موجودہ حالت پر قائم رہنے کیلئے تاکید فرماتے ہیں جیسا فاسستقم کما امرت۔ وغیرہ، جن کے سبب سے

خاکسار معذور ہے اور عاجز سے الہامات کی مخالفت نہیں ہو سکتی۔

﴿ مرزا صاحب دوسرے کسی ملہم یا خواب بین کو اپنے امام الزمانی کے سلسلے میں داخل ہونے سے مستثنیٰ نہیں کرتے لیکن خود کسی کے سلسلہ میں داخل ہونا گوارا و پسند نہیں فرماتے حالانکہ سنت اللہ کے موافق خود رسول اللہ ﷺ بھی اس تعلیم و تعلم سے مستثنیٰ نہیں رہے جیسا کہ حدیث میں جبریل کا ان کو آ کر معانقہ میں اقرأ باسم ربك الذی خلق (پڑھ اپنے اس رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا ہے) کہنے، آپ ﷺ کے ما انا بقاریء (میں پڑھ نہیں سکتا) فرمانے پر تین دفعہ دبانے اور چھوڑنے سے ظاہر ہے۔

﴿ سچی خواب یا الہام امام الزمان کے نور کا پرتوہ ہونا

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

پھر ما سوا اس کے حدیث و قرآن سے یہ ثابت ہے کہ امام الزمان کے وقت میں اگر کسی کو کوئی سچی خواب یا الہام ہوتا ہے تو وہ درحقیقت امام الزمان کے نور کا ہی پرتو ہوتا ہے جو متعدد دلوں پر پڑتا ہے۔

جواب۔ بہتر ہوتا اگر مرزا صاحب آیت قرآن اور حدیث شریف اپنے اس قاعدہ تراشیدہ کے ثبوت میں لکھ دیتے لیکن خیر مرزا صاحب نے تو اس کی کبھی کچھ پرواہ ہی نہیں کی۔

﴿ اب غور فرمادیں کہ بظاہر اور عند العقل جو امر ثابت اور عند المسلمین مسلم ہے وہ تو یہ ہے کہ امام الزمان کا وقت بہ نسبت دوسرے زمانوں کے زمانہ مبارک نبوی کے ساتھ مشابہت و مناسبت تامہ رکھتا ہے لہذا اس میں دوسرے عامہ الہامات، منامات، کشوف و خوارق عادات کی چنداں حاجت و ضرورت نہیں کیونکہ اس میں نور امام الزمان ایسا شعلہ زن و قوی تاثیر ہوتا ہے کہ اس قوی تاثیر انوار و الہامات و مکالمات کے مقابل دوسروں کے الہامات و مکالمات وغیرہ کی کچھ ضرورت ہی نہیں ہوتی جس طرح کہ آفتاب کے سامنے ستاروں و چرانگوں کی کچھ ضرورت و حاجت نہیں پڑتی۔ چنانچہ:

﴿ مدارج السالکین میں لکھا ہے:

ذ لك لبعء العهد بالنبوة و آثارها. فتعرض المومنون بالرويا

و اما فی زمن قوّة نور النّبوة ففی ظهور نورها وقوّته ما یغنی عن الرّویا و نظیر هذا الکرامات الّتی ظهرت بعد عصر الصّحابة و لم تظهر علیهم لاستغناء هم عنها بقوّة ایمانهم و احتیاج من بعد هم الیها بضعف ایمانهم و قد نصّ احمد علی هذا المعنی (یہ سبب دوری از زمانہ نبوت اور اسکے آثار کے ہے پس مومنوں میں خواہیں دی گئیں لیکن زمانہ قوت نور نبوت اور اسکے ظہور کے وقت ایسی رویا کی کچھ ضرورت نہ تھی اور اس کی نظیر صحابہ کے زمانہ کے بعد کرامتوں کا ظاہر ہونا ہے جو کہ ان پر ظاہر نہیں ہوئیں اسلئے کہ صحابہ کو قوت ایمانی کے باعث ایسی کرامتوں کے ظہور کی حاجت نہ تھی بخلاف انکے بعد آنیوالوں کے کہ ضعف ایمانی کے سبب وہ ایسی کرامات کے محتاج تھے اور احمدؒ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے)

ایسا ہی فرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان میں ہے:



و ممّا ینبغی ان یعرف انّ الکرامات قد تكون بحسب حال الرّجل فاذا احتاج الیها ضعیف الایمان و المحتاج اتاه فیها ما یقوی ایمانه و یسدّ حاجته و لکن من هو اکمل و لایته لله منه مستغنیاً عن ذلك فلا یاتیه مثل ذلك لعلو درجته و غناه عنها لا بنقص ولایته و لهذا كانت هذه الامور فی التّابعین اکثر منها فی الصّحابة (اور یہ سمجھنے کے لائق ہے کہ کرامات حسب حال ہر انسان کے ہوتے ہیں۔ ضعیف الایمان یا محتاج کو ان کی طرف حاجت ہوتی ہے تو کرامات میں سے ایسا اس کو ملتا ہے جس سے اس کا ایمان قوی اور حاجت براری ہو لیکن جو شخص اس سے ولایت میں اکمل ہے وہ اس سے مستغنی ہے اس کو کرامات کی حاجت نہیں باعث اس کے علو درجات اور غنا کے، نہ باعث نقص اس کی ولایت کے، اور یہی سبب ہے کہ یہ امور بہ نسبت صحابہ کرام کے تابعین میں اکثر ہوئے)

اس سے ثابت ہے کہ زمانہ نبوت و زمانہ امامت علی منہاج النبوۃ میں دوسرے مومنین کے منامات و الہامات و مکالمات و مکاشفات کمتر ہوتے ہیں اس لئے کہ ایسے بابرکت اور نورانی وقت میں ان کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی لیکن ظلمت و جہالت کے وقت میں بابرکت و نورانی زمانہ کی دوری کی وجہ سے الہامات و مکالمات و مکاشفات و منامات کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا واہب العطیات ایسے وقت میں اپنے خاص بندگان کی تسکین و تسلی کے لیے، نیز اس لئے کہ قوت ایمانی میں

ترقی ہو اور بصیرت و بینائی حاصل ہو اور زمانہ نبوت کے برکات و انوار تازہ و یاد رہیں، الہامات و منامات کا سلسلہ جاری فرماتا ہے۔

✽ زمانہ نبوت یا زمانہ امامت علیٰ منہاج النبوة میں دوسروں پر الہامات وغیرہ کا دروازہ اس لئے بھی بند ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکوئی نادان مقام نبوت و امامت کا مدعی نہ ہو، یا نبی یا امام برحق کی برابری و ہمسری کا خیال نہ کرے، اور نوبت نزاع و مخالفت نہ پہنچے۔ اب دیکھئے کہ یہ قدیمی مسئلہ قوی مدلل و معقول ہے یا مرزا کا محض اپنی فضیلت ثابت کرنے کے خیال والا نیا تراشیدہ مسئلہ

✽ پھر عاجز کو تو مرزا صاحب کے دعویٰ و اظہار امامت کے پہلے ہی رو یا صادقہ و مکالمات کا سلسلہ شروع ہے یعنی جب سے کہ جناب مرزا سے واقفی و ملاقات ہی نہ تھی، اور فانی فی اللہ باقی باللہ یکے تاز میدان تو حید و تفرید و تجرید سید عبد اللہ غزنیؒ زندہ تھے جن کی خدمت میں مرزا قادیانی بھی کئی دفعہ دعا کیلئے حاضر ہوئے تھے۔ اس مرحوم کے فیض صحبت و نور سے اس کے ملنے والے فحوائے و اذکر اسم ربک و تبتلل الیہ تبنتیلاً کے التفات لغیر اللہ و تعریف و توصیف اہل دنیا کو شرک سمجھ کر مستغرق نسبت عبودیت و مداومت ذکر و توجہ الی اللہ میں بفضل و کرم ارحم الراحمین ویسے رنگین و ملہم ہو جاتے تھے تو پھر عاجز کیونکر اپنے آپ کو مرزا صاحب کا طفیلی سمجھے۔ اور کیا امام الزمان کے نور کے پرتوہ سے امام الزمان ہی کے مخالف الہام ہوا کرتے ہیں؟ اگر امام الزمان کے نور کا پرتوہ ایسا راست و راست نما ہے کہ اسکے صدق کے اثر سے راست راست و سچ سچ خواب و الہام اس کے طفیل دوسروں کو بھی ہوتے ہیں تو امام الزمان صادق کو ضرور لازم ہے کہ ان الہامات و منامات کو خود بھی قبول کرے اور اگر اس نور و پرتوہ امام میں ایسی راستی کی تاثیر نہیں ہے تو پھر وہ نور و پرتوہ کس کارآمد و کس مرض کی دوا ہے۔ اس پر غور کریں۔

☆ امام الزمان کے اوصاف و کمالات

ضرورت الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزار ہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے اور انتشار روحانیت و نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے

اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر و غور کے ذریعہ سے دینی تفسیر کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبیر و سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے اور جس کو عبادت کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد و پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے اس کو استدلال اور اتمام حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد دل پر نازل ہوتی ہے۔

جواب - پر توہ تا شیرات والہامات وغیرہ کا مسئلہ ابھی کچھ تو بیان ہو چکا ہے۔ گستاخی معاف یہ سب و شتم، لعن طعن، تحقیر و توہین سلف و خلف و علماء فقراء سجادہ نشینان وغیرہ موجودہ زمانہ جن میں اکثر غریب مسکین مزاج و عابد ذاکرین و درس گو یا قرآن مجید و احادیث رسول اللہ بھی ہیں، جن کی عمریں ذکر و خدمت قرآن مجید و حدیث شریف میں گزریں اور جن کو مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں درج و ذکر فرمایا ہے، کیا یہی وہ انوار ہیں یا ان انوار کا لازمہ ہیں، جو امام الزمان کے ساتھ آئے ہیں؟ کیونکہ ابھی تک تو یہی انوار عام و خاص پر ظاہر و روشن ہوئے ہیں۔

اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو کر انتشار روحانیت و نورانیت ہو کر نیک استعدادوں کا جاگ اٹھنا بھی اکثر یہی ظاہر ہوا ہے کہ سواد اعظم و گروہ کثیر علماء و مویویان وغیرہ کی طرف سے مرزا صاحب و ان کے دعویٰ کے مخالف کتب و رسائل وغیرہ تحریریں اس انبساط و انتشار کے سبب ہو رہے ہیں اگرچہ مرزا صاحب کی طرف سے بھی ان سب کے مقابلہ میں باوجود حکم و الہام فا صبر کما صبر اولو العزم من الرسل (پس صبر کر جیسا کہ اولو العزم رسولوں نے صبر کیا) کچھ کمی و کوتاہی نہیں بلکہ خاطر خواہ زیادتی ہے۔

الہام کا سلسلہ، یہ بھی مرزا قادیانی کے ظہور و دعویٰ سے پہلے ہی شروع ہے۔ مرزا صاحب نے ابھی خود فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں:

ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین اور ملہم بھی ہوتے آئے ہیں۔

پھر کچھ خیال آنے پر فرمایا:

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ بندے ایسے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا۔

عاجز بھی ان کے اس قول سے متفق ہے اور دیکھا بھی ہے کہ مرزا قادیانی سے اول ہی سید عبداللہ غزنویؒ اور ان کے اصحاب میں نیز دیگر متبعان رسول اللہ ﷺ میں یہ سلسلہ جاری تھا

اور جب یہ حال ہے تو پھر یہ قول مرزا صاحب کا کیسا ہوا کہ امام الزمان کی روحانیت و نورانیت سے مستعد شخصوں کو الہام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے حالانکہ بقول مرزا صاحب کوئی زمانہ اس حال سے خالی نہیں رہا۔ جیسا کہ آپ کے لفظ، ہر ایک زمانہ، سے ظاہر ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ ہر ایک زمانہ میں ہزاروں خواب بین و ملہم ہوتے آئے ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ کروڑوں ایسے امت محمدیہ میں ہوں گے، پھر اس کے برخلاف فرمایا کہ امام الزمان کے وقت میں جس کو بھی خواب یا الہام ہوتا ہے تو وہ درحقیقت امام الزمان کے نور کا ہی پرتو ہوتا ہے۔ یہ مرزا صاحب کے کمالات ہیں کہ توجہ نہیں فرمائی کہ جب ہر زمانہ میں یہ ہی حال ہے تو پھر امام الزمان کی کیا فضیلت اور اس کے زمانہ کی کیا خصوصیت ہوئی؟

دینی تفقہ کا بھی یہی حال امت محمدیہ میں ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ کسی زمانہ میں کمی نہیں ہوئی۔ ہاں آج کل اس طرف ایسے اشخاص کا قحط سا ہو گیا ہے اور کوئی تفقہ دینی والا مثل حضرات گذشتگان شیخ عبدالحقؒ، شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، مولوی اسماعیل شہیدؒ، مولوی محمد اسحاقؒ، مولوی عبدالحقؒ، نواب قطب الدین خانؒ، نواب صدیق حسنؒ کا مثل وہم پلہ مشکل سے ملتا ہے گو دوسرے ملکوں میں اب بھی لائق و فائق فقہاء موجود ہیں۔

تعب و پرستش میں لذت، اس کی نسبت مرزا صاحب خود ہی منصفی کریں عاجز چشم دید حالات عرض کر دیتا ہے۔ و ہذا:

سید عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم کے سرسری ملنے والے اور صحبت قلیل میں بیٹھنے والے بھی کثرت سے احکام شرعیہ کے ایسے پابند ہوتے کہ کئی اشخاص ایک ہی صحبت و ملاقات میں سب کچھ چھوڑ کر ارشاد: **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتِطَاعِ الْيَه سَبِيْلًا** (اور اللہ کے واسطے لوگوں پر حج ہے بیت اللہ کا جو شخص اس کی طرف رستہ کی طاقت رکھتا ہو) کی ایسی تعظیم و تکریم و تعمیل کی کہ استطاعت پر فوراً حج کو روانہ ہو گئے۔ نماز نوافل تہجد ذکر وغیرہ تو ان کی معمولی عادات میں داخل تھے اور اب تک مرحوم کے ملنے والوں کا یہی حال ہے اور شاید کوئی ہوگا جو استطاعت رکھ کر حج نہ کر آیا ہو حالانکہ عبداللہ غزنوی مرحوم باعث مصروفیت ذکر و انابت الی اللہ کے کسی کو زبانی کم کہتے تھے لیکن ان کی محبت و اطاعت و اتباع شریعت کا ایسا تیز و برقی آلہ تھا کہ خود بخود ان کے پاس بیٹھنے اور ان کی زیارت سے دوسروں کو بھی یہی اثر پیدا ہوتا تھا۔

☆ برخلاف اس کے مرزا قادیانی خود بدولت کے فیض و اثر صحبت کی طرف خیال فرماویں

کہ خود بھی باوجود استطاعت بلکہ ہزار ہا روپے کی آمد و جان نداد کے اور ایسا ہی دیگر مریدین و اصحاب بلکہ خاص الخاص کو بھی باوجود کامل استطاعت کے حج کا خیال ہی نہیں حالانکہ بعض اہل استطاعت اس سفر حج سے بھی دور دراز کا سفر کرتے ہیں لیکن اس طرف توجہ ہی نہیں اور نہ مرزا صاحب کبھی اس کی تیاری یا دوسروں کو تاکید و امر ہی فرماتے ہیں باوجودیکہ بقول مرزا صاحب ان کے مریدین آسودہ و معزز اشخاص، اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر، تحصیل دار، عہدیداران پولیس، ڈاکٹر ان، تاجر و فنشیاں وغیرہ کثرت سے ہیں۔ نہ معلوم اس میں کیا سر و مصلحت ہے۔ کیا حج اعظم ارکان اسلام سے نہیں یا کچھ اور سبب ہے، یا زیارت و ملاقات امام الزمان ہی اس کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

رہے مباحثات باقوام غیر اور استدلال اور اتمام حجت کی طاقت، سو یہ بھی اس امت مرحومہ میں ہمیشہ سے جاری رہی ہے۔ سلف کا حال تو کتب میں درج ہے ایک واقعہ اتمام حجت و باہمی مباحثہ کا بطور نمونہ اس جگہ ہدیہ ناظرین ہے۔ وہ یہ کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بغیۃ المرئد فی رد القائلین بالحللول والاتحاد میں لکھا ہے کہ:

ہمارے پاس شہر دمشق میں ایک بڑا شیخ مشہور تھا جس کو ابن ہود کہتے تھے اور فرقہ اتحادیہ جن کو ہم نے دیکھا ان میں مادہ زہد و معرفت و ریاضت میں بہت بڑا تھا۔ ابن سبعین کی بہت تعظیم کرتا اور اس کو ابن عربی اور اسکے غلام ابن اسحاق پر فضیلت دیتا تھا اور اکثر بڑے اور چھوٹے اس کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اور اس کے اصحاب خاص اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ابن ہود، مسیح ابن مریم ہے اور کہتے تھے کہ اس کی ماں کا نام بھی مریم ہے اور وہ نصرانیہ تھی اور نسبت حدیث نبوی ﷺ ینزل فیکم ابن مریم .. الخ یعنی اترے گا تم میں ابن مریم، ان کا عقیدہ تھا کہ وہ وہی ہے اور یہ کہ روحانیت عیسیٰ اس پر نازل ہوئی ہے (چنانچہ مرزا صاحب کے مرید نے بھی یہی کہا ہے۔

روح القدس سے اس نے بھی تائید پائی ہے۔ عیسیٰ میں جو روح تھی وہ ہی اس میں آئی ہے) اور مجھ سے مناظرہ کیا۔ اس بارہ میں اس شخص نے جو ان لوگوں کے نزدیک معرفت علوم فلسفہ وغیرہ میں افضل تھا، مع اس کے دخل زہد و تصوف میں بھی۔ اس معاملہ میں میرے ان سے مخاطبات و مناظرات ہوئے جن کا ذکر طوالت ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے دعویٰ کا فساد احادیث صحیحہ سے جو نزول مسیح میں وارد ہیں، بیان کر دیا اور یہ کہ وہ وصف ابن ہود پر مطابق نہیں آتے، اور میں نے ان کے فساد قرطہ کو جس میں وہ داخل

ہو گئے تھے خوب واضح کر دیا، حتیٰ کہ میرا ان کا مبالغہ قرار پایا، اور میں نے ان سے حلف کر کے کہہ دیا کہ جن امور کا تم اس شخص سے انتظار کرتے ہو، وہ ہرگز پورے نہ ہوں گے۔ اور اللہ ہرگز اس شیخ کا امر پورا نہ کرے گا۔ سو اللہ نے میری قسموں کو پورا کیا اور الحمد للہ رب العالمین۔ یہ بھی اس لئے ہوا کہ وہ میری بھی تعظیم کرتے اور میرے حال سے خوب واقف تھے۔ ورنہ ان کا اعتقاد تھا کہ سب لوگ ان کی حقیقت اور باریک اسرار سے مجھ سے محجوب ہیں اور لوگ ان کے نزدیک چوپایوں کی طرح ہیں۔ اتنی

عربی عبارت طوالت کے لحاظ سے نہیں لکھی صرف ترجمہ ہی لکھ دیا ہے۔ یہ سلف کے استدلال و اتمام حجت کا نمونہ ہے اور خلف میں سے حال ہی میں مولوی رحمت اللہ، مولوی محمد علیؒ پچھراں والے، شیخ عبید اللہؒ، حافظ ولی اللہ لاہوریؒ، و امام فن مناظرہ دہلویؒ، سرسید بالقبابہ وغیرہ یہ بھی مرزا صاحب سے اول ہی عمدۃ المناظرین و مباحثین موجود تھے اور اب بھی بہت اشخاص ہیں جن کی طرف سے کبھی کوئی آدمی دوسرے جانب مخالفین کے گروہ میں داخل ہوتا نہیں سنا جیسا کہ مرزا کے مباحثہ امرتسر کے بعد مرزا کے مریدین و معتقدین میں سے مرتد ہو کر دوسری طرف جا کر شامل ہو گئے۔ علاوہ ازیں ان سب سے بڑھ کر خود بدولت کے مباحثات کی مرزا صاحب نے کچھ اور ہی حکمت و علت غائی کشف الغطا میں بیان فرمائی ہے۔

﴿ ہاں یہ امر قابل پذیرائی و ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے اکثر مریدین میں مباحثات و استدلال کی قوت و مشق ایسی ترقی پر ہے کہ اقوام غیر تو بجائے خود باہم بھی اس کا ایسا چرچا و ذکر رہتا ہے کہ سب ذکر فکر انا بت الی اللہ و اپنی فکر بالائے طاق رکھ کر اوقات خطبہ میں بھی، جس کے واسطے حکم ہے اذا قلت لصاحبک یوم الجمعة انصت و الامام یخطب فقد لغوت (جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اور تو اپنے ساتھی کو کہے کہ چپ کر، پس تم نے لغو کام کیا)، اشارہ و بات کبھی کبھی ہوتی رہتی ہے اور بعد فراغ نماز تو مجلس قیل و قال فوراً شروع ہو جاتی ہے بلکہ بعض جلسوں میں تو یہاں تک اس کا شغل ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے بعض مریدین بعضے کا برو اراکین و پیشوایان دین و اسلام مثل سید شباب اہل الحجۃ امام حسینؑ کی شہادت میں بحث مباحثہ کر کے اپنی بے علمی و بے خبری سے اعتراضات شروع کر دیتے ہیں اور بیدھڑک کہہ دیتے ہیں کہ امام حسینؑ نے خواہ نخواستہ سلطنت میں مداخلت کر کے مخالفت کی۔

اب مرزا صاحب حالات مذکورہ پر غور و تامل فرمائیں کہ سلسلہ الہام میں تفقہ و تعبد و

پرستش کی لذت میں بہ نسبت سابق کیا ترقی و زیادتی امام الزمان کے طفیل سے ہوئی اور مباحثات میں استدلال و اتمام حجت کی طاقت بخشے جانے پر کہاں تک نتیجہ مرتب ہوا؟ بات وہ جو عمل سے ثابت ہو صرف زبان کے دعویٰ سے کیا ہو سکتا ہے۔

﴿ مرزا کے مریدین نے اپنی طبائع پر خیال کر کے ایسا ہی کلمہ امام ہمام علیہ السلام کی شان میں شاید ناواقفی سے کہا ہوگا دوسروں کا کیا ذکر خود مولوی نور الدین نے اپنے ایک خط ستمبر ۱۸۹۹ء میں ایک مولوی صاحب کو جواب میں لایلدغ المومن من حجرٍ واحدٍ مرتین (مومن ایک ہی سوراخ سے دو دفعہ زخم نہیں کھاتا)، و امرهم شوری بینہم و شاورہم فی الامر (کام ان کا آپس میں مشورہ ہے اور ان سے مشورہ کرو کام میں) تحریر فرما کر امام حسینؑ کے حق میں فرمایا ہے کہ:

جناب امام حسینؑ جو تجربہ کر چکے تھے کہ اہل عراق نے، سیمابہل کوفہ نے، جناب امیرالمومنین علیؑ سے بے وفائی کی، جناب سبط اکبر امام حسنؑ سے بدعہدی کے مرتکب ہوئے۔ اب اس حجر میں کیوں جاگھے۔ پھر امام حسینؑ کو ابن عباسؑ و عبداللہ بن زبیرؑ عبداللہ بن عمرؑ نے منع فرمایا اور قطعاً مشورہ نہ دیا۔ آپ نے مشورہ کے خلاف کیوں فرمایا مگر اب تو ہم کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کو آخر نصرت ملی اور یزید بدنا کام ہوا۔ اتمھی لیجئے ورنہ کون مسلمان سیدنا امام حسینؑ کی شان عالی و حالات ارفع سے واقف نہیں۔ بنت رسول ﷺ کے فرزند جن کی شان میں آپ ﷺ فرماویں:

الحسن و الحسين ریحانی من الدنیا (حسین میری خوشبو ہیں دنیا میں)

الحسن و الحسين سیدا شباب اهل الجنة (حسین سردار جوانان جنت ہیں)

هذا ان ابنای و ابناء بنتی اللهم انی احبہما و احب من یحبہما (یہ

میرے فرزند اور میری بیٹی کے فرزند ہیں، یا الہی میں ان کو محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت

کر جو ان سے محبت کرے)

ایسے عالی شان پیشوایان اسلام کے حق میں اعتراض یا کلمہ بے ادبی وہ ہی کہتے ہیں جس کو کچھ ادب کی تعلیم و تائید نہ ہو۔

﴿ ایک طرح سے تو مرزا صاحب کے مریدین معذور ہیں کیونکہ جب مرزا خود اصحاب کبار بلکہ انبیاء کے حق میں بھی کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں تو مرید کیونکر نہ کہیں اور پھر ایسے فضول و لغو کلمات جدل و مباحثہ سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جن کو ان سے پرہیز کی تعلیم ہو یا وہ ذکر اللہ میں

بموجب ارشاد باری کے مصروف ہو۔

﴿ اللہ نے توجس کا دل اللہ کے ذکر سے غافل ہو، اس کیلئے فرمایا کہ اس کی بات مت مان و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا (مت کہا مان جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنے ذکر سے) ذکر کی تاکید میں فرمایا: فاذکرونی اذکرکم و اشکروالی و لا تکفرون (یاد کرو مجھ کو میں تم کو یاد کروں گا، اور میرا شکر کرو، ناشکری نہ کرو)

یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً۔ و سبّحوہ بکرۃ و اصیلاً (اے ایمان والو یاد کرو اللہ کو بہت یاد کرنا اور اس کی پاکی بیان کرو صبح و شام) و اذکر اسم ربک و تبثّل الیہ تبتیلاً (یاد کر نام اپنے رب کا اور منقطع ہو اسکی طرف منقطع ہونا) ادعوا ربکم تضرّعا و خفیة (پکارو اپنے رب کو عاجزی سے و پوشیدہ) و اذکر ربک فی نفسک تضرّعا و خفیة و دون الجهر من القول با لعدو و الاصال و لا تکن من الغافلین (ذکر کر اپنے رب کا اپنے جی میں عاجزی اور خوف سے اور نہ پکار کر، صبح اور شام، اور مت ہو غافلوں سے)

فلاح کا دارو مدار ذکر پر فرمایا: و اذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون (یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم چھٹکارا پاؤ)

پھر ذاکرین کی تعریف میں فرمایا: و الذاکرین اللہ کثیراً و الذاکرات اعدّ لہم مغفرة و اجراً عظیماً (اور ذکر کرنے والے اللہ کا بہت، اور ذکر کرنے والیاں، تیار کیا ہے اللہ نے ان کے واسطے بخشش اور اجر عظیم)

پھر عدم و کمی ذکر کو مساوت قلبی گمراہی نفاق اور عقوبت کی علامت فرمائی جیسے:

فویل للقا سية قلوبہم عن ذکر اللہ او لنک فی ضلال مبین۔ اللہ نزل احسن الحدیث کتاباً متشابهاً مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم و قلوبہم الی ذکر اللہ (وائے ہے واسطے ان کے جن کے دل سخت ہو گئے یاد اللہ سے۔ پس یہ لوگ گمراہی ظاہر میں ہیں۔ اللہ نے نازل فرمائی عمدہ بات، کتاب ہے بعض اس کے مانند دوسری کے جانے والے، بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے ان کے جوڑتے ہیں رب اپنے سے، پھر نرم ہو جاتے ہیں جلد ان کی اور دل ان کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف)

و من اعرض عن ذكرى فان له معيشةً ضنكاً ونحشره يوم القيامة اعمى (اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے اس کی معیشت تنگ ہے اور اتھوڑے گا ہم اس کو دن قیامت کے اندھا)

ومن يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطاناً فهو له قرين (اور جو رحمان کے ذکر سے غفلت کرے ہم چھوڑتے ہیں اس پر ایک شیطان۔ وہ اس کا ہم نشین ہوتا ہے) یہ تو قرآن میں ذکر اللہ کے بارہ میں ہے، اب چند احادیث اس بارہ میں دیکھئے

قال رسول الله ﷺ لا يقعد قوم يذكرون الله إلا خفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده (مسلم)۔ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو جماعت ذکر اللہ کے واسطے بیٹھتی ہے اس کے ارد گرد فرشتے آتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھا پتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے پاس والوں میں ان کا ذکر کرتا ہے)

مثل الذی یدکر ربہ و الذی لا یدکر کمثل الحی و المیت۔ متفق علیہ (مثال اسکی جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ایسی ہے جیسے مثال زندہ اور مردہ کی) یقول اللہ تعالیٰ انا عند ظنّ عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرته فی نفسی و ان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منہم۔ متفق علیہ (فرماتا ہے اللہ تعالیٰ میرا بندہ جیسا مجھ پر ظن کرتا ہے میں اسی کے موافق اس سے کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ پس اگر جی میں ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے جی میں ذکر کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں)

یقول اللہ تعالیٰ و من تقرب منی شبراً تقربت منه ذراعاً و من تقرب منی ذراعاً تقربت منه باعاً و من اتاننی بمشی اتیتہ ہر دلة و من لقینی بقرب الارض خطیئة لا یشرک بی شیئاً لقیته بمثلها مغفرة۔ (مسلم)۔ (فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جو شخص میرے قریب ہوا، ایک بالشت، میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میرے قریب ہوا ایک ہاتھ میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ جو میری طرف معمولی رفتار سے آوے میں اس کی طرف تیز رفتار سے آتا ہوں اور

جو مجھ سے ملے زمین کے بھار گناہ لے کر لیکن میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو میں اس کو اسی قدر بخشش سے ملوں گا)

لا تكثر الكلام لغير ذكر الله فان كثرة الكلام لغير ذكر الله قسوة للقلب وان ابعد الناس من الله القلب القاسى. (ترمذی) (بغیر ذکر اللہ کے زیادہ کلام نہ کرو تحقیق زبانی کلام بغیر ذکر اللہ کے دل کو سخت کرتی ہے اور اللہ سے بہت دور سخت دل ہے)

انّ اللّٰه تعالیٰ یقول انا مع عبدی اذا ذکرنی و تحرکت بی شفّتاہ۔ (بخاری)۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور جب اس کے لب حرکت کرتے ہیں)

پھر ایک طویل حدیث ذاکرین کے باب میں ہے کہ ملائکہ اللہ راستوں میں اہل الذکر کو تلاش کرتے ہیں۔ جب جماعت ذاکرین کو پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ یہ ہے آؤ۔ پس اپنے بازوؤں سے ان کو احاطہ کرتے ہیں آسمان دنیا تک، پھر اللہ ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے) کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں ملائکہ کہ تیرا تقدس تیری بڑھائی تیری حمد تیری بزرگی کا ذکر کرتے ہیں۔ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے۔ عرض کرتے ہیں کہ قسم ہے تیری تجھ کو نہیں دیکھا۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر دیکھیں تو، پس عرض کرتے ہیں کہ اگر تجھ کو دیکھیں تو اس سے زیادہ تیری عبادت کریں زیادہ تعظیم اور زیادہ تسبیحیں کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا سوال کرتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں۔ فرماتا ہے کیا انہوں نے اس کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں قسم ہے یارب نہیں دیکھا۔ پس فرماتا ہے اگر اس کو دیکھتے؟ وہ عرض کرتے ہیں اگر اس کو دیکھتے تو اس کی بہت حرص اور سخت طلب اور عظیم رغبت کرتے۔ پھر فرماتا ہے کس شے سے پناہ مانگتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ آگ سے۔ فرماتا ہے کیا اس کو دیکھا ہے۔ عرض کرتے ہیں قسم ہے یارب اس کو نہیں دیکھا۔ فرماتا ہے اگر دیکھتے؟ عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھتے تو نہایت خوف سے اس سے بہت بھاگتے۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ تحقیق میں نے ان کو بخش دیا۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص ان میں کانہیں وہ اپنی کسی حاجت کے سبب آیا تھا۔ اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی جماعت سے ہے کہ ان کا ہم مجلس شقی نہیں رہتا۔ الخ۔ (بخاری)

غرض فضائل ذکر اللہ بے حد و بے حساب ہیں۔ مسلمانوں کا تو یہی سرمایہ ہے۔ اگر یہ

نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔ فحشاء اور منکرات سے روکنے والی ذکر اللہ سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں جیسا اللہ خود فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذٰکَ رَلَّ اللّٰہُ اَکْبَرُ افسوس ہے کہ اسی کی اجنبیت و قلت کے باعث مرزا صاحب کی مجلس اور ان کے مریدین میں بحث مباحثہ مجادلہ و مکابره شیخی و عجب یا فخر غیبت سب و شتم و غیرہ منکرات کا شغل و چرچا رہتا ہے۔ کاش وہ اس طرف متوجہ ہوتے اور رسول اللہ ﷺ کے مبارک اعلیٰ و ارفع حالات پر تعظیم و تکریم سے خیال کرتے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کان رسول اللہ ﷺ یذکر اللہ علی کل احیانہ۔ (مسلم)۔ (رسول اللہ ﷺ ہر وقت ذکر اللہ کرتے)، یا کم سے کم ان کو خوش نصیبی سے کوئی خالص مخلص مطیعان و متبعان ظاہری و باطنی پیر و ان سید الاولین و آخرین کی مجلس و صحبت نصیب ہوتی تا وہ اس نعمت بے بہا سے کچھ حاصل کرتے اور ان کو معلوم ہوتا کہ عباد الرحمن کیسے و ہم عن اللغو معروضون کے پابند ہو کر چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر آن ہر لحظہ باتباع ہادی جن و انس ﷺ ذکر اللہ میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔

﴿ القصہ جو اہل دل اس مذاق کے راغب و مدعی ہیں ان سب میں کم و بیش علی قدر علم و واقفیت شرعی یہ نسبت ذکر ضرور پائی جاتی ہے گو طریقوں میں اختلاف ضرور ہے لیکن اس نسبت سے کوراہن مرزا صاحب اور ان کی جماعت ہی میں دیکھنے میں آیا ہے جہاں صرف زبانی بحث و مباحثہ قیل و قال تحقیر مومنین و غیرہ پر سارا مدار رہتا ہے و بس، حالانکہ مرزا صاحب کو دعویٰ اس قدر ہے کہ سب ذاکرین و فقراء ان کے آگے بیچ و گرد ہیں بلکہ خود بدولت کو صحابہ کرام و بعض انبیاء سے بھی افضل سمجھتے ہیں اور سید عبداللہ غزنویؒ جیسے مستغرق ذکر جس کو خود فرما چکے ہیں کہ

مکالمات الہیہ سے مشرف بمرتبہ کمال اتباع سنت کرنے والے اور تقویٰ اور طہارت کے جمیع مراتب و مدارج کو ملحوظ و مرعی رکھنے والے ان صادقوں اور راست بازوں میں سے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچا ہوا ہوتا ہے، پر لے درجے کے معمور الاوقات اور یاد الہی میں محو اور غریق اور اسی راہ میں کھوئے گئے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۸۵)۔

اب مرزا صاحب ان سے اپنے مریدین مستغرق بحث و مباحثہ کو سو درجہ بہتر بقسم فرماتے ہیں۔ بات تب تھی جب انصاف سے اور اس نسبت ذکر اللہ سے واقف ہو کر پھر ایسا فرماتے۔ ذی قعد ۱۳۱۷ھ مطابق مارچ ۱۹۰۰ء میں جب یہ مضمون ذکر اللہ تعالیٰ اس کتاب میں درج کیا گیا تو اس پر الہام ہوا: کتاب قد نصّ فیہ رجال لا تلہیہم تجارۃ و لا بیع

عن ذکر اللہ جس کا ترجمہ و مطلب یہ ہے کہ یہ ایسی کتاب ہے جس میں خوب آشکارا ہوا ہے
مضمون آیت کریمہ رجال لا تلهیہم الخ کا۔

﴿﴾ مسیح موعود کے زمانہ کی خصوصیت کی وجہ سے انتشار نورانیت

ضرورت الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور یہ ایک عام قانون و سنت الہی ہے جو ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رہنمائی
سے معلوم ہوا اور ذاتی تجارب نے اس کا مشاہدہ کرایا ہے مگر مسیح موعود کے زمانہ کو اس
سے بھی بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ
میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں
کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس
سے بولیں گے۔

جواب۔ عام قانون و سنت الہی و ذاتی تجارب کی نسبت کچھ ذکر ہو چکا ہے اب
خصوصیت زمانہ مسیح موعود کے بارہ میں عرض ہے۔ کیا مرزا کو قرآن سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ عورتوں
کو پہلے بھی الہام ہوتے رہے ہیں جیسے ام موسیٰ و مریم کو۔ اور چونکہ حضور سید الاولین و الآخین
ﷺ کا زمانہ خیر القرون ہونے کے باعث بدرجہا ان سے بہتر و بڑھ کر تھا تو اس میں بھی ضرور تھا
کہ بقاعدہ مرزا صاحب ان سے بھی بڑھ کر الہامات ہوتے ہیں۔ پھر اگر حضرت مسیح موعود کے زمانہ
میں عورتوں کو الہام ہوں معمولی بات ہوئی نہ خاص۔ پس اس زمانہ کی بڑھ کر کیا خصوصیت ہوئی؟
جس حدیث میں حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں عورتوں کو الہام ہونے کا اور نابالغ
بچوں کے نبوت کرنے کا ذکر ہے وہ حدیث مرزا صاحب نے درج نہیں فرمائی۔ کیا وجہ ہے؟ بہتر
ہوتا کہ وہ حدیث بھی درج فرمادیتے تاکہ دعویٰ بادل اور آپ کا صدق ظاہر ہو جاتا۔

﴿﴾ رسول اللہ ﷺ و دیگر انبیاء کے منصب نبوت کے لئے تو مرزا صاحب چالیس برس
تعلیم و غیرہ کیلئے ضروری بیان فرماتے ہیں اور یہاں ارزانی فرما کر خود بدولت کی فضیلت کے ثبوت
کو قوی کرنے کے لئے فرمایا کہ اس وقت نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس
سے بولیں گے اور عجب یہ ہے کہ جن کتابوں کو خود اصلی نہیں مانتے اور بالکل ناقابل اعتبار کئی جگہ
بیان کرتے اور لکھتے ہیں یہاں انہی کے لہجہ و اقوال بے سند و بے دلیل پر تمسک کرتے ہیں کہ کسی

طرح کچھ ہاتھ پڑ جائے۔ اور یہ نہیں خیال کرتے کہ محرف کتب کا کون اعتبار کرتا ہے جن کی تحریف آئے دن معرض بحث میں رہتی ہے اور مسلمان دوسروں کو منوا کر چھوڑتے ہیں بہر حال اب تک بظاہر اس کا کچھ ثبوت و ظہور نہیں ہوا۔

﴿ کیا اس تمہید سے مرزا صاحب کا اپنے کسی نابالغ بچے کے لئے دعویٰ نبوت کی بنیاد و پڑی جمانا مرکوز خاطر ہے؟ مرزا صاحب پہلے بھی اپنے فرزند کی نسبت تعریفی الفاظ میں روح مقدس، پاک، نور اللہ، مبارک، مسیحی نفس، روح الحق، کلمۃ اللہ، مظہر الاول والاخر، مظہر الحق والعلا کانت اللہ نزل من السماء نور، خدا کا روح، اسیروں کی رستگاری کا موجب وغیرہ مشتہر کر چکے ہیں

﴿ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑ کر منور ہونا

ضرورت الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہوگا جیسا کہ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو دیوار منور ہو جاتی ہے اور اگر چونہ اور قلعی سے سفید کی گئی ہو تو پھر اور بھی زیادہ چمکتی ہے اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کوتاب نہیں رہتی۔ مگر دیوار دعویٰ نہیں کر سکتی کہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر مجھ میں ہے کیونکہ سورج کے غروب کے بعد پھر اس روشنی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ ایسا ہی تمام الہامی انوار امام الزمان کا انعکاس ہوتا ہے۔

جواب - پرتوہ اور امام الزمان کے انوار کے انعکاس کا مسئلہ اور اس انعکاس سے امام الزمان ہی کے مخالف الہام ہونے کا بیان اور پھر انتشار روحانیت و نورانیت کا ذکر ہو چکا ہے۔

﴿ دیوار اگر پہلے بے نور ہو اور بعد میں نور سے منور ہو (نہ سایہ سے جیسا کہ مرزا صاحب نے فرمایا) تو بے شک وہ دیوار طفیلی ہوگی اور تمول کیا جاوے گا کہ یہ نور کسی اور کا ہے لیکن جس حالت میں وہ دیوار طلوع آفتاب خلیلہ مرزا سے پہلے ہی بفضل و کرم واہب العطیات نور السماوات والارض مہبط انوار رحمت خداوندی ہو تو وہ کیونکر اور کس طرح اپنے تئیں طفیلی سمجھے جیسا کہ اول ذکر ہوا۔

﴿ رہا زبانی دعویٰ تو وہ تو کلیتاً مرزا کے ملکیت و اختیار میں ہے کسی دوسرے عاجز کا جو دیوار سے بھی اپنے آپ کو کمتر و ناچیز سمجھتا ہو، اس کا کیا مقدور و کیا حوصلہ کہ کسی قسم کے دعویٰ کا خیال دل میں یا حرف زبان پر لاوے۔ خیر مرزا نہ کریں لیکن خاکسار کو تو ہر دم اپنا عجز و عبودیت مد نظر ہے۔

یہ بھی زبردستی سے مجرد دعویٰ ہے کہ الہامی انوار امام الزمان کے انوار کا عکس ہوتا ہے کیونکہ یہ انوار تو بقول مرزا صاحب قدیم ہی سے اس امت مرحومہ میں ہر ایک زمانہ میں بفضل و کرم مبداء فیوض و بطفیل اتباع ہادی جن و انس چلے آتے ہیں جیسا کہ آپ خود بھی بیان کر چکے ہیں پھر خواہ نحوہ بار بار اثبات فضیلت خود بدولت کے لئے امام الزمان کے انوار کا انعکاس بے دلیل کہے جانا کیا ضروری ہے؟ ہاں اس کی تصدیق تب ہو سکتی ہے جب بقول مرزا صاحب سورج غروب ہونے پر یعنی بساط نوری امام الزمان کے بعد ان انوار کا نام و نشان نہ رہے۔

﴿ امام الزمان کی خبر سن کر تعلق نہ پکڑنے سے سلب ایمان ہونا ﴾
 ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اگر کوئی قسمت کا پھیر نہ ہو اور خدا کی طرف سے کوئی ابتلاء نہ ہو تو سعید انسان جلد اس دقیقہ کو سمجھ سکتا ہے اور خدا نحوہ استہ اگر کوئی اس الہی راز کو نہ سمجھے اور امام الزمان کے ظہور کی خبر سن کر اس سے تعلق نہ پکڑے تو پھر اول ایسا شخص امام سے استغنا ظاہر کرتا ہے، پھر استغنا سے اجنبیت اور پھر اجنبیت سے سوء ظن بڑھتا ہے، اور پھر سوء ظن سے عداوت پیدا ہوتی ہے، اور پھر عداوت سے نعوذ باللہ سلب ایمان تک نوبت پہنچتی ہے۔

جواب۔ جو امام برحق اور اس کی امامت علیٰ منہاج النبوۃ ہو اس سے بے تعلقی اجنبیت استغنا بلا شک جرم ہے اعادنا اللہ منہا۔ لیکن جو امام بغیر اعمال کے مجرد زبانی دعویٰ امامت کرے اور اس آڑ میں مسائل مسلمہ شرعیہ نبویہ و قرآنیہ کی ترمیم و تہنیخ و رد و بدل کر کے اپنے لچر، من گھڑت مسائل شائع کرے اور اوصاف امامت، زہد و قناعت، توکل، صبر، رضا، تجمل، انابت، تقویٰ، مصروفیت ذکر، وغیرہ کی بجائے تن آسانی، خوش گذرانی، حرص مال، محبت جاہ، ادب و ریاست کا شیدا، ہو۔ التفات بغیر اللہ، خوش آمد، چا پلوسی اہل دنیا کر کے دنیاوی خطاب و عزت کا خواہاں و عاشق، ذرا سی وہی تکلیف پر دھڑا دھڑا وایلا، میوریل بھیجنے پر آمادہ، اپنے مریدین کو جمع رکھنے اور دیگر مردمان کو اپنا معتقد بنانے میں مصروف، دن رات غیبت، سب و شتم و لعن طعن مسلمین و مومنین میں مشغول، دوسرے مسلمانوں کو کافر بنانے کیلئے حیلہ حوالہ سے فتویٰ حاصل کرنے میں مشاق، طول اہل میں تیس برس کے واسطے رجسٹری کرانے اور غیر سبیل المومنین اپنی و جماعت و اہل بیت کی طرح طرح کی تصویریں اتروانے میں دلیر ہو، فرمائے ایسے امام سے بے تعلقی، اجنبیت، استغنا

میں حصولِ رضائے رب العالمین بموجب قرآن و حدیث درست ہے یا نہ۔

نظر بریں حالات مرزا صاحب اول امامت باوجود موجودگی اوصاف و حالات متذکرہ بالا کے ادلہ شرعیہ سے ثابت کریں پھر اس پر یہ تفریح اٹھائیں۔

یہ بھی غور فرمائیں کہ عوام کا تو کیا ذکر، خواص علماء محدثین فقہاء محققین صوفیہ کرام صاحب کشف و بشارات و مجاہدات اصحاب الہامات و مکالمات بلکہ قریباً سب اہل اسلام مرزا صاحب سے نہ صرف ناموافق بلکہ سخت مخالف ہیں اور اس لئے کہ خود بدولت میں سوائے مجرد دعویٰ اپنے تعلیمی و شیخی و خودسری وغیرہ کے اور کوئی علامت امامت نہیں ہے آپ اسپر تدبر کریں۔

قریب قریب اسی طرز کے الفاظ اجنبیت، عداوت، ختم علی القلب وغیرہ مرزا صاحب نے رسالہ آسمانی فیصلہ میں بھی لکھے ہیں۔ مرزا صاحب کو تو یہ ترکیب الفاظ مرغوب خاطر ہوئی اور جب تک ختم علی القلب اور سلب ایمان تک نوبت نہ پہنچے اور کل دھمکیاں اور دینی دنیاوی بلائیں خود بدولت سے تعلق نہ پکڑنے والے پر نازل نہ فرمائیں، بس نہیں فرماتے۔ لیکن جن عاجزوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے ان کی حالت بھی مد نظر فرمائیں کہ ان کو کیسی ایذا رسانی ہے اور اسکا ان پر کیا اثر اور کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ مرزا کو تو ہمدردی خیر خواہی و بہبودی و فیض رسانی خلق اللہ اور رحمۃ للعالمین ہو کر تشریف لانے کا دعویٰ ہے اور عمل یہ کہ دوسری مخلوق الہی کے سلب ایمان، تباہی ہلاکت اور خود بدولت کی بہتری خطاب عزت درازی حیات کا وظیفہ اور جو اشتہار و پیش گوئی ہو وہ بھی اسی مضمون کی، غرض یہی شفقت علی الخلق و رحمۃ للعالمین مرزا صاحب سے ظاہر ہو رہی ہے۔

بے شک بخیاں مرزا تو قسمت کے پھیر اور خدا کی طرف سے ابتلاء سے بری و محفوظ ہو کر سعید انسان تب ہی ہو سکتا ہے جب مرزا کی چاکری غلامی و تابعداری میں داخل ہو کر بیعت کر کے مرزا صاحب کو اپنے نفس معہ لوازم کا مالک بناوے۔ لیکن مرزا صاحب نے صفحہ ۳ میں فرمایا ہے کہ:

جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے اور استقامت اختیار کرتے ہیں فرشتے ان کو بشارت کے الہامات سناتے رہتے ہیں اور تسلی دیتے رہتے ہیں اور اس قسم کے الہامات یا خواہیں عام مومنوں کے لئے روحانی نعمت ہیں۔

اور صفحہ ۴ میں مرزا صاحب نے فرمایا ہے:

کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا مستعد دلوں پر پرتوہ پڑتا ہے۔

تو جب الہامات ارحم الراحمین کی طرف سے فضل و رحمت و روحانی نعمت ہیں اور بیشک ضرور ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے صاحب نعمت و فضل کو باوجود استغراق و انابت الی اللہ و مسکنت عبودیت و انکساری، شکرگذاری و انعماء و اہب العطیات و اقرار و اعتراف قصور محبت و لیاقت و استعداد خود کس لئے قسمت کا پھیر و ابتلاء ہو، اور امام کی شناخت سے محرومی اجنبیت سوء ظن عداوت اور اخیر پر سلب ایمان کی بلا کیوں اس پر وارد ہوگی حالانکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَّ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت رہے اور اس کے۔ پس ان پر نہ خوف ہے اور نہ غم کھا وینگے اور وہ صاحب بہشت ہیں اس میں ہمیشہ رہینگے، بدلہ اس چیز کا جو وہ کرتے تھے)

میں صریح اخیر خود جنت تک کا وعدہ اس رحیم و کریم کا ہے۔ مرزا صاحب عاجزوں پر رحم فرمائیں اور اس شہنشاہ عالی جاہ ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں کے واسطے اسقدر تشدد سے ایسا محدود و تنگ پیمانہ حسب خیال و حوصلہ خود مقرر فرما کر غریب بندگان ارحم الراحمین کو ایسا ناامید و مایوس نہ فرمائیں اور یہ غور کریں کہ جس پر اللہ ایسا فضل و کرم کرے اس کو امام کی مخالفت کے ایسے الہام کیوں ہوں؟ ہاں اگر اس قادر مطلق احکم الحاکمین و غیاث المستعیشین و ہادی المضلین کا اس بے چارہ و بے گناہ عاجز ملامہم کو بذریعہ الہام ہی تباہ و برباد کرنے کا ارادہ ہے تو انا للہ و انا الیہ راجعون پھر کسی دوسرے کی کیا پیش جاسکتی ہے لیکن چونکہ اس ذات پاک ارحم الراحمین نے خود ہی فرمایا ہے:

و رحمتی وسعت کلّ شئی - (اور میری رحمت نے سب لیا ہر شئے کو)

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم و لا هم یحزنون (خدا تعالیٰ کے دوستوں پر کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غم گین ہوں گے)

الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَّ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَھُمْ الْبَشْرٰی فِی الْحَیْوةِ الدُّنْیَا و فِی الْاٰخِرَةِ - لا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (وہ جو ایمان لائے اور تھے پرہیزگاری کرتے، واسطے ان کے ہے خوش خبری زندگانی دنیا میں اور بیچ آخرت کے۔ نہیں بدلنا کلام خدا کی کو۔ یہ ہے مراد پانا پڑا)

اور حدیث شریف میں بھی ان رحمتی سبقت غضبی (بے شک میری رحمت سبقت لے گئی ہے میرے غضب پر)، اور ایک روایت میں غلبت غضبی فرمایا ہے، اس لئے

امید واثق و یقین کامل ہے کہ وہ ہرگز ایسا نہ کرے گا بلکہ بموجب ارشاد: اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے) کے روز بروز انعامات و احسانات فراواں در فراواں فرماوے گا۔

آنحضرت ﷺ کے وقت میں راہبوں کا ملہم ہونا



ضرورۃ الامام میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور کے وقت ہزاروں راہب ملہم اور اہل کشف تھے اور نبی آخر الزمان کے قرب ظہور کی بشارت سنایا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے امام الزمان کو جو خاتم الانبیاء تھے، قبول نہ کیا تو خدا کے غضب کے صعقہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے تعلقات خدا تعالیٰ سے بکلی ٹوٹ گئے۔ اور جو کچھ ان کے بارہ میں قرآن شریف میں لکھا گیا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں قرآن شریف میں فرمایا گیا وکانوا یستفتحون من قبل اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے نصرت دین کے لئے مدد مانگا کرتے تھے اور ان کو الہام اور کشف ہوتا تھا۔

جواب۔ جن بد بختوں نے امام الزمان خاتم الانبیاء کو قبول نہ کیا انہوں نے تو اللہ کے صعقہ غضب سے ضرور ہلاک ہونا ہی تھا اور سب ایسے متکبر حق کو قبول نہ کر نیوالے ہلاک ہو گئے اور ان کے تعلقات بھی خدا سے بکلی ٹوٹ گئے اور یہ ضروری تھا، لیکن یہاں تو معاملہ ہی اس کے برعکس ہے۔ یعنی جو لوگ مجرد دعویٰ دار امام الزمانی کو نہیں قبول کرتے بلکہ ان دعاوی کو بنظر کراہت دیکھتے ہیں اور نہ صرف خود بلکہ اوروں کو بھی ان کے قبول کرنے سے مانع ہوتے ہیں انکا کچھ حرج و نقصان بظاہر نہیں ہوا، اور نہ ان پر غضب کا صعقہ گرا، نہ ان کے تعلقات خدا تعالیٰ سے ٹوٹے اور باوجود آپ کے بزبان خود مستجاب الدعوات ہونے کے بھی ان کا کچھ نہیں بگڑتا، بلکہ ان کی ہر حال میں بظاہر ترقی ہی ہے۔ شعائر اسلام عبادات ذکر الہی وغیرہ میں وہ دستور مشغول و مصروف ہیں جیسا کہ جماعت سید عبد اللہ مرحوم غزنوی و مولوی عبد الحق وغیرہ جن کو مرزا کے خلاف الہام بھی ہوتے رہتے ہیں۔ مولوی سید نذیر حسین دہلوی و مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ جو باوجود ضعف و کبر سنی کے درس و تدریس قرآن مجید و احادیث رسول رب العالمین وغیرہ اوراد میں ویسے ہی مصروف فراہمی و ذخیرہ عاقبت ہیں، اور ایسا ہی مولوی محمد ابراہیم و دیگر عالمان و مولویان کا حال ہے۔ مرزا قادیانی

خیال فرمائیں کہ ان کے کون سے تعلقات خدا تعالیٰ سے ٹوٹے ہیں۔۔۔

﴿ اور عاجز خاکسار تو اس امر کا قائل ہے اور اس کا ذاتی تجربہ و مشاہدہ کر رہا ہے کہ مرزا کی ملاقات و ارتباط کے سبب جو کچھ قبض و غفلت لاحق رہتی تھی وہ ان کی علیحدگی سے مبدل بہ بسط ہو کر انعامات تقرب الہی میں بہت ہی ترقی و افزونی ہوئی ہے اور اس پر الہامات کی اس قدر زیادتی ہوئی کہ کچھ حد نہیں الحمد للہ کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما تحب ربنا و ترضی ﴿ چونکہ مرزا صاحب علم و فضل و قرآن و حدیث کے حقائق و معارف کے بزبان خود دریا بلکہ سمندر نا پیدا کنار ہیں لہذا ان کے دعویٰ علم و حقائق معارف کی نسبت بھی کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔ سو وہ یہ کہ اول تو لفظ راہب صیغہ واحد بجائے صیغہ جمع رہبان کے مرزا صاحب نے لکھا ہے دوم رہبان تو نصاریٰ تھے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے بَانَ مِنْهُمْ قَسَّسِیْنَ وَ رَهْبَانَآ وَ اَنْهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ (ان میں عالم اور راہب ہیں، اور وہ تکبر نہیں کرتے) چنانچہ معالم التنزیل میں ہے وَ الرَّهْبَانُ مِنَ النَّصَارَى اصْحَابُ الصَّوَامِعِ (راہب نصاریٰ کے وہ لوگ تھے جو عبادت خانوں میں رہتے تھے) لکھا ہے اور کَانُوا مِنْ قَبْلِ یَسْتَفْتِحُوْنَ وَ اَلْ یَهُودِ تَحْتِیْ جِیْسَا کہ اکثر تفاسیر میں ہے۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

وَ کَانُوا یَعْنِی الْیَهُودَ مِنْ قَبْلِ مَبْعَثِ مُحَمَّدٍ ﷺ یَسْتَفْتِحُوْنَ
یَسْتَنْصِرُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوا عَلَی مَشْرِکِی الْعَرَبِ (یہودی، رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے کے ساتھ طلب فتح کی یعنی مدد مانگا کرتے تھے ان لوگوں پر جو کافر تھے یعنی عرب کے مشرکوں پر)

ایسا ہی تفسیر جامع البیان میں ہے:

وَ کَانُوا الْیَهُودَ وَ الْوَاوِیِّ لِلْحَالِ مِنْ قَبْلِ، قَبْلِ نَزْوِلِهِ، یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی
الَّذِیْنَ کَفَرُوا، یَسْتَنْصِرُوْنَ عَلَی الْمَشْرِکِیْنَ یَقُولُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْصِرْنَا
بِنَبِیِّ آخِرِ الزَّمَانِ الْمَنْعُوْتِ فِی التَّوْرَةِ (حالانکہ یہود اس کے نزول سے پہلے
کافروں پر فتح طلب کرتے تھے اور مشرکوں پر مدد مانگتے تھے، اے اللہ تعالیٰ ہمیں بواسطہ نبی
آخر الزمان، جو کہ توراہ میں صفت کئے گئے ہیں، مدد کر)

تو اب خیال کریں کہ یسٹنصرون کے یعنی نصرت مانگنے والے تو یہود تھے اور
مرزا صاحب نے لکھ دیا ہے کہ راہب تھے یعنی نصاریٰ تھے، اس کی کیا وجہ ہے؟

﴿ پھر پارہ اول قرآن مجید کی یہ آیت وکانوا من قبل یستفتحون کو بھی صحیح نہیں لکھا، بلکہ الٹ پلٹ کر کے وکانوا یستفتحون من قبل لکھ دیا ہے حالانکہ انی متوفیک ورافعک کے معنی پس وپیش خیال کرنے والوں کو مرزا طعن و ملامت کا نشانہ بنایا کرتے ہیں۔

﴿ مرزا صاحب نے اخیر عبارت میں فرمایا ہے کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے نصرت دین کے لئے مدد مانگا کرتے تھے اور ان کو الہام اور کشف ہوتا تھا۔

اس آیت کے ماقبل و مابعد کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں یہودیوں کے استکبار تکذیب کفر بے ایمانی و بغاوت وغیرہ کا ذکر ہے۔ کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنی الہام و کشف ہوں۔ نہ معلوم مرزا صاحب نے الہام و کشف کس لفظ و جملہ کے معنی و تفسیر کی ہے؟

﴿ یا بنظر و بدلیل وسیع الاختیاری و مناصب امام الزمان باوجود موجودگی احکام:

من قال فی القرآن برأیه فلیتنبؤا مقعده من النار (جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کہے پس وہ اپنی جگہ دوزخ میں طیار کرے)

من قال فی القرآن برأیه و اصاب فقد اخطا (اور جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کہے اور صواب کو پہنچے تو بھی غلط کیا)

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے یہ معنی و تفسیر اپنا الہامی جو ہر دکھلانے کو بڑھادی ہے جیسا کہ علماء امت کے معنی و تفسیر میں لفظ، اندھا آئیگا، بڑھادیا تھا۔

﴿ ایسا ہی مرزا کی یہ بھی عادت ہے کہ اپنے بیان و تحریر کے وقت اثبات مدعا کیلئے خواہ وہ موقوف، منقطع، شاذ، منکر، معلل، مرسل، مدلس، مضطرب، مدرج، وغیرہ کیسی ہی ہو لیکن مرزا اکثر لفظ حدیث صحیح اپنی طرف سے ضرور لگا دیا کرتے ہیں اور مقابلہ میں دوسروں سے صحیح بخاری جس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے اس کی احادیث کو بھی قبول کرنے میں چون و چرا و تعال و غیرہ پیش فرمایا کرتے ہیں اور پھر عمل کے وقت وہ تعال بھی نسیاً نسیاً جیسا کہ خود بدولت و جماعت وغیرہ کی کئی قسم کی تصویریں اترانے کے وقت کسی تعال و حکم وغیرہ کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔

﴿ عیسائیت میں مخلوق پرستی ملنے کے باعث یہودیوں کی بریت ضرورت الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اگرچہ وہ یہودی جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی نافرمانی کی تھی خدا تعالیٰ کی نظر سے گر

گئے تھے لیکن جب عیسائی مذہب بوجہ مخلوق پرستی کے مر گیا اور اس میں حقیقت و نورانیت نہ رہی تو اس وقت کے یہود اس گناہ سے بری ہو گئے کہ وہ عیسائی کیوں نہیں ہوتے۔ تب ان میں دوبارہ نورانیت پیدا ہوئی اور اکثر ان میں سے صاحب الہام اور صاحب کشف پیدا ہونے لگے اور ان کے راہبوں میں اچھے اچھے خیالات کے لوگ تھے اور ہمیشہ اس بات کا الہام پاتے تھے کہ نبی آخر الزمان اور امام دوراں جلد پیدا ہوگا۔ وغیرہ الخ

جواب۔ عیسائی مذہب میں مخلوق پرستی تو بعد میں نادانوں نے ملائی، مذہب کا اس میں کوئی ذمہ نہیں۔ یہودی سیدنا مسیح کی نافرمانی و انکار کی وجہ سے بجائے خود ان کی دشمنی و بدزبانی سے کبھی باز نہ آئے۔ کم سے کم مسیح کا عناد اور ان کے حق میں دشنام دہی اور طرح طرح کے اتہام تو چھوڑتے، لیکن یہ بھی نہ چھوڑا۔ اب تک بدستور ویسے ہی ہیں۔ تو پھر ان میں نورانیت اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کے علامات و برکات یعنی الہامات و کشف کیسے آگئی اور وہ گناہ سے بغیر توبہ بلکہ باوجود اصرار و ہٹ کے کیسے بری ہو گئے۔ اور ان کے راہبوں میں اچھے اچھے حالات کے نورانی صاحب الہام و کشف کس طرح ہو گئے (مرزا بایں دعویٰ فضل و علم فصاحت و بلاغت بار بار راہب کو یہودی ہی لکھتے ہیں، راہب تو نصاریٰ تھے ان کو یہود سے کیا تعلق؟) کیا کسی مومن کے نزدیک معاذ اللہ عناد و توہین و تحقیر سیدنا مسیح بھی کبھی کسی وقت باعث و موجب نورانیت و الہام و کشف وغیرہ علامات و خوشنودی رب غیور ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

﴿ مرزا کا ابھی تو اس بات پر زور تھا کہ تمام الہامی انوار و مکاشفات منامات و برکات وغیرہ امام الزمان کا انکاس ہوتا ہے اور یہاں پہنچ کر حافظہ نہ باشد والی مثال کے موافق ظلماتی متورد و سرکش و یقتلون النبیین بغیر الحق (نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں) کے مصداق یہودیوں کو جو امام الزمان سے بہت دور تر پیدا ہوئے تھے ان کو صاحب الہام مکاشفات نورانیت و اچھے اچھے حالات والے بیان کیا ہے۔ اب فرمائیے کہ یہ کس کا انکاس تھا؟

﴿ مسیح کے انکار عداوت دشمنی و مخالفت میں تو ان بدقسمتوں پر یہ انعامات خداوندی ہوئے اگر مرزا صاحب کی طرح وہ سیدنا مسیح کے خیر خواہ و ثنا خوان ہوتے تو نہ معلوم کہ پھر وہ کن انعامات کے مستحق ہوتے۔ سبحان اللہ۔ مرزا صاحب کے حقائق و معارف میں، جن پر آپ اور آپ کے مریدین دلدادہ ہیں، ذرا انصاف سے ان پر توجہ و غور فرمائیے۔

نبی موعود کے وقت راہبوں کا ہلاک و سیاہ دل ہونا



ضرورۃ الامام کے صفحہ ۶ پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

مگر جب وہ نبی موعود، اس پر خدا کا سلام، ظاہر ہو گیا تب خود بینی و تعصب نے اکثر راہبوں کو ہلاک کر دیا اور ان کے دل سیاہ ہو گئے مگر بعض سعادت مند مسلمان ہو گئے اور انکا اسلام اچھا ہوا۔ پس یہ ڈرنے کا مقام ہے۔ خدا کسی مومن کی بلعم کی طرح عاقبت نہ کرے، الہی تو اس امت کو فتنوں سے بچا اور یہودیوں کی نظیریں اس سے دور رکھ آئیں

جواب۔ واقعی خود بینی اور تعصب یعنی انا خیر منہ و، ہم چو ما دیگرے نیست کہنا عام مخلوق الہی اور امت خیر الوری کو بنظر توہین و تحقیر دیکھنا، اپنی فضیلت و بزرگی ہر پہلو سے ثابت و قائم کرنے کی تدابیر میں مصروف رہنا، بے ضرورت منصوبجات کو ناجائز حیلہ حوالہ کر کے اپنے اقوال کی تصدیق کرنا، یا فتویٰ حاصل کرنے اور قرآن و احادیث کی عبارت کے معنی و تفسیر میں یحرفون الکلم عن مواضعہ (بدل ڈالتے ہیں کلموں کو اپنی جگہوں سے) کے مصداقوں کی طرح اپنی طرف سے اپنے مفید مطلب کمی زیادتی کرنی وغیرہ، یہ سب بے شک ایسے امراض ہیں جن سے انسان سیاہ دل ہو کر ہلاک اور آخر بصورت منیب و تائب نہ ہونے کے خود بد عاقبت ٹھہرتا ہے۔ حافظ حقیقی اپنے فضل و کرم سے اس امت کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہم عاجز بندوں کو ہمارے عیوب اور اغلاط اور زلات پر بصیرت و اطلاع بخش کر ان سے تائب ہونے و پرہیزگی توفیق بخشے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں: جب کہ وہ نبی موعود، اس پر خدا کا سلام، ظاہر ہو گیا تب خود بینی و تعصب نے اکثر راہبوں کو ہلاک کر دیا اور ان کے دل سیاہ ہو گئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ پاک قرآن میں فرماتا ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ اشْرَكُوا وَ لَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى . ذَلِكَ بَأَنَّ مِنْهُمْ قَسِيْسِينَ وَرَهْبَانًا . وَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ . وَ إِذَا سَمِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آ مَنَّا فَا كْتَبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ . وَ مَا لَنَا لَا نُوْمِنُ بِاللَّهِ وَ مَا جَاءَنَا بِالْحَقِّ وَ نَطْمَعُ أَنْ يَدْخُلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ . فَا ثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

خالدین فیہا و ذلک جزاء المحسنین۔ (مومنوں کے ساتھ دشمنی کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ یہود اور مشرکوں کو توپاؤے گا۔ اور مومنوں کے ساتھ دوستی میں زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤے گا جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں علماء اور رہبان گوشہ نشین ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کی طرف اتاری گئی ہے سنتے ہیں، تو ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ حق کے پہچاننے سے آنسو بہاتے ہیں، کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہیں پس ہم کو شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ اور ہم اللہ اور اس کے ساتھ جو ہمارے پاس آیا ہے کیوں کر ایمان نہ لادیں حالانکہ ہم طمع کرتے ہیں کہ اللہ ہم کو قوم صالح میں داخل کرے۔ پس اللہ نے ان کو اس کہنے کے عوض بہشت بدلہ دیا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بدلہ ہے نیکو کاروں کا)

مدعا یہ کہ مرزا صاحب راہوں کو خود بین، متعصب، سیاہ دل بتاتے ہیں اور اللہ پاک ان کو بہت قریب از روئے محبت مومنین سے، قسیسین اور رہبان غیر متکبر، حق سن کر اور پہچان کر رونے والے، ایمان کا اقرار کرنے والے، قوم صالحین میں داخل ہونے کی آرزو کرنے والے، اور پھر ان کو ثواب جنت جزاء المحسنین دینا فرماتا ہے۔ دیکھئے کس قدر فرق پڑ گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تو نصاریٰ کے مذہب کی قرآن مجید میں اس قدر تعریف فرماتا ہے اور مرزا صاحب ان کو سرکش، منکر، مغضوب علیہ یہود سے نسبت دیں جو مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں جیسے قرآنی الفاظ لتجدن اشدّ الناس عدواً للذین آمنوا الیہود میں صریح ارشاد ہے۔

﴿ اسلام میں تو جو آئے گا، ضرور سعادت سے حصہ لیگا۔ لیکن اسلام کے معنی کیا کرتے ہیں: گردن نہاد، فرمان بردار ہونا، احکام کو قبول کرنا،

اور مرزا صاحب نے بھی گواہی اور طرح سے حقائق و معارف سے رنگین کر کے معنی کئے ہیں لیکن مطلوب مقصود میں کچھ ایسا فرق نہیں۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ جس شخص کو دوسری تمام مخلوق کو اپنا فرمان بردار بنانا اور سب کی گردنیں اپنے حکم کے آگے جھکوانا اور سب کے نفس کا معر لوزم مالک بننا منظور اور مد نظر ہو، وہ اپنی گردن کیونکر جھکائے گا، اور اسلام کو گوزبان سے اچھا کہے، اس کی فرمان برداری کیونکر قبول کرے گا۔ اور یہ ہی سخت ڈرنے کا اور خوف کا مقام ہے اور اسی واسطے اخیر پر عاجز، مرزا صاحب کی دعا پر بھی آمین ثم آمین کہتا ہے۔

﴿ مرزا صاحب نے اول تو فرمایا کہ الہامی انوار و برکات، مکاشفات، منامات وغیرہ امام

الزمان کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے پھر اس قول کی پرواہ نہ کر کے ان ظلماتی، متمرد، سرکش و نافرمان مخالف و مقابل انبیاء یہود کو جو زمانہ امام الزمان سے بہت دور تر پیدا ہوئے تھے ان کو صاحب الہامات مکاشفات و نورانیت بنایا، اب یہاں آکر ان کو پھر اس کے برعکس تحریر کر دیا کہ سیدالاولین و الآخین ﷺ برحق امام الزمان کے بابرکت و نورانی عہد کے وقت راہب ہلاک اور سیہ دل ہو گئے گویا کہ حضرت مسیح کے بعد زمانہ فترتہ میں تو الہامات بند ہو کر وہ مہمین مردود مغضوب علیہم ہو گئے۔ سبحان اللہ مرزا صاحب کسی جگہ فرار و استقامت تو فرمائیں ہر بات پر حاشیہ نشینان واہ واہ کرنے والے موجود ہیں، لہذا مرزا صاحب کو ان اختلافات انقلابات کی پرواہ نہیں ہے اور روحانیت کے مذاق کی کمی کے سبب ان پر نظر نہیں پڑتی۔

﴿ دیکھئے خلاف منشاء کلام رب عزیز و شریعت اسلامی اپنی طرف سے من گھڑت قاعدہ تراشنے میں بموجب حکم والہام لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً ﴾ (اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے) کے انسان کہاں کہاں لکھیں مارتا پھرتا اور کیسی حیرانی و اختلافات میں سرگشتہ و سرگردان ہوتا ہے۔ مرزا و مریدین غور فرمائیں۔

امام الزمان کی علامات

ضرورتاً الامام میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

اب ایک ضروری سوال یہ ہے کہ امام الزمان کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامات کیا ہیں اور اس کو دوسرے مہموں اور خواب بینوں اور اہل کشف پر کیا ترجیح ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام الزمان اس شخص کا نام ہے کہ جس کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کے معقولوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے اس لئے اس کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑتا۔

جواب۔ اگرچہ اس سوال کا مختصر اور مرزا صاحب کا پسند خاطر تو اسی قدر جواب تھا جو انہوں نے (رسالہ ضرورتاً الامام کے) صفحہ ۲۳ میں بقلم جلی تحریر فرمایا ہے، کہ امام الزمان میں ہوں،

لیکن مرزا صاحب نے اسی پر بس نہیں فرمائی اور انصاف یہ ہے کہ حالات ہی ایسے ہیں جن سے مرزا صاحب معذور ہیں یعنی حاشیہ نشینان فدایان ہی ایسے مل گئے ہیں کہ ما هذه التماثل التي انتم لها عاكفون (کیا ہیں یہ مورتیں کہ تم واسطے ان کے اعجاب کرنے والے ہو) کی طرح سرنگوں یا تاثیر ادویات مقویات و مجونات و اشغال اطعمہ و اثر بہ گونا گوں کی طاقت سے داد دینے اور لوٹ پوٹ ہو کر، اہا اہا، کیا عرفان اور معرفت کے سمندر پلٹ دیئے، کہنے کو حاضر و موجود ہیں جس کا نمونہ کسی اہل اللہ و ربانی کی مجلس میں نہ دیکھا نہ سنا۔

اور اس پر مرزا صاحب کو فرصت کثیر عمر بھر کے عادت تحریر طبیعت میں بحث مباحثہ کا مذاق خود بدولت سخن آرائی کے مشتاق مضامین کی آمد قلم ہاتھ میں غرض سب سامان موجود۔ پس جو پسند خاطر ہوا بلا تامل تحریر فرما دیا کون مزاحم و مانع ہو سکتا ہے۔ اور انہی اسباب کی وجہ سے مرزا نے علامات امام الزمان و علامات الہام میں بہت کچھ خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ ما یلفظ من قول الالہیہ رقیب عتید (نہیں بولتا کوئی بات مگر اس کے پاس ہے نگہبان تیار) کے ارشاد کو ایسے اہم و ضروری امور میں مدنظر رکھتے بالخصوص بدعوی سپہ سالاری انواج محمدیہ ﷺ۔ کیونکہ یہ اسلامی (محمدی) فوج کچھ بے آئینی و بے قانونی و خود سر ہرگز نہیں، عام ہو یا خاص، سپاہی یا افسر سپہ سالار، رعیت ہو خواہ حاکم خود مختار، آقا ہو یا غلام، غرض ہر ایک کے لئے اس کے ہر ایک امر دینی و دنیاوی معاد و معاش کے واسطے ایسا کامل و غیر مبدل پاک قانون موجود ہے جس میں ضوابط و قوانین شارع ﷺ کے وقت سے مقرر و منضبط ہو چکے ہیں اور چونکہ وہ دستور العمل قوانین الہی ربانی ہیں، لہذا تغیر و تبدل نسخ و ترمیم کو ان میں دخل و گنجائش نہیں۔ اور تیرہ سو برس سے زیادہ کا تجربہ اس پر شاہد ہے کہ اس عالی شان با برکت محکم قانون کی پیروی و پابندی مشتمل حسنات کونین اور اس سے انحراف و روگردانی منج سببات دارین یعنی خسار الدنیا و الآخرة ہے، لہذا لازم تھا کہ جو کچھ ہدایت و بہتری اسلام و اسلامیان کے نام سے خواہ اوصاف امام خواہ شرائط الہام کچھ ہی ہوتا اگر تحریر فرماتے تو ان کو مستنداً مرفوعاً انہیں ضوابط و قوانین کی قید و حوالہ سے تحریر فرماتے کیونکہ یہاں مطلق العنانی نہیں چل سکتی اور ہر ایک متنفس مطیعان متبعان آنحضرت ﷺ سے مجاز ہے اور حق رکھتا ہے کہ بہ حکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول (اگر تم کسی شئی میں تنازع کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھيرو) کے طالب دلیل و سند اس قانون الہی کا ہو۔

پس اگر یہ اوصاف امام و شرائط الہام وغیرہ اس پاک قانون میں درج ہیں اور اس ہادی و انسر سراپا صدق و اعتبار و سپہ سالار فوج عزیز الغفار سے مروی و منقول ہیں تو کسی کا کیا مقدر کہ آمنا و صدقنا نہ کہے، ورنہ یہ سب بے سند و بے دلیل من گھڑت خود تراشیدہ باتیں مردود و مطرود ہیں اور ہرگز اس آئینی فوج کے لائق التفات نہیں کیونکہ بحکم خداوندی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام تمہارے لئے دین پسند کیا) دین اسلام اپنے سب اصولوں اور فروعاً میں کامل و پورا ہو چکا ہے۔ کون سی صداقت، کون سا امر دینی و دنیوی ہے، جو اس پاک و کامل اسلامی قانون میں درج نہیں ہے۔ شقی ازلی و بد بخت لم یزیل ہے وہ شخص جو اس کو کامل و اکمل نہ مانے، اپنی خود ساختہ تشریحات و دلائل کا اس کو محتاج جانے۔

مرزا صاحب نے علامات امام الزمان میں فرمایا ہے کہ اس کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے۔

جواباً گزارش ہے کہ اول بھی عرض ہو چکا ہے کہ امر ہدایت سہل و آسان و سرلیح الفہم ہونا ضروری ہے تاکہ عام و خاص اس کو سمجھ کر فائدہ اٹھاسکیں، لیکن مرزا صاحب کی طبیعت عادت مستمرہ کے باعث دقائق کو نہیں چھوڑ سکتی، گو وہ عام بیچاروں کے واسطے چیتاں ہو جائیں۔ سواب سوال یہ ہے کہ دوسرے بندگان کی تربیت کا کون متولی ہوتا ہے۔ کیا سوائے رب العالمین کے کوئی اور ہے جو کسی کی ربوبیت کرے اور تربیت کا متولی ہو۔ جواب یہی ہوگا کہ نہیں، تو پھر فرمائیں کہ اس میں امام الزمان کی کیا خصوصیت ہوئی؟

اور اگر مرزا صاحب کی مراد و اشارہ اس تربیت کی طرف ہے جس کا ذکر جناب پیرسید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی فتوح الغیب کے صفحہ ۲۳۲ میں کیا ہے جو اکثر مرزا صاحب کے مطالعہ میں ہوتی تھی تو ان کی دوسری عبارت کی طرف بھی نظر فرمائی چاہیے۔ جناب پیر صاحب فرماتے ہیں کہ سالک کی چوتھی حالت میں وہ ایسا ہوتا ہے:

فہو العبد الذی کفرت یدہ من جلب مصلحہ و منافعہ و عن ردّ مضارہ و مفسادہ کا لطف الرضیع مع الظئرة و المیت الغسیل مع الغاسل فیتولی یدا القدر تربیتہ من غیر ان یتکون له اختیار و تدبیر فان عن جمیع ذلک لاحال و لا مقام و لا ارادة بل القیام مع

القدر تارةً ببسطه و اخرى بقبضه و تارةً بغنى و تارةً بفقر ولا يختار ولا يتمنى زوال ذلك و تغييره بل الرضى الدائم و الموافقة الابدية فهو آخر ما ينتهى اليه احوال الاولياء و الابدال . (پس وہ ایسا بندہ ہے کہ اپنی بہتری اور نفع کی چیزوں کے لینے اور ضرر دینے اور فساد ڈالنے والی چیزوں کے روکنے سے اس ہاتھ بند ہوتے ہیں جیسا کہ لڑکا شیر خوار دایہ کے ساتھ یا میت غسل والی نہلانے والے کے ساتھ ہوتی ہے۔ پس تقدیر کا ہاتھ اس کی تربیت کا متولی ہو جاتا ہے، سو اس کے کہ اس میں اس کا کچھ اختیار اور تدبیر ہو، فانی ہوتا ہے ان تمام سے، نہ حال ہوتا ہے اور نہ اس کا ارادہ بلکہ اس کا قیام تقدیر کے ساتھ ہوتا ہے جو کبھی اسے کھولتی ہے اور کبھی اس کو بند کرتی ہے کبھی اس کو غنی کرتی ہے اور کبھی محتاج کرتی ہے اور وہ اس کے زوال اور تغیر کو پسند اور خواہش نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ کی رضا اور ابدی موافقت کو چاہتا ہے اور یہ اخیر درجہ ہے جس کی طرف اولیاء اللہ ابدال کے احوال کا انتہا ہے)

﴿ اب مرزا حالات خود بدولت تدابیر حصول فتویٰ امرتسر، انصرام مقدمہ گورداسپور، تحاریرو خطوط خود لکھ کر مخالفوں کو دوسروں کے نام سے بھجوانے (جیسا کہ خود عاجز و رفیق عاجز سے کئی مرتبہ کہا کہ ہم مسودہ لکھ دیتے ہیں تم اپنے نام سے مولوی محمد حسین کو بھج دینا)، مطبوع خاص اپنا اور کلیتاً اپنے کام کے واسطے، لیکن دکھلانے کو نام حکیم فضل دین صاحب کا، دنیوی طرح کا خطاب حاصل کرنے کیلئے جو برسوں سے سعی و کوشش کر رہے ہیں اور تدابیر جلسہ جوہلی، جلسہ طاعون کر کے تحریریں بھج رہے ہیں کبھی تبلیغ، تحفہ قیصریہ، کشف الغطا، نالہ درد، خلاصۃ البلاغ، راز حقیقت، ستارہ قیصریہ انگریزی ترجمہ کرا کر قیمتی جلدیں بندھوا کر ولایت روانہ فرما رہے ہیں اور ان کے شکریہ کی امید پر الہامات، قیصر ہند کی طرف سے شکریہ، ایک عزت کا خطاب لک خطاب العزّت۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا، وغیرہ مشتہر فرما رہے ہیں اور چونکہ یہ سب کاروائی مرزا صاحب بہت احتیاط سے کرتے ہیں اور عام لوگوں کو اس کی خبر نہیں لہذا خود بدولت تجاہل عارفانہ کر کے اشتهار ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء اور اخبار الحکم ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں فرماتے ہیں کہ،

ایک دوسرا الہام متشابہات میں سے ہے جو ۴۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مجھے ہوا، وہ یہ ہے کہ قیصر ہند کی طرف سے شکریہ۔ اب یہ ایسا لفظ ہے کہ حیرت میں ڈالتا ہے۔ کیونکہ میں ایک گوشہ گزریں آدمی ہوں اور ہر ایک قابل پسند خدمت سے عاری اور قبل از موت

اپنے تئیں مردہ سمجھتا ہوں، میرا شکر یہ کیسا۔ سوائے الہامات متشابہات میں سے ہوتے ہیں جب تک خود خدا ان کی حقیقت کو ظاہر نہ کرے۔

بظاہر یہ سب کچھ اس واسطے اور اس خیال پر معلوم ہوتا ہے کہ ہم (مرزا) جو برسوں سے اپنے والد اور بھائی کی خدمات بھروسہ ساری پچاس سواران باایام غدر جتلا رہے ہیں (اس امر کی تردید میں کلمہ فضل رحمانی کے صفحہ ۲۵ میں بحوالہ تحفہ مرزا سیّد درج ہے کہ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے بجد سکھاں تلاش معاش میں کوئی دوسرا روزگار نہ ملنے پر جعدار محمد بخش کے زنی دہرم کوئی کے فرزند ان کی تعلیم پر بمشاہرہ پانچ روپہ دانان نفقہ کے چند مدت گذاری۔ بجد سرکار انگریزی ڈپٹی گوپال سہائے نے ملکیت اراضی قاضیان مغلاں کے نام کر دی۔ باایام غدر اپنے پاس سے ایک سو ابھی نو کر رکھ کر مدد سہارا میں نہیں دیا۔ اس وقت ان کے پاس فقط ایک گھوڑی چھوٹی سی سرخی اپنے زیر سواری تھی) اور اپنی انیس برس کی خدمات پیش کر کے احسان جتلا رہے ہیں جن کی معمولی شکر یہ کے الفاظ میں رسید آنے کی امید و کچھ خبر ہے۔ سو جس وقت وہ آ گیا تو لوگ جو اس ہماری محنت و مشقت و سعی کے واقف نہیں ہیں ان پر ہمارے الہامات کا صدق ثابت ہو جاوے اور وہ ہم کو مان جائیں گے۔ لیکن صدق اور راستی تو اس میں تھی کہ یہی امر ظاہر کھلے لفظوں میں بیان ہو جاتا کہ ہم محنت و سعی کر رہے ہیں اور ہم کو شکر یہ و خطاب کی امید ہے۔ اگرچہ اس پر یہ اعتراض پھر بھی قائم رہتا کہ ابتداء اسلام سے کوئی امام، مجدد و مہدی، نائب رسول ایسا بھی ہوا ہے جس کی یہ کاروائی ہو اور دنیوی خطابوں اور عزتوں کے واسطے اس نے ایسی مشقت و جان کا ہی کی ہو وغیرہ۔

اب ان سب کو حالات مذکورہ بالا جناب پیر جیلانیؒ سے مقابلہ فرماویں اگر وہ حالات خود بدولت ایسے ہی ثابت ہوں یعنی:

وہ بندہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے طفل شیر خوار گود دا یہ میں، یا میت غاسل کے ہاتھ میں، نہ اس کا کچھ اختیار و تدبیر ہوتی ہے بلکہ ان سب سے فانی، نہ اس کا کچھ حال نہ مقام نہ ارادہ بلکہ شا کر بتقدیر جو کبھی اس کو بسط و کبھی قبض کرتی، کبھی غنی کبھی فقیر کرتی ہے اور وہ کچھ اختیار نہیں کرتا اور نہ آرزوئے زوال و تغیر حالت کی کرتا ہے بلکہ ہمیشہ راضی و موافق اپنے مولیٰ کی تقدیر کے رہتا ہے اور یہ اخیر درجہ احوال اولیاء و ابدال کا ہے۔

اور چونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے اس لئے مرزا صاحب کے حالات تو اور بھی زیادہ ارفع و اولیٰ ہونے چاہئیں۔ پس اگر یہ ثابت ہو جاوے تو بے شک مرزا صاحب اس تربیت کا ذکر کریں، ورنہ بغیر حالت کے خالی نام و قال سے کیا فائدہ۔ اور نیز جناب

پیر جیلانی صاحبؒ کے ان اقوال کی طرف بھی توجہ فرمائیں :

كيف يخرق لك العوائد وانت ما خرقت من نفسك العوائد
طالب الحظّ ليس بصادق في محبّته و ولايته فمن اختار مع اللّٰه
غيره فهو كذّاب (كس طرح علیحدہ ہوں تم سے رکا وٹیں درآئیں لیکہ تو نہیں دور کرتا اپنے
نفس سے رکا وٹوں کو، حظ کا طالب، محبت الہی اور اپنی ولایت میں سچا نہیں۔ اور جو شخص اللہ کے
سوا اس کے غیر کو اختیار کرے وہ بڑا جھوٹا ہے)

مرزا قادیانی کا قول ہے: فطرت میں امامت کی روشنی رکھنا،

سوا س کو وہی جانے و قبول کرے جو اندرونی روشنی و شمع کو دیکھے یا معلوم کر سکے۔ ہاں
صوفیاء و فقراء جن میں اس حس و بصیرت و کشف وغیرہ کا چرچا و دعویٰ ہے وہ تو قریباً کل کے کل مرزا
صاحب کے حالات ادعا سے سخت متنفر و منکر ہیں اور ثقہ و معتمد فقراء اہل کشف جن کے کشف کا
بارہا تجربہ ہو چکا ہے وہ تو یہی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے یہاں کچھ بھی روشنی و نورانیت نہیں، خالی
بانگ دہل و دعویٰ ہے اور یہی سبب ہے کہ ایسے اہل باطن و کشف میں سے آج تک کوئی بھی مرزا
سے مانوس و متفق نہیں ہوا۔ اور ایسا ہی ملہمین کا حال ہے۔

دوسرے اکثر ناخواندہ و کم علم اور فقراء اہل اللہ کے حالات سے ناواقفوں کے قبول و
رجوع کا کچھ اعتبار و اعتماد نہیں کیونکہ وہ تو ہر ایک نئی چیز کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ دیکھئے چیت رام کی
جماعت جو صلیبی شکل لاٹھی پر قرآن مجید لٹکائے داڑھی مونچھ صفا مانگتے پھرتے ہیں اور اسی طرح
کھیڑو والوں کا مجمع جو مالیر کوٹلہ وغیرہ کے گرد و نواح میں اکثر خاکروہوں کا ہے اور مرزا صاحب کو
بابا مرزا کہہ کر ادب کرتے ہیں ایسا ہی دوسری تکالیف شرعیہ سے بھاگنے والوں چار آبرو کی صفائی و
دیگر فسق و فجور و حرمت شرعیہ میں منہمک رہنے والوں کا حال ہے۔ اور ایسا ہی بعض کچھ پڑھے لکھے
ذائقہ و لذت اسلامی سے ناواقف عجز و انکسار عبودیت پر باعث نیچریت و فلسفہ مضحکہ اڑانے
والے صرف زبانی خٹنگ و خالی تقریروں کے دلدادہ جو ذرا سی زبانی تعریف قرآن مجید و اسلام کو سن
کر بمقابلہ اپنے معلومات و بے مذاقی کے غنیمت جاننے والے ہیں وہ بے چارے بھی ناواقفوں ہی
میں داخل ہیں۔ پس ایسوں کا دیکھا دیکھی مان لینے اور اعتماد کر لینے اور ہاں میں ہاں ملانے کا کیا
اعتبار اور کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

مرزا صاحب کا فرمان ہے: وہ سارے جہان کے معقولیوں و فلسفیوں سے ہر ایک

رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے۔

جواباً گزارش ہے کہ مباحثہ تو بہت ہیں اور ہر ایک مباحثہ کر سکتا ہے۔ ہاں خصم کو مغلوب کر کے منوالینا کچھ کام ہے لیکن جو کچھ مرزا صاحب کے مباحثات کا اب تک نتیجہ ہوا وہ بظاہر یہی ہے کہ مخالفین اسلام تو اول بھی مخالف ہی تھے لیکن مرزا صاحب نے نمک مرچ لگا کر ان کی اور ان کے معبودوں کی خبر لینے سے ان کو اسلام و ہادی اسلام کے مقابلہ میں سب و شتم کرنے، سخت ست کہنے و لکھنے کا حوصلہ بڑھا دیا و موقع دیا۔ متبعان و معتقدان اسلام میں سے جن کے ساتھ مرزا صاحب کا باوجود طرح دینے و ٹالنے کے مباحثہ ہوا ان کا حال بھی ظاہر ہے۔ ان کا مغلوب ہونا تو کہاں انہوں نے جو کتب وغیرہ مرزا صاحب کے مخالف لکھی ہیں ان کا مرزا کبھی جواب نہیں دیتے اور کئی مولوی صاحبان مثل مولوی عبدالحق و مولوی عبدالحجید دہلوی وغیرہ ایسے ہیں جن کے اصرار و ماتحتی ہونے پر بھی مرزا نے ان سے گفتگو کرنی منظور نہیں کی۔ ہاں سارے جہان کے معقولیوں و فلسفیوں میں سے ایک مولوی حکیم نور الدین تو بے شک مرزا صاحب کے مغلوب یا ہم مذاقی کی وجہ سے مخر ہوئے ہیں۔ سو عاجز دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک ان کا ہادی ہو کر ان کی دست گیری فرمائے۔ آمین۔

﴿ مرزا قادیانی کہتے ہیں، دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا تعالیٰ سے قوت پا کر عہدگی سے جواب دیتا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ ہر ایک انسان، چرند پرند، بلکہ ذرہ ذرہ اسی مبداء فیوض قوت پاتا ہے اس میں بھی امام الزمان کی کچھ خصوصیت نہیں۔ اور مرزا صاحب کے عہدگی سے جواب دینے کا بظاہر تو یہی ثمرہ ہوا ہے کہ بعد مباحثہ امرتسر، مرزا قادیانی کے مریدین میں سے دو کس کی تو خبر ہے کہ مرتد ہو کر دوسری طرف جا ملے۔

﴿ مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں: اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے۔ جواباً عرض ہے کہ یہ اصلاح کا سامان بھی ایسا عمدہ ہے کہ باسٹنا مریدین مرزا قادیانی دوسرے جملہ علماء و فقہاء سجادہ نشینان وغیرہ غرض قریباً کل اہل اسلام سے جنگ و مخالفت ہے۔ جب اول سامان اصلاح میں یہ حالت ہے تو دیکھئے خود اصلاح کیا کرشمہ دکھاتی ہے۔ حافظ حقیقی اپنی کل مخلوق خصوصاً امت محمدیہ ﷺ کو ایسی اصلاح سے جو سراسر منج الشریعہ و النعمان ہو محفوظ و مامون رکھے۔

﴿ مسافر خانہ کے جواب میں مرزا صاحب ملاحظہ فرمائیں:

ہادی جن وانس ﷺ نے فرمایا:

الذّٰنِيا سَجَنَ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّةَ الْكٰفِرِ - اِذَا رَاَيْتَ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَعْطٰى الْعَبْدَ مِنَ الذّٰنِيا عَلٰى مَعَا صِيهِ مَا يَحِبُّ فَاَنْمًا هُوَ اسْتَدْرٰجٌ ثُمَّ تَلٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذَكَرُوْهُ فَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرَحُوْا بِمَا اَوْتُوْا اَخَذْنَا هُمْ بِغَيْتَةٍ فَاِذَا هُمْ مَبْلَسُوْنَ (دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے واسطے بہشت ہے، جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ، آدمی کو باوجود اس کی نافرمانیوں کے وہ چیزیں جو کہ وہ پسند کرتا ہے، دیتا ہے تو یہ اس کیلئے استدراج ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ: پس جب وہ اس شے کو کہ اس کے ساتھ نصیحت کئے گئے تھے، بھول گئے تو ان پر دروازے ہر شے کے کھول دیئے یہاں تک کہ وہ اس شے سے کہ دیئے گئے خوش ہو گئے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا پس اس وقت وہ ناامید ہو گئے)۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَدْخُرُ شَيْئًا لِّغَدٍ (حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوئی شے روز فردا کے واسطے نہیں رکھتے تھے)

اور استراحت کے بارے میں جب جسداطہر و مبارک پر بوریہ کے نقش دیکھ کر فرش بچھانے کی اجازت مانگی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

وَمَا لِيْ وَ الذّٰنِيا وَ مَا اَنَا وَ الذّٰنِيا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَنْظَلَتْ تَحْتَ شَجْرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَكَهَا - عَرَضَ عَلٰى رَبِّىْ لِيَجْعَلَ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا يٰرَبِّ وَ لٰكِنَ اشْبَعُ يَوْمًا وَ اجْوَعُ يَوْمًا فَاِذَا جَعْتَ تَضَرَعْتَ الْيَكَّ وَ ذَكَرْتُكَ وَ اِذَا شَبِعْتَ حَمْدُكَ وَ شَكَرْتُكَ (مجھے دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو درخت سے سایہ پکڑتا ہے اور اس کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ میرے رب نے مجھ پر پیش کیا کہ مکہ کا بطحا (میدان) سونا کر دے۔ میں نے کہا اے رب یہ منظور نہیں، لیکن میں ایک دن سیر ہوں ایک دن بھوکا رہوں۔ پس جب بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں اور جب سیر ہوں تو تیرا حمد اور شکر کروں)

غرض کہ آنحضرت ﷺ نے باوجود موجودگی زبردست و عالی شان سلطنت کے جس طرح اس دارنا پائدار میں گذران کی وہ سب کو اظہر من الشمس ہے۔ اور ایسا ہی حال صحابہؓ کا تھا

وَعَنْ اِبْنِ عَمْرِو قَالَ كُنَّا جُلُوْا سَاعًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَّعُوْدُهُ (سعد بن عبادہ) مِنْكُمْ فَقَامَ وَ قَمْنَا وَ نَحْنُ بَضْعَةٌ

عشر و ما علينا نعال ولا خفاف ولا قلائس ولا قمص فمشى فى تلك المساخ حتى جئناه .. الخ (ابن عمرؓ سے روایت ہے، کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ پس فرمایا تم میں سے کون اس، یعنی سعد بن عبادہؓ، کی عیادت کرنے جاتا ہے۔ پس آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم کچھ اوپر دس آدمی تھے اور ہمارے پاس نہ پاپوش تھے۔ اور نہ موزے اور نہ ٹوپیاں اور نہ کرتے۔ ہم اس شور زمین میں چل کر آئے یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس داخل ہوئے)

یہ عاشقان الہی کے حال ہیں۔ غرض دنیا کو مسافر خانہ کہنا تو انہیں کو زربا تھا جو مسافر خانہ جان کر مسافروں والا گذارہ کرتے تھے لیکن وہ اہل دول کس منہ و زبان سے مسافر خانہ کہہ سکتے ہیں جو دن رات کیوڑہ، بید مشک، ہوائی پانی برف، خس ٹٹی، مرغی، انڈا، مشک، پلاؤ، زردہ، پشمینہ، قالین، لحاف وغیرہ میں منہمک و مستغرق ہیں اور ہزار ہا روپے کی جائداد و زیور رکھتے ہیں اور طول اہل کا یہ حال ہے کہ تیس برس کے واسطے رہن جائداد کا معاہدہ ہوتا ہے۔

﴿ مرزا کہتے ہیں کہ اس (امام الزمان) کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑتا۔ جواباً عرض ہے اس بارہ میں مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئیاں و میعاد مقررہ و تہنیم مشہورہ مندرجہ باب اول کی نسبت جو کچھ ظہور میں آیا وہی بہت ہے، زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہاں ان واقعات پر مرزا صاحب کا حوصلہ، ہٹ و ایستادگی بے شک قابل داد ہیں۔

امام الزمان کا فوج محمدی کا سپہ سالار ہونا

ضرورت الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

وہ روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے۔

جواب۔ سپہ سالاری کے فرائض منصبی بھی ایسی عہدگی سے ادا ہوئے ہیں کہ سوائے چند سپاہیان خانہ بدوشان حاضر باشاں خدمت والا کے دوسری کل فوج ناراض تنفر بلکہ برسر مقابلہ، حالانکہ اکثر ان میں کے ذاکرین دعا گو بے شریعت قبول مرزا صاحب و استخارہ کناں کہ اللہ عز و جل ان کو اس سپہ سالار کی طرف، اگر وہ واقعی من جانب اللہ ہے، راغب و مائل کرے، لیکن تقدیر الہی و لیاقت سلوک مرزا صاحب سے یو مافیوماً مخالفت ہی بڑھتی جاتی ہے بلکہ جو حسن ظن کے سبب متاثر

و منتظر تھے ان کو بھی اصل حالات سے آگاہی و اطلاع بذریعہ مخالف الہامات کے شروع ہو گئی ہے۔

﴿ فوج کی ناراضگی کے کئی وجوہ ہوتے ہیں مثلاً:

اول، یہ کہ افسر کو لیاقت و تجربہ کثیر التعداد فوج سنبھالنے کا نہ ہو۔

دوم، فوج کی طاقت و وسعت و فہم سے زیادہ کام و بوجھ اس پر ڈالا جائے۔

سوم، اپنی تعظیم و تکریم ادب و قواعد میں اس پر تشدد و جبر و بدسلوکی کی جاوے۔ وغیرہ۔

اب مرزا صاحب خود ہی غور و فکر فرمائیں کہ ان میں سے کون سا سبب وجہ ہے۔

﴿ مرزا صاحب تو سپہ سالاری و افسری کے بہت عاشق و دلدادہ ہیں جو کوئی جناب حضور

حضرت اقدس وغیرہ کہہ کر آپ سے کچھ عرض کرے اور اپنے آپ کو خادم، غلام، چاکر کہے اس پر

آپ خوش رہتے اور مسرور الوقت ہوتے ہیں لیکن براہ ہر بانی ان احادیث و احکام و فرامین ہادی

اسلام کو بھی جو افسری کے متعلق ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

اللَّهُمَّ من ولي من امر امتي شيئا فشق عليهم فاشقق عليه و من

ولي من امر امتي شيئا فرفق بهم فارفق به - قال اندرون من

المسابقون الي ظلّ الله عز وجل يوم القيامة، قالوا الله و رسوله

اعلم - قال الذين اذا اعطوا الحق قبلوه و اذا سئلوه بذلوه و حكموا

للناس كحكمهم لا نفسهم قال مامن رجل يلي امر عشره فما فوق

ذلك الا اتى الله عز وجل مغلولاً يوم القيامة يده الي عنقه فكه بره

او او بقه اثمه او لها ملامة و اوسطها ندامة و آخرها خزي يوم

القيامة (اے اللہ جو شخص میری امت کے کسی امر پر والی ہو اور ان پر مشقت ڈالے تو تو بھی

اس پر مشقت ڈال اور جو شخص میری امت کے کسی امر پر والی ہو اور اس کے ساتھ نرمی کرے

تو اس کے ساتھ نرمی کر۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سایہ کی طرف کون

سبقت لے جانے والے ہیں؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول اچھا جانتے ہیں۔ فرمایا وہ

لوگ ہیں کہ جب حق دیئے جاویں تو قبول کریں اور جب حق سے سوال کئے جاویں تو خرچ

کریں اور لوگوں پر اسی طرح کا حکم کریں جس طرح اپنے نفسوں پر کرتے ہیں۔ فرمایا کوئی آدمی

نہیں جو دس یا دس سے زیادہ آدمیوں پر والی ہو، مگر قیامت کے روز اللہ کے پاس ہاتھ جکڑے

ہوئے لے کر آئے گا۔ اس کو اس کی نیکی چھڑا دے گی، یا گناہ اس کو ہلاک کرے گا۔ اول اس کا

ملا مت ہے، اوسط اس کا ندامت اور اخیر اس کا قیامت کے دن خواری ہے)

و عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ ان افضل عباد الله عند الله منزلة يوم القيامة اما م عادل رفيق وان شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة اما م جائر خرق (حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہا کہ قیامت کے دن تمام بندوں سے اس کے نزدیک مرتبہ میں افضل، امام عادل رفیق یعنی نرمی اور لطف کرنے والا ہے اور سب سے برا مرتبہ میں قیامت کے روز امام ظالم... ہے) ابوموسیٰ اشعریؓ و معاذؓ کو یمن کی طرف روانہ فرمانے پر آپ ﷺ نے فرمایا:

يسرا ولا تعسرا و بئسرا ولا تنفرا و تطا و عا ولا تختلفا (تم دونوں لوگوں کے ساتھ آسانی کرنا، سختی و تنگی نہ کرنا اور بشارت دینا، بھگانا نہیں اور ایک دوسرے کی تابعداری کرنا، اختلاف نہ کرنا)

و عن عمر بن الخطاب انه كان اذا بعث عماله شرط عليهم ان لا تركبوا بردونا ولا تاكلوا... و لا تلبسوا رقيقاً ولا تغلقوا ابوابكم دون حوائج الناس فان فعلتم شيئاً من ذلك فقد حلت بكم العقوبة ثم يشيعهم (حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ تحقیق جب وہ اپنے عاملوں کو بھیجتے تو ان پر یہ شرطیں کرتے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں، اور میدہ نہ کھائیں، اور باریک کپڑا نہ پہنیں اور لوگوں کی حاجتوں کیلئے اپنے دروازے بند نہ کریں۔ پس اگر تم نے اس میں سے کوئی شے کی تو تمہیں ضرور سزا ملے گی یا تم پر عذاب اترے گا۔ پھر کچھ دور جا کر رخصت کرتے)

امام اور سپہ سالار کے فرائض منصبی میں غور فرمائیں کہ جب کوئی شخص ان احکام کی بالکل مخالفت کر کے سپہ سالاری اور امامت بغیر اوصاف و اعمال کے زبانی قائم کر لے تو اسلامی سپاہ اس افسری و سپہ سالاری کو کہاں قبول کر سکتی ہیں۔ آپ اسلامی عقائد و احکام کی پابندی شروع کریں پھر دیکھیں کہ کیسی کامیابی ہوتی ہے لیکن عملاً ہو، زبانی جمع و خرچ سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور دین کی دوبارہ فتح کرنے کی نسبت یہ عرض ہے کہ فتح کسی نتیجہ سے ظاہر متحقق صحیح و ثابت ہوتی ہے۔ یہ قانون مسلم و مشاہدہ شدہ ہے کہ فاتح ہمیشہ ہر امر میں غالب و معزز و بارعب ہوتا ہے اور مغلوب اس کی عزت کرتا، ڈرتا اور مودب اور دب کر رہتا ہے حتیٰ کہ کوئی کلمہ اور امر بے ادبی و منافی شان فاتح مغلوب سے سرزد نہیں ہوتا۔ سو اگر مرزا صاحب کے زمانہ میں بھی نوبت و حالت

اسلام کی ایسی ہوگئی ہے تو لاریب فتح صحیح و حق ہے اور اگر مغلوب و بے باک و بے خوف دلیر و دریدہ دہن ہو کر بدزبانی گند سب و شتم کے فوارے بن گئے ہیں تو مرزا صاحب خود انصاف فرمائیں کہ کیسی فتح ہوئی۔ مجرد خوش اعتقاد مریدین کی تعریف و توصیف پر خیال نہ کر کے بحکم استنقت قلبک ولو افتاک المفتون (اپنے دل سے فتویٰ پوچھ اگرچہ مفتی تم کو فتویٰ دے چکیں) اپنے دل سے فتویٰ پوچھیں کہ اس کا نام فتح یا شکست؟

❁ امام الزمان کے جھنڈے تلے آئیوالوں کو اعلیٰ قوایٰ بخشے جانا
ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور وہ تمام لوگ جو اس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو بھی اعلیٰ درجہ کے قوایٰ بخشے جاتے ہیں اور وہ تمام شرائط جو اصلاح کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور وہ تمام علوم جو اعتراضات کے اٹھانے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ضرور ہیں اس کو عطا کئے جاتے ہیں۔

جواب۔ مرزا صاحب نے یہ کیفیت و تعریف بیان نہیں فرمائی کہ کس کام و عمل کیلئے اسے اعلیٰ قوایٰ بخشے جاتے ہیں۔ خیر کچھ ہی ہو بہر حال مرزا کے مریدین سے جو کچھ آج تک ظہور میں آیا ہے وہ تو یہی جنگ و جدال، قیل و قال، اظہار فضیلت خود بردیگر بندگان رب العالمین و تحقیر و توہین پیشوایان و بزرگان دین متین و اکل و شرب و خوش گذرانی ہی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے خود ہی ان کی تعریف شہادۃ القرآن کے اخیر و دیگر اشتہارات میں مفصل فرمائی ہے۔ پھر کسی میں بھی ذکر و فکر، مسکنت، انکساری و انابت الی اللہ و فکر ج و غیرہ ارکان اسلام کی نسبت بظاہر دیکھائی نہیں دیتی اور غیب کا حال عالم الغیب و الشہادۃ کو معلوم ہے۔ شرائط اصلاح و اعتراضات اٹھانے کا حال عرض ہو چکا ہے علاوہ ازیں امام صاحب سے تو کسی صورت میں مریدین آگے بڑھ ہی نہیں سکتے پس امام صاحب کے حالات ہی ان کے حالات کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔

❁ مرزا قادیانی کی بدزبانی

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۷ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور بایں ہمہ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو دنیا کے بے ادبوں اور بدزبانوں سے

بھی مقابلہ پڑے گا، اس لئے اخلاقی قوت بھی اعلیٰ درجہ کی اس کو عطا کی جاتی ہے۔

جواب - اعلیٰ درجہ قوت اخلاقی میں تو حید، توکل، تتل، توبہ، انابت، صبر، شکر، خوف، رجا، فقر، زہد، محبت و شوق رضائے الہی، نیت و اخلاص و صدق اور طول اہل کو چھوڑ کر فکر موت و تیاری عقبی وغیرہ بھی داخل ہیں اور ان اوصاف کا امام میں جو مخلوق الہی کی اصلاح و ہدایت کے واسطے مامور ہو، ہونا ضروری ہے اور بے شک امام میں یہ اوصاف ضرور ہوتے ہیں۔ لہذا دیکھنا چاہیے کہ مرزا صاحب میں بھی یہ اوصاف موجود ہیں؟ سوان ہر ایک میں جو مرزا صاحب کا عمل درآمد رہا ہے جس کا اس عرصہ کی ملاقات میں مشاہدہ و تجربہ ہوا اور جو مرزا کا ان اخلاق میں درجہ و رتبہ ہے وہ مع شواہد و نظائر قابل ذکر تھا لیکن چونکہ مرزا نے بے ادبوں اور بد زبانوں کے مقابلہ پر صرف خوش اخلاقی ہی کو مراد لیا اور ذکر کیا ہے لہذا اس جگہ مرزا کی خوش اخلاقی و شیریں کلامی کا جو انہوں نے اپنے کتب و اشتہارات میں ظاہر فرمائی ہے اور جس کا بلاستیعاب ذکر تو مشکل و طول ہے لیکن بطور نمونہ چند الفاظ و کلمات و فقرات اظہار حقیقت کے لئے بترتیب حروف تہجی بادل نحو استہ لکھتا ہوں اور ان کے نقل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ و بخشش مانگتا ہوں۔

الف: اے بد ذات فرقہ مولویاں تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کا الانعام کو بھی پلایا؛ اندھیرے کے کیڑو؛ ایمان و انصاف سے دور بھاگنے والا؛ اندھے؛ نیم دہریہ؛ ابو لہب؛ اسلام کے دشمن؛ اسلام کی عار مولویو؛ اے جنگل کے وحشی؛ اے نابکار؛ ایمانی روشنی مسلوب ہوئے؛ احمق مخالف؛ اے پلید دجال؛ اسلام کے بدنام کرنے والے؛ اے بد بخت مفتریو؛ اُمی؛ اشرا؛ اول الکافرین؛ او باش؛ اے بد ذات خمیث دشمن اللہ اور رسول کے؛ ان بے وقوفوں کے بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔

ب - بے ایمان اندھے مولوی؛ بلیطع؛ بد ذات جھوٹا؛ بد گوہری ظاہر نہ کرتے؛ بے حیائی سے بات بڑھانا؛ بد دیانت بے حیا انسان؛ بد ذات فتنہ انگیز؛ بد قسمت منکر؛ بد چلن؛ بخیل؛ بد اندیش؛ بد ظن؛ بد بخت قوم؛ بد گفتار؛ بد باطن نکتہ چیں؛ باطنی جذام؛ بخل کی سرشت والے؛ بیوقوف جاہل؛ بے ہودہ۔

ت - تمام دنیا سے بدتر؛ تنگ ظرف؛ ترک حیا؛ تقویٰ و دیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا؛ ترک تقویٰ کی شامت سے ذلت پہنچ گئی؛ تکفیر و لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے۔

ث - ثعلب (لومڑی جیسے) ایہا الشیخ الضال والذال البطال۔

جھوٹ کی نجاست کھائی؛ جھوٹ کو گونہہ کھایا؛ جاہل وحشی؛ جادہ صدق و ثواب سے منحرف و دور؛ جعل ساز؛ جیتے ہی مر جاتا۔

ج - چوہڑے؛ چمار۔

ح - حمار؛ حتماء؛ حق و راستی سے منحرف؛ حق پوش۔

خ - خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں؛ خنزیر سے زیادہ پلید؛ خطا کی ذلت انہی کے منہ پر؛ خالی گدھے؛ خائن؛ خباثت پیشہ؛ خاسرین خالیۃ من نور الرحمن؛ خام خیال؛ خفاش؛ خوش شدہ آید کہ حق و دین را باطل کنید۔

د - دل کے مجزوم - دھوکہ دہ - دیانت امانت راستی سے خالی - دجال - دروغ گو - ڈوموں کی طرح مسخرہ - دشمن سچائی - دشمن قرآن - دلی تاریکی - دروغ شناسا کنارہ بے بغداد منتشر خواہد شد - ذ - ذلت کی موت - ذلت کے ساتھ پردہ دری - ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کر دیں گے۔

ر - رئیس الدجالین - ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے۔ روسیاء - روباہ باز - رئیس المتصلفین - راس المعتدین - راس الغادین -

ز - زہرناک مادے والے - زندیق۔

س - سچائی چھوڑنے کی لعنت انہیں پر برسی - سفلی ملا بے بصر - سیاہ دل منکر - سخت بے حیا ہوگا جو اس فوق العادت سلسلہ سے انکار کرے - سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے - سادہ لوح، سانبھی، سفلی، سفہاء، سلطان المتکبرین الذی اضاع دینہ بالکبر والتوہین - سگ بچگان۔

ش - شرم و حیا سے دور - شرارت و خباثت - شیطانی کاروائی والے - شریف از سفلی - نمی ترسد بلکہ از سفلیگی او سے ترسد - شریر مکار - شیخی سے بھرا ہوا - شیخ نجدی۔

ص - صم عمی - صدر القناتہ نبوش صدرک ضربہ - ویریک رمانی بحار دماء۔

ض - ضال - ضرر ہم اکثر من ابلیس اللعین

ط - طالع منحوس - طبتم نفساً بالغاء الحق و الذین

ظ - ظالم - ظلمانی حالت۔

ع - علماء السوء - عداوت اسلام، عجیب دیندار، عدو العقل انھی، عقارب، عقب الکلب

غ۔ غول الاغوی۔ غدار سرشت۔ عالی۔ غافل

ف۔ فیمت یا عبدالشیطان الموسوم بہ۔ فریبی۔ فن عربی سے بے بہرہ، فرعونی رنگ۔

ق۔ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے۔ قست قلوبہم کما ہی عادیۃ النوحی۔

قد سبق الكل في الكذب و المین۔

ک۔ کتے۔ کینہ ور۔ کمینہ۔ کہماء (مادر زاداندھے)۔ کج دل قوم۔ کوتاہ نظر۔

کھوپڑی میں کیڑا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مرجاویں گے۔

گ۔ گدھا۔ گندے اور پلید فتویٰ والے۔ گندی کاروائی والے۔ گندی عادت۔

گندے اخلاق۔ گندہ دہانی۔ گندے خیال والے ذلت سے غرق ہو جاتا۔ گندی روح۔

ل۔ لاف و گداف والے۔ لعنت کی موت۔

م۔ مولویت کو بدنام کرنے والو۔ مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لئے۔ منافق۔

مفتری۔ مورد غضب۔ مفسد۔ مرے ہوئے کیڑے۔ مخذول۔ مجبور۔ مجنون درندہ۔ مغرور۔ منکر۔

محبوب مولوی۔ مگس طینت مولوی کی بک بک۔ مردار خور مولویو۔

ن۔ نجاست نہ کھاؤ۔ نا اہل مولوی۔ ناک کٹ جائے گی۔ ناپاک طبع لوگوں نے۔

ناہینا علماء۔ نمک حرام۔ مفسانی۔ ناپاک نفس۔ نابکار قوم ابھی تک حیا و شرم کی طرف رخ نہیں

کرتی۔ نفرتی و ناپاک شیوہ۔ نادان متعصب۔ نالائق۔ نفس امارہ کے قبضہ میں۔ نا اہل حریف۔

نجاست سے بھرے ہوئے۔ نادانی میں ڈوبے ہوئے۔ نجاست خوری کا شوق۔

و۔ وحشی طبع۔ وحشیانہ عقاید والے۔

ھ۔ ہامان۔ ہالکین۔ ہندوزادہ۔

ی۔ یک چشم مولوی۔ یہودیانہ تحریف۔ یہودی سیرت۔ یا ایہا الشیخ الضال و

المفتری البطل۔ یہود کے علماء۔ یہودی صفت۔

مرزا صاحب کی کتب وغیرہ تو ان کلمات سے لبا لب ہیں لیکن بہت ہی اختصار کر کے

ضمیمہ رسالہ انجام آتھم اور دوسرے اوراق سے جو الفاظ سرسری دیکھنے سے نظر سے گزرے، ان میں

سے بھی بہت سے چھوڑ کر یہ لئے ہیں۔ مرزا صاحب نے ان کو اکثر ان مسلمان علماء اہل قبلہ پابند

صوم و صلوة حجاج حافظان قرآن، حدیث رسول کے نام لے کر استعمال فرمایا ہے جو اکثر خدمت

قرآن مجید و حدیث شریف و اپنے وظائف و اوراد ذکر اللہ میں شب و روز مصروف ہیں اور ان میں

سے بہت ایسے ہیں کہ جن کی مجلس میں مرزا صاحب کا ذکر بھی مشکل سے ہوتا ہے اور مرزا صاحب نے بعض جگہ تو کل قوم کو ہی مخاطب کیا ہے۔

پھر ان ہی الفاظ پر کفایت و بس نہیں کی بلکہ اپنی طرف سے عربی عبارت میں عجیب لعنتیں تصنیف کر کے لکھی ہیں مثلاً:

۱۔ رئیس الدجالین، اور اس کا تمام گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرّة۔
 (قدرت قادر مرزا صاحب کی زبان و قلم سے بجائے درود، ہزارہ، ہزار لعنتیں نکلی ہیں یعنی مسلمین

مومنین تو درود ہزارہ پڑھتے ہیں اور مرزا صاحب ہزار لعنتوں کا ورد کرتے ہیں۔ اپنا اپنا نصیب ہے)

۲۔ آخر ہم شیطان الاعمی۔ الغول الاغوی یقال له۔

و هو کلام مروہی من الملعونین۔

۳۔ مخالف و مکذوبوں پر وہ لعنت پڑی جو دم نہیں مار سکتے۔ لعنت ہے ایسی خوشی پر۔
 مکذوبین کے دلوں پر خدا کی لعنت،

۴۔ پس میں نے اشتہار دے دیا ہے جو شخص اس کے بعد سیدھے طریق پر میرے ساتھ معاملہ نہ کرے اور نہ تکذیب سے باز آئے وہ خدا کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام صلحاء کی لعنت کے نیچے ہے۔

دوسری قوموں کا یہاں ذکر نہیں جن کے واسطے ہزار لعنت پوری کر کے اپنی کتاب میں شائع کی ہے۔ اب تعجب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے بایں علم و فضل و نیابت نبوت آنحضرت ﷺ سید الاولین والآخرین کے ارشادات ذیل کا کیوں خیال و لحاظ نہ کیا:

۱۔ لا یكون المومن لعاناً۔ لیس المومن بالطعان و لا باللعان و لا الفاحش و لا البذی۔ لا تلعنوا بلعنة اللہ۔ ان اللعانین لا یكونون شهداء یوم القیامة۔ لا ینبغی لصدیق ان یكون لعاناً۔ (مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ مومن طعن اور لعنت کرنے والا اور فحش اور بے ہودہ کہنے والا نہیں ہوتا اللہ کی لعنت کے ساتھ لعنت نہ کرو بے شک لعنت کرنے والے قیامت کے دن گواہ نہ بنیں گے۔ صدیق کو لائق نہیں کہ لعنت کرنے والا بنے)

۲۔ ان العبد اذا لعن شیئاً صعدت اللعنة الی السماء فتعلق ابواب السماء و منها تمّ تهبط الی الارض فتعلق ابوا بها و منها تمّ ناخذ

یَمیناً و شِمالاً فاذا لم تجد مساعراً رجعت الی الّذی لعن فان کان ذلک اھلاً و الآراً رجعت الی قائلھا (تحقیق بندہ جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف بڑھتی ہے تو آسمان کے دروازے اس کے آگے بند کئے جاتے ہیں۔ پھر زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے دروازے اس کے آگے بند کئے جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں پھرتی ہے تو جب کوئی رستہ گزرنے کا نہیں پاتی تو ملعون کی طرف لوٹتی ہے اگر وہ لعنت کے قابل ہوتا ہے ورنہ کہنے والے کی طرف واپس آتی ہے)

۳۔ من لعن شیئاً لیس له باھل رجعت اللعنة علیہ (جو شخص ایسی شے کو لعنت کرتا ہے جو کہ لائق لعنت نہیں تو وہ لعنت اسی کی طرف لوٹتی ہے)

۴۔ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ مسلمان کو گالی دینی فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنی کفر ہے۔ مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں)

﴿ پھر یہ تو مرزا صاحب کا عام غریب مومنین مسلمین کے ساتھ سلوک ہوا۔ اب اس سے بڑھ کر صحابہ کرام، میں سے صدیق اکبر کی شان میں مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: میں وہی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کیا وہ حضرت ابو بکر کے درجہ پر ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو بکر کیا، وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہے۔ پھر ابن مسعودؓ کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۶ میں لکھتے ہیں: ﴿

حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا، نبی اور رسول نہیں تھا۔ اس نے جوش میں آ کر غلطی کھائی تو کیا اسکی بات کو ان ہو الّاحی یوحی میں داخل کیا جائے یہ مرزا صاحب نے اول بحالت انکار مباہلہ ابن مسعود کی درخواست مباہلہ کی نسبت کہا تھا لیکن بعد میں خود ہی مباہلہ پر مصر ہو گئے۔ یعنی جب آپ مباہلہ کرنا نہیں چاہتے تھے تو صحابہ کرام تک لے دے کر دی اور پھر بعد میں جب خود طیار ہوئے تو اس کے واسطے اصرار کر کے لوگوں کو دعوت کی اور مباہلہ نہ کرنے والوں کو بہت سخت سست کہا۔

﴿ پھر اسی جگہ ازالہ اوہام میں سب صحابہ کرام کی نسبت فرمایا کہ:

صحابہ کے مشاجرات و اختلافات پر نظر ڈالو۔ حضرت معاویہ بھی تو صحابی تھے جنہوں نے خطا پر جم کر ہزاروں آدمیوں کے خون کرائے۔ اگر ابن مسعود نے خطا کی کون سا

غضب آگیا اور بے شک اس نے اگر جزئی اختلاف میں مباہلہ کی درخواست کی تو سخت خطا کی۔

جواب۔ آخر مرزا کو بھی وہی خطا کرنی پڑی اور سخت خطا کی اور وہی بات کہی من عبیر ا خاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ (جو شخص کسی اپنے بھائی مسلمان کو کسی گناہ کے ساتھ طعنہ دے تو جب تک خود اس گناہ پر عمل نہ کرے، نہیں مرے گا) مرزا نے صحابہ کا اختلاف بیان کر کے لکھا ہے: کہ اب کیا یہ سارے سچ پر تھے اور جب ایک قسم کی کسی سے غلطی ہوئی دوسری قسم کی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ کیا جہالت ہے کہ صحابی کو بکلی غلطی اور خطا سے پاک سمجھا جائے اور اس کے مجرد اپنے ہی قول کو ایسا قبول کیا جاوے جیسا نبی ﷺ کا قول قبول کرنا چاہیے۔ مسلمانو! خدا سے شرمناؤ۔

اصحاب انبیاء پر بھی بس نہ کر کے خود انبیاء کی شان عالی میں کچھ کا کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح کی نسبت جو الفاظ ناگفتنی لکھے ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں اکثر لوگوں کو معلوم ہیں اور اس کتاب میں بھی ذکر ہوا ہے۔ پھر خاتم النبیین وسید المرسلین ﷺ کی شان مبارک میں بھی ایسی دلیری و بے باکی سے فرق نہیں کیا۔ اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱ میں لکھ دیا کہ کئی امور کی حقیقت و کیفیت ان پر تہ عمیق تک وحی الہی سے نہیں کھلی۔ گویا اپنی واقفیت و حقیقت شناسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سمجھتے ہیں، معاذ اللہ۔

اب ان امور سے ظاہر ہے کہ اس خلق کی جو مرزا صاحب نے ظاہر کیا ہے ان میں قوت تو بے شک ہے اور بہت ہے، آدم مضامین ہی ظاہر کر رہی ہے کہ دریا موج زن کی طرح مرزا سے یہ کلمات نکلتے چلے جاتے ہیں اور مرزا بھی دلیری سے بے دھڑک جو سامنے آیا اس کے واسطے لکھ کر شائع کرتے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی عیاں ہے کہ مرزا اس قوت اخلاقی کو منافی شان امامت نہیں جانتے بلکہ اس کا لازمہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

اخلاقی قوت سے یہ مراد نہیں کہ ہر جگہ وہ امام خواہ خواہ نرمی کرتا ہے کیونکہ یہ تو اخلاقی حکمت کے اصول کے برخلاف ہے۔ ہاں وقت اور محل کی مصلحت سے کبھی معاہدہ کے طور پر سخت الفاظ بھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس استعمال کے وقت نہ ان کا دل جلتا ہے اور نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی ہے نہ منہ پر جھاگ آتی ہے۔ اگر کوئی سخت لفظ سوختہ مزاجی اور مجنونانہ طیش سے نہ ہو اور عین محل پر چسپاں اور عند الضرورت ہو تو وہ اخلاقی

حالت کے منافی نہیں ہے۔

﴿مرزا صاحب نے اپنی اس قوت اخلاقی کے جواز کے ثبوت میں سید الاولین والآخرین ﷺ کو سخت الفاظ استعمال کرنے کی نسبت کی ہے جس کا جواب کافی اسی جگہ دیا گیا ہے کہ اس کا ہرگز کچھ ثبوت نہیں ہے۔ پہلے ازالہ اوہام میں بھی سخت الفاظ کے استعمال کی حمایت میں بہت کچھ لکھ کر کہا ہے کہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا خواہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شے ہے۔ پھر کہا ہے کہ ہمیں دشنام دہی سے منع کیا گیا ہے نہ یہ کہ اظہار حق سے روکا گیا ہو۔ پھر لکھا ہے:

آنحضرت ﷺ نے حق کی تائید کیلئے صرف الفاظ سخت ہی استعمال نہیں فرمائے بلکہ بتوں کو جو ان کی نظر میں خدائی منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے۔ پھر مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:

زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت کہتا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے اولئک علیہم لعنة اللہ و الملائکة و الناس اجمعین۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب، بعض کا کلب اور خزیر کہا اور ابو جہل خود مشہور ہے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کئے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے: فلا تطع المکذبین و دوا لوتدھن فیدھنون و لا تطع کل حلا ف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم سنسمہ علی الخراطوم۔ ازالہ اوہام صفحہ ۲۷-۲۸ (۱) کے بعد مرزا صاحب نے یہ دعا کی ہے کہ) اے خدا قادر مطلق ہماری قوم کے بعض لمبے ناک والوں کے ناک پر بھی استرار کھ۔

﴿جو کچھ مرزا صاحب نے اخلاقی قوت و استعمال سخت الفاظ میں لکھا ہے اس کا جواب اسی جگہ عرض ہوا ہے امید ہے کہ ناظرین دیکھ کر انصاف فرمائیں گے۔ باقی جو عبارت ازالہ اوہام کے حوالہ سے درج ہوئی ہے اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ مرزا صاحب نے خود اقبال کیا ہے کہ دشنام دہی سے ہمیں منع فرمایا گیا اس لئے یہاں یہی سوال ہے کہ پھر دشنام دہی کیوں کی گئی؟

﴿بیان واقعہ کی نسبت یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادۃ اور خالق کل شئی ہونے کے باعث ہر ایک کے واقعی اور اصلی حالات سے محرم و واقف ہو کر اپنی حاکمیت

خالقیت ربو بیت کے استحقاق حقہ سے جو کسی کی نسبت فرماوے، بجا ہے۔ لیکن مرزا صاحب چونکہ ایسے حالات و کسی کے انجام سے واقف نہیں اور نہ ایسے (خدائی) حقوق رکھتے ہیں تو وہ کیونکر کسی کو جو اصلاً حلال زادہ ہو، حرام زادہ کہہ سکتے ہیں۔

﴿ لعنتوں اور ولید بن مغیرہ کی نسبت آیت کریمہ میں دیکھ لیجئے، کوئی کسی کا نام نہیں ہے۔ لعنتوں میں بھی یہی ہے کہ جو صدق و راستی و مخلوق الہی کے دین و دنیا کی فلاح کے مخالف اور اپنی جانوں کے دشمن ہو کر ظالم اور مرتکب جرائم ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے ان میں نام کسی کا نہیں۔ غرض برے افعال اور ان کے کرنے والوں کی مذمت ہے۔ ابولہب کا نام اس واسطے آ گیا کہ اس نے پیغام الہی جو سراسر فلاح دارین کے واسطے تھا ایک مقبول و مسلم صادق ﷺ سے سن کر اور راستی کا دشمن بن کر گستاخی سے تَبِّ لَکْ زَبَان سے نکالا اس کی سزا میں وہی کلمہ معہ اس کے نام کے رب غیور نے بطور یادگار اپنی کتاب عزیز میں نازل فرمایا۔ نہ وہ ایسا کرتا، نہ سزا پاتا۔ پھر سوائے ابولہب کے اور کسی ایسے معتبوب کا نام قرآن مجید میں نہیں جو دیگر نام مثل فرعون و ہامان وغیرہ آئے ہیں صرف ان کے حالات و قصص عبرت کے لئے مذکور ہوئے ہیں حالانکہ مرزا صاحب نے ذرا ذرا سے اختلاف اور اپنی ذات کی خفیف بے ادبی پر نام لے لے کر خوب دشنام و لعنتیں اپنی تصانیف میں درج کی ہیں۔ دیکھئے کس قدر فرق عظیم ہے۔

﴿ بانی و امی رسول اللہ ﷺ کی سخت الفاظی کسی کی نسبت بھی مروی نہیں۔ سرور کائنات کے حلم و نرمی و عفو و درگذر کی نظیر کہیں بھی نہیں ہے کچھ قدرے قلیل ذکر اس کا عرض ہوتا ہے۔

بتوں کا ہاتھ سے توڑنا دوسری بات ہے وہ تو ضروری تھا کیونکہ معبود باطلہ کا نابود کرنا تردید شرک و اثبات توحید میں داخل ہے اور خاص و اصل مدعا بعثت انبیاء۔ بلکہ آج کل تو دشنام دہی کو برا جاننے والے خود بت پرست عقل خداداد کے باعث بت شکنی و مورتی کھنڈن پر آمادہ ہیں اور توڑتے ہیں۔ لیکن بات تو دشنام دہی و سخت کلامی پر ہے جو اس مخاطب مخاطب لعلی خلق عظیم سے ہرگز مروی نہیں۔ چنانچہ آپ نے مشرکین پر بددعا کرنے کے سوال پر خود فرمایا اِنِّیْ لَمْ اَبْعَثْ لِعَا نَا اِنَّمَا بَعَثْتُ رَحْمَةً (تحقیق میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا میں تو رحمت بھیجا گیا ہوں) پس جب وہ ذات مبارک دوسروں کو ایسے لعن طعن و فحش کی باتوں سے منع کر کے ارشاد فرمائے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ تو وہ ذات بابرکات مطہر خود کیونکر اور کس طرح ان امور کو پسند و گوارا کر کے فاعل ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور لعنت کی ممانعت میں تو

آپ ﷺ نے بہت تاکید و وعید فرمائی ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔
 ﴿ اب یہ امر فیصلہ طلب رہا کہ مرزا صاحب تو اس خلق کو خلق عظیم میں داخل کر کے اس کو
 جائز و مباح بلکہ لازمہ امامت قرار دیتے ہیں اور دوسرے مسلمان بحوالہ قرآن مجید و حدیث شریف
 و عمل باجماع خلف و سلف استعمال لعن طعن سب و شتم کو اخلاق رذیلہ میں سمجھتے ہیں لہذا بحکم:

فان تنازعتم فی شئی فردّوه الی اللّٰہ و الرّسول ان کنتم تؤمنون
 باللّٰہ و الیوم الآخر . ذلک خیر و احسن تاویلاً . فلا وربک لا
 یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم
 حرجاً ممّا قضیت و یسلّموا تسلیماً (پس اگر تم کسی شے میں جھگڑا کرو تو اس کو
 اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن کے ساتھ ایمان رکھتے ہو
 یہ اچھا ہے اور انجام میں بہتر ہے۔ پس قسم ہے تیرے رب کی وہ ایمان والے نہیں ہوتے جب
 تک تجھے اپنے اختلاف میں حاکم نہ بناویں اور پھر تیرے فیصلہ سے اپنے دل میں ذرا تنگی نہ
 پائیں اور پورے طور پر تسلیم کر لیں)

اس کا فیصلہ قرآن و مجید و حدیث شریف سے ہونا چاہیے تاکہ اختلاف رفع ہو۔ پس
 مرزا صاحب آیات قرآن مجید:

ادفع بالّتی ہی احسن . فا عف عنہم و اصفح . ولیعفوا و لیصفحوا
 فا صفح الصفح الجمیل . الا تحبّون ان یغفر اللّٰہ لکم . و الکاظمین
 الغیظ و العافیین عن النّاس . و لا تسبّو الذّین .. الخ (تو اس طریقہ سے دفع
 کر جو کہ اچھا ہے۔ ان سے معاف کر اور درگزر کر۔ ان کو چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر
 کریں۔ پس تو اچھے طور پر درگزر کر۔ کیا تم یہ دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہیں بخشے، اور غصہ کے
 کھانے والے اور درگزر کرنے والے)

و غیرہ کو جو در بارہ غفور درگزر و غیرہ ہیں، کو مع حدیث:

لم یکن رسول اللّٰہ ﷺ فا حشأ و لا متفحشاً و لا سخا با فی الاسواق
 و لا یجزی السیئة بالسیئة و لکن یعف و یصفح (رسول اللہ ﷺ نہ تو
 فاحش تھے اور نہ فحش کا ارادہ کرنے والے اور نہ بازاروں میں غل کرتے اور نہ بدی کا بدلہ بدی
 سے دیتے بلکہ معاف اور درگزر فرماتے)

کو مد نظر رکھ کر اس طرح نام بنام لعن طعن سب و شتم کرنے کا ثبوت کتاب اللہ و سنت سے فرماویں اور کسی ربانی امام برحق کی جس نے ان کو جائز و مباح سمجھ کر استعمال کیا ہو معتبر کتب سے معادلہ لائل نظیر بتلاویں تاکہ اس مسئلہ کے اختلاف کا فیصلہ ہو جائے۔

عاجز ایک رات اس مضمون کی مزید تکمیل کے لئے ضمیمہ انجام آقہم میں مرزا کی گوہر افشانی دیکھ کر ان کے جوہر و کمال در بارہ ایجاد و اظہار دشنام پر حیران تھا، اس رات (۷ رمضان ۱۳۱۷ھ) مرزا کے انجام پر اور انکے زیر مشق مسبوب غریب مسلمانوں کی نسبت یہ الہام ہوئے:

فیمت و هو کافر۔ ردت الیہ لعانہ۔ و ازلفت الجنة للمتقین غیر
بعید (خاتمہ بحالت کفر ہوگا۔ اس کی لعنتیں اسی کی طرف لوٹائی گئیں۔ اور نزدیک کی
جاوے گی جنت واسطے متقین کے)۔

بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی امام الزمان کے دل میں ہونا ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور بنی نوع کی سچی ہمدردی اس (امام الزمان) کے دل میں ہوتی ہے۔

جواب۔ بے شک سچی ہمدردی انسانی خاصیت و لازمہ ہے لیکن کل اناء ینتر شح بما فیہ (جو کچھ برتن میں وہی اس سے نکلتا ہے یعنی، بالفاظ دیگر جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان سے نکلتا ہے) کے موافق جو الفاظ مرزا صاحب نے مسلمانوں مومنوں، عالموں، فقراء سجادہ نشینوں وغیرہ کے حق میں استعمال و تحریر فرمائے ہیں، کیا یہ بھی اسی سچی ہمدردی کا جوش ہے۔

اگر مرزا فرماویں کہ یہ سب کچھ ہمدردی سے کہا گیا ہے تو پھر اسکے نتیجہ کی نسبت یہ سوال ہوگا کہ بجائے موافقت و محبت کے جو اصلاح اور ہمدردی کے لازم و ملزوم ہیں مخالفت و عناد و دشمنی جو مرزا صاحب کی اصلاح و سچی ہمدردی سے چاروں طرف پھیلی ہوئی نظر آرہی ہے اس کا کیا سبب ہے کیونکہ عطا یائے ربانی یعنی اصلاح و ہمدردی منزلہ آسمانی کے ایسے خراب و تباہ کن نتائج تو کبھی نہیں ہوئے اور نہ کسی نے دیکھے نہ سنے بلکہ ایسا ہوتا رہا ہے جیسا قرآن مجید میں فرمایا:

و اذ کروا نعمة اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم
فاصبحتم بنعمته اخواناً (اور یاد کرو اللہ کی نعمت جو کہ تم پر ہے جب کہ تم دشمن تھے
پس تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے)

جس کا مبارک نتیجہ و اثر بھی بلا درنگ تمام دنیا پر ظاہر و ثابت ہو گیا۔ پھر مرزا صاحب کی اصلاح و ہمدردی کا نتیجہ جو اس کے برخلاف ظہور پذیر ہوا ہے اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اس کو حسب منشاء قانون الہی نہیں برتا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ ادع الہی سببیل ربک بالحکمة و المو عظة الحسنة و جاد لهم بالنتی ہی احسن (تو لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور نیک و عظم کے ساتھ بلا اور ان سے احسن طریق سے مناظرہ کر) کے مطابق تعامل و کاروائی ہو پھر نا کامی ہو؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

ہاں مرزا صاحب کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ، میں نے تو یہ لکھا ہے، کہ بنی نوع کی سچی ہمدردی اس کے دل میں ہوتی ہے، سو ہمارے دل میں سچی ہمدردی بھری ہوئی ہے۔ اور اسی طرح اصلاح کے بارے میں فرمادیں کہ،

ابھی اس کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئے ہیں اور ایسا ہی تمام ضروری شرائط اصلاح اور اعلیٰ درجہ کی قوت اخلاقی ہم کو عطا ہوئی ہے اور یہ سب کچھ سچی ہمدردی و ضروری شرائط اصلاح اعلیٰ درجہ کی قوت اخلاقی ہمارے پاس موجود ہیں۔

تو براہ مہربانی فرمادیں کہ بیس برس بلکہ ۲۳، ۲۴ برس تو مرزا صاحب کو بقول خود اپنا منصبی کام شروع کئے ہوئے گذر چکے ہیں تو اصلاح قوت اخلاقی اور سچی ہمدردی وغیرہ مرزا صاحب کب شروع فرمادیں گے کیونکہ عاجز مخلوق الہی عموماً اور اہل اسلام خصوصاً تو ان امور کے از بس حاجت مند محتاج حقدار اور خواہاں ہیں۔

❖ اخلاقی قوت سے نرمی مراد نہ ہونا

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور اخلاقی قوت سے یہ مراد نہیں کہ ہر جگہ وہ خواہ مخواہ نرمی کرتا ہے کیونکہ اخلاقی حکمت کے اصول کے برخلاف ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ جس طرح تنگ نظر آدمی دشمن اور بے ادب کی باتوں سے جل کر اور کباب ہو کر جلد مزاج میں تغیر کر لیتے ہیں اور ان کے چہرہ پر اس عذاب الیم کے، جس کا نام غضب ہے، نہایت مکروہ طور پر آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور طیش اور اشتعال کی باتیں بے اختیار اور بے محل منہ سے نکلتی چلی جاتی ہیں، یہ حالت اہل اخلاق کی نہیں ہوتی۔ ہاں وقت اور محل کی مصلحت سے کبھی معالجہ کے طور پر

سخت لفظ بھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس استعمال کے وقت نہ ان کا دل جلتا، نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی، اور نہ منہ پر جھاگ آتی ہے۔

جواب۔ غالباً مرزا صاحب کو خود بدولت کی درافشانی اور سخت الفاظ استعمال کرنے کی یاد بظاہر اس قاعدہ کے وضع کی محرک معلوم ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے تو اس خصلت کو بہت عالی شان اور کم یاب خیال فرما کر امام الزمان کے اوصاف میں درج فرمایا ہے لیکن کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آج کل تو اس خصلت و عادت والے پولیٹیکل لوگوں سے دنیا بھری پڑی ہے۔ ولایت تو اس وصف کے اشخاص کا مخزن ہی ہے لیکن یہاں پنجاب میں بھی ریاستوں کا یہی حال ہے کہ اکثر اہل کاران بلا لحاظ مذہب اسی خصلت و اوصاف کے ہیں۔ ان کی باہم کیسی ہی دشمنی، ناچاقی و عناد و بغض ہو لیکن باہمی مکالمہ و گفتگو میں خواہ کیسی ہی مخالفت پر ہو، کیا مقدور کہ چہرہ پر تغیر غضب طیش اور اشتعال وغیرہ کا کچھ بھی اثر نمایاں ہو۔ خندہ پیشانی اور ہنستے ہنستے ہی اپنے مخالف کو بہت کچھ کہہ لیں گے اور اس کا کام تمام کر دیں گے۔ تو مرزا صاحب فرماویں اس خصلت سے وہ سب امام الزمان بن جاویں گے؟ اسلام میں حسن اخلاق کی تاکید بے شک ہے لیکن سخت الفاظ کا استعمال جو مرزا صاحب جائز و مباح کر کے خود بلا تامل استعمال کر لیتے ہیں اس کا ہرگز حکم نہیں ہے بلکہ نرمی اور رفق سے پیش آنے کا ارشاد ہے۔

اس قاعدہ مرزا سے تو ہر ایک بد لگام، سخت زبان، باتجاع نفس و شیطان خندہ پیشانی و بناوٹی ہنسی سے کسی کو لعنت ملامت سب و شتم کہہ کر اور اس طرح ارمان و جوش نکال کر بعد میں صاحب اخلاق فاضلہ بننے کے واسطے بدستاویز قاعدہ موصوفہ مرزا کہہ سکتا ہے کہ میں نے اخلاقی حکمت کے اصول کی مخالفت نہیں کی، کیونکہ نہ میں جل کر کباب ہوا، نہ مزاج میں تغیر ہوا، نہ طیش نہ اشتعال نہ بے اختیار و بے محل بات منہ سے نکالی بلکہ یہ سب کچھ محل و مصلحت کے سبب معالجہ کے طور پر سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، میرادل اندر سے بڑے آرام و انبساط و خوشی میں ہے۔ تو مرزا صاحب انصاف سے فرماویں کہ وہ ایسی منافقانہ بات و حیلہ سے اپنی بدزبانی و دشنام دہی وغیرہ کے جرم سے بری ہو گیا؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو یہ بہت عمدہ نسخہ کسی غریب کو جوش نفس سے بے آبرو کر کے پھر بری ہو جانے کا ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ شریعت اسلامی ایسے لغو خود تراشیدہ اوصاف و قواعد کو کہاں تک پسند و جائز رکھتی ہے؟

مرزا قادیانی، خاندانی طبیب بھی ہیں۔ وقت و محل کی مصلحت معالجہ کا طریق ان سے

بہتر کون جان سکتا ہے اور مسلمانوں کا بھی ایمان ہے کہ معالجہ بموافق حکمت الہی و طب نبوی ﷺ کے ہووے تو ممکن نہیں کہ کارگر و شفا ئے کامل نہ ہووے۔ پھر تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے بدعویٰ طب جسمانی و روحانی موقعہ محل کی مصلحت کو پس پشت ڈال کر نہ صرف مخالفوں بلکہ دوسرے غریب موافقوں خیر خواہوں کو بھی ایسے سخت مسہل دیئے ہیں کہ انکا اصلی حالت پر آنا مشکل بلکہ محال ہو گیا ہے جو بظاہر نتیجہ مخالفت ارشاد ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنیة کا ہے۔

﴿ رعب دکھلانے کیلئے بناوٹی غصہ ظاہر کرنا ﴾

ضرورت الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہاں کبھی بناوٹی غصہ رعب دکھلانے کے لئے ظاہر دیتے ہیں اور دل آرام و انبساط اور سرور میں ہوتا ہے۔

جواب۔ سبحان اللہ یہ وصف امام الزمان کا تو مرزا نے پہلے سے بھی بڑھ کر وضع کر کے تحریر فرمایا ہے۔ براہ مہربانی اس تراشیدہ و بناوٹی وصف پر غور فرمائیں کہ دل آرام و انبساط و سرور میں اور ظاہر میں زبان اور چہرہ سے بناوٹی غصہ اور وہ بھی خالی رعب دکھلانے کیلئے، غرض اندر کچھ باہر کچھ، تو مرزا غور کریں کہ اس میں اور نفاق اور تقیہ میں بظاہر کیا فرق ہے؟ اور کیا یہ خصلت دوسرے امور کو بھی ساقط الاعتبار نہیں کرتی کیونکہ ہر موقع تحریر و تقریر پر اس بناوٹی عادت سے شک و شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ امر واقعی صحیح و سچ نہیں، شائد بناوٹی ہو۔

﴿ غرض عادت تقیہ کی طرح کسی بات و فعل کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور لطف یہ کہ مرزا صاحب چونکہ بزبان خود امام الزمان ہیں اور یہ وصف امام الزمان کا لازمہ ہے تو جو کچھ آپ نے آج تک اپنی زبانی تحریر و تقریر میں نصیحت فرمائی یا غصہ سے نہی عن المنکر فرمایا اس پر بھی یہی شک ہو سکتا ہے کہ وہ غصہ مرزا صاحب اور نہی عن المنکر بناوٹی اور رعب دکھلانے کے لئے ہوگا نہ حقیقی طور پر، اور مرزا کا دل آرام و سرور میں تھا اور دراصل اس میں کراہت، غصہ وغیرہ کچھ نہ تھا۔ اب مرزا فرمائیں کہ اس وصف و خصلت کا اثر کہاں تک پہنچا اور یہ قابل تعریف ہوئی یا قابل مذمت و نفرت۔

﴿ آنحضرت ﷺ و صحابہ کبار کا ایسے اشخاص سے جن کو وہ دل سے پسند نہ فرماتے لیکن پھر بھی ان سے حسن اخلاق سے پیش آنا مروی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

عن عروة عن عائشة ان رجلاً استاذن على النبي ﷺ فلما رآه

قال بنس اخو العشيرة و بنس ابن العشيرة . فلما جلس تطلق
النبي ﷺ في وجهه وانبسط اليه فلما انطلق الرجل قالت له
عائشه يا رسول الله ﷺ حين رأيت الرجل قال قلت له كذا وكذا .
ثم تطلقت في وجهه وانبسطت اليه فقال رسول الله ﷺ يا عائشه
متى عهد تنى فاحشاً؟ ان شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة
من تركه الناس اتقاء شره (بخارى : ۶۰۳۲)

اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جن سے دلی الفت نہ ہو ان سے بھی رفق و خوش خلقی سے
ملنا پیش آنا اخلاق حسنہ اور مطابق ارشاد الہی مندرجہ ذیل ہے:

ادفع با لتي هي احسن فاذا الذي بينك وبينه عداوة كانه ولي
حميم . وما يلقاها الا الذين صبروا وما يلقاها الا ذو حظ عظيم (دور
کر بدی کو اس طریق سے جو کہ احسن ہے ۔ پس اس وقت وہ شخص کہ تیرے اور اسکے درمیان
عداوت ہے ایسا ہو جائے گا کہ گویا دوست حمایت کرنے والا اور اس خصلت کو وہی لوگ پاتے
ہیں جو کہ صابر ہیں اور اس کو سوا اس شخص کے جو بڑا نصیب والا ہے دوسرا کوئی نہیں پاسکتا)

یعنی اخلاق فاضلہ کے لئے نفس کی مخالفت کر کے مخلوق الہی کی خیر خواہی مد نظر رکھ کر ان
کو اچھا نمونہ دکھانا عین عبادت احکم الحاکمین ، و اتباع سید المرسلین ﷺ مخاطب بخطاب انک
لعلی خلق عظیم ہے، لیکن مرزا کا قاعدہ و وصف تو اس کے بالکل مخالف و برعکس ہے یعنی
خلاف تعلیم اسلام خلق ذمیرہ یعنی غصہ بناوٹی کا اظہار اور وہ بھی نہ خدا کے بلکہ مجرد اپنا رعب دکھلانے
کے لئے جو کسی طرح بھی شریعت اسلامی میں جائز نہیں ۔ افسوس اور تعجب تو یہ ہے کہ مرزا کے دام
افتادہ مریدان کے ان امور کو بھی حقائق و معارف میں داخل کر کے قربان ہوئے جاتے ہیں ۔

حضرت عیسیٰؑ کی طرف سخت الفاظ کی نسبت کرنا

ضرورت الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ حضرت عیسیٰؑ نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال
کئے ہیں جیسا کہ سور، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ نعوذ باللہ
آپ اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھلاتے اور نرمی کی تاکید

کرتے ہیں۔ بلکہ یہ لفظ جو اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اپنے محل پر یہ الفاظ چسپاں کئے جاتے تھے۔

جواب۔ معاذ اللہ سخت الفاظ کی نسبت سیدنا عیسیٰ کی طرف عاجز ہرگز باور و قبول نہیں کر سکتا کیونکہ قرآن مجید جس میں سیدنا مسیح و دیگر انبیاء کی مدح و ثنا اللہ پاک فرماتا ہے اور مومنین کو تعظیم و تکریم کرنے کو یہ ارشاد صداقت و ہدایت بنیاد ہے:

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربه والمؤمنون۔ کلّ آمن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ و قالوا سمعنا و اطعنا غفرا نک ربنا و الیک المصیر (رسول اس چیز کے ساتھ ایمان لایا جو اس کی طرف اس کے رب کے پاس سے نازل ہوئی اور مومن بھی، ہر ایک اللہ اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کے ساتھ ایمان لایا۔ اور کہا کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے...)

اس قرآن مجید میں تو اس کا کچھ ذکر نہیں ہے۔

بلکہ اس کے برخلاف قرآن میں تو مسیح کی نرم مزاجی اور ہر ناپسندیدہ اخلاق و صفت سے سلامتی کے بارہ میں یہ ارشاد ہے:

وبرأ بوالدتی ولم يجعلنی جباراً شقیماً و السلام علی یوم ولدتی و یوم اموت و یوم ابعت حیاً (اور اپنی ماں کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے والا، اور مجھے جبار بد بخت نہیں بنایا۔ اور سلامتی ہے مجھ پر اس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں گا اور جس دن میں زندہ ہو کر اٹھایا جاؤں گا)

پھر مخرصادق علیہ السلام نے بھی حضرت مسیح کے ایسے سخت الفاظ کی نسبت کچھ نہیں کہا بلکہ فرمایا:

لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش البذی۔ ان شرّ الناس منزلة یوم القیامة من ترکہ الناس اتقاء فحشہ۔ (مومن طعنہ اور لعنت کرنے والا اور فحش بے ہودہ گو نہیں ہوتا یعنی مومن میں یہ خصلتیں نہیں ہوتیں۔ بے شک بدترین لوگوں کا منزلت میں قیامت کے روز وہ شخص ہے کہ لوگ اس کو اس کے فحش سے ڈر کر چھوڑ جائیں)

جن سے ثابت ہے کہ لعن طعن فحش بدگوئی بدزبانی اللہ کو نہایت ناپسندیدہ و مبغوض ہے اسی واسطے کسی مومن کا یہ شعار نہیں ہے۔ پس جب مومن کے یہ شایان حال نہیں اور وہ ان رذائل سے پاک کیا جاتا ہے تو انبیاء جو ہدایت کے منصب پر اخلاقی و روحانی وغیرہ تعلیم کے واسطے اخلاق فاضلہ کے ساتھ رحمت الہی سے دنیا میں تشریف لاتے ہیں وہ بدرجہ اولیٰ ان رذائل سے پاک ہوتے ہیں۔ سخت بے ادبی و توہین ہے اگر کوئی نا فہمی سے ایسے امور کی نسبت ان عالی شان مطہرین معصومین کی طرف کرے اعاذنا اللہ منہا۔ نظر براں مسلمانوں کی کیا مجال اور ان کو کیا حاجت کہ محرف کتب کے حوالہ سے ایسے کلمات کی نسبت جماعت انبیاء مقررین الہی کی طرف قبول کر لیں۔

یہ تو مرزا صاحب ہی ہیں کہ اس نبی معصوم کی نسبت حوصلہ سے کچھ نہ کچھ تحریر فرماتے رہتے ہیں اور یہاں بھی نہ معلوم کہ ان کی جگہ گدی نشینی کی ضرورت سے یا خود بدولت کی درافشانی سب و شتم کو جائز و مباح قرار دینے کے لئے محرف کتب کی دستاویز پر دلیری و بے خوفی سے فرما دیا کہ، یہ لفظ اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے۔، عاجز نہ مولوی، نہ مباحث، نہ کسی کی جگہ گدی نشینی کا حاجت مند و خواہش مند، لہذا عاجز تو ان کی بلکہ کسی نبی کی شان میں بے ادبانه کلمات کا اعادہ و نقل کرنا بھی معصیت اور موجب ناراضی و سخط رب غیور جانتا اور ڈرتا ہے۔

پھر مسلمانوں کو تو اتک لعلی خلق عظیم کے مخاطب نبی ﷺ کے اخلاق فاضلہ و مبارکہ کی پیروی و اتباع کا بموجب ارشاد ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ حکم ہے تو پھر ان کو کسی اور کے اخلاق کے نمونہ کی اور وہ بھی بے سند بے دلیل وغیر معتبر کتب کے حوالہ سے جن کو مرزا صاحب خود بے اصل فرما چکے ہیں، کیا حاجت؟

اخلاقی حالت میں اماموں کا باکمال ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

غرض اخلاقی حالت میں کمال رکھنا اماموں کیلئے لازمی ہے اور اگر کوئی سخت لفظ سوختہ مزاجی اور مجنونانہ طیش سے نہ ہو اور عین محل پر چسپاں اور عند الضرورت ہو تو وہ اخلاقی

حالت کے منافی نہیں ہے۔

جواب۔ یہ صحیح ہے کہ اخلاقی حالت میں کمال اماموں کیلئے لازمی ہے لیکن مرزا صاحب خود بدولت کے کمال کا پتہ و نشان بتلا دیں کہ کہاں اس کا ظہور ہوا ہے؟ اور اب تک جو کچھ مرزا کی طرف سے کمال اخلاق ظاہر ہوا اس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے جو کسی طرح امام تو کہاں عام مومن کے شایان حال نہیں ہے ہاں اگر مرزا صاحب کمال کے معنی و مراد زیادتی و فراوانی لیتے ہیں یعنی اگر کوئی ایک کہے تو اس کے مقابل ارشاد و جزاء سنیۃ سنیۃ مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظالمین۔ کو نظر انداز کر کے اس کو اس کی دو چند سہ چند کہہ کر بلکہ عاجز کم زبان بے گناہ اور کچھ بھی نہ کہنے والے کی بھی خبر لیتے لیتے بس نہ کرنا، تو یہ کمال مرزا صاحب کا اظہر من الشمس ہے اور سب جانتے ہیں۔

﴿ اگر مرزا صاحب کے نزدیک جب بسوخت مزاجی و مجنونانہ طیش نہ ہو تو جس قدر کوئی لعن طعن سب و شتم اپنے مخالف کو کرنا چاہے وہ سب جائز و مباح ہے تو براہ مہربانی قرآن مجید و حدیث شریف سے اس کی سند بیان فرماویں اور کیا ارشاد و لیعفوا و لیصفحوا ... ان یغفر لکم و اللہ غفور رحیم۔ و ان الساعۃ لآتیتۃ فاصفح الصفح الجمیل ان ربک ہو الخلاق العظیم بھی مرزا صاحب کے نزدیک کچھ قابل لحاظ و عمل ہیں یا نہیں۔

﴿ یہ بھی غور فرمائیں کہ سوائے قلیل گروہ مریدین مرزا جو کسی سبب سے مرزا کی درافشانی سب و شتم سے بچ رہے ہیں کیا دوسرے تمام خاص و عام مسلمین مومنین ان لعن طعن کا ہی محل ہیں اور انہی غریبوں پر ان کو چسپاں کرنے کی مرزا صاحب کو اشد ضرورت تھی اور کس لئے۔ کیا اس لئے کہ وہ بے چارے مرزا صاحب کے پاس حاضر ہو کر یہ فیض و کمالات اخلاقی نہ اڑالے جائیں۔

﴿ جنکو خدا امام بناتا ہے انکی فطرت میں قوت امامت رکھا جانا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور یہ بات بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جن کو خدا تعالیٰ کا ہاتھ امام بناتا ہے ان کی فطرت میں امام کی قوت رکھی جاتی ہے اور جس طرح الہی فطرت نے بموجب آیہ کریمہ اعطی کل نشئی خلقہ ہر ایک چرند پرند میں پہلے سے وہ قوت رکھ دی

ہے جس کے بارہ میں خدا تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ اس قوت سے اس کو کام لینا پڑے گا اسی طرح ان نفوس میں جن کی نسبت خدا تعالیٰ کے ازلی علم میں یہ ہے کہ ان سے امامت کا کام لیا جائے گا منصب امام کے مناسب حال کئی روحانی ملکہ پہلے سے رکھے جاتے ہیں اور جن لیا قوتوں کی آئندہ ضرورت پڑے گی ان تمام لیا قوتوں کا بیج ان کی پاک سرشت میں بویا جاتا ہے۔

جواب - بار بار وہی بات کبھی فطرت میں امامت کی روشنی کہہ دینا، کبھی فطرت میں امامت کی قوت رکھی جانا، خیر یہ مرزا صاحب کی عادت مستمرہ ہے کہ عبارت میں اعادہ تکرار کی کبھی پرواہ نہیں کرتے لیکن عاجز اسی جواب پر اکتفا کرتا ہے جو عرض ہو چکا ہے۔
خدا تعالیٰ کا ہاتھ امام بناتا ہے، کی نسبت عرض ہے کہ اور مخلوق کو کون بناتا ہے۔

یہ امر ظاہر ہے کہ جب کسی قوت کا ظہور ہوتا ہے تب ہی دوسروں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوت اس کی فطرت میں ہے جس طرح مرزا صاحب جب عدالت انگریزی کے شغل میں اور اپنے مقدمات وغیرہ میں مصروف تھے اس وقت کسی کو کیا معلوم تھا کہ ان میں مہدویت، مسیحیت وغیرہ کی قوتیں بھی ہیں۔ اسی طرح کسی اور عاجز بندہ کی فطرت میں وہی قوتیں امام الزمانی وغیرہ کی اگر خالق نے رکھی ہیں جن کا ظہور بوقت ظہور کام و منصب کے ہوتا ہے تو مرزا صاحب ان کو خود بدولت کے سامنے کیوں محال خیال فرماتے ہیں۔ امامت، منصب نبوت تو نہیں کہ اس کو ختم ہوئے تیرہ سو سے کچھ زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور اللہ کا ایسا خزانہ نہیں کہ اس میں کسی شے کی کمی ہو۔

آیت شریف اعطی کلّ شئی خلقہ ثمّ ہدی مرزانے پوری کیوں نہیں تحریر فرمائی کیا اس کا آخری جملہ ثمّ ہدی مرزا کے کچھ مخالف پڑتا ہے۔

اماموں میں بنی نوع کے فائدہ کیلئے چند قوتوں کا ضروری ہونا ضرورۃ الامام کے صفحہ ۸ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور میں دیکھتا ہوں کہ اماموں میں بنی نوع کے فائدہ و فیض رسانی کے لئے مندرجہ ذیل قوتوں کا ہونا ضرور ہے۔

جواب - غور فرمائیں کہ ایک شخص واحد کی مفروضہ قوتیں تمام جہان کیلئے کیونکر موافق و

پسند خاطر ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اگر مرزا صاحب فرماویں کہ امام میں ایسی قوت کا ہونا ضروری ہے کہ اس کے گھر میں ہزار ہا روپے کا زیور ہو، تاکہ امام جب چاہے اپنی جائیداد کو جس میں اور وراثت کا بھی حق ہے اس کے عوض رہن کر کے اس کو لے لے، جیسا مرزا صاحب نے خود رہن زمین باغ میں عمل کیا ہے تو فرماویں کہ دوسرا غریب مفلس امام الاولین والآخرین ﷺ کے قدم بقدم چلنا پسند رکھتا ہو وہ یہ قوت کہاں سے بہم پہنچاوے۔

﴿ اسی طرح اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ امام میں ایسی قوت ہونی ضروری ہے کہ اس کے واسطے عرق کیوڑہ بید مشک کی گارگرین خس کی ٹٹی مشک وغیرہ اشیاء مسافت دور دراز سے چلی آویں جیسا مرزا صاحب کے واسطے آتی ہیں تاکہ لوگوں کو اس طرح کی خاطر تواضع امام کے ثواب سے فیض پہنچے تو فرماویں کہ دوسرا غریب آدمی جو امیر المؤمنین عمرؓ کی طرح شہد کا شربت بھی جو بلا درخواست و بلا اشراف نفس آیا ہو پینا پسند نہ کرے، کیونکہ اس کو پسند منظور کریگا۔ یا آپ کہیں کہ امام قانون دان ایسی قوت والا صاحب حوصلہ ہو کہ طرح طرح کے اقرار و مدار اور وعدہ کر کے روپے قیمت کتب و قبولیت دعا عطاءے فرزند وغیرہ کے نام و اعتبار پر پیشگی حاصل کر کے اپنے قبضہ و تصرف میں لے آوے اور پھر وعدہ وغیرہ کو بالائے طاق رکھ کر پیچھے مریدین سے مشتہر کرادے کہ امام وقت و خلیفہ اللہ کو بیوں بقالوں تنگ دلوں زر پرستوں کے سے حساب کتاب سے کیا کام۔ گویا جو کچھ امام کئی وعدے کر کے لے وہ مثل مال غنیمت کے ہے جیسا اخبار الحکم میں شائع ہوا۔ مگر جو شخص توکل علی اللہ اور کسب حلال کو فرض سمجھے اور ہاتھ کی مزدوری سے کما کر کھانے کو بہو جب حدیث:

ما اکل احد طعاماً قط خيراً من ان ياكل من عمل يديه وان نبى

اللہ داؤد کان ياكل من عمل يديه (دونوں ہاتھ سے کما کر کھانے سے کوئی

کھانا بہتر نہیں۔ داؤد اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے)

پسند کرے اور حق العباد کے مواخذہ سے ازبس خائف و ترساں ہو تو اس بے چارہ سے یہ کام اور حوصلہ کیونکر ہو سکے۔ وغیرہ۔ اسی طرح اور بہت نظائر ہیں لیکن بخوف طوالت بس کرتا ہوں۔

﴿ ہاں سیدھے طریق سے بجائے اپنے ایجاد طبع و مجوزہ اوصاف و قوتوں کے اگر یہ کہہ دیں کہ امام میں ظاہری باطنی اتباع سید الاولین والآخرین ﷺ کی قوت و وصف ہو تو اس کو بے چون و چرا مسلمان مان لیں گے و بس۔

﴿ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اول قوت اخلاق چونکہ اماموں کو طرح طرح کے لوگوں اور سفلوں اور بد زبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرہ بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام الزمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے، آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں، وہ کسی طرح امام الزمان نہیں ہو سکتا، لہذا اس پر آیت اُنک لعلی خلق عظیم کا پورے طور پر صادق آجانا ضروری ہے۔

جواب۔ اخلاق کا ذکر مرزا صاحب پہلے بھی کر چکے ہیں پھر اسی کو بار بار تخریر فرماتے ہیں اگرچہ جواب عرض ہو چکا لیکن بقیہ اب عرض ہے۔ مرزا صاحب کا اختیار ہے کہ یہ درافتشانی تو خود بدولت کریں اور دوسرے غریبوں کو او باش سفلہ بد زبان اور جو چاہیں بنا دیں لیکن انصاف سے سوچیں کہ جو جو سخت الفاظ ضعیف العمر مولویان عالمان مصروف درس قرآن مجید و حدیث شریف اور اوراد و وظائف و ذاکرین اللہ فقراء وغیرہ کی نسبت مرزا صاحب کی زبان و قلم سے نکلے ہیں ویسے یا ان سے نصف و ربع ہی ان میں سے کسی نے بھی اپنی زبان سے کبھی نکالے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

﴿ اگر مرزا فرمائیں کہ ہمارے فتویٰ میں انہوں نے کافر دجال وغیرہ الفاظ لکھے ہیں تو اس کی نسبت عرض ہے کہ وہ ایک شرعی مسئلہ کے متعلق ہیں کہ جس کے عقاید خلاف اسلام، قرآن مجید و حدیث شریف ہوں وہ ایسا ہے۔ ورنہ مرزا کی طرح سب و شتم لعن و طعن فواحش وغیرہ جو آپ نے نام بنام درافتشانی کی ہے ایسے ہرگز نہیں علاوہ ازیں مرزا صاحب تو اُنک لعلی خلق عظیم کے دعویدار ہیں، لہذا برداشت و صبر ہی مناسب تھا، نہ یہ کہ اس سے سو درجہ زیادہ کہہ کر بھی بس نہ ہو اور آئے دن لکھتے ہی رہیں۔ اور لطف یہ کہ یہ عمل درآمد نہ قابل شرم ہو، نہ اخلاق رذیلہ میں شمار ہو، نہ کچی طبیعت والے بنیں اور اس پر اعلیٰ درجہ کی قوت اخلاقی اللہ عز و جل کی دوستی تحمل و امام الزمانی غرض کسی میں بھی ذرہ فرق نہ آئے بلکہ اُنک لعلی خلق عظیم کے مصداق بنے رہیں۔

﴿ اس نسخہ سے تو تبرائی لوگوں کو بھی اچھا حیلہ و بہانہ ہاتھ آتا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں محل و مصلحت وقت سے کرتے ہیں۔ ہمارا دل آرام و انبساط و سرور میں ہوتا ہے کیونکہ ہم کو اسی تمبرہ بازی میں سرور ہے لہذا ہم اصول حکمت اخلاقی کی کچھ مخالفت نہیں کرتے۔

اس نسخہ مرزا کا ان حضرات کو شکر گزار ہونا چاہیے کہ اہل سنت و الجماعت کے ایک بڑے بھاری اعتراض سے ان کو بچا دیا، گو محتاط اہل علم اول بھی اس قابل شرم عمل تیرہ بازی کو برا جانتے تھے۔ ایسے اختیارات سوائے امام الزمان کے کون عمل میں لاسکتا ہے۔

﴿ دوسرے غریب مسلمان بھی جو انک لعلی خلق عظیم سے حصہ حاصل کرنے کی خاطر طرح طرح کے مجاہدات سعی و کوشش کیا کرتے ہیں وہ بھی اس نسخہ سے اچھا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں کہ جو زبان پر آوے، گالی گلوچ وغیرہ، کسی کو کہہ لیں لیکن مجنونانہ جوش نہ ہو اور زبان سے کہہ دیں کہ دل آرام میں ہے۔

﴿ ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

دوم قوت امامت ہے جس کی وجہ سے اس کا نام امام رکھا گیا ہے یعنی نیک باتوں اور نیک اعمال اور تمام الہی معارف اور محبت الہی میں آگے بڑھنے کا شوق، یعنی روح اس کی کسی نقصان کو پسند نہ کرے، اور کسی حالت ناقصہ پر راضی نہ ہو، اور اس بات سے اس کو درد پہنچے اور دکھ میں پڑے کہ وہ ترقی سے روکا جائے۔ یہ ایک فطرتی قوت ہے جو امام الزمان میں ہوتی ہے اور اگر یہ اتفاق بھی پیش نہ آوے کہ لوگ اس کے علوم و معارف کی پیروی کریں اور اس کے نور کے پیچھے چلیں تب بھی وہ بلحاظ اپنی فطرتی قوت کے امام ہے۔ غرض یہ دقیقہ معرفت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ امامت ایک قوت ہے کہ اس شخص کے جو ہر فطرت میں رکھی جاتی ہے کہ جو اس کام کے لئے ارادہ الہی میں ہوتا ہے اور اگر امامت کے لفظ کا ترجمہ کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ قوت پیشروی۔ غرض یہ کوئی عارضی منصب نہیں جو پیچھے سے لگ جاتا ہے بلکہ جس طرح دیکھنے کی قوت اور سمجھنے کی قوت ہوتی ہے اسی طرح یہ آگے بڑھنے اور الہی امور میں سب سے اول درجہ پر رہنے کی قوت ہے اور انہیں معنوں کی طرف امامت کا لفظ اشارہ کرتا ہے۔

جواب۔ بات تو مختصر ہے جس کو مرزا نے خواہ مخواہ بے ضرورت عبارت طول کر کے لکھا ہے۔ کہیں آگے بڑھنے کا شوق، نقصان پسند نہ کرنا، حالت ناقصہ پر راضی نہ ہونا، ترقی کے روکے جانے سے درد پہنچنا، کہیں دقیقہ یاد رکھنے کے لائق بنا دیا وغیرہ۔ غرض ایک ہی مطلب کو بار بار دوسرے الفاظ میں بیان کر کے بے فائدہ تحریر کا حجم بڑھا یا ہے۔ یہ تو مسلم ہے کہ مرزا کو فرصت اور فراغت اور ثنائے خود بخود گفتن کا عشق ہے لیکن اس تکرار و طولت فضول سے کیا حاصل؟ بات وہ جو

ظہور میں آوے۔ سو جو کچھ قوت امامت آج تک مرزا صاحب سے ظہور میں آچکی ہے اس کا ذکر تو اس تحریر میں اکثر ہے اور خاص امور کا ذکر اپنی اپنی جگہ ہوا ہے آئندہ جو کچھ ظاہر ہوگا دیکھا جاویگا۔

ہاں مرزا صاحب فرما سکتے ہیں اور فرمایا ہے کہ امام دوسروں سے آگے بڑھا ہوا ہوتا ہے سو ہم نے (یعنی مرزا صاحب نے) جو کچھ ایفائے عہد امانت دیانت حصول فتویٰ میں عمل کیا یا جو تدابیر کیں یا مولوی عالمان و فقراء سجادہ نشینان وغیرہ مخلوق الہی کی جو خاطر کی اور خبر لی اور تحریریں فرمائیں یہ دوسرے لوگوں سے بڑھ کر ہے یا نہ؟

تو ان امور میں مرزا صاحب کی امامت بے شک قابل تسلیم ہے لیکن پھر یہ مشکل پیش آوے گی کہ عمل درآمد و اظہار قوت امامت جن جن امور میں مرزا صاحب سے ہوا یہ نیک باتوں نیک اعمال الہی معارف اور محبت و تقرب الہی و نور وغیرہ میں کیونکر داخل ہو سکتا ہے؟

مرزا صاحب کو کمالات فصاحت و بلاغت و حقائق و دقائق کا بڑا دعویٰ ہے۔ یہ تو غور کریں کہ جو دقیقہ یاد رکھنے کے لائق مرزا صاحب نے فرمایا ہے وہ کیا دقیقہ ہے اور اس کے یاد رکھنے سے کیا حاصل، وہ تو کئی مرتبہ آپ کہہ چکے ہیں۔ صفحہ ۷ میں آپ نے کہا ہے، جس کو خدا تعالیٰ کا ہاتھ امام بناتا ہے ان کی فطرت میں امامت کی قوت رکھی جاتی ہے، - مدعا اور مطلب تو ایک ہی ہے صرف لفظ دوسروں میں لکھ کر یاد رکھنے کے لائق بنا دیا ہے۔

پھر ہر ایک جانتا ہے کہ تمام مخلوق کی جبلت و فطرت کا یہی حال ہے۔ انسان، حیوان، روباہ، کوا، بھیڑیا، بچھو، مکار، دغا باز وغیرہ سب مخلوق اپنی اپنی فطرت کے موافق کام کرتے ہیں۔ اور عاجز کا اس پر ایمان ہے اعطی کل شیء خلقہ ثم ہدی یعنی بعد تخلیق خالق و محسن نے جو چاہا ہدایت کی۔ اس کو ہر طرح سے اختیار ہے اور قرآن مجید سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے:

فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ . واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم . فریقاً ہدی و فریقاً حق علیہم الضلالة . انہم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ و یحسبون انہم مہتدون . ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللہ و اجتنبوا الطاغوت فمنہم من ہدی اللہ و منهم من حقّت علیہ الضلالة . ان تحرص علی ہدایہم فان اللہ لا یہدی من یضلل و ما لہم من ناصرین . و اضلّ فرعون قومہ و ما ہدی (پس اللہ نے ہدایت کی ان لوگوں

کو کہ ایمان لائے اس حق کی طرف جس میں لوگوں نے اختلاف کیا اور اللہ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ ایک فریق کو ہدایت کی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہوئی اسلئے کہ انہوں نے شیطان کو دوست پکڑا سوا اللہ کے اور گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں اور تحقیق ہم نے ہر ایک امت میں رسول بھیجا اور اس نے کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ پس ان میں سے بعض وہ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوئی۔ اگر تو انکی ہدایت پر حرص کرے پس اللہ ہدایت نہیں کرتا جو گمراہی اختیار کرتا ہے اور انکے واسطے کوئی مددگار نہیں۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ہدایت نہیں کی)

نہ معلوم مرزا صاحب اس پر کیوں زور دیتے ہیں اور بار بار لکھتے ہیں کہ فطرت ہی میں ہر شے رکھی جاتی ہے۔ مرزا صاحب کا اس سے کیا مدعا حاصل ہوتا ہے؟ کیا یہ خود بدولت اول ہی سے امام بنے بنائے دنیا میں تشریف لائے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو تب بھی امامت تو کاموں سے ثابت ہوگی۔ دیکھئے کئی نسب سے سید ہوتے یا عام انسانی نسل سے افضل ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں لیکن فضیلت و بزرگی تو تب ہی ہوگی جب سیدوں اور انسانوں والے کام ظاہر ہوں گے۔ اور اگر کوئی خشیت الہی کو خیر باد کہہ کر فسق و فجور حیلہ و حوالہ ناجائز وسائل سے پیٹ پالنے میں مصروف ہو یا انسان ہو کر تکبر و تعلیٰ و درندگی اور ایذا رسانی مخلوق میں مشغول ہو، تو اس کی جبلت اور فطرت کی عمدگی کے دعویٰ کا کیا فائدہ اور کیا نتیجہ؟

علاوہ ازیں اگر یہ مان بھی لیں کہ ہمہ قدرت ہمہ اختیار والا جو چاہے اور جب چاہے، اول یا بعد میں، تو اس میں کیا حرج ہے۔ بلکہ ارشاد: **وَلِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلِ وَمَنْ بَعْدُ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهِ** (اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں سب کام پہلے اور پچھلے اور اللہ اپنے سب کاموں پر قابو رکھتا ہے) کے عین مطابق ہے۔

عاجز انسان کو تو ایسا سمجھایا گیا ہے کہ **عَلِيمٌ بِّذَاتِ الصُّدُوْرِ** نے جو قرآن مجید میں آمنوا کے ساتھ **عَمَلُوا الصّٰلِحٰتِ** کی برا بر قید و تاکید لگائی ہے اس میں یہی حکمت ہے کہ مخلوق الہی کسی کی فرضی فطرتی جو ہر داری کے مجرد دعویٰ سے دھوکہ میں نہ آجائے بلکہ اس کے اعمال سے اس کے دعویٰ کو جانچیں اور پرکھیں اور انجیل مروجہ میں بھی (گو وہ بوجہ تحریف مسلمہ قابل سند نہیں) جس کے حوالہ سے مرزا صاحب نے حضرت مسیح پر دشنام دہی کے عادی ہونے کا الزام لگایا ہے، یہی ہے کہ درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آمنوا کے ساتھ و عملوا

الصّالحات کا ہونا لازمی ولا بد ہے تاکہ اگر جنگی آک کا زہر یلا کر ڈوہ ٹمرا آم کے ہم شکل ہمرنگ ہونے کے باعث اصلی شیریں آم ہونے کا دعویدار ہو، تو کھانے والے کو ضرور ہے کہ اول اچھی طرح سوچ سمجھ کر تشخیص کر لے، ایسا نہ ہو کہ اس کی شکل و شبہت سے دھوکہ کھا کر اس کو اصلی پیڑ آم کا ثمر سمجھ کر بعد میں پشیمانی اٹھائے۔

﴿ پھر مرزا فرماتے ہیں کہ اگر اس امام کی کوئی پیروی نہ کرے تب بھی بلحاظ فطرت وہ امام ہے،۔ یہ عجیب فلاسفی بھی توضیح کے قابل ہے کہ جب ایک شخص تنہا ہو تو اس کو پیشرو (امام) یا پس رو سے تعبیر کرنا کون سی عقل مندی ہے۔ پس و پیش کی تمیز جب ہی ہو سکتی ہے جب آگے یا پیچھے کوئی ہو۔ اور جب بے چارہ اکیلا ہو تو کیا معلوم کہ دوسرے کے مقابلہ پر آگے چلنے والا ہے یا پیچھے رہ جانے والا؟ انبیاء والی مثال یہاں مطابق نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کی نبوت رسالت اور امامت تو اللہ کی طرف سے مسلمہ ہے اور انہوں نے فرائض منصبی بھی ادا کر دیئے، خواہ بد بختی سے کوئی انکی پیروی نہ کرے وہ تو ضرور بہر حال نبی رسول ہی ہیں، لیکن یہاں تو ابھی یہی امر ثبوت طلب ہے کہ امامت متدعوئیہ، مرزا کی اپنی خود ساختہ ہے یا اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر چہ خدا کی طرف سے نہ ہونے پر مشاہدہ تجربہ دیرینہ ملاقات و معاملات اور پھر الہامات سے خاکسار کی تو پوری تسلی و تشفی ہو چکی ہے۔

﴿ پھر مرزا صاحب نے فرمایا، کہ یہ کوئی عارضی منصب نہیں۔

بجواب عرض ہے کہ مستقل و قدیمی کہاں سے ہوا؟ جب نہ فقط آدمی بلکہ سب دنیا ہی عارضی ہے تو منصب کیا چیز ہے؟ اور اگر یہ مطلب ہے کہ تازیت ضرور آدمی کے ساتھ ہر حال میں رہتا ہے تو یہ بھی نہیں۔ آیات کریمہ:

و اللّٰہ غالب علیٰ امرہ (اللہ اپنے امر پر غالب ہے)

و اللّٰہ علیٰ کلّٰ شئٍ قَدِیر (اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے)

یَفْعَلْ مَا یَشَاءُ وَ یَحْکُمْ مَا یرِید (اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے)۔

یَمْحُو اللّٰہ مَا یشَاءُ وَ یتَبِیْتُ ((اور جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے))

صاف فرما رہی ہیں کہ مالک قادر کا ہر طرح سے ہر چیز پر کامل اختیار ہے جو چاہے کرے۔ دیکھو اس زندگی میں آدمی کی آنکھ کان و دیگر اعضا موہوبہ ناشکری و شامت اعمال سے چھن کر وہ ان سے محروم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی ملکات و مناصب اگر تغیر حالت ناشکری تعالیٰ و تقا خرایزا و تحقیر مخلوق الہی کے باعث چھن جائیں تو کیا تعجب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افا منوا مکر اللہ فلا

یا من مکر اللہ الا القوم الخاسرون (کیا پس نڈر ہو گئے تدبیر الہی سے۔ پس نڈر نہیں ہوتے تدبیر الہی سے مگر قوم خسارہ پانے والی)۔ اب خیال فرمائیں کہ اس حالت میں منصب عارضی ہو یا مستقل قدیمی مستقل۔ قدیم لم یزل لایزال حی و قیوم تو ایک ہی ذات پاک منزہ ہے و بس۔

﴿ ہاں اگر مسلمان اپنے اصلی منصب عبودیت کو مد نظر رکھ کر فرمان بردار و حلقہ گوش احکام قرآنی و تعلیمات و ہدایات روحانی سرور کائنات ﷺ ہمیشہ رہیں اور کسی حالت پر فخر تکبر و تعلیٰ نہ کر کے مدام قولاً و فعلاً

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنكونن من الخاسرين
(اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو ہم پر بخشش و رحم نہ کرے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے)

اللهم احيني مسكيناً و امتني مسكيناً و احشرنى في زمرة المساكين
(اے اللہ مجھے مسکین کی حالت میں زندہ رکھ اور مار، اور مسکینوں کے زمرہ میں میرا حشر کر)

والی حالت میں مصروف رہیں تو اس کے فضل و کرم پر امید و اثق ہے کہ ایسے مناسب بھی وہ ذات پاک دوامی طور پر برقرار رکھے اور یہ سب اسی کی توفیق و احسان پر موقوف ہے ورنہ انسان بے چارہ کی کیا حقیقت و ہستی۔

﴿ ضرورت الامام کے صفحہ ۹ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

تیسری قوت بسطت فی العلم جو امامت کے لئے ضروری اور اس کا خاصہ لازمی ہے۔ چونکہ امامت کا مفہوم تمام حقائق و معارف اور لوازم محبت اور صدق اور وفائیں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے اس لئے وہ اپنے تمام دوسرے قوی کو اسی خدمت میں لگا دیتا ہے اور ربّ زدنی علماء کی دعا میں ہر دم مشغول رہتا ہے اور پہلے سے اس کے مدارک اور حواس ان امور کے لئے جو ہر قابل ہوتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے علوم الہیہ میں اس کو بسطت عنایت کی جاتی ہے۔

جواب۔ علم کے بارہ میں کچھ باب اول میں شرط عالم و خاندانی کے ذیل میں اور کچھ آئندہ بذیل حقائق و معارف و صرنی نحوی غلطیاں وغیرہ کے جو عرض ہو اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

قل ربّ زدنی علماً کی تعلیم مع الرحمن علّم القرآن، واللہ یجتبیک ربک و یعلمک من تاویل الاحادیث (اور اللہ تجھ کو برگزیدہ کریگا اور تجھ کو باتوں کی تعبیر

سکھائے گا) واللہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون (اور اللہ اپنے کام، یا ارادے، پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) وغیرہ عاجز کو الہام ہوتی رہتی ہیں گو عاجز کو کسی قسم کا دعویٰ نہیں لیکن بفضلہ تعالیٰ یہ یقین کامل ہے کہ یہ احسانات و انعامات و احکام بے وجہ عبث نہیں۔

قرآنی معارف، کمالات افاضہ و اتمام حجت میں یکتا ہونا



ضرورتاً الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت میں اس کے برابر ہو۔

جواب۔ زبان اور قلم سے ہر ایک جو دعویٰ چاہے کر لے اور اپنے آپ کو بنا لے، لیکن بات وہ جو محض قول ہی نہ ہو بلکہ فعل سے ثابت و ظاہر ہو جاوے مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآنی معارف جاننے میں کوئی دوسرا اس کے برابر نہ ہو۔ بہت اچھا! رسالہ ضرورتاً الامام میں چند آیات قرآن مرزا صاحب نے تحریر فرمائی ہیں:

اول۔ وکانوا من قبل یستفتحون کو وکانوا یستفتحون من قبل تحریر فرما دیا۔
دوم۔ اعطی کلّ شیء خلقه، آخری جملہ ثمّ ہدی نہ معلوم مخالف مدعا ہونے یا کسی اور سبب سے بالکل چھوڑ دیا۔ لکھا ہی نہیں۔

سوم۔ واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ، کو اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ لکھا
چہارم۔ احبار و رہبان میں امتیاز نہ کر کے راہب کو یہود لکھ دیا جو دراصل نصاریٰ ہوتے ہیں۔
پنجم۔ ترجمہ و تفسیر آیات و احادیث میں جو حسب پسند خاطر کمی بیشی فرمائی، نیز آیات جو شہادت القرآن میں مفید مدعا و خلاف کبراء امت جس کا ذکر دوسرے موقع پر ہے وہ علاوہ رہی۔

اب غور فرمائیں کہ یہی قرآنی معارف ہیں جن میں کوئی دوسرا مرزا صاحب کے برابر نہیں۔ معارف تو بجائے خود آیات بھی صحیح نہیں لکھیں اور عام فہم امور بھی درست نہیں بیان کئے۔ عاجز تو کوئی عالم مولوی نہیں اور نہ ایسے امور کی طرف توجہ لیکن ایسے عام فہم امور کہ عام کم علم مسلمان قرآن خوان بھی ان کو جانتے اور سمجھتے ہیں اور ایسی غلطیوں کو کلام اللہ میں گناہ جانتے ہیں۔

مرزا صاحب شائد یہ فرمائیں کہ یہ سہو کا تب ہیں وغیرہ، لیکن لطف تب ہے کہ وہ اصل مسودہ دستخطی خود بدولت اس کے ثبوت میں اطمینان معترضین کے لئے پیش کریں جس سے ثابت ہو

کہ بے شک سہو کا تب ہے۔ اگرچہ احبار یہود کو بار بار راہب لکھنا وغیرہ تو کسی صورت میں سہو کا تب نہیں ہو سکتا۔ یا سیدھا صاف مومنین اہل اللہ کی طرح اعتراف کر لیں کہ ہم سے ہی ایسا ہوا ہے لیکن یہ امر بموجودگی دعاوی بے شمار بظاہر خیلے مشکل و دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ربنا ظلمنا انفسنا .. الخ کے اقرار کرنے والے کی اولاد و نسل کے لئے کچھ مشکل و دشوار بھی نہیں ہے کیونکہ بنی آدم انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں پھر مرزا صاحب سے ہونا کیا تعجب و کیا جرح؟ ہاں غلطی کا اعتراف اور اس سے توبہ لازمی و فرض انسانی ہے اور اس پر ہٹ و اصرار نسبت شیطانی۔

رہا کمالات افاضہ و اتمام حجت، ان کا بھی ان ہی امور پر قیاس کرنا چاہیے اور ان کی نسبت پہلے کچھ عرض بھی ہو چکا ہے۔

اس کی رائے کا درست ہونا، دوسروں کے علم کی تصحیح کرنا ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس (امام الزمان) کی رائے صاحب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔

جواب۔ جس کو اپنی غلطیوں کا ہی پتہ نہ لگے اور سال ہا سال تک صحیح نہ کر سکے جیسا کہ مرزا صاحب نے ایام الصلح میں خود اعتراف کیا ہے اور نہ غلطی سے بچ سکے، وہ دوسرے کے علوم کی کیا تصحیح کرے گا؟ ہاں اگر زبردستی خدا کا خوف چھوڑ کر اپنی غلطی کا اقرار نہ کرے اور خواہ مخواہ فضیلت جتانے کو دوسروں کی غلطیاں بتا کر ان کی تصحیح کرتا جائے اس کو کیا کہیں اور اس کا کیا علاج۔ مثلاً جو کوئی لیلة القدر، کو جس اللہ جل جلالہ خیر من الف شهر (بہتر ہے ہزار ماہ سے) فرماوے اور رسول اللہ ﷺ بھی اس کی نہ صرف تعریف فرمائیں بلکہ حکم دیں تحرو لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان (تم لیلة القدر کی تلاش کرو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں) اور اس میں دعا اللہم انک عفو تحب العفو فاعف عنا (اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور دوست رکھتا ہے معافی کو پس معاف کر مجھے) پڑھنے کی ہدایت کریں اور دیگر فضیلتیں بیان فرمائیں، لیکن وہ بہادر بے خوف بے ضرورت اس کو ظلمت کا زمانہ قرار دے جیسا کہ مرزا صاحب نے فتح اسلام صفحہ ۵۴ میں لکھا ہے:

تم کہتے ہو کہ لیلة القدر کیا چیز ہے، لیلة القدر اس ظلماتی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے، درحقیقت یہ رات نہیں یہ زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت،

رات کا ہم رنگ ہے۔

اب غور و انصاف فرمائیں کہ یہی رسول اللہ ﷺ کی پیروی و محبت ہے کہ وہ فرمائیں وہ رات ہے اس کو عشرہ آخر کے وتر رمضان میں تلاش کرو، اور آپ (مرزا) مخالفت اور مقابلہ سے حقیقت فہم بن کر کہیں کہ درحقیقت یہ رات نہیں یہ زمانہ ہے۔ کیا آنحضرت ﷺ سے آپ معاذ اللہ زیادہ حقیقت جانتے ہیں۔ اور زور سے، درحقیقت، لکھ کر ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

اور ایسا ہی نزول ملائکہ میں ان کے شخصی وجود کے ساتھ زمین پر اترنے سے انکار اور حضرت جبریل کا پناہ نوری سایہ ڈال کر مستعد کے دل میں اپنی عکسی تصویر رکھ دینا۔

روح القدس، روح الامین، شدید القوی ذوالانق الاعلیٰ ان حالتوں کے نام ہیں جو خالق اور مخلوق کی محبت کے جوڑ سے متولد و پیدا ہوتی ہیں۔

دجال سے مراد ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا۔ اسی طرح دوسرے شرعی و دینی مسائل کو اپنے مطلب و مدعا کے لئے استعارات۔ اور مسیح کے معجزات والی آیات قرآن مجید کو متشابہات، معجزات کو مسمریزم کی تاثیر کہے صریح احادیث رسول اللہ ﷺ میں خلاف سلف و خلف کبراء امت خواہ نحوہ کچھ کا کچھ لکھے، تو کیا تصحیح علوم و رائے صائب ہونے کی یہ ہی علامات و نتائج ہیں۔ شائد حصول فتویٰ امرتسر والہ میں جس میں الہام خود بدولت جزاء بسیتہ ... الخ کے مرزا صاحب نے صداقت ثابت کی ہے اس میں بلحاظ ظاہر خیال کرتے ہوں کہ ہماری رائے صائب پڑی ہے، اس حیلہ سے فتویٰ حاصل کر لیا، لیکن خوش قسمتی سے کسی کے علوم کی صحت کا باعث پھر بھی نہیں ہوئی بلکہ مسلمانوں کے لئے باعث حیرانی و افسوس ہوئی کہ یہ دعویٰ صدق و راستی کے اور یہ کار خلاف حق۔

دینی حقائق کے بیان میں حق اسی کی طرف ہونا



ضرورت الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اسکی رائے کے مخالف ہو تو حق اسی کی طرف ہوتا ہے کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نور فراست اسکی مدد کرتا ہے اور وہ نور ان چمکتے ہوئی شعاعوں کیساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

جواب - یہ عبارت گذشتہ کا اعادہ و تکرار ہے۔ بہر حال مجرد دعویٰ سے اور زبانی کہنے سے کہ حق ہماری طرف ہے، ہرگز حق ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ دلائل و براہین سے اور سب سے بڑھ کر اللہ عز و جل کی کلام پاک سے ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَيَحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ - وَيَمِصُّ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيَحِقُّ الْحَقُّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (ثابت کرتا ہے اللہ حق کو اپنے کلموں کے ساتھ اگرچہ یہ برا لگے مجرموں کو۔ اور مٹاتا ہے اللہ باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے کلموں سے، بے شک وہ جاننے والا ہے سینہ کی باتوں کا)

یہ عمدہ اور خوشی کی بات ہے کہ اس امر کا فیصلہ ہو جاوے کہ حق مرزا کی طرف ہے۔ سو اگرچہ امور تو بہت ہیں اور حقائق دینی بھی اعلیٰ علوم ہیں لہذا ان سب کو دوسرے مواقع کے واسطے رکھ کر سردست زیادہ نہیں دو آیات قرآن کی فقط عبارت ہی کی نسبت جو عام مسلمان اور کم علم حافظان قرآن مجید بھی سمجھ سکتے ہیں اور قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی دینی حقائق بھی نہیں ہو سکتے اور جن کی نسبت عاجز نے بھی سابقاً اور نزول و روایت ملائکہ کی نسبت بحوالہ احادیث بجواب عبارت ضرورتاً الامام عرض کیا ہے، ان میں اگر مرزا صاحب خود بدولت کی طرف حق ثابت کر دیں یعنی وہ آیات اسی طرح ثابت ہوں جس طرح مرزا صاحب نے اپنے رسالہ میں تحریر فرمائی ہیں اور نزول ملائکہ بدلائل شرعیہ و ارشاد آنحضرت ﷺ ویسا ہی متحقق ہو جاوے جیسا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے تو ان میں حق ان کی طرف مان کر بعد میں دوسرے امور و دینی حقائق بیان فرمودہ مرزا صاحب استفسار کریگا اور خدا کرے کہ اسی طرح دیگر اختلافات بھی رفع ہو کر فیصلہ ہو جاوے۔

نور فراست اور چمکتی ہوئی شعاعوں کا حال بھی اس میں کھل جائے گا۔ اگرچہ کچھ نور فراست کا حال مرزا صاحب نے خود ہی کتاب ایام الصلح کے صفحہ ۴۱ میں یوں بیان کیا ہے:

اس جگہ یاد رہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفیقی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں وہ میری غلطی ہے، الہامی غلطی نہیں۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض سہو و نسیان غلطی تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو و نسیان لازمہ بشریت ہے۔ میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر

کیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ پھر واپس آئیں گے مگر یہ بھی میری غلطی تھی جو اس الہام کے مخالف تھی جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا کیونکہ اس الہام میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسیٰ کے لئے خاص تھی اور آنے والے مسیح موعود کے تمام صفات مجھ میں قائم کئے۔

اب مرزا صاحب خود ہی انصاف کریں کہ قرآنی حقائق معارف تو کہاں، خود اپنے الہام ہی کے سمجھنے میں کیسی غلطیاں کھائیں اور نور فرست کا کیا حال ہوا اور رائے صائب کیسی ضعیف و ناتواں رہی اور کس قدر رسالہ ہاسال کے بعد ان غلطیوں پر آپ کو اطلاع ہوئی۔ اب بھی کیا دلیل ہے کہ غلطی پر اطلاع ہوئی یا غلطی پر اور غلطی ہوگئی اور یہ ہی امر بظاہر متحقق ہے۔ بہر حال اس عاجز کو بہت خوشی ہوئی کہ الحمد للہ آخر اپنے بارے کچھ سہو اور نسیان و غلطی کو قبول فرمایا۔ یہ بھی غنیمت ہے بمقابلہ اس افضلیت تکبر والو ہیت و تقاروت علیٰ کے جسکا اظہار اب تک مرزا صاحب کرتے رہے شکر ہے کہ اب ذرا تنزل فرما کر بشریت و لوازم بشریت کو منظور فرمایا ہے۔

امید کہ مرزا صاحب اگر انا بت سے دعا اور غور کریں گے تو ان کو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ الہام میں کسی نبی و رسول کے نام پر پکارے جانے ہی سے وہ ملہم امت سے نکل کر وہی نبی و رسول ہرگز نہیں بن جاتا کیونکہ نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے۔ اور یہ بھی غور کا مقام ہے کہ مرزا نے اپنے الہامات میں دوسرے بھی انبیاء کے نام سے اپنے تئیں مخاطب ہونا لکھا ہے مثلاً آدم، ابراہیم، یوسف، داؤد، سلیمان، موسیٰ، بلکہ ایک جگہ مریم بھی لکھا ہے، تو کیا اس سے آپ یہ سب کچھ بن گئے اور اگر آپ کے نزدیک یہ امر مسلم ہے تو پھر یہ خصوصیت سے حضرت مسیح بننے میں کیا حکمت ہے۔ کیا اس لئے کہ ان کی جگہ و اساسی زمین پر خالی تھی اور مسلمان وغیرہ ان کے منتظر تھے۔

مرزا کے فہم و اجتہاد کی غلطیاں اور بھی بہت ہیں جن میں سے کچھ عاجز نے مختصر طور پر عرض کی ہیں۔ مرزا قادیانی ان پر نیز اس امر پر کہ الہام میں باسم و خطاب انبیاء پکارے جانے سے کوئی ملہم، وہ نبی، نہیں بن سکتا اگر تامل و غور و ٹھنڈے دل سے بلا طیش و جوش نظر فرمائیں گے اور سلف صالحین کی تحقیق و تحریر دربارہ الہام توجہ سے دیکھیں گے تو امید ہے کہ بہ شرط اخلاص و انا بت بہت فائدہ ہوگا اور کیا عجب کہ اپنے دعاوی پر نظر ثانی کر کے غلطی دور کرنے کی اللہ توفیق عطا فرماوے اور اس طرح سارے اختلاف کلیئہٗ رفع ہو جائیں۔ غلطی ہو جانا کچھ بھی عجب نہیں خصوصاً جب کوئی بے امام و بلا رہبر و پیر اس کوچہ میں قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کی خلاف ورزی کرے۔ لیکن

رجوع و توبہ سے سب کچھ معاف ہو کر واہب العطیات کے انعام کے دروازے کھل جاتے ہیں اور درجات میں ترقی ہوتی ہے۔ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے توفیق رفیق کرے۔ آمین

مرزا قادیانی نے ضرورۃ الامام صفحہ ۳ میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یمن کی طرف سے مامور خدا کی خوش بو کا آنا بیان فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اولیس میں خدا کا نور اترا ہے۔ پھر صفحہ ۴ میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ امام الزمان کے ساتھ ہزار ہا انوار آتے ہیں اور انتشار روحانیت و نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں مگر مسیح موعود کے زمانہ کو اس سے بھی بڑھ کر خصوصیت ہے۔ الخ

اب یہاں پہنچ کر مخالف فرمودہ سابق فرماتے ہیں:

وہ نور ان چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ (بغیر امام) دوسروں کو نہیں جاتا۔ انتہی۔

سبحان اللہ! گویا آج کل جو کچھ ہیں مرزا صاحب ہی ہیں دیگر مخلوق بیچ و بے نور۔ یہ ہی عجیب خصوصیت سب سے بڑھ کر خود بدولت کے عہد کو ہوئی۔

مرغی کا انڈوں کو پروں کے نیچے لے کر بچے بنانا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

پس جس طرح مرغی انڈوں کو اپنے پروں کے نیچے لے کر ان کو بچے بناتی ہے اور پھر بچوں کو پروں کے نیچے رکھ کر اپنے جوہر ان کے اندر پہنچا دیتی ہے اسی طرح یہ شخص اپنے علوم روحانیہ سے صحبت یا بوں کو علمی رنگ سے رنگین کرتا رہتا ہے اور یقین اور معرفت میں بڑھا جاتا ہے۔

جواب۔ یہاں تو مرزا صاحب نے توحید و خالقیت و تربیت الہی کو حد تک پہنچا دیا انا لله وانا اليه راجعون۔ عالم تو بجائے خود عام مسلمانان بھی خلق و تربیت وغیرہ کو خالق و مالک بدیع السموات والارض و ما بینہما کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں، کاش مرزا صاحب نے، قدرت الہی سے، کا جملہ مرغی کے بچے بنانے وغیرہ کے ساتھ لکھ دیا ہوتا۔ مرغی بیچاری خاک اور اپنا سر بناتی ہے اور خاکستر جوہر پہنچاتی ہے، وہ پہلے اپنے آپ کو تو بنائے۔ مرض، بلی، کتے کی گرفت اور پھر ذبح وغیرہ سے تو بچائے۔ یہ سب اسی خالق مالک کی صفت ربوبیت ہے جو ہورہا ہے۔ ہر چرند پرند انسان حیوان بلکہ ذرہ ذرہ اس قادر، حتی، قیوم لم یلد و لم یولد کے

حکم اذن و تحت میں خدمت کر رہا ہے اگر کوئی بوجہ نادانی شیخی سے اپنی ٹانگ اڑائے یا ان خاص صفات خالق کی نسبت کسی دوسری مخلوق کی طرف کرے تو اس کی کم فہمی و نادانی ہے۔

﴿ خیر جس طرح سے عوام ناواقفی و شیخی سے کہا کرتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا، وہ کیا، اسی طرح مرزا صاحب نے بھی بلا خیال مرغی کو بچہ بنانے والی، جو ہر پہنچانے والی، اور خود بدولت کو علوم روحانیہ سے رنگین کرنے والا اور یقین و معرفت بڑھانے والا فرما دیا، لیکن یہ امر دعویٰ مشاہدہ جمال الہی و عرفان اور معرفت کے نہایت منافی و مخالف ہے اور محل تعجب۔ اس قادر و خالق کی مشیت قدرت و اختیار وغیرہ، مد نظر رکھنے کے واسطے قرآن مجید میں حکم ہے کہ آئندہ کا کوئی وعدہ کرتے وقت انشاء اللہ ضرور کہو جیسا فرمایا و لا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غداً الا ان یشاء اللہ (اور مت کہہ کسی شے کے لئے کہ میں کل کرونگا مگر کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو) اور اسی لئے عام مومنین ہر امر پر اللہ تعالیٰ کے قدرت و اختیار کو بات چیت میں زبان پر لاتے ہیں۔ مرزا صاحب کو تقرب و مشاہدہ جمال الہی کا دعویٰ تمام جہان سے بڑھ کر ہے پھر تعجب ہے کہ بایں دعاوی پیدائش و خلق بچہ ہائے مرغی پر بھی خالق مالک کا اسم مبارک یاد نہیں فرماتے۔

﴿ کیا آیات قرآن مندرجہ ذیل کی طرف مرزا صاحب نے توجہ نہیں فرمائی یا شاید وہ دل سے محو ہو گئی ہیں جیسا کہ مقام عبودیت اور اپنی حد سے بڑھنے والوں کا حال ہوا کرتا ہے:

لا اله الا هو خالق کل شئی فاعبدوه و هو علی کل شئی وکیل
(نہیں کوئی معبود مگر وہ پیدا کر نیوالا ہر شے کا، پس ایسی عبادت کرو اور وہ ہر شے پر نگہبان ہے)
قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین و تجعلون له
انداداً ذلک رب العالمین (تو کہہ کیا تم کفر کرتے ہو اس اللہ کے ساتھ جس نے
زمین کو دو دن میں پیدا کیا، اور اس کے واسطے شریک بناتے ہو، وہ ہی رب ہے جہانوں کا)
قل اللہ ینجیکم منها و من کل کر ب ثم انتم تشرکون (تو کہہ اللہ نجات
دیتا ہے تم کو اس سے اور ہر سختی سے پھر تم شریک مقرر کرتے ہو)۔

قل من یرزقکم من السماء والارض (تو کہہ کون رزق دیتا ہے تم کو آسمان اور زمین سے)
ام من یملک السمع و الابصار و من یرزق الحی من المیت و
یرزق المیت من الحی و من یدبر الامر۔ فسیقولون اللہ فقل افلا
تنتقون۔ فذلکم اللہ ربکم الحق فما ذا بعد الحق الا الضلال فانی

تصر فون (یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے امر کی۔ پس شباب کہیں گے اللہ۔ پس تو کہہ کیا پس تم نہیں ڈرتے۔ پس اللہ تمہارا رب سچا ہے۔ پس نہیں ہے حق کے پیچھے مگر گمراہی۔ پس کس طرف پھرے جاتے ہو تم)

قل هل من شركاء کم من بید و الخلق ثم يعيده . قل اللہ خالق كل شئى وهو الواحد القہار۔ هل من خالق غير اللہ يرزقكم من السماء والارض لا اله الا هو فانى توفكون . اللہ خالق كل شئى وهو على كل شئى وكيل (تو کہہ کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ خلقت کو پیدا کرے اور پھر لوٹا وے۔ تو کہہ اللہ ہر شئے کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ایک ہے غالب۔ آیا کوئی پیدا کرنے والا سوا اللہ کے ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دے۔ نہیں کوئی معبود مگر وہی، پس کس طرف پھرے جاتے ہو۔ اللہ ہر شئے کا پیدا کر نیوالا ہے اور وہ ہر شئے پر وکیل ہے)

﴿ پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم الذین کفروا برہم یعدلون ﴾ (پھر جو لوگ کافر ہوئے وہ، دوسروں کو، اپنے رب کے ساتھ برابر کرتے ہیں) ایسا ہی تجرید التوحید میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شرک کرنے والوں میں وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا پیدا کرنے والا ثابت کرتا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کے برابر اس کو نہ کہے۔ اور یہ قدریہ مجوسیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ حیوان کے افعال کا پیدا اور پرورش کرنے والا نہیں۔ الخ۔

نہایت تعجب ہے کہ مرزا صاحب بایں دعاوی حقائق و معارف کے مرغی کو بچے بنا نیوالی و جو ہر پہنچانے والی اور خود بدولت کو رنگین کرنے والا فرماتے ہیں۔ ایسی ایسی باتوں سے اس صادق موحد و خالص متوکل اعنی سید عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے توحیدی حالات و مقالات یاد آتے ہیں جن کی صحبت بابرکت بزبان حال بھی وعظ کرتی تھی

تشهد بان اللہ جل جلالہ متفرد بالملک و السلطان
و هو القدر فكل شئى فهو مقدور له طوعا بلا عصيان
و عموم قدرته تدل بانہ هو خالق الافعال للحیوان

(تم شہادت دو اس امر کی کہ اللہ جل جلالہ، ملک اور بادشاہت میں اکیلا ہے۔ اور وہ قادر ہے اور ہر شئے اس کے واسطے طوعاً بغير نافرمانی کے مقدور ہے، اور اس کی عموم قدرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ

حیوانوں کے واسطے افعال کا پیدا کرنے والا ہے)

خیر یہ تو عالی حالات و طبقہ کی باتیں ہیں یہاں تو بڑا تعجب ہے کہ باوجود دعویٰ علوم تمام جہان مرزا کو یہ بھی خبر نہیں کہ اب ایسی ایسی کلیں ایجاد ہو گئی ہیں جن میں قدرت الہی سے انڈوں سے بچے بدون محنت و ہمت مرغی بن جاتے ہیں اور وہ جو ہر بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور عرصہ بھی کم لگتا ہے اور نہ فقط یہ مصنوعی کلیں ہی بلکہ دوسری بے جان اشیاء مثل روئی و بھوسہ وغیرہ بحکم الہی یہ کام ایسے حسن و خوبی سے دیتے ہیں کہ خود مرغی سے ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ اکثر مرغیاں اپنی نافہمی و بے تمیزی سے سارے انڈوں کو سمیٹنے کی لیاقت و طاقت نہ رکھ کر ان کو پراگندہ و متزتر کر کے خراب و گندہ کر دیتی ہیں اور بعض بد خصلت خود غرض ایسی بھی ہوتی ہیں کہ چونچوں سے توڑ کر کھا جاتی ہیں۔ اب دیکھئے کہ جب مرزا صاحب نے مرغی کو صفت خالقیت و وحدہ لا شریک میں شریک کر دیا تو ان مصنوعی اشیاء کو کن صفات خالق و مالک کا عدیل قرار دیں گے۔

﴿ مرزا صاحب نے بقول خود مرغی کی طرح بچے بنا کر پروں کے نیچے رکھ کر اپنے جو ہر پہنچا کر علوم روحانیہ سے صحبت یا بوں کو علمی رنگ میں رنگین اور یقین و معرفت میں جیسا بڑھا یا ہے اس کا کچھ مختصر حال دوسری جگہ عرض ہوا ہے اور کچھ مرزا صاحب نے براہ مہربانی آگاہی مخلوق کے لئے خود بھی اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے اخیر پر التوائے جلسہ کے اعلان میں اور اس کے بعد اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء میں تحریر فرمایا ہے جو قابل ملاحظہ ہے۔

پھر یہ بھی حل طلب ہے کہ جو اصحاب سال ہا سال سے صحبت کا فیض اٹھا کر علوم روحانیہ سے علمی رنگ میں رنگین و یقین و معرفت میں اس عرصہ دراز میں کامل اور فارغ التحصیل ہو چکے ہیں ان کاملوں کو دوسری مخلوق الہی کے فائدہ پہنچانے کی خاطر رخصت کیوں نہیں ملتی؟ اگر وہ طالبان سال ہا سال و عرصہ دراز میں اب تک کمال کو نہیں پہنچے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لائق نہیں ہوئے تو وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا طالبان ہی غبی طبیعت و سنگ مزاج ہیں جن پر سعدی کا مصرعہ، تربیت نا اہل را چون گردگان برگنبد است، صادق آئے گا، یا اثر صحبت و تعلیم ہی خود کمزور و ناقص ہے۔ بہر حال یہ ہر دو امور ایسے جلیل الشان دعویٰ امامت کیلئے باعث کسر شان ہیں جب دعا کا اثر بجلی کی طرح ہو، آسمانوں میں غلغلہ، ملائکہ میں شور و اضطراب پڑے، تقدیریں بدلیں، الہی ارادہ اور رنگ پکڑیں، تموج والا کن کبھی خطا نہ جائے، (جیسا کہ مرزا نے ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے) تو وہاں جو ہر پہنچانے اور تاثیر صحبت میں اس قدر عرصہ اور دیر کے کیا معنی؟

دوسرے مہموں کیلئے بسطت علم ضروری نہیں



ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مگر دوسرے مہموں و زاہدوں کے لئے اس قسم کی بسطت علم ضروری نہیں کیونکہ نوع انسان کی تربیت علمی ان کے سپرد نہیں کی جاتی اور ایسے زاہدوں اور خواب بینوں میں اگر کچھ نقصان علم و جہالت باقی ہے تو چنداں جائے اعتراض نہیں کیونکہ یہ کسی کشتی کے ملاح نہیں ہیں، بلکہ خود ملاح کے محتاج ہیں۔ ہاں ان کو ان فضولیوں میں نہیں پڑنا چاہیے کہ ہم اس روحانی ملاح کی کچھ حاجت نہیں رکھتے، ہم خود ایسے اور ایسے ہیں۔

جواب۔ بسطت علم کی نسبت عرض ہو چکا ہے۔ نوع انسان کی تربیت علمی جب مالک خالق علیم کسی کے سپرد کرتا ہے اس کے سب سامان بھی آپ ہی اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں اور نہ سامان ہی ختم ہو چکے ہیں۔

﴿ نعاء الہی میں جو بلا لحاظ و بلا استحقاق ہر قسم ادنیٰ اعلیٰ مخلوق پر واہب العطیات و منزل البرکات کے فیضان عام سے مثل باراں ہر جہت ہر آن ہر لحظہ نازل ہو رہی ہیں ان میں اس قدر امساک و بخل و حسد کی کیا ضرورت ہے۔

﴿ کبھی مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تقویٰ طہارت سے کوئی شخص امام نہیں کہلا سکتا، کبھی ہر ایک مہم صاحب رویا صادق امام نہیں ٹھہر سکتا، کبھی دوسرے عاجزوں کے الہام کی تحقیر کہ ان سے افاضہ علوم نہیں ہوتا، نہ کسی تحدی کے لائق ہوتے ہیں، بلکہ ٹھوکر کا موجب ہوتے ہیں، خطرات سے امن نہیں، کبھی امامت کی شرکت سے ترہیب، کبھی امامت کی ادنیٰ چاکری و غلامی کی ترغیب، کبھی امامت کی حاجت نہ سمجھنے کے خیال کو سراسر معصیت فرمانا، کبھی امام کی شناخت نہ کرنے پر اس کو اندھا اٹھنا فرمانا، کبھی غلامی و سلسلہ میں داخل نہ ہونے والے کا خاتمہ خطرناک بتانا، کبھی مومنین کے رویا و الہامات کو امام کے نور کا پرتو کہنا، کبھی الہام فکر غور تفقہ دینی کی استعداد تدبر سوچنے کی قوت و رغبت عبادات مباحثات استدلال اتمام حجت کی طاقت خود بدولت امام ہی کی طفیل عطا ہونا، کبھی قسمت کا پھیر لگا کر غریبوں کے سلب ایمان تک نوبت پہنچانا، بلعم کی مثال دے کر ڈرانا، کہیں امام الزمان کو حسب پسند و خود تاشیدہ اوصاف سے متصف کرنا، کہیں جہان کے معقولیوں و فلسفیوں کو ہر رنگ میں مباحثہ کر کے مغلوب کرنا، دقیق در دقیق اعتراضات کا عمدگی سے جواب دینا، کسی

دشمن کے سامنے شرمندہ نہ ہونا، کبھی محمدی فوجوں کی سپہ سالاری، کبھی دین کی دوبارہ فتح، کبھی اس کے جھنڈے کے نیچے آئیوالوں کو اعلیٰ درجہ کے قوای عطا ہونا، امام کا قوت اخلاقی میں کمال فطرت میں امامت کی روشنی و قوت جو درشت بات کا متحمل نہ ہو سکے وہ کسی طرح امام الزمان نہیں ہو سکتا، الہی امور میں سب سے اول درجہ رہنے کی قوت، اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہ ہونا جو قرآنی معارف جاننے و کمالات افاضہ اتمام حجت میں اس کے برابر ہو۔ اس کی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔ حق اسی کی طرف ہوتا ہے۔ غرض جس قدر عمدگی و بہتری افضلیت و کمال و غیرہ میں وہ سب خود بدولت کیلئے اور جو نقصان علم جہالت کمی وغیرہ ہے وہ سب دوسرے عاجزوں کے لئے تجویز فرمانا، اب مرزا براہ مہربانی ان سب کا جواب جو عاجز کو الہاماً تعلیم ہوا ہے انصاف سے اس پر غور فرمائیں کہ کیسا باصواب و کامل ہے۔ یعنی ضرورتاً الامام کے مطالعہ کے بعد الہام ہوا قل لو کنتم تملکون خزائن رحمة ربی اذا لا مسکتکم خشية الانفاق (تو کہہ کہ اگر تم مالک ہو میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے تو اس وقت تم خرچ ہونے سے ڈر کر بند کر رکھو) اور مرزا نے سرورق رسالہ پر جو اظہار افضلیت کر کے لکھا ہے کہ، صرف ڈیڑھ دن میں طیار ہو کر مطبوع ہوا، اس کی نسبت الہام ہوا و کان الانسان عجولاً (ہے انسان جلدی کر نیوالا)۔

﴿ کشتی کا ملاح بننے کا الہام بھی عاجز کو ہوتا ہے اور کشتی کی تیاری کا حکم بھی الہاماً ہو کر پھر الہام ہو بسم اللہ مجربہا و مرساها ان ربی لغفور رحیم۔ (اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے) پھر الہام ہوا ان الذین ظلموا انہم مغرورون (تحقیق وہ لوگ کہ ظلم کیا انہوں نے وہ ہی غرق کئے جاویں گے) جن کے ظہور کی قادر قدرت کے فضل و کرم سے امید واثق ہے۔ یہ بھی الہام بہت دفعہ ہوا سا وریکم آیا تی فلا تستعجلون (قریب دکھاؤں گا میں تمہیں اپنی نشانیاں پس تم جلدی نہ کرو)۔

﴿ جب عاجز اپنے آپ کو ناچیز محض ذرہ بے مقدار سمجھتا ہے اور کسی قسم کے علوم مرتبت افضلیت و لیاقت کا دعویٰ نہیں تو فضولیوں میں پڑنے کا کیا ذکر؟

﴿ یہ بھی قابل غور ہے کہ ہادی المسلمین و ارحم الراحمین جب ایک عاجز شخص کو محض اپنے فضل و کرم سے کسی مجرد بانی دعویٰ ملاح کو گرداب ضلالت میں خود غوطہ کھاتا ہوا اور ڈوتا ہوا اور کشتی کو موح سواران غیر مامون والٹے راستہ پڑنے کے سبب معرض ہلاکت میں اور در صورت توبہ و استغفار کر کے ہوش سنبھال کر اپنی مخلصی و نجات کا فکر نہ کرنے کے قریب الغرق دکھلا وے تو پھر وہ

عاجز شخص کیونکر اس غوطہ کھانے والے اور ڈوبنے والے ملاح اور اس کی ناقص و پرخطر کشتی کی طرف التفات و نظر کر سکتا ہے؟ ہاں اگر اللہ پاک اس کو توفیق و ہمت دے گا تو ڈوبنے والوں کے بچانے کی حتی الوسع کوشش کرے گا۔ و ما تو فیقی الّا باللّٰہ

﴿﴾ امام کی حاجت ایسا ضروری ہونا جیسے عورت کو مرد کی ضرورت الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ضروران کو حاجت ہے جیسا کہ عورت کو مرد کی حاجت ہے خدا نے ہر ایک کو ایک کام کے لئے پیدا کیا ہے پس جو شخص امامت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اگر وہ ایسا دعویٰ زبان پر لائے گا تو وہ لوگوں سے اسی طرح ہنسی کرائے گا جیسا کہ ایک نادان ولی نے بادشاہ کے روبرو ہنسی کرائی تھی۔

جواب۔ اگر یہ قاعدہ مرزا صاحب کا ایسا ہی کلیہ و ضروری ہے کہ اس امر میں دوسرے کی حاجت لا بد ہے جیسا کہ بقول مرزا صاحب عورت کو مرد کی، تو مرزا صاحب بھی تو فرماتے کہ آپ نے ایسی حاجت کے وقت کس مرد خدا کی طرف رجوع فرمایا تھا؟ اور اگر خود بدولت کو اس سے مستثنیٰ فرمائیں تو دوسرے کسی عاجز کے حق میں اس استثناء کو بلا دلیل خود غرضی سے کیوں محال فرماتے ہیں۔ کیا وہ قاعدہ استثناء مثل نبوت ختم ہو چکا ہے یا بطور ٹھیکہ دوامی مرزا صاحب تک ہی محدود ہو چکا ہے۔

﴿﴾ حاضر باشاں دربار خود بدولت کی مدح و ثنا و چالپوسی پر اعتماد نہ فرمائیں ذرا دوسروں کی تصانیف و تقاریر بھی دیکھیں سنیں اور پھر سوچیں کہ مرزا پر ان کے طبع زاد، نو ایجاد مسائل تراشیدہ و خود پسندیدہ حقائق معارف کے سبب کس قدر ہنسی و اعتراض ہو رہے ہیں۔ دوسروں پر ہنسی ہونے سے تکلیف نہ اٹھائیں اول خود بدولت پر ہنسی کا فکر و تدارک فرمائیں۔ سید الاولین و الآخین کے حال مبارک کی طرف غور کریں کہ باوجود اس عظمت و شان کے کیا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا:

ما احبّ انی حکیت احدًا و ان لی کذا و کذا (مجھے پسند نہیں کہ میں کسی کی نسبت بات کروں اور میرے لئے ایسا ایسا ہو)

واللّٰہ لا ادری واللّٰہ لا ادری وانا رسول اللّٰہ ما یفعل بی و لا بکم
..الخ (قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا، قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا، اور میں اللہ کا رسول ہوں،
کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا)

ابو ذرؓ کو وصیت میں فرمایا: لیحجزك عن الناس ما تعلم من نفسك
(تجھے اپنے نفس کا فکر لوگوں سے باز رکھے)

اور خود بدولت بدعویٰ نیابت نبوت دوسرے غریبوں کے لے دے میں مصروف ہو کر
اپنی حالت سے ایسے غافل اور بے فکر۔

ایک ولی مگر بے علم و فضول گو کا قصہ

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۰ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور قصہ یوں ہے کہ کسی شہر میں ایک زاہد تھا جو نیک بخت اور متقی تو تھا مگر علم سے بے
بہرہ تھا اور بادشاہ کو اس پر اعتقاد تھا اور وزیر بوجہ اس کی بے علمی کے اس کا معتقد نہیں تھا
ایک مرتبہ وزیر اور بادشاہ دونوں اس کے ملنے کے لئے گئے اور اس نے محض فضولی کی
راہ سے اسلامی تاریخ میں دخل دے کر بادشاہ کو کہا کہ اسکندر رومی بھی اس امت میں بڑا
بادشاہ گذرا ہے۔ تب وزیر کو نکتہ چینی کا موقع ملا اور فی الفور کہنے لگا کہ دیکھئے حضور فقیر
صاحب کو علاوہ کمالات و ولایت کے تاریخ دانی میں بھی بہت کچھ دخل ہے۔

جواب۔ مرزا کے دربار میں ہر بات بجا و بے جا پر واہ و واہ تعریف و مدح ثنا کر نیوالے
لوگ موجود ہیں اور مدح و ثنا کا اثر و نتیجہ ضروری و لازمی ہے۔ لہذا حاضر با شان کی بیجا، و بے
ضرورت، خود غرضانہ مدح و ثنا کا یہ اثر و نتیجہ ہے کہ مرزا صاحب کو خیال ہی نہیں رہا کہ اور لوگ ایسے
بے سر و پا و لغو قصص سن کر پسند کریں گے یا فضول سمجھ کر کشیدہ و کبیدہ خاطر ہوں گے؟

کیا مرزا صاحب کو معلوم نہیں کہ ایسے قصے کہانیاں کون سننا پسند کرتا ہے؟ موجودہ وقت
میں تو ایسے بناوٹی و تراشیدہ قصص آج گاہ اعتراضات ہوتے ہیں لہذا مرزا صاحب کا ہر موافق و
مخالف وغیرہ کا خود بدولت کے حاشیہ نشینان پر قیاس فرمانا صحیح نہیں اور نہ یہ اہل اللہ معمور الاوقات
کی شان ہے کہ ایسے فضول قصے اپنی فضیلت کے ثبوت میں تراش کر لوگوں کو سنائیں۔

اب دیکھئے کہ یہ کیسا لغو قصہ تراشا ہے اور آیا اس لائق ہے کہ ضرورۃ الامام میں درج ہو
کر اس کی تقویت کا باعث ہو؟ ایک زاہد تھا، جس کو پہلے نادان و بے علم قرار دیا، نیک بخت اور متقی تو
تھا، پھر فضولی کی راہ سے اسلامی تاریخ میں دخل بھی دے دیا۔ مرزا صاحب غور کریں کہ یہ کیا تقویٰ
اور نیک بختی ہوئی اور نیک بخت متقی سے ایسا کب ہو سکتا ہے کہ فضولی کی راہ چلے؟ معلوم ہوتا ہے کہ

یہ کوئی خود بدولت کے شرف صحبت سے فیض یافتہ ولی ہوگا جہاں دخل در معقولات، خود نمائی، شخی و فضولیات کے سوا آج کل اور کچھ نہیں ہوتا ورنہ اگر اللہ کی طرف سے وہ ولی پیر و سلف صالحین ہوتا تو وہ فضول بات کی دلیری کیوں کر کر سکتا؟ مومن متقی نیک بخت تو ارشاد عن اللغو معر ضیین (اور وہ بے ہودہ کاموں سے کنارہ کشی کرتے ہیں) کو نصب العین رکھ کر فضول باتوں سے پرہیز کرتے بچتے اور امن میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں مومنوں متقیوں اور اولیاء کے واسطے آیا ہے۔

﴿ مرزا صاحب کو شاق ضرور گذرے گا مگر عرض کئے بغیر رہا نہیں جاتا کہ سید عبداللہ غزنویؒ کے فیض صحبت کی یہ تاثیر تھی کہ ان کے اکثر ملنے والے حدیث و من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیه (عمدگی اسلام آدمی سے یہ ہے کہ بیہودہ باتوں کو چھوڑ دے) کے نہ فقط عالم بلکہ جید عامل تھے۔ لغو بے جا کام تو کہاں فضول لفظ بھی زبان پر نہ لاتے۔ اب فرمائیے کہ جب ولی کے دیکھنے والوں کا یہ حال ہو تو خود ولی ایسے بے ہودہ کام کا مرتکب کب ہو سکتا ہے؟

﴿ پھر وزیر بھی کوئی قرب و جوار مرزا کا باشندہ حقیقی نورانیت و روحانیت کا دشمن اور فقط بے نفع خشک علم سوکھی و خام تقاریر کا عاشق ہوگا جو اس ولی زاہد نیک بخت متقی کا باعث بے علمی معتقد نہ تھا جس طرح کوئی کم بخت بد قسمت و خشک علم والا سیدنا بلالؓ کا بجائے حیّ علی الصلوٰۃ ، ہی علی الصلوٰۃ کہنے کے سبب معتقد نہ ہو لیکن معروف بمعلم الملکوت و بلعم کا باعث بے نفع و جہنم رسان علم کے معتقد ہو۔

﴿ مرزا صاحب کسی کی نکتہ چینی سے ناراض و درہم برہم ہوں لیکن وہ اہل اللہ و بندگان الہی جن پر عبودیت، انابت، استغراق کا غلبہ ہے ان کو کسی ناواقف نادان کی نکتہ چینی کی پرواہ ہی کیا ہے

﴿ مرزا صاحب تو متانت و ذہانت فہم و ذکا دور اندیشی کے بڑے دعویدار ہیں اور ان کا ایسا حال پہلے کبھی دیکھنے میں بھی نہیں آیا لیکن اب تو تصدیق مدعا کیلئے کیسے کیسے لغو قصص و الفاظ ان کی زبان و قلم سے نکلتے ہیں اور خود بدولت کو ان کا کچھ خیال و پرواہ نہیں ہوتی کہ یہ کیسے ہیں اور ان کا نتیجہ کیا ہوگا۔ وہی بات حق ہوئی ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم۔

علمی قوت کی ضرورت کو الہامی ضرورت پر ترجیح

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سوامام الزمان کو مخالفوں اور عام سانکوں کے مقابلہ پر اس قدر الہام کی ضرورت

نہیں جس قدر علمی قوت کی ضرورت ہے کیونکہ شریعت پر ہر ایک قسم کے اعتراض کرنے والے ہوتے ہیں۔ طبابت کی رو سے، ہیئت کی رو سے، طبعی کی رو سے، جغرافیہ کی رو سے اور کتب مسلمہ اسلام کی رو سے عقلی بنا پر اور نقل کی بنا پر بھی (اسکے بعد پھر خود بدولت کی مدح و ثنا کی طرف خیال چلا گیا اور فرمایا) امام الزمان حامی بیضہ اسلام کہلاتا ہے۔ اس باغ کا خدا تعالیٰ کی طرف سے باغبان ٹھہرایا جاتا ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ ہر ایک اعتراض کو دور کرے اور ہر ایک معترض کا منہ بند کر دے۔ اسلام کی خوبی اور خوبصورتی بھی دنیا پر ظاہر کر دے نہایت قابل تعظیم و کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اس کے وجود سے اسلام کی زندگی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ اسلام کا فخر اور تمام بندوں پر خدا تعالیٰ کی حجت ہوتا ہے۔ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس سے جدائی اختیار کرے۔ وہ اسلام کی عزت کا مربی، تمام مسلمانوں کا ہم درد، کمالات دینیہ پر دائرہ کی طرح محیط ہوتا ہے۔ اسلام و کفر کی کشتی گاہ میں وہی کام آتا ہے اسی کے انفاس طیبہ کفر کش، وہ بطور کل کے باقی سب اس کے جز ہوتے ہیں۔

اوپرکل و توجو جزئی نے کلی تو ہلاک استی گرا زوے بکسلی

جواب۔ مرزا کا اختیار ہے کہیں علمی قوت کی ضرورت کو بڑھا دیں کہیں الہام کے مقابل علم و فضل کو کوچھ ٹھہرا دیں۔ اگرچہ ہر ایک مطلق العنان و شریعت اسلامی سے آزادی پسند کا نفس امارہ کسی ضابطہ و قاعدہ کی پابندی کو خلل انداز خود مختاری سمجھ کر اس کا متحمل ہونا گوارا نہیں کرتا لیکن دعویٰ داران اسلام و متبعان شریعت پر تو ضرور پابندی ضوابط و لحاظ قول خود لازم و لا بد ہے۔

مرزا صاحب نے اول خود ہی براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۵ سے الہام کی مدح و ثنا شروع کر کے طول طویل بحث سے اس کی فضیلت ثابت فرمائی ہے۔ پھر صفحہ ۱۶۱ میں فرمایا ہے:

ہماں بہتر کہ ما آن علم حق از حق بیاموزم کہ ایں علمے کہ ما داریم صد سہو و خطا دارد

پھر فرمایا ہے: الہام کے بغیر مجرد عقل کی پیروی میں صرف ایک نقصان نہیں بلکہ یہ وہ آفت ہے کہ کئی آفات اس سے پیدا ہوتی ہیں۔

پھر صفحہ ۱۹۵ میں فرمایا:

جو شخص صرف براہین منطقیہ کے زور سے راہ راست کی طرف کھینچنا چاہتا ہے اگر اس کی مغز زنی پر کچھ ترتیب اثر بھی ہو تو صرف ان ہی خاص طبیعتوں پر ہوگا جو بوجہ

تعلیم یافتہ لائق و فائق ہونے کے اس کی عمیق و دقیق باتوں و فلاسفری تقریر کو سمجھ سکیں
پھر ازالہ اوہام میں بھی بہت اس کی تعریف لکھی ہے۔ اب اس اپنی سب تحریر و توصیف کو
منسوخ و ہیج کر کے علم کو بڑھا دیا۔ اس طرح پھر کسی دوسرے موقع ضرورت پر سلطان القلمی کے زعم
سے الہام کو بڑھا دیں گے، تو فرمائیے کہ اعتبار اور قیام کس پر ہوا؟

﴿ علمی قوت کا ذکر ہو چکا۔ علم ہو لیکن ربّ زدنی علماً کے ساتھ دعا آنحضرت ﷺ
اللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَ
دَعَاءٍ لَا يَسْمَعُ بھی ہو۔ یعنی اس علم سے جس پر تقاضا تعلق کر کے معروف معلم المملکوت و بلعم وغیرہ
متکبر خود بین تباہ و ہلاک ہوئے اس سے ہر آن اللہ کی پناہ و حفاظت کا سوال ہو۔

﴿ بے سمجھ معترضین نے اس پاک ربانی دین پر اعتراض کر کے آج تک کیا بنایا ہے جو
آگے بناوینے؟ طبابت، ہیئت، طبعی، جغرافیہ وغیرہ کی رو سے جس کا جی چاہے زور لگالے، اعتراض
کر لے۔ اس کا کسی اعتراضوں سے کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ اس کا بنانے والا خود اس کا حافظ و حامی ہے اور
مرزا صاحب نے معترضین کا منہ بند کیا ہے یا ان کو بہ نسبت سابق دہن دریدہ و زیادہ زبان دراز
بنانے کا فرض ادا کیا ہے؟ خود ہی انصاف فرماویں۔

﴿ اس پاک دین اسلام کی خوبصورتی و خوبیوں اس کی پاک کتاب کی ہدایات موافق و
مناسب فطرت انسانی لا یكلف اللّٰه نفساً اّلاّ وسعها (اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس
قدر جسے اٹھا سکنے کی اس میں طاقت ہو) بخوبی روشن و ظاہر ہیں۔ اگر کسی خفاش سیرت کو ضعف
بصارت و نابینائی و دیگر علل سے وہ نظر نہ آویں تو اس کا اپنا قصور ہوگا اس کا کچھ حرج نہیں۔ یہ کسی
دوسرے کی مدد کا محتاج و دست نگر نہیں ہے، اس کی خوبصورتی کا ظہور اور اس کی زندگی کا مدار کسی کے
وجود پر کیا منحصر اور کوئی بے چارہ اس کا فخر اس کی عزت کا مربی کیا ہو سکتا ہے بلکہ جو طالب رضائے
الہی ہو اس کی خود اس میں زندگی اور اسی میں اس کی عزت و فخر ہے کہ وہ اس کا خادم و چاکر بن کر
رہے۔ اس کا مالک مجیب عزیز حکیم و قادر ہے اس نے اس کی خدمت نہ صرف عالی شان جماعت
انبیاء سے کرائی ہے بلکہ مخالف دشمن سے اور فاجر فاسق سے۔ غرض جس سے چاہے اس کی خدمت
لے لیتا ہے جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ان اللّٰه تعالیٰ یؤیّد الذّٰین بالرفق الفاجر
(اللہ فاجر کے ساتھ دین کی مدد کرتا ہے) پھر جس خدمت پر مرزا فخر و ناز فرماتے ہیں اس کی کیفیت تو
الہام قل هل انتبئکم بالا خسریٰن اعمالا (کہو کیا خبر دوں میں تم کو ساتھ بہت نقصان

اٹھانے والوں کے از روئے عملوں کے) میں گذر چکی ہے اور خود بدولت نے بھی کشف الغطاء میں اعتراف فرمایا ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے اور ظاہر تو یہ ہے کہ مرزا نے اسلامی خدمت کی آڑ میں اپنے تصرف و مداخلت سے اسلام و اسلامیان کی بہت تحقیر و توہین کی ہے جس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

﴿ خدا کی طرف سے اسلامی باغ کا باغبان ہونا، منصب تو بہت عالی ہے لیکن غور کریں کہ مرزا صاحب کو کیا یہی حکم ملا ہے کہ تمام بڑے بڑے معمر شمر سایہ دار مبارک درخت جن سے ہزار ہا نے فیضان اسلام یعنی قرآن مجید و حدیث شریف حاصل کیا، ایسے درختوں پر آپ دن رات نہ صرف چھانٹ و تراش کا ہاتھ چلا دیں بلکہ سب و شتم و لعن کے تیر سے ان کو جبراً اس اسلامی باغ سے کاٹ کر باہر پھینکتے رہیں؟ اور قصور صرف یہ کہ مرزا صاحب کی چاکری و غلامی میں داخل ہو کر ہر بات خانہ ساز و موضوعہ پر خواہ کسی ہی مخالف قرآن و حدیث ہو آنا و صدقنا کیوں نہیں کہتے۔ یہ عجائب باغبانی تو ضرور دیکھنے میں آئی ہے کیونکہ ابھی تک کوئی عمدہ پودہ تو باغ میں نہیں لگا، جو لگے ہیں وہ ایسے خار دار ناہموار ہیں کہ پاس سے گزرنے والوں بلکہ محسنوں کے لباس عزت و آبرو کا ان سے محفوظ رہنا مشکل ہے۔ اس کاٹ چھانٹ و تیر اندازی سے اگر مرزا صاحب کا یہ مقصود دلی ہے کہ اصل دین آوردہ رسول امین ﷺ کو تقویم پارینہ قرار دے کر اور مد منقولات میں جیسا کہ آپ اکثر کہا کرتے ہیں داخل کر کے ایک نیا دین بمصداق کلّ جدید لذیذ حسب خواہش و تمنائے نفس وضع کر کے خود بدولت کو اس کے بانی مبنی ہونے کا فخر و مرتبہ حاصل کریں تو ان کا اختیار ہے لیکن یہ خیال رہے کہ حسب وعدہ نحن نزلنا الذکر و انّا له لحافظون (ہم نے اتارا ہے اس کو اور ہم ہی اس کے حافظ و نگہبان ہیں) کہ وہ اس پاک محکم دین کا ہرگز کچھ نقصان نہ کر سکیں گے بلکہ اپنا ہی نقصان کریں گے۔

﴿ طلب تعظیم و تکریم جو ایک شاخ الوہیت ہے حسب ارشاد قرآن مجید و له الکبریا فی السماوات و الارض و هو العزیز الحکیم (اسی کے واسطے ہے بزرگی آسمان اور زمین میں اور وہ غالب ہے حکمت والا)۔ نہ معلوم مرزا صاحب اس تعظیم سے کب سیر ہوں گے۔ نفس تو ضرور ہل من مزید کہنے والے کی طرح سیر ہونے والا نہیں لیکن عارفان الہی تو ان امور سے خوب واقف ہوتے ہیں اور اس کی اصلاح کے فکر مند رہتے ہیں۔ کیا خیر القرون و الاعمل در آمد یعنی اظہار عبودیت کے لئے اپنی تعظیم و تکریم پسند نہ کرنا اور اپنی مدح و ثناں کرنا راض ہونا اب بخیاں مرزا صاحب قابل اتباع و پیروی نہیں رہا کہ آپ ہمیشہ اسی کی طلب و خواہش میں رہتے ہیں۔ اور

اپنی تحریر و تصانیف میں اسی کی تاکید کرتے ہیں۔

﴿ کبریت احمر میں اب کیا کس باقی رہ گئی ہے روپہ، زیور، مکانات وغیرہ، جانداد میں اس دام گستری و اشتہار بازی وغیرہ کی بدولت کچھ کمی نہیں رہی لیکن مرزا صاحب کو ارشاد:

زَيْنَ لِلنَّاسِ حَبَّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَ الْبَنِينَ وَ الْقَنَاطِيرَ الْمُقَنْطَرَةَ
 مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلَ الْمَسْوُومَةَ وَ الْاِنْعَامَ وَ الْحَرِثَ ذَلِكَ
 مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنُ الْمَآبِ (زینت دی گئی لوگوں کے
 لئے محبت خواہشوں کی، عورتوں سے بیٹوں سے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی
 سے اور گھوڑے نشان دار اور چار پائے اور کھیتی سے۔ یہ فائدہ ہے زندگانی دنیا کا اور اللہ تعالیٰ
 کے پاس اچھی بازگشت ہے)

کا خیال کرنا چاہیے نیز ان احادیث شریفہ پر جن میں آنحضرت ﷺ کی معاش مبارک کے حالات
 ہیں اور جن کی ظاہری و باطنی پیروی و محبت کا آپ کو بڑا دعویٰ ہے ان سب پر نظر چاہیے۔

﴿ مرزا کا کہنا ہے کہ، اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس (امام) سے جدائی اختیار کرے،
 جو اباً گذارش ہے کہ ایک طرف ارشاد شارح ﷺ و علماء ربانی دوسری طرف فقراء صوفیہ کرام اور
 پھر الہامات ملہمین سال با سال کے چشم دید حالات، پھر معاملات مشاہدات تجارب وغیرہ سب
 یک زبان ہو کر ایسے زبانی فرضی خود غرض مخالف مسائل اسلامی امام سے جدائی و ہجرت کی تاکید
 اکید فرمائیں تو پھر اتفاق کیوں کر ہو؟ ہاں اگر کوئی معاذ اللہ ان سب کو بھلا کر اور عقل سلیم کو جواب
 دے کر مجنونانہ حبک الشمی یعمی و یصم (تیرا ایک شے کو دوست رکھنا اس کے عیوب دیکھنے
 سے اندھا اور سننے سے بہرا کر دیتا ہے) کا مصداق بنا رہے تو امر دیگر ہے۔ علاوہ ازیں:

(الف) نسبت ناری تکبر و علو و استکبار انا خیر منہ والی، و نسبت ترابی عبودیت و انکسار ربنا
 ظلمنا انفسنا کے اقرار والی میں بوجہ ناجنسیت میل جول کس طرح ممکن ہے۔

(ب) پھر بلحاظ اغراض دنیوی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حاجت ادویہ مقویات و
 اکل و شرب وغیرہ کی ضروریات سے مستغنی کیا ہو، اس کو غلامی و چاکری اور خلاف شریعت ہاں میں
 ہاں ملانے کو حاضر باشی کی تکلیف مالا یطاق اٹھانے کی کیا ضرورت؟

(ت) جو عاجز فضول امور سے تنفر اپنی فکر عقبی میں مصروف اور طلب رضائے الہی میں مشغول ہو
 اس کو تحقیر و توہین مومنین بحث مباحثہ و رد و قدح والی مجلس سے کیوں کر اتفاق ہو سکتا ہے؟

اعتراض دور کرنے اور معترضین کا منہ بند کرنے، مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کرنے، کمالات دینیہ پر محیط ہونے، اسلام و کفر کی کشتی گاہ میں کام آنے وغیرہ کا حال دوسرے مواقع پر عرض ہوا ہے۔

۱۱۔ اخیر پر جو فرمایا، تو ہلاک استی گراز وے بکسلی، سو یہ تو ہر ایک کیلئے جو مرزا صاحب کی غلامی اختیار نہ کرے اسکی ہلاکت کا وظیفہ تو معمولی طور پر ان کے ورد زبان رہتا ہے اس کا ذکر بھی اور جگہ آیا ہے۔ تعجب ہے کہ بایں دعویٰ ہمدردی مسلمانان ایسے کو سنے تباہی ہلاکت ذلت وغیرہ آزار دہ خلاف شریعت الفاظ منہ و قلم سے نکالتے وقت مرزا صاحب حدیث قال رسول اللہ ﷺ اذا قال الرجل هلک الناس فهو اهلکهم (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب آدمی کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے) پر کیوں خیال نہیں فرماتے؟

قوتِ عزم کا جواب اور اس کی نظیریں

ضرورة الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

چوتھی قوت عزم ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے اور عزم سے مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں نہ تھکنا، نہ نو امید ہونا، اور نہ ارادہ میں سست ہو جانا۔ بسا اوقات نبیوں اور مرسلوں اور محدثوں کو جو امام الزمان ہوتے ہیں ایسے ابتلاء پیش آتے ہیں کہ وہ بظاہر ایسے مصائب میں پھنس جاتے ہیں کہ گویا خدا نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اور بسا اوقات ان کے وحی والہام میں فترت واقع ہو جاتی ہے کہ ایک مدت تک کچھ وحی نہیں ہوتی۔ اور بسا اوقات ان کی بعض پیش گوئیاں ابتلاء کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور عوام پر ان کا صدق نہیں کھلتا۔ اور بسا اوقات ان کے مقصود کے حصول میں بہت کچھ توقف پڑ جاتی ہے اور بسا اوقات وہ دنیا میں متروک اور مخذول اور ملعون اور مردود کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص جو ان کو گالی دیتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ میں بڑا ثواب کا کام کر رہا ہوں۔ اور ہر ایک ان سے نفرت کرتا اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ سلام کا بھی جواب دے لیکن ایسے وقتوں میں ان کا عزم آزمایا جاتا ہے وہ ہرگز ان آزمائشوں سے بیدل نہیں ہوتے اور نہ اپنے کام میں سست ہوتے ہیں یہاں تک کہ نصرت الہی کا وقت آ جاتا ہے۔

جواب۔ قوت عزم تو اللہ عزوجل نے کارخانہ دنیا چلانے کے واسطے ہر ایک میں حسب حیثیت رکھی ہے جب تک عزم نہ ہو کوئی کام اچھا ہو یا برا ہو نہیں سکتا۔ دیکھئے ڈاکوؤں و رہزنوں میں کیسی اعلیٰ قوت عزم ہوتی ہے کہ مرنے مارنے سے بالکل نہیں ڈرتے۔ ایسا ہی چور، جلساز، دعا باز و دیگر جرائم پیشہ کا حال ہے کہ باوجود تنبیہ و سزایابی بھی اپنے شیوہ دل خواستہ سے باز نہیں آتے۔ اسی طرح کئی دھوکہ باز بذریعہ اپنی چالوں و تقاریر کے ناخدا ترسی سے لوگوں کو ٹھگنے اور لوٹنے میں دن رات اپنے عزم میں مصروف و سرگرم ہیں جیسا کہ مرزا خود براہین صفحہ ۲۱۳ میں فرماتے ہیں کہ: صالح آدمی نیک راہ میں فکر کر کے نیک باتیں نکالتا ہے اور چور نقب زنی کے باب میں فکر کر کے کوئی عمدہ طریق نقب زنی کا ایجاد کرتا ہے۔

تو پس کیا یہ سب ناخدا ترس اس قوت عزم سے بموجب قادیانی قاعدہ، امام الزمان بن جاویں گے۔ ہرگز نہیں۔ غرض ہر جاندار حصول مدعا کے واسطے ایسا ہی عزم بالجزم رکھتا ہے اس میں امام الزمان کی کیا خصوصیت ہے۔

﴿ اگر مرزا صاحب نے تصنیفات امام حجت الاسلام محمد غزالیؒ وغیرہ سے فائدہ اٹھایا ہوتا تو آپ جانتے کہ حب جاہ و قبولیت خلق، جس میں خود بدولت بظاہر مبتلا ہیں، ایسے عزم طلب امور ہیں کہ ان کے حصول میں ہلاکت کا سامنا بھی ہیچ ہے۔ اس کے عشق و نشہ میں بعض نادان لوگ اپنے دست و بازو و دیگر اعضاء خشک و بیکار کر دیتے ہیں بعض عضو کاٹ دیتے ہیں، بعض ناخن نہیں کاٹتے بال نہیں کترتے، بعض کھڑے رہتے ہیں بیٹھتے نہیں، بعض آہنی میخوں پر بیٹھتے اور لیٹتے ہیں اور بعض بے عقل زندہ درگور ہو جاتے ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ ان امور کو رضائے خالق و مالک سے کچھ تعلق نہیں۔ اس کی رضا تو اس میں ہے کہ انسان اپنے تمام قوی و اعضاء ظاہری و باطنی جو موہو بہ الہی ہیں ان سب کو اسی کے حکم کے موافق اس کی رضا مندی کے کاموں میں لگائے اگر کوئی ناسمجھی سے ان نعمتوں کی ناقدری کر کے بیجا تکلیف اپنے اوپر ڈال کر مصیبت میں پڑے گا تو محنت راہیگاں۔ اسی طرح کوئی کم نہی سے اپنے روحانی ملکات و عزم کو کسی دنیوی فانی لذات و غیر اخلاص وغیرہ کے قصد سے صرف کرے گا تو وہ بھی ان نعماء کا ناشکر و خاسرین میں شمار ہوگا۔ اس غنی و صمد کو ایسے اعمال کی کچھ پرواہ و حاجت نہیں۔

﴿ لیکن افسوس یہ کہ مرزا صاحب اپنے خیال و پندار میں ایسے محو و سرشار ہیں کہ کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتے چنانچہ عاجز کو خوب یاد ہے کہ جب آپ لاہور میں تالاب کے پاس فروکش تھے

تو بندہ نے بطور خوش خبری خدمت والا میں عرض کیا کہ محمد رب صاحب نے احیاء العلوم انگریزی ترجمہ کے واسطے منگوائی ہے تو آپ نے چپیں بجھیں ہو کر فرمایا کہ اس زمانہ میں سوائے تالیفات خود بدولت کے کسی غیر کی تصنیف کا رآمد و لائق التفات نہیں۔

﴿ اقوام یورپ کو دیکھئے کیسے اولوالعزم ہیں کہ مشیت الہی سے صد ہا برسوں سے اپنے عزم بالجزم میں مضبوط و کامیاب ہیں اور جس کام کو شروع کرتے ہیں صدیوں کا نتیجہ پہلے سوچ لیتے ہیں اور ایک ایک فرد ان کا اپنے ذہن میں ایسا پختہ و جاں نثار ہوتا ہے کہ اپنے فنون، علوم، ایجادات، انکشاف امور میں اپنی عزیز جان کو ورطہ ہلاکت میں ڈالنے کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتا۔ کوئی چاند کی، کوئی قطب جنوبی کی سیر کو روانہ ہو پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ اس عزم غیر متزلزل میں بہت جا نہیں بھی تلف ہو جاتی ہیں جنکے حالات اخبارات میں اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کی قوت عزم میں ذرہ فرق نہیں آتا۔ سو اگر ایسے جانباز صاحبان عزم کو آپ فہرست امام الزمانوں میں حسب قاعدہ خود جگہ نہ دیں تو ترجیح بلا مرجع معلوم ہوتی ہے کیونکہ مشاہدہ سے بڑھ کر اور کیا ثبوت و دلیل ہو سکتی ہے

﴿ تعریف نہ تھکنے و نومید نہ ہونے کی، اگر مرزا صاحب ذات خود بدولت تک ہی محدود رکھتے تو فضیلت و علو شان کے سبب مضائقہ نہ تھا دوسروں کو اس مرتبہ خاصہ میں شامل کرنا شہادت مخالف و معکوس کا طالب بنا ہے کیونکہ دیگر انبیاء و مرسلین اولوالعزم برگزیدگان و بندگان خاشعین عباد الرحمن کی نسبت تو قرآن مجید میں یوں ارشاد ہے حتیٰ اذا استأیسی الرّسل و ظنّوا أنّهم قد کذبوا (یہاں تک کہ جب ناامید ہوئے رسول اور گمان کیا انہوں نے کہ وہ جھٹلائے گئے ہیں) تو گویا مرزا صاحب لفظ، نہ نومید ہونا، لکھ کر خود بدولت کو اس عالی شان جماعت رسل سے بھی زیادہ صاحب حوصلہ و صاحب یقین ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ پس جب عالی شان و برگزیدگان جماعت رسل کا یہ حال ہے تو دوسرے بے چاروں کی کیا حقیقت۔ اور یہ تو مرزا صاحب کی معمولی بات ہے کہ خود بدولت کو دیگر انبیاء مرسلین کے ہم پلہ کر کے ان کے حالات و اوصاف کے ساتھ ہی اپنی مدح و ثنا کرتے رہتے ہیں اس کا حساب عند ربّہ ہے۔

﴿ ابتلاء بھی دنیا میں معمولی بات ہے اس سے کوئی ہی دنیا میں محفوظ رہتا ہوگا امام الزمان کی کیا خصوصیت ہے۔

﴿ جب حسب قول مرزا صاحب پیشگوئیاں بسا اوقات ابتلاء کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور عوام پر ان کا صدق نہیں کھلتا، تو پھر مرزا صاحب اپنی ان پیش گوئیوں کو جن کا صدق غریب عوام

پر نہیں کھلا، بلکہ یہ خود مرزا صاحب پر بھی باعث سہو و نسیان و غلطی، جیسا ایامِ اصلاح میں فرمایا، نہیں کھلا تو راستی سے ایسا قبول کیوں نہیں کرتے کہ یہ ابتلائی رنگ میں ظاہر ہوئی ہیں؟ اور غریب مخلوق کو جن کے مشاہدہ میں وہ موافق تفہیم و میعاد مقررہ و مشہورہ مرزا پوری نہیں ہوئیں ان کو سب و شتم کر کے دین و ایمان سے کیوں فارغ کرتے اور لعنتیں ڈالتے رہتے ہیں اور زور دیتے رہتے ہیں کہ یہ اسی طرح پوری ہو گئی ہیں۔ اور مخلوق الہی اس سے حیران ہوتی اور گھبراتی ہے کہ مرزا جبر سے برا بھلا کہہ کر خلاف واقع و خلاف مشاہدہ لوگوں سے، پوری ہو گئیں، کہلواتے اور منواتے ہیں۔ مرزا صاحب مخلوق پر رحم اور دل میں انصاف فرمائیں۔

﴿ کیا مرزا صاحب نے ملعون و مردود کے اس جگہ بھی وہی مفہوم و معنی لئے ہیں (یعنی خدا اس کا دشمن، اور وہ خدا کا دشمن۔ خدا اس سے بے زار اور وہ خدا سے بیزار، وغیرہ) جیسا بجواب سوالات سراج دین عیسائی مطبوعہ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء صفحہ ۶ میں بمقابلہ عیسائیاں کے آپ نے لئے ہیں؟ (سراج دین بحالت تذبذب تھمیدنا دو ماہ مرزا صاحب کی صحبت میں رہ کر عیسائیت کے قبول کرنے پر مستعد و محکم ہو گیا چنانچہ اس کے اپنے الفاظ جو معتبر ذریعہ سے معلوم ہوئے ہیں کہ قادیان میں رہنے سے عیسائی مذہب میرے دل میں گھر کرتا گیا۔ الہی بخش) کیونکہ یہ تو انصاف نہیں کہ سیدنا مسیح پر لے دے کرنے کے واسطے آپ اس لفظ کے معنی کچھ کریں اور خود بدولت کے لئے کچھ۔

﴿ ایسے ایسے صفات و اقوات و ابتلائیات کا ذکر و اشاعت مرزا صاحب کے مدعا کیلئے حکمتاً و علاجاً بے شک نہایت ضروری معلوم ہوتا ہوگا تاکہ ایسے شرائط و پیش بندی سے مریدین و مذہب بین کچھ عرصہ کے لئے تو تھمے و جے رہیں اور لمبی لمبی میعادوں مثل ہفت سال و سہ سال وغیرہ مشہورہ مرزا صاحب کے منتظر رہیں اور پھر جب وقت قریب الاختتام ہو تو دوسری تاریخ پڑ سکتی ہے۔

قوتِ اقبال علی اللہ

ضرورتاً الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

پانچویں قوت اقبال علی اللہ ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے اور اقبال علی اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ مصیبتوں اور ابتلاؤں کے وقت اور نیز اس وقت کہ جب سخت دشمن سے مقابلہ آڑے اور کسی نشان کا مطالبہ ہو اور یا کسی فتح کی ضرورت ہو اور یا کسی

کی ہمدردی واجبات سے ہو خدا تعالیٰ طرف جھکتے ہیں اور پھر ایسے جھکتے ہیں کہ ان کے صدق و اخلاص اور محبت اور وفا اور عزم لا ینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں ایک شور پڑ جاتا ہے اور انکی محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو کر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے پھر جس طرح شدت کی گرمی کی انتہا کے بعد برسات کی ابتداء میں آسمان پر بادل نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں اسی طرح ان کے اقبال علی اللہ کی حرارت یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سخت توجہ کی گرمی آسمان پر کچھ بنانا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں اور الہی ارادہ اور رنگ پکڑتے ہیں یہاں تک کہ قضا و قدر کی کٹھنڈی ہوا میں چلنی شروع ہو جاتی ہیں اور جس طرح تپ کا مادہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتا ہے اور پھر مسہل دوا بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہی اس مادہ کو باہر نکالتی ہے ایسا ہی مردان خدا کے اقبال علی اللہ کی تاثیر ہوتی ہے۔

آن دعائے شیخ نے چوں ہر دعا است فانی است و دست او دست خداست

جواب۔ سبحان اللہ واللہ اکبر فرمان تو یہ کہ قوت اقبال علی اللہ امام الزمان کیلئے ضروری ہے اور اس پر عمل یہ کہ مرزا صاحب کو اپنی درستی و سختی و زیادتی کے سبب اگر ذرا سا مقدمہ آپڑتا ہے تو اس قدر فکر و تردد کرتے ہیں کہ بذریعہ تار برقی فوراً وکلا مریدین کو مسافت دور دراز سے بلا کر فراہم کر کے صلاح مشورہ تدابیر و پیروی مقدمہ میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں (اگرچہ بہ سبب لیاقت قانونی و مقدمات کے کسی غیر کی امداد کی چنداں آپ کو ضرورت نہیں۔ الہی بخش) اور شب و روز مجلس عالی میں یہ ہی ذکر اذکار تا اختتام مقدمہ ہوتا رہتا ہے۔

تعب یہ ہے کہ اقبال علی اللہ توکل تسلیم رضا الہی وغیرہ صفات جن میں مرزا صاحب کو سب مسلمانان گذشتہ و موجودہ سے اعلیٰ و ارفع بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ ہے لیکن موقعہ وقت پر ذرہ بھر بھی ان اخلاق و صفات کا مرزا صاحب سے ظہور نہیں ہوتا بلکہ اوسط درجہ کے مسلمانان جن کو کسی فضیلت و بزرگی کا کوئی دعویٰ نہیں ان کے قال و حال کے موافق بھی کچھ منصب ظہور میں نہیں آتا۔ مثلاً شیخ تقی الدین احمد بن علی المقریزی نے جو رسالہ تجرید التوحید میں لکھا ہے:

فان التّو حید حقیقۃ ان تری الا مور کلّھا من اللّٰہ تعالیٰ رویۃ لقطع الالتفات عن الاسباب و الوسائط فلا تری الخیر و النشر الا منه تعالیٰ و هذا المقام بثمر التّوکل و ترک شکایۃ الخلق و ترک

الملا مة والرضاء عن الله تعالى والتسليم لحكمه ويخرج عن هذا التوحيد السخط على الخلق والالتفات اليهم فان من يرى الكل من الله كيف يسخط على خيره او بأمل سواه وهذا التوحيد مقام الصديقين۔ (پس تو حید کی حقیقت یہ ہے کہ سب امور کو اللہ کی طرف دیکھے اور اسباب و وسائل کی طرف نگاہ کرنے سے منقطع کرے پس نہ دیکھے تو نیک اور بد کو مگر اللہ کی طرف سے، اور مقام کا شہرہ تو کل ہے۔ اور خلقت کی شکایت اور ملامت کو ترک کرنا اور اللہ سے راضی اور اسکے حکم کا تابعدار ہونا، اور اس تو حید کے سبب آدمی دوسری خلقت پر غصہ کرنے اور انکی طرف متوجہ ہونے سے نکل جاتا ہے کیونکہ جو شخص اللہ کی جانب سے ہر بات کو دیکھے وہ اس کے غیر پر کیوں غصہ ہو یا اس کی خیر کی امید رکھے گا اور یہ تو حید صدیقیوں کا مقام ہے)

پس یہاں بھی ان حالات کا کچھ تو پتہ نشان و ظہور ہونا چاہیے۔ یا یہ سب حالات و مقامات صرف زبانی ہی طے ہو جاتے ہیں۔

﴿ مرزا صاحب سے جو کچھ ظہور میں آیا وہ تو یہ ہے کہ مقدمات گذشتہ میں بجائے اقبال علی اللہ کے اقبال علی الوکلاء یہاں تک ہوا کہ نہ ایک، نہ دو، بلکہ اکٹھے چار وکلاء یعنی تین دیسی اور ایک انگریز اور جب ایک مرتبہ لاہور سے وکیل کے جانے میں ذرا دیر و تامل ہوا تو مرزا صاحب نے تردد و ناراضگی سے ایسا فرما بھیجا کہ اگر کسی مرد خدا کو خرچ و کلاء کی تکلیف معلوم ہو اور اس میں تامل ہو تو ہم اپنا زور فروخت کر کے اخراجات و کلاء ادا کریں گے، وکلاء ضرور آویں۔ پس اسپر خود بخود سوال پیدا ہوتا ہے کہ قول وہ اور فعل یہ کیوں لم تقولون ما لا تفعلون۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کے نیچے نہیں آسکتا۔

﴿ ہاں مرزا صاحب کی طرف سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس قوت اقبال علی اللہ کا امام الزمان کے لئے ہونا ضروری لکھا ہے نہ یہ کہ اس کا عمل درآمد بھی ضرور ہے، یا یہ کہہ سکتے کہ یہ مصیبت اور ابتلاء کا وقت نہ تھا۔ سخت دشمن سے مقابلہ نہ تھا صرف دوستوں کے ساتھ ایک ہنسی اور خوش طبعی کا مشغولہ تھا۔ کسی نشان کا مطالبہ نہ تھا۔ فتح کی ضرورت نہ تھی اور اپنی ہمدردی بھی واجبات سے نہ تھی کیونکہ ہم راضی برضاء الہی ہیں، یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے صدق و اخلاص محبت و وفا و عزم لاینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ہم نے ملاء اعلیٰ میں شور ڈالنا اور آسمانوں میں اضطراب ڈالنا اور تقدیروں کا بدلنا اور الہی ارادوں کا دوسرے رنگ میں کرنا (جیسا کہ مرزا صاحب نے

لکھا ہے) پسند نہیں کیا، لیکن ان جوابات پر بھی صدق و راستی میں ان ہی آیات قرآن لم تقولوا ما لا تفعلون وغیرہ کا لحاظ رکھنا ہوگا اور یہ بھی سمجھانا ہوگا کہ پھر ٹلٹل درجن و کلاء، اس قدر تردد و تدابیر کرنے کی اور بمعیت مریدین دعاؤں کی کیا ضرورت تھی۔ خیال فرمائیں کہ صرف زبانی حساب کتاب اور منہ کی باتوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ اور کیا کام چل سکتا ہے جب تک عملی نمونہ اور عملی نظیر اس کے ہمراہ نہ ہو۔ ہاں شاید عملی نمونہ و نظیر کی اس لئے بھی پرواہ نہ ہو کہ سب کام صرف تحریر و تقریر ہی پر چل نکلا ہے و ذلك مبلغهم من العلم (یہ ہے رسائی ان کی علم سے)۔

﴿ مرزا صاحب نے فتح کی ضرورت دشمن سے مقابلہ نشان کے مطالبہ یا کسی کی ہمدردی کے وقت جو صدق و اخلاص کی دعاؤں، محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں غلغلہ ملائک میں اضطراب، تقدیریں بدلنا، الہی ارادوں کا دوسرا رنگ پکڑنا بیان کرنے کے پیرایہ میں خود بدولت کی تعریف کر کے اور مریدین کو ہمدردی کی امید اور دوسری جگہ اپنے مخالفوں کو ہلاکت کی دھمکی دی اور ایسا ہی بعض دوسری مخلوق کی حد سے بڑھ کر مدح و ثنا کی ہے نہ معلوم اس وقت اسلامی توحید کی، جس کے ضمن میں علماء سلف نے حسب ذیل لکھا ہے، کیوں پرواہ نہیں کی:

فلا وليّ ولا حكم ولا ربّ الا الله و الذي من عدل به غيره فقد اشرك في الالهية ولو وحد ربو بيته. فمن نعاظم و تكبر و دعى الناس الى طيرانه و رجائه و مخافته فقد تشبه بالله و نازعه في ربو بيته و هو حقيق بان يهيئه الله غاية الهوان و يجعله كالذّر تحت اقدام خلقه و في الصحيح عنه ﷺ انه قال يقول الله عزّ وجلّ العظمة ازارى و الكبرياء رداى فمن نازعنى فى واحد منهما عذبتة و اذا كان المصوّر الذى يصنع الصور بیده من اشدّ الناس عذاباً يوم القيامة تشبّهه بالله فى مجرد الصنعة فما الظنّ بالمشبهه بالله فى الرّبوبيّة و الالهية كما قال ﷺ اشدّ الناس عذاباً يوم القيامة المصوّر و يقال لهم احيوا ما خلقهم. الخ قوله تعالى ثم الذين كفروا بربهم يعدلون. فمن احبّ غير الله تعالى و خافه و رجاه و ذلّ له كما يحبّ الله تعالى و يخافه و يرجوه فهذا هو الشّرك الذى لا يغفره الله فكيف بمن كان غير الله...؟ عنده و احبّ اليه

واخوف عنده وهو في مرضاته أشد سعيًا منه في مرضاة الله فإذا كان المسوى بين الله وبين غيره مشركاً فما الظن بهذا فعلياً بالله من أن ينسلخ القلب من التوحيد والاسلام كالنسلخ الحية من فشرها وهو يظن أنه مسلم موحد. ومن الاشرار قول القائل لا حد من الناس ما شاء الله وشنئت، كما ثبت عن النبي ﷺ أنه قال رجل ما شاء الله وشنئت. قال اجعلتنى لله نداً، قل ما شاء الله وحده هذا من ان الله تعالى قد اثبت للعبد مشيئته كقوله تعالى: لمن شاء منكم ان يستقيم، فكيف لمن يقول انا متوكل على الله و عليك و انا في حب الله و حبك و ما لى الا الله و انت، هذا من الله و منك. وهذا من بركات الله و بركاتك و الله لى فى السماء و انت لى فى الارض وزن بين هذه الالفاظ الصادرة من غالب الناس اليوم و بين ما نهى عنه من ما شاء الله و شنئت ثم انظر ايها فحش يتبين لك ان قائلها اولى بالبعد من اياك نعبد و بالجواب من النبي ﷺ القائل تلك الكلمة - (پس کوئی ولی اور حاکم اور رب اللہ کے سوا نہیں۔ اور جس نے اللہ کے غیر کو اس کے ساتھ برابر کیا تو اس نے اس کی الوہیت میں شریک بنایا اگر چہ اس کو ربوبیت میں ایک نہ مانے۔ پس جو شخص بڑا بنے اور متکبر ہو اور لوگوں کو اپنی امید اور خوف کی طرف بلاوے پس تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت دی اور اس کے ساتھ ربوبیت میں منازعت کی اور وہ اس لائق ہے کہ اللہ اس کو نہایت خوار کرے اور اس کو چوٹی کی طرح اپنی مخلوق کے قدموں کے نیچے کرے۔ اور صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ عظمت میری ازار اور بڑائی میری چادر ہے۔ پس جو شخص ان دونوں میں سے ایک میں بھی میرا مقابلہ کرے تو میں اس کو عذاب دوں گا۔ اور جب کہ وہ مصور جو تصویر کو اپنے ہاتھ سے بناتا ہے لوگوں میں سخت عذاب والا ہو قیامت کے دن مجرد صنعت میں مشابہت سے ساتھ اللہ کے، تو ربوبیت اور الہیت میں مشابہت دینے والے کے حق میں کیا گمان ہو سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سخت عذاب والے لوگوں میں قیامت کے دن مصور ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو فرماوے گا جو تم نے پیدا کیا ہے اس کو زندہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا قول کہ پھر

وہ لوگ جو کافر ہوئے اپنے رب کے ساتھ برابر کرتے ہیں۔ پس جو شخص اللہ کے غیر کو دوست رکھے اور اس سے خوف اور امید کرے اور اس کے آگے عاجز ہو جیسے کہ اللہ کو دوست رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا اور امید رکھتا ہے پس وہ شرک ہے جس کو اللہ نہیں بخشتا۔ پس اس شخص کا کیسا حال ہے جس کے نزدیک اللہ کا غیر نہایت درجہ؟، غایت پیارا اور خوفناک ہو اور وہ اس شخص کی رضا میں اللہ کی رضا سے زیادہ ساعی ہو کیونکہ جب اللہ اور اس کے غیر کے درمیان مساوات کرنے والا مشرک ہے تو ایسے کے حق میں کیا گمان ہے۔ پس اللہ پناہ دے اس سے کہ دل توحید اور اسلام سے اس طرح نکل جائے جیسے سانپ اپنے پوست سے نکل جاتا ہے، حالانکہ وہ شخص گمان کرتا ہو کہ میں مسلمان موحد ہوں۔ اور شرک کی نوع سے ہے کسی قائل کا کسی انسان کے حق میں کہنا کہ جو اللہ اور تو چاہے جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ ایک آدمی نے کہا جو اللہ اور آپ چاہیں، پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا، تو کہہ کہ جو صرف اللہ ایک چاہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا باوجودیکہ اللہ نے بندہ کی مشیت ثابت کی ہے جیسا کہ فرمایا کہ، اس شخص کے واسطے جو تم میں سے چاہے کہ مستقیم ہو،۔ پس کیا حال ہے اس شخص کا جو کہے کہ میں اللہ اور تجھ پر بھروسہ کرنے والا ہوں، اور میں اللہ اور تیری محبت میں ہوں، اور میرے واسطے اللہ اور تیرے سوا کوئی نہیں، اور یہ اللہ اور تجھ سے ہے، اور یہ اللہ اور تیری برکات سے ہے، اور اللہ میرے واسطے آسمان میں ہے اور تو زمین میں۔ اور وزن کر ان لفظوں میں جو کہ اکثر لوگوں سے صادر ہوتے ہیں آج کے دن، اور اس سے کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ یعنی ما نشاء اللہ و نشئت میں کیا فرق ہے اور دیکھ کہ ان میں زیادہ فاش کون ہے تو تیرے لئے ظاہر ہوگا کہ ان کا قائل ایتا ک نعبد سے بہت دور ہے اور اس سے جو نبی ﷺ نے جواب دیا ہے ایسے کلمات کے کہنے والے کے)

عجب ہے مرزا صاحب حیات مسیح و استدرجات دجال مذکورہ احادیث کو تو منافی توحید اسلامی کہہ کر دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں اور خود بایں دعویٰ امام الزمانی خود بدولت و دیگر مخلوق کی شان میں وہ وہ الفاظ تراش کر مدح و ثنا میں لکھے ہیں کہ تراب کو رب الارباب کے برابر بنا دیا ہے۔ اور پھر مسلمان موحد بلکہ ساری مخلوق کے امام۔

مرزا صاحب کے لفظ اقبال علی اللہ سے اس عبد صالح، بے ریا، سراپا صدق و صفا جو اس کا مجسم معانی و روح رواں تھا اعمیٰ سید عبد اللہ غزنویؒ کا حال یاد آ گیا۔ اگرچہ اس کا استماع مرزا کو

ناگوار تو ضرور گزرے گا لیکن کیا کروں رہا نہیں جاتا۔ سنیے۔

اول۔ جب سید عبداللہ غزنوی صاحب دہلی میں ساعت حدیث شریف کیلئے وارد تھے ہنگامہ غدر ۱۸۵۷ء ایک میم کا حالت بے کسی میں ان کو ملنے کا اتفاق ہو گیا تو انہوں نے بحکم آیت کریمہ **وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجْرُهٗ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ ابْلِغْهُ مَا مَنَعَهُ** (اور اگر کوئی ایک مشرکوں میں سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دی جاوے تاکہ اللہ کی کلام سنے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچاوے) اس بچاری بیکس میم کو بہ معیت و حفاظت مرید خود اس کے قیام گاہ و جائے امن تک پہنچا دیا۔ اس پر اس میم کے شوہر انگریز نے جو ایک فوجی افسر تھا، خوش و شکر گزار ہو کر بلا در خواست، خود بخود اس خیر خواہی و خدمت جلیلہ کی چٹھی بطور سند لکھ بھیجی تاکہ فتنہ فرو ہونے کے وقت اس کا صلہ دیا جائے۔ اس مرید نے جب وہ چٹھی یا سارٹی فیکٹ پیش کیا تو آپ نے فرمایا، **مَرَّ اللّٰهُ بِسُوتٍ**، یعنی اس سند کی ضرورت نہیں، جس اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے میں نے یہ کام کیا ہے وہ ہی میرے لئے کافی ہے۔ دیکھئے اقبال علی اللہ اس کو کہتے ہیں۔

ثانی۔ ایک دفعہ عاجز کی موجودگی میں ایک شخص لودہ ہانہ سے امرتسر میں حضرت موصوف کی خدمت میں دہشت زدہ متفکر آیا اور اس نے کہا کہ تمہاری اور تمہارے فرزند کی نسبت مخبری ہوئی ہے کہ تم سرکار کے مخالفین کے پاس جاتے ہو اور ان کو مدد دیتے ہو۔ یہ سن کر تیرے فرمانے لگے

من کے رفتہ ام من این جانشستہ ام

پھر اس شخص نے کہا کہ تمہاری ایذا رسانی و تکلیف دہی کے واسطے یہ کام کیا گیا ہے۔ اس پر بے فکر ہو کر فرمایا **حَسْبُنَا اللّٰهُ نَعْمَ الْوَكِيْلُ** (کافی ہے ہم کو اللہ بہت عمدہ کار ساز)

ثالث۔ بظاہر اور لوگوں کو معلوم ہی ہے کہ انہوں نے محض لوجہ اللہ اپنے وطن کے حاکموں اور مولویوں وغیرہ سے کس قدر تکلیف اٹھائی تھی کہ وطن گھر بار خویش اقارب جان نداد وغیرہ سے علیحدہ کئے گئے لیکن باوجود اس ظلم و تشدد دشمنان کے جب کوئی ان کے روبرو اس قصہ یعنی زمانہ مصیبت و موزیان کا ذکر کرتا تو آپ ناراض ہو کر فرماتے: تو بہ بکن شکایت مولیٰ میکنی

اور پھر بارہا ان دشمنان ایذا دہندگان کے واسطے دعا خیر بھی کرتے۔ سبحان اللہ

لَا تَسْبُوْا الذِّهْرَ فَاَنْتَ اِنَّا الذِّهْرُ بِيْدِيْ الْاَمْرِ اَقْلَبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (تم

زمانہ لوگالی نہ دو، میں زمانہ ہوں۔ میرے ہاتھ میں ہے امر، میں رات دن کو پھیرتا ہوں)

مَنْ لَمْ يَصْبِرْ عَلٰى بَلَاءِىْ وَّلَمْ يَرْضَ بِقَضَائِىْ فَلْيُخْرِجْ مِنْ بَيْنِ

ارضی و سمانی و لیطلب رباً سوانی (جو شخص میری بلاء پر صبر نہ کرے، اور میری قضا پر راضی نہ ہو اس کو چاہیے کہ میری زمین اور آسمان سے نکل جائے اور میرے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کرے)

پر کیسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جس میں علاوہ اقبال علی اللہ کے التَّعْظِيم لامر اللہ والشَّفَقَة لخلق اللہ کا بھی انتہائی درجہ کا نمونہ ہے جس سے ان کی کمال معرفت، باریک بینی، رموز دانی، لطائف و حقائق فہمی بھی ظاہر ہے، اور نہ محض علمی بلکہ عملی بھی۔ یہ حالات و واقعات ایسے پر اثر کالتَّقَش فی الحجر ہیں کہ کسی صورت عاجز و رفیقان عاجز کے دل سے محو نہیں ہو سکتے اور انہی کے خیال پر مرزا صاحب سے بھی میل ملاقات رہی۔ اگر ان کا نمونہ یا کچھ شائبہ بھی یہاں موجود ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ آپ سے موافقت نہ ہوتی۔

اب ہر سہ واقعات بالا پر غور فرمائیں کہ بصورت اول اگر خود بدولت کو ایسا سارٹیفکیٹ و چٹھی ملنے کا اتفاق ہوتا تو اس کو حرز جان بنا کر کتنی دفعہ چھپواتے اور سرکار پر احسان گراں جماتے جیسا کہ آپ ایک دو معمولی چٹھیوں کے شائع کرنے میں اکثر کرتے رہتے ہیں۔

بصورت دوم یعنی بخوف مجبری و شکایت کتنے میموریل و کاغذی رسالہ گونا گوں مضامین کے بنا کر ترجمہ کرا کر شائع و پیش کرتے اور کتنے وکلاء کی تقرری کیلئے سعی و کوشش و فکر و تجویز فرماتے جیسا کہ آپ کا دستور و معمول ہے۔

بصورت سوم صرف زبانی اختلاف پر جو خود بدولت کا عمل در آمد سب و شتم یعنی دشنام دہی و دعا ہلاکت مخالفین ہے وہ ایسا اظہر من الشمس ہے کہ محتاج بیان نہیں، خدا نخواستہ اگر کچھ زیادہ اختلاف ہو تو نہ معلوم آپ کا غصہ کہاں تک پہنچ جائے۔ اقبال علی اللہ تو بہت دور کا مقام ہے۔

اور کسی نشان کا مطالبہ ہو، وغیرہ، معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کی تحریر کے شعر ذیل دھوم اتی ترے دیوانے مچا سکتے ہیں کہ ابھی عرش کو چاہیں تو ہلا سکتے ہیں

شاید مرزا صاحب کے خیالات میں گونج رہا ہو گا ورنہ قرآن میں تو آنحضرت ﷺ کو تفکر و آیت طلبی پر یوں خطاب موجود ہے و ان کان کبر علیک اعراضهم فان استطعت ان تبغی نفقاً فی الارض او سلماً فی السماء فتا تہم بآیة و لو شاء اللہ لجمعہم علی الہدی (اور اگر تجھ کو ان کا اعراض بڑا معلوم ہوتا ہے تو اگر تو طاقت رکھتا ہے تو زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر ان کے لئے نشانی لا۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا)۔

دیکھئے جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو پھر کسی دوسرے عاجز خاکسار امتی کو ایسی دلیری و شہنی نشان وغیرہ دکھلانے کی اور بایں عجز و بے بضاعتی اس خالق وقادر مطلق پر اپنا اختیار و حکومت جتلائی کب لائق و شایان حال عبودیت ہے۔

﴿ ایں دعاء شیخ نے چوں ہر دعا ست فانی است و دست اودست خدا است کا ظہور اور ثبوت بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔ دست اودست خدا است، اگر تھا تو عبداللہ آتھم والی میعاد، پٹی والے داماد مرزا احمد بیگ کی میعاد، شیخ مہر علی کے مقدمہ کی میعاد، امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر کے گھر فرزند ہونے کی میعاد، وغیرہ مقررہ مشہورہ مرزا صاحب کوئی تو پوری ہوتی۔ نیز اپنے فرزند موعود بشیر کی نسبت باوجود دیکہ دعائیں ملاء اعلیٰ میں شور ڈالنے والی، آسمانوں میں دردناک غلغلہ پیدا کر کے ملائک میں اضطراب ڈالنے والی، تقدیریں بدلنے والی ہونے میں کچھ فرق و کمی نہیں ہوئی۔ آتھم کی موت کے واسطے تو اے تکاف میں مریدین کی جماعت سمیت آہ و زاری و نالہ و بیقراری کو بزعم خود آسمان و ملائک تک پہنچایا گیا، رسالدار میجر سردار بہادر کے پانچ سو روپے تو اسی شرط اور قسم پر ہی لئے تھے کہ کوئی دقیقہ جدوجہد وغیرہ کا باقی نہ رکھا جائے گا۔ بشیر فرزند کی صحت کیلئے نہ فقط دعاؤں و توجہ کی گرمی بلکہ تمام میسر آمدہ دواؤں کی حرارت بھی پہنچائی گئی لیکن آسمان کو درد تک نہ پہنچا۔ پٹی والے معاملے کی حسرت و یاس سے اب تک دن رات جو مرزا صاحب کا جو حال ہے وہ روشن ہے بلکہ خواب بھی اسی کے آتے ہیں جیسا کہ عاجز کے روبرو مرزا صاحب نے پٹی سے اشتہار آنے کا خواب اپنا بیان کیا تھا، پھر فرمائیں کہ دست اودست خدا، کیسا ہوا؟ کیا دست خدا ایسا ہی ہوتا ہے کہ گریہ و زاری و فکر واپس طلبی اجرت کی بے قراری کی فریاد پر خیال ہی نہیں کرتا اور تقدیروں کو نہیں بدلتا۔ اور ارادوں کو دوسرے رنگ میں نہیں کرتا؟ مسلمان تو اس کے قائل نہیں بلکہ ان کا تو یہ دین و ایمان ہے کہ اللہ عزوجل عموماً سب مخلوق پر اور خصوصاً اپنے فرمان بردار اور خالص بندگان پر نہایت ہی مہربان رحیم و کریم اور اخلاص و امانت والی جائز دعاؤں کو ہرگز رد نہیں فرماتا بلکہ ان بندگان کی یہاں تک رعایت فرماتا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو ان کی قسم پوری کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

رب اشعث مد فوع بالا بواب لو اقسام علی اللہ لا برہ (بہت پراگندہ بال ہیں جن کو دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کریں تو اللہ ان کو حاش نہیں کرتا، یعنی ایسا ہی کرتا ہے جیسا وہ کہتے ہیں)

حالت فنا مرزا و میدان حاشیہ نشینان کی تو اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ عرق کیوڑہ بے پور سے، بید مشک برف پر دہ ٹی خس وغیرہ لاہور سے اور دیگر نعماء انواع و اقسام دوسرے مقامات سے برابر قادیان پہنچتے رہتے ہیں لیکن حالت فنا ایسی کامل ہے کہ اس میں بالکل افاقہ و کمی نہیں ہوتی اور ادھر رسول اللہ ﷺ جن کی ظاہری و باطنی اتباع و قدم بقدم چلنے کا مرزا صاحب کو دعویٰ ہے ان کا فرمان ہے اِيَاكَ وَ التَّنْعَمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لِيَسُوْا بِالْمَتَنَعِمِيْنَ (تو اپنے آپ کو تنعم سے بچا سئلے کہ اللہ کے بندے متنعم نہیں ہوتے) سبحان اللہ کیسی فرمان برداری و تابعداری ہے۔ بات تو زبان سے بن جاتی ہے لیکن مرزا براہ مہربانی ایسے طریق و پیرایہ کو اختیار فرمائیں کہ عاجز مخلوق الہی اس کو سمجھ سکے، نہ ایسا کہ ان اقوال و افعال میں بعد المشرقین دیکھ کر حیران و پریشان ہوتے پھریں۔

امام الزمان کے اقبال علی اللہ کی دیگر اولیاء سے تیزی

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۲ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور امام الزمان کا اقبال علی اللہ یعنی اس کی توجہ الی اللہ تمام اولیاء اللہ کی نسبت زیادہ تریز اور سرلیج الاثر ہوتی ہے جیسا کہ موسیٰ اپنے وقت کا امام الزمان تھا اور بلعم اپنے وقت کا ولی تھا جس کو خدا تعالیٰ سے مکالمہ اور مخاطبہ نصیب تھا اور نیز مستجاب الدعوات تھا، لیکن جب موسیٰ سے بلعم کا مقابلہ آپڑا، تو وہ مقابلہ اس طرح بلعم کو ہلاک کر گیا کہ جس طرح ایک تیز تلوار ایک دم میں سر کو بدن سے جدا کر دیتی ہے اور بد بخت بلعم کو چونکہ اس فلاسفی کی خبر نہ تھی کہ گو خدا تعالیٰ کسی سے مکالمہ کرے اور اس کو اپنا پیارا اور برگزیدہ ٹھہراوے مگر وہ جو فضل کے پانی میں اس سے بڑھ کر ہے، جب اس شخص سے اس کا مقابلہ ہوگا تو بے شک یہ ہلاک ہو جائے گا اور اس وقت کوئی الہام کام نہیں دے گا اور نہ مستجاب الدعوات ہونا کچھ مدد دے گا اور یہ تو ایک بلعم تھا مگر میں جانتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں اسی طرح ہزاروں بلعم ہلاک ہوئے جیسا کہ یہودیوں کے راہب عیسائی دین کے مرنے کے بعد اکثر ایسے ہی تھے.. الخ

جواب۔ امام الزمان کی توجہ کی زیادہ تریز و سرلیج الاثری کا حال فصل گذشتہ میں عرض ہو چکا ہے کہ برسوں گزر گئے اثر کا نام و نشان بھی نہیں۔ اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ سیدنا موسیٰ و بد بخت بلعم کے مقابلہ کی نظیر جب انشاء اللہ تعالیٰ حسب وعدہ والہام قائم

ہوگی تو نہ فقط مرزا صاحب بلکہ عام مخلوق دیکھے گی۔ مرزا جلدی نہ فرماویں امید واثق و یقین کامل ہے کہ سنت اللہ کے موافق سرکش متمرّد ہم چومن دیگرے نیست کہنے والے کو انشاء اللہ ضرور ناکامی و شکست نصیب ہوگی۔ کیونکہ قانون الہی یہی ہے جیسا اس نے فرمایا ہے:

انہ لا یحبّ المستکبرین (تحقیق اللہ تعالیٰ متکبروں کو دوست نہیں رکھتا)

قیل ادخلوا ابواب جہنّم خالدين فيها فبنس مثنوی المتکبرین
(کہا گیا کہ داخل ہو دوزخ کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے والے اسی میں، پس بری ہے جگہ
متکبروں کے لئے)

کذا لک یطبع اللہ علی کلّ قلب متکبر جبار۔ (ایسا ہی مہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ
متکبر اور سرکش کے دل پر)

اس وقت متکبر تعالیٰ و شیخی پسند کو سوائے یلیتینی کنت تراباً (اے کاش میں مٹی ہوتا) کہنے کے اور کچھ نہ سوچھے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور عاجز بندگان پر جو اس کے فضل و کرم اور اس کی رضا کے سوا کسی شے کے طالب و خواہش مند نہیں اپنی نظر عنایت و حفاظت رکھے۔ آمین۔

یہ بھی مرزا صاحب کی عجیب طبع زاد فلاسفی ہے کہ اللہ پاک کسی کو اپنا پیا را اور برگزیدہ ٹھہراوے، مستجاب الدعوات کرے، الہام کرے اور پھر وہ اس کے برگزیدوں و مقبولوں سے مقابلہ کرنے والا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے۔ سبحان اللہ کیا الفاظ کو ترکیب دی ہے لیکن یہ تو غور فرماویں کہ وہ ولایت و بزرگی مکالمت مخاطبت قبولیت دعا اللہ عز و جل کی کیسی ہوئی۔ معاذ اللہ گویا برگزیدگی کے وقت یہ معلوم ہی نہ ہوا کہ یہ شخص ایسا ناپاک و بدسرشت ہے کہ میرے مقرر کردہ امام الزمان سے مقابلہ کرے گا نعوذ باللہ من هذه العقيدة الباطلة۔ اس قصہ میں شاہ عبدالقادر دہلوی نے موضع القرآن میں لکھا ہے کہ:

سیدنا موسیٰ کی مخالفت سے اس کو باطن سے منع ہوا۔ پھر بادشاہ نے اس کی عورت کو مال کی طمع دی، اس نے اس کو راضی کر کر بھیجا۔

(پھر لکھا ہے کہ) شائد ہانپتے کتے کی مثال اس میں ہو کہ جب تک وہ حرص سے خالی تھا اس کو باطن سے صحیح معلوم ہوا، جب دل میں حرص بیٹھی تو باطن سے معلوم نہ ہوا، یا ہوا تو جمل معلوم ہوا اس کو اپنی طبع کے موافق سمجھ لیا۔

معالم التنزیل میں بھی لکھا ہے کہ:

بلعم نے اول بددعا کرنے سے انکار کیا پھر اسکی قوم نے ہدیہ دے کر اور کہہ کر اس کو فتنہ میں ڈالا۔

غرض اس کی ہلاکت کے یہ اسباب بیان ہوئے ہیں لہذا جس شخص کے حالات کی ان حالات سے مشابہت ہو مثلاً اپنی عورت کی مراعات میں حق کا مخالف ہو کر دوسروں کا حق زائل کرتا ہو یا حرص وغیرہ کے باعث جو باطن سے مجمل معلوم ہو اس کو اپنی طبع کے موافق سمجھ کر طرح طرح کے دعویٰ کرتا ہو، آمدنی ہدیہ و مال کی خاطر حق کا مخالف ہو کر نئے نئے خلاف سلف و خلف مسائل نکالتا ہو اس شخص کے لئے یہ قصہ قابل عبرت ہے۔ مرزا صاحب اس پر غور و توجہ فرمائیں خصوصاً اس لئے بھی کہ جس شخص کی تحقیر و مخالفت کے آپ درپے ہیں اسکا نام بھی الہامات میں اکثر موسیٰ کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

﴿ پھر وہی غلطی، اللہ جل جلالہ تو راہب عیسائیوں کو فرماوے اور مرزا صاحب یہودیوں کے راہب ہی کہتے جاویں، امام الزمان جو ہوئے، اس تکرار سے اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کو بایں دعویٰ علم و فضل احبار و رہبان کا فرق بھی معلوم نہیں۔ انظہار حقیقت حال کے لئے مناسب ہے کہ مرزا صاحب قسم کھا کر اعلان کر دیں کہ ہم جانتے تو تھے لیکن اس استغراق یا مخالفین کے اعتراض وغیرہ سننے کی خاطر عمداً ہماری قلم سے بار بار بجائے احبار کے راہب ہی نکلتا چلا گیا تاکہ لوگوں و مریدوں کو آپ کا علم تو ظاہر ہو جاوے اور کچھ تو فیصلہ ہو۔

﴿ کشوف و الہامات کا سلسلہ اور انکی کیفیت و کمیت کا اعلیٰ ہونا

ضرورت الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

چھٹے کشوف و الہامات کا سلسلہ ہے جو امام الزمان کیلئے ضروری ہوتا ہے امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقائق اور معارف پاتا ہے۔ سو اس کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ کیفیت و کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور ان کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی پیش گوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں، ظاہر ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ امام ہوں ان کے کشوف اور الہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ

نصرت دین و تقویت ایمان کے لئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں۔

جواب۔ کشف و الہامات تو دوسرے بندگان الہی کو بھی ہوتے ہیں اور صرف ذاتیات تک محدود بھی نہیں ہوتے۔ علوم و معارف بھی واہب العطایات عطا فرماتا ہے اور ایسا ہی وہ علیم و خبیر کئی واقعات سے قبل محض اپنے فضل و کرم سے عاجز بندگان کو آگا ہی بخشتا ہے گو وہ فضیلت و شہنی کو ریا و گناہ سمجھ کر غلبہ عبودیت سے ان امور کو شائع و مشتہر نہیں کرتے۔ پس ان میں امام الزمان کی کچھ خصوصیت و ترجیح نہ ہوئی۔

﴿ امام الزمان کے الہامات دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے وہ کیفیت و کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔، یہ محض زبانی دعویٰ ہی دعویٰ ہے کچھ ثبوت و دلیل اس پر نہیں۔

﴿ مرزا صاحب کے علوم قرآنی معارف دینی عقدے حل ہونے، اعلیٰ درجہ کی پیش گوئیاں نصرت و تقویت دین کے لئے مبارک و مفید ہونے کا ذکر کئی جگہ ہو چکا ہے۔

﴿ کیفیت و کمیت اور اعلیٰ درجہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں وغیرہ۔، سو مرزا صاحب نے اس کا کچھ معیار و محک اور ثبوت بیان نہیں کیا ہے۔ اس طرح تو ہر ایک اپنے واسطے ایسا ہی دعویٰ کر سکتا ہے تو پھر تفسیہ کیونکر ہو؟

اس کا جواب یہی ہوگا کہ نتیجہ اور اثر سے ثابت اور ظاہر ہو جاوے گا جس طرح کہ مرزا صاحب کے الہامات پیش گوئیوں و حقائق معارف کا حال ہوا۔ پس جائے غور و انصاف ہے کہ ان سے مخالف قوموں پر کیا اثر پڑا ہے؟ اور نصرت دین کے لئے کیا مبارک و مفید ہوئے ہیں؟ اور دینی عقدے کیا کھلے ہیں؟ آخر ہر ایک امر ثبوت اور نتیجہ سے مانا جاتا ہے اور پھر یہاں جب عقدہ کھلتا ہے تو یہی کھلتا ہے کہ مسائل مختصرہ موضوعہ مرزا صاحب خلاف قرآن و حدیث و امت اسلامی ہوتے ہیں جیسے لیلۃ القدر، نزول ملائکہ، مسئلہ تصویر وغیرہ یا حیلہ حوالہ سے فتویٰ حاصل کر کے یا محض تقریر و تحریر سے مخالفوں پر اپنی فتح کے طول طویل اشتہارات دینے وغیرہ۔

﴿ خدا سے صفائی سے مکالمہ کرنا، غیب کو ہر پہلو سے قبضہ کر لینا ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور خدا تعالیٰ ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے ان کی دعا کا جواب دیتا

ہے اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی وقت میں سوال کے جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسے صفا اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور امام الزمان کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے ایک کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا، بلکہ خدا تعالیٰ ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے۔ اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی بلکہ وہ تو بسا اوقات اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے۔ اور امام الزمان کی الہامی پیش گوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں، یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتی ہیں جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے اور یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے تا ان کے پاک الہام شیطانی الہاموں سے مشتبہ نہ ہوں اور تا دوسروں پر حجت ہو سکیں۔

جواب - مرزا صاحب حسب عادت خود بدولت کی تعریف و ثنا جو زبان و قلم پر آوے، فرماتے جائیں اور دلیل و ثبوت ندرد۔ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ ہمیشہ صفائی سے ہے مرزا صاحب کو کیونکر معلوم ہوا کہ وہ رحمن و رحیم دوسرے عاجز بندگان سے معاذ اللہ غیر لذیذ غیر فصیح و غیر صفائی والا یا دوسرے الفاظ میں لکنت و نقص والا کرتا ہے۔ معاذ اللہ وہ ذات پاک دوسرے خاکساران سراپا عجز کی دعاؤں کا بھی محض رحمت و کرم سے جواب عنایت فرماتا ہے۔

سوال و جواب کے سلسلہ والے ملہم سید عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم و دیگر اہل اللہ کے اصحاب میں کئی ہیں۔

کلوخ اندازی و ٹھٹھے والا الہام مرزا صاحب کو ہوتا ہوگا جس سے ان کو یہ طرز و کیفیت معلوم ہوئی، عاجز تو اس سے آگاہ نہیں اور نہ کسی کتاب سلف و خلف صالحین میں الہام کا ایسا وصف لکھا ہوا دیکھنے میں آیا ہے۔

قرب رب العالمین ارحم الراحمین وراء الوراہ ثم الوراہ ایک حالی کیفیت ہے نہ قالی، اس میں اپنی واقفیت و فضیلت جتانے کو قیل و قال کرنا مرزا کا حصہ ہے دیگر عاجز بندگان کو سوائے تسلیم و طلب رضائے مولیٰ کریم کے دوسری طرف خیال نہیں۔ وہ تو ایسے امور میں اتباع سید المرسلین کچھ

نہیں بولتے۔ پھر دیکھئے امام ربانی مجدد الف ثانی جلد اول مکتوب سی و یکم میں فرماتے ہیں:

احاطہ و قرب اوتعالیٰ علمی است چنانچہ مقرّر اہل حق است شکر اللہ تعالیٰ حبہم۔ و اوسمانہ تعالیٰ بانیچ متحد نیست آنچہ در آفاق و انفس دیدہ میشود آیات او بند سبحانہ و تقدس و قطب دائرہ و ولایت یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرمودہ اند کہ ہر چہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آنہمہ غیر است بحقیقہ کلمہ لافنی آن باید کرد:

در تنگنائی صورت معنی چگونہ گنجد در کلبہ گدایاں سلطان چہ کار دارد

صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر گویا جمال جاناں پنہاں چہ کار دارد

مکالمات الہیہ کہہ کر پھر ان کو ٹھٹھا کہنا مرزا کا حوصلہ ہے کسی دوسرے کی کیا مجال۔

غیب کو ہر پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لینا جس طرح چاک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے، یہ بھی مرزا صاحب کرتے ہوں گے اگر چہ اس کا ثبوت و ظہور تو کبھی نہیں ہوا۔ دوسرا کوئی مسلمان تو ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل لا یعلم من فی السماوات و الارض الغیب الا اللہ و ما یشعرون
ایان یبعثون (اور نہیں جانتا کوئی آسمانوں اور زمینوں میں غیب کو مگر اللہ، اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے)

و عنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو (اور اس کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، نہیں جانتا ان کو مگر وہ)

و للہ غیب السماوات و الارض (اور اللہ کیلئے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا)

له غیب السماوات و الارض (اسی کے واسطے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا)

اور آنحضرت ﷺ کو فرمایا:

قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضرراً الا ما شاء اللہ. ولو کنت اعلم
الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء ان انا الا نذیر و
بشیر لقوم یؤمنون۔

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب و لا اقول لکم
انّی ملک۔ (کہہ نہیں کہتا میں کہ میرے پاس خزانے اللہ کے ہیں اور نہیں جانتا میں غیب کو

اور نہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں)

غرض قرآن مجید جس کے حقائق و معارف کا مرزا صاحب کو بڑا دعویٰ ہے اس میں تو غیب جاننے کی نسبت یہ احکام ہیں اور مرزا صاحب اس کے برعکس و مقابلہ پر غیب کو ہر پہلو سے چابک سے گھوڑے کی طرح اپنے قبضہ میں کرنے کی فضیلت لوگوں پر ظاہر کر رہے ہیں گویا ہر بات نرالی و انوکھی ہے۔ ہاں اگر وہ ذات پاک محض اپنے فضل و کرم سے کسی امر کی کچھ آگاہی بخش دے تو وہ اس کی عنایت لطف و مسکین نوازی ہے عاجز بندہ کی کیا شیخی۔

مرزا صاحب کے الہامات جیسے دوسروں پر حجت ہوئے ہیں ان کا ذکر تو ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں اپنے الہامات کی تعریف کر کے ان کو دوسروں پر حجت ٹھہرانا بھی مرزا صاحب ہی کا اپنا مسئلہ ہے ورنہ اکابر امت سلف و خلف صالحین تو اس امر کے بالکل مخالف ہیں۔ الہامات کا دوسروں پر حجت ہونا تو کجا وہ تو بغیر مطابقت کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے الہام کو خود ملہم پر بھی حجت قبول نہیں فرماتے چنانچہ مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

چہ الہام و کشف بر غیر حجت نیست۔ کشف و الہامات راتا بر محکم کتاب و سنت نزنندیم؟ جوئے نمی پسندند۔ الہام مثبت حل و حرمت نبود و کشف ار باب باطن اثبات فرض و سنت تمامیہ کلّ حقیقہ رد تھا الشریعة فهو زندقہ (جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ زندقہ ہے)

پیران پیر سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ہرگز علیحدگی نہ کر اگر کوئی خطرہ یا الہام پاوے تو کتاب اللہ و سنت پر عرض کر۔ اگر ان میں اس کی حرمت ہو تو اس کو دفع کر اور اس سے مہاجرت کر اور ہرگز اس پر عمل نہ کر اور یقین جان کہ وہ شیطان رجم سے ہے اور اگر کتاب و سنت میں اس کی اباحت ہو یعنی وہ امر مباح ہو مثل کھانے پینے و لباس و نکاح و غیرہ کے تب بھی اس کو چھوڑ دے اور سمجھ کہ یہ الہام نفس اور اس کی خواہشوں کا ہے اور تحقیق تجھ کو نفس کی مخالفت کا حکم ہے۔ اور اگر اس امر کی کتاب و سنت میں نہ حرمت ہو، نہ اباحت ہو، یعنی نہ ممانعت ہو اور نہ اجازت ہو، بلکہ وہ ایسا امر ہو کہ تجھ کو معلوم نہیں مثلاً کسی جگہ یا کسی مرد صالح کی ملاقات کرنا، حالانکہ تجھ کو وہاں جانکی حاجت نہیں اور نہ ملاقات اس شخص صالح کی ضرورت ہے باعث اس کے کہ تجھ کو عطا فرچکا ہے اللہ علم و

معرفت، پس اس امر میں بھی توقف کر اور ایسا جلد باز نہ ہو کہ تو کہے کہ یہ الہام اللہ کی طرف سے ہے، بلکہ اختیار و برگزیدگی و فعل حق عزوجل کا منتظر رہ تا کہ پھر اس کا امر ہووے یا نشانی ظاہر ہووے، جس کو اولیا اور مؤیدوں ابدالوں میں سے جانتے ہیں اور ہرگز جلدی نہ کرنی چاہیے کیونکہ تجھ کو معلوم نہیں کہ اس کا انجام کیسا ہوگا اور معلوم نہیں کہ اس میں فتنہ و ہلاکت و تدبیر امتحان الہی ہے۔ پس صبر کر کہ اللہ خود اس کا فاعل بنے۔

اور پھر فرمایا کہ یہ بھی اس حالت میں کہ جب وہ امر مباح ہو اور شرع میں اس کی مخالفت نہ ہو۔ انتہی۔ کیونکہ پیر صاحب قدس سرہ نے بھی فرمایا ہے کَلَّ حَقِيقَةُ لَا يَشْهَدُ لَهَا الشَّرْعُ فَهِيَ زَنْدَقَةٌ (جو حقیقت شریعت سے ثابت نہ ہو وہ کفر والحاد ہے)

﴿ پھر امام المہین امام الحدیث امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ کا حال دیکھئے جن کی شان میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں میں محدث تھے اور میری امت میں عمر بن خطابؓ ہے۔ دوسرے طریق سے حدیث میں ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں سے اشخاص تھے جن کا مکالمہ ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ انبیاء تھے اور میری امت میں ان میں سے عمرؓ ہے۔ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتا۔ پھر فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ، عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری کرتا ہے۔

غرض باوجود ان فضائل کے ملہم محدث و امام الزمان ہونے کے آپؓ فرماتے:

(اول) کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں لوگوں کا حال وحی سے معلوم ہو جاتا تھا اور اب وحی منقطع ہو چکی ہے۔ اب ہم ظاہر اعمال لے لیتے ہیں جو ہم کو بظاہر اچھا معلوم ہو اس کا اعتبار کرتے اور قبول کرتے ہیں اور اس کے پوشیدہ حالات سے کچھ تعلق نہیں اس کے باطن کا حساب اللہ جانے۔ اور جو ہم کو برا معلوم ہو اس کو ہم نہیں مانتے اور نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں خواہ وہ کہے کہ میرا اندرونی حال اچھا ہے۔

(دوم)۔ آپؓ خطبہ میں لوگوں کو فرماتے کہ اگر کسی نے قرآن مجید کا سوال پوچھنا ہو تو حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھے، اگر حلال حرام کا مسئلہ پوچھنا ہو تو حضرت معاذ بن جبلؓ سے پوچھے۔ فرائض کا سوال کرنا ہو تو حضرت زید بن ثابتؓ سے کرے۔ اور مال کا سوال مجھ سے کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خازن بنایا ہے۔

(سوم) ایک حاملہ پر رحم کا حکم دیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ اس پر تو آپ حکم

لگا سکتے ہیں مگر جو اس کے پیٹ میں ہے اس پر آپ کا اختیار نہیں۔ اس پر اس حکم سے رجوع کیا اور فرمایا کہ اگر معاذؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

(چہارم) پھر ایک اور عورت پر رحم کا حکم دیا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا کہ تین شخصوں سے قلم اٹھائی گئی ہے۔ ایک مجنون جب تک وہ صحیح و تندرست نہ ہو۔ دوسرا لڑکا جب تک وہ بالغ نہ ہو۔ تیسرا سویا ہوا جب تک وہ بیدار نہ ہو۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ ہاں درست ہے مگر ان امور کا یہاں کیا تعلق؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ عورت مجنونہ ہے، فلاں قبیلے سے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

(پنجم) ایک قتل عمد کے مقدمہ میں قاتل کے قتل کا حکم دیا اور باوجود مقتول کے بعض ولیوں کے معاف کرنے کے بھی حکم قتل بحال رکھا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ یہ بالکل ان کے اختیار میں تھا جب انہوں نے معاف کر دیا ہے تو آپؐ بھی جانے دیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک قاتل کے مال سے دیت مقرر کر کے جنہوں نے معاف کیا ہے ان کا حصہ وضع کر کے دیت دلوائی جائے۔ اس پر آپؐ نے اسی پر فیصلہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بعض فیصلوں پر فرماتے کہ تم خزانہ علم ہو۔

(ششم) ایک روز منبر پر جب آپؐ نے فرمایا کہ عورت کے مہر میں غلو (زیادتی) نہ کرو، تو ایک عورت نے کہا ہم آپ کے قول کو پکڑیں یا اللہ کا فرمان جس میں فرمایا ہے و آتینم احداهنّ قنطاراً فلا تأخذوا منہ شیئاً۔ (تم دے چکے ایک عورت کو خزانہ پس اس سے کچھ واپس نہ لو) اس پر آپؐ نے منبر سے اتر کر فرمایا کہ سب آدمی عمرؓ سے زیادہ جاننے والے ہیں حتیٰ کہ بوڑھی عورتیں بھی۔

(ہفتم) بلکہ حق طلبی راستی و عدل کے ایسے شائق تھے کہ لوگوں سے پوچھتے کہ اے جماعت مسلمین اگر میں دنیا کی طرف جھکوں اس وقت تم کیا کرو گے؟ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر تلوار کھینچ کر کہا کہ ہم اس تلوار سے کہیں گے، اور اس سے کاٹ ڈالنے کا اشارہ کیا۔ اس پر فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے شکر ہے اللہ کا جس نے میری رعیت میں ایسے شخص بنائے کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھ کو سیدھا کر دیں گے۔

﴿ اب جائے غور کہ قبولِ نصیح، اعتراف علیٰ نفسہ، تعظیم و تکریم احکام قرآن و حدیث میں ان کا کیسا حال و عمل تھا۔ مرزا صاحب کی طرح انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم امام الزمان ہیں، ہم

سب سے حقائق معارف میں بڑھ کر ہیں ہمارے الہامات و مکاشفات تم پر حجت ہیں، ہم حقائق بیان کرتے ہیں، حق ہماری طرف ہے کیونکہ جو نور فراست ہم کو دیا گیا ہے وہ چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا گیا، ہماری بسطت فی العلم سب سے اعلیٰ ہے، ہماری رائے صائب دوسروں کی رائے کی تصحیح کرتی ہے، ہم محمدی فوج کے سپہ سالار ہیں وغیرہ، باوجودیکہ واقعتاً و حقیقتاً یہ سب اوصاف بلکہ ان سے کہیں زیادہ اللہ جل جلالہ نے سیدنا عمرؓ میں جمع فرمائے تھے لیکن اظہار فضیلت و خود ستائی میں کبھی کبھی زبان پر نہیں لائے۔

﴿ بلکہ احقاق مسائل میں یہاں تک فروتنی و اہتمام تھا کہ محمد ابن زبیر ایک بہت ضعیف مرد سے راوی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مسئلہ میں استفسار کیا اور کہا میرے ساتھ آؤ حتیٰ کہ علیؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا مرحبا یا امیر المؤمنین اور جب مسئلہ کا ذکر آیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ نے مجھے کیوں نہ بلا لیا تو بجواب فرمایا کہ آپ کے پاس آنا میرا ہی حق تھا۔

﴿ طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ جب عمر بن الخطابؓ ملک شام میں آئے اور لشکر ان کو ملا تو اس وقت آپ کا لباس ایک چادر ایک عمامہ اور پاؤں میں مسیّاں تھیں اور اپنی سواری کی لگام ہاتھ میں لے کر پانی عبور کرتے ہوئے مسیّاں اتار کر بغل میں دبائی ہوئی تھیں۔ لوگوں نے کہا کہ یا امیر المؤمنین لشکر اور بطارقہ شام ابھی آپ سے ملنے والے ہیں اور آپ اس حالت میں ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے ہم کو اسلام سے معزز فرمایا ہے ہم اس کے غیر سے عزت کے خواہاں نہیں یہ تو اسلامی امامت و امام الزمان کا حال تھا، اب یہاں مرزا، ان سے بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل و امام الزمان بزبان خود دعویٰ دیکر ہو کر دنیوی خطابوں اور عزت کے واسطے کس قدر سعی و کوشش و خون دل سے کتابیں لکھ رہے ہیں، خطاب والے اشتہار شائع کر رہے ہیں جن کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس زبانی امامت کو ان اسلامی امامتوں سے کہاں تک مناسبت و مطابقت ہے۔

﴿ دیکھئے جب عام مسلمانوں کو ایسے حقائق ربانی امام الزمانوں کی امامت کے یہ حالات واقعات معلوم و مد نظر ہیں تو وہ ان کے مقابل مرزا کی خود تراشیدہ علو و تعلیٰ والے نرالے اوصاف امامت کی طرف کب ملتفت ہو سکتے ہیں اور کیوں کر قبول کر سکتے ہیں؟ پھر جو صاحب خصوصیت سے اپنے تئیں حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کریں اور ان کو اپنا بزرگ جانیں وہ اگر ان کے پیرا یہ و طریق امامت کے مخالف کسی مقابل و مغائر امامت کے فریفتہ و دلدادہ ہو کر اس کے حقائق و معارف کے گرداب موج میں آگئے ہوں تو ان کو آیت انہ لیس من اہلک انہ عمل

غیر صالح (وہ تیرے اہل سے نہیں کیونکہ اسکے عمل غیر صالح ہیں) کی طرف غور و فکر کرنی چاہیے ﴿ خود بدولت کی توہر بات اور ہر امر کو اعلیٰ و اولیٰ وارفع اور دیگر عاجزوں کی ہر چیز کو ردی و ناقص قرار دے کر مرزا صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیا یہی انصاف و رحمت و شفقت علی الخلق ہے؟ ذرا شارع ﷺ کے درج ذیل ارشادات پر توجہ فرمائیں:-

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ہرگز بندہ ایمان والا نہیں ہوتا تا وقتیکہ دوست رکھے اپنی بھائی مسلمان کے واسطے وہ چیز جو اپنے نفس کے لئے دوست رکھتا ہے)

المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره. التقوى ههنا ويشير الى صدره ثلاث مرار، بحسب امرء من النثران يحقر اخاه المسلم. كل المسلم على المسلم حرام دمه و ما له و عرضه (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ ظلم کرے اس پر اور نہ رسوا کرے اس کو اور نہ حقارت کرے اس کی۔ تقویٰ یہیں ہے اور اشارہ کرتے اپنے سینہ کی طرف تین بار۔ کافی ہے آدمی کے لئے برائی میں سے یہ کہ تحقیر کرے اپنے بھائی مسلمان کی۔ مسلمان کا سب کچھ مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون اس کا مال اور اس کی آبرو)

شیطانی ورحمائی الہامات

شیطانی الہام ہونا، حق اور پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلا تو قف مطلع کیا جانا۔ آنحضرت ﷺ پر جبریل کی توجہ کا ذکر۔ الہام پر حضرت محدث الامتہ عمرؓ کی احتیاط

مرزا صاحب ضرورتاً الامام میں لکھتے ہیں :

واضح ہو کہ شیطانی الہامات ہونا حق ہے اور بعض نا تمام سالک لوگوں کو ہوا کرتے ہیں اور حدیث نفس بھی ہوتی ہے جس کو اضغاث احلام کہتے ہیں اور جو شخص اس سے انکار کرے وہ قرآن شریف کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ قرآن شریف کے بیان سے شیطانی الہام ثابت ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک انسان کا تزکیہ نفس پورے اور کامل طور پر نہ ہو تب تک اس کو شیطانی الہام ہو سکتا ہے اور وہ آیت علی کلّ افاک اثیم کے نیچے آسکتا ہے، مگر پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلا تو قف مطلع کیا جاتا ہے۔

جواب۔ عاجز کا اس پر ایمان ہے تنزّل الشیاطین، تنزّل علی کلّ افاک اثیم (اترتے ہیں شیطان اوپر جھوٹ باندھنے والے گنہگار کے) ہوتا ہے اور یقولون ما لا تفعلون (کہتے ہیں وہ جو نہیں کرتے) والوں کا بھی اس کے ساتھ ہی ذکر ہے جس کے مرزا صاحب ابتدائے اشاعت براہین سے عادی و مشتاق ہیں لیکن الحمد للہ محض فضل و کرم و عنایت مولیٰ سے عاجز کے الہامات ایسے نہیں کیونکہ زیادہ تر آیات قرآن مجید ہوتی ہے اور عاجز چونکہ بحث مباحثہ و مطالعہ کتب کا عادی نہیں، عربی پڑھا ہوا نہیں، صرف و نحو سے ناواقف۔ اپنی لیاقت سے فقرہ تو کجا حروف و کلمات کو با ترتیب جمع کرنے پر قاصر نہیں۔ قرآن مجید کا حافظ نہیں۔ پھر قرآن مجید کے متفرق و مختلف عبارات کا یکجا ہونا اور کبھی دیگر الفاظ غیر معلوم کا اظہار مدعا کے لئے ان کے ساتھ شامل ہونا، اس امر کی بین شہادت ہے کہ یہ انشاء اللہ شیطانی اور حدیث نفس نہیں ہیں کیونکہ شیطان ہرگز غیب دان اور علیم بذات الصدور نہیں ہے۔

﴿ علاوہ ازیں جب ارحم الراحمین: ادعونی استجب لکم، اجیب دعوة الذاع اذا دعان، (پکارو مجھ کو میں جواب دوں گا، قبول کرتا ہوں میں پکار پکارنے والے کی جب وہ مجھ کو پکارتا ہے) وغیرہ کا اپنے فضل و کرم سے وعدہ دینے اور فرمانیوالے سے تضرع و زاری سے پناہ مانگی جائے اور اس کی حفاظت کا بخشوع و خضوع سوال کیا جائے، اور تکبر و تعلیٰ سے جو حسب ارشاد سا صرف عن آیات الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق (عنقریب پھیر دوں گا میں نشانیوں اپنی سے ان لوگوں کو کہ تکبر کرتے ہیں زمین میں ناطق) نعمائے الہیہ کے سدراہ ہیں ہزار بار توبہ کی جائے، شہرت ریا و اظہار فضیلت سے نفرت، مرید بنانے اور ان کو فراہم رکھنے کی کوشش سے بیزاری اللہ عطا فرماوے اور محض اپنی رحمت فراواں و شفقت بیکراں سے ایسے سلسلہ کی آمدنی پر

گزارہ کا مدار نہ ہو تو پھر شیطانی دخل سے بفضلہ تعالیٰ مامون و محفوظ رہنے کی ہر طرح امید ہے۔

﴿ حدیث نفس، اضغاث احلام بھی ہرگز نہیں و اما بنعمة ربك فحدثت کی تعمیل کی نظر سے عرض ہے کہ جن امور میں عاجز دن بھر مشغول و مصروف رہتا ہے ان کا خطرہ دل پر کبھی نہیں گذرتا اور جن دینی امور میں جب کبھی تمنی کا دخل ہو ان میں ہرگز کامیابی نہیں ہوتی۔ یعنی میلان طبیعت کے موافق جواب ہی نہیں ملتا، اور نہ وہ خیالات بفضلہ تعالیٰ سر میں گونج کر دماغ کو ایسا پریشان کرتے ہیں کہ جن کی حاصل کو مرزا کی طرح الہام الہی قرار دیا جاوے بلکہ بفضلہ تعالیٰ ایسے خیالات دل سے بالکل محو کئے جاتے ہیں اور اس میں اللہ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ تا اس عاجز خاکسار پر فتنہ و ابتلاء کے دروازہ بند رہیں کیونکہ تمنی کے ساتھ شیطانی دخل ہونا قرآن سے ثابت ہے و ما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنى القی الشیطان فی امنیته.. الخ (اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نبی مگر جس وقت آرزو کرتا تھا ڈال دیتا تھا شیطان بچ آرزو اس کی کے...) پس جب رسل انبیاء کی نسبت یہ ارشاد ہو تو اور کسی عاجز کی کیا حقیقت ہے؟ ہاں یہ سچ ہے کہ نص کے موافق ان معصوموں کو اللہ ایسے واقعات پر فوراً مطلع فرما کر حفاظت فرماتا رہتا ہے لیکن دوسروں کے واسطے اس عصمت و حفاظت کا حکم و وعدہ کہاں ہے؟

﴿ جب کہ عاجز یہ مضمون صاف کر کے لکھ رہا تھا اچانک مجھ پر منکشف ہوا کہ عاجز کو کئی بار پہلے الہام ہو چکا ہے لن تجد لسننتنا تحویلاً (ہرگز نہ پاویگا واسطے عادت ہماری کے بدلنا) اس کے معنی کی رو سے مرزا کا دعویٰ حصول تقرب و طے منازل سلوک بلا واسطہ مرشد و رہبر سنت اللہ کے خلاف ہے اور اس لئے قابل پذیرائی نہیں کیونکہ سنت اللہ کے مطابق جب تک کوئی کسی اہل اللہ پیر کامل کی محبت و حصول رشد و فیض کے لئے جد و جہد نہ کرے تب تک کوئی رتبہ حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ آیت قرآن مجید لیس لانا نساں الا ما سعی (نہیں ہے واسطے کسی کے کچھ گروہ جو اس نے سعی کی) بھی اسی امر پر دال ہے اور پھر اس سنت اللہ سے اور کسی کا تو کیا ذکر خود سرور کائنات کو بھی مستثنیٰ نہیں رکھا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

فجاءه الملك فقال اقرأ ما انا بقاریء۔ قال فاخذني فغطني حتى بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال اقرأ۔ فقلت ما انا بقاریء۔ فغطني الثانية حتى بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال اقرأ فقلت ما انا بقاریء فغطني الثالثة حتى بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال

اقراً باسم ربك الذى خلق - خلق الانسان من علق - اقرأ وربك
الاکرم الذى علم بالقلم - علم الانسان ما لم يعلم - فرجع بها
رسول اللہ ﷺ یرجف فواده فدخل علی خدیجة فقال زملونی
زملونی زملونی فزملوه حتى ذهب عنه الروح - الحدیث -

(آیا ان کے پاس فرشتہ - پس کہا پڑھ - پس میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں - فرمایا
کہ مجھے پکڑ کر دیا یا حتی کہ مجھے مشقت معلوم ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ - میں نے کہا
کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں - پھر مجھے دوسری بار پکڑ کر دیا یا حتی کہ مجھے مشقت معلوم ہوئی -
پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ - میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں - پھر تیسری مرتبہ مجھے
پکڑ کر دیا یا حتی کہ مجھے مشقت معلوم ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ ساتھ اسم اپنے رب
کے جس نے پیدا کیا انسان کو علق سے (علق کہتے ہیں خون بستہ کو اور جو تک کو جو صورت اول نطفہ کی ہوتی
ہے) پڑھ اور رب تیرا بہت عزت والا ہے جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا انسان کو جو کچھ نہیں
جانتا تھا - پس واپس ہوئے رسول اللہ ﷺ .. اور خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا مجھ کو کپڑا
اوڑھاؤ، مجھ کو کپڑا اوڑھاؤ - پس کپڑا اوڑھایا آپ کو حتی کہ آپ سے خوف دور ہوا...)

اور اسی کو سورہ اقرأ کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے مفصل بیان فرمایا ہے -

پھر الہام ہوا:

ہر آں کا ریکہ بے استاد باشد یقین می داں کہ بے بنیاد شد

﴿ اگر مرزا صاحب فرماویں کہ اللہ جل شانہ قادر مطلق ہے، بلا وساطت استاد و پیر مرشد
یہ نعمت عطا کر سکتا ہے تو جواب ظاہر ہے کہ بے شک یہ سچ ہے اور عاجز کا خیال بھی اب سے پہلے
بہی تھا کہ قادر مطلق کو کسی کی حاجت نہیں بلا واسطہ سب کچھ عطا کر سکتا ہے - چنانچہ اس بنا پر مرزا
صاحب کے اس قول کو جو انہوں نے ابتداء زمانہ میں بزبان خود عاجز کو کہا تھا کہ اگر کوئی میرا پیر و
مرشد ہوتا تو میرے ہونے و دعویٰ کی کیا ضرورت تھی؟ اس کو کچھ محل اعتراض نہیں سمجھتا تھا اگرچہ اور
لوگ اس خیال عاجز کی مخالفت کرتے تھے - سو الحمد للہ علی احسانہ کہ اس اثنا میں اس خیال کی درستی
کیلئے یہ القاء ہوا کہ قدرت اور شئے ہے اور عادت اور سنت اللہ اور شئے ہے، اور اس کے ساتھ ہی
یہ مصرع الہام ہوا :-
قدرت تو ہے و لے نہیں عادت خدا کی یہ

﴿ الہامات و منامات عاجز بفضلہ تعالیٰ بعینہ اسی طور پر واقع و ظاہر ہوتے رہتے ہیں - کسی

تاویل و تدبیر کی بفضلہ تعالیٰ ضرورت و حاجت نہیں پڑتی۔ اس صورت میں عاجزان کو کیونکر الہام شیطانی و حدیث نفس و اضغاث احلام خیال کرے۔ بایں ہمہ اس بارے میں عاجز خاکسار کا عقیدہ حسب احتیاط اعتقاد و عمل حضرت عمرؓ کے ہے جیسا کہ مدارج السالکین میں لکھا ہے:

و اما ما يقوله كثير من ارباب الخيالات والجهالات حدثنى قلبى عن ربي فصحيح ان قلبه حدثه عن من عن شيطانه او عن ربه فاذا قال حدثنى قلبى عن ربي كان مسند الحديث الى من لم يعلم انه حدثه به وذلك كذب ومحدث الامة لم يكن يقول ذلك وتفوه به يوما من الدهر وقد اعاده الله من ان يقول ذلك بل كتب كاتبه يوماً هذا ما رى الله امير المؤمنين عمر بن الخطاب فقال لا امحه واكتب ما رى عمر بن الخطاب فان كان صواباً فمن الله وان كان خطأ فمن عمر والله ورسوله عنه برى۔

(وہ جو کہتے ہیں بہت خیالات و جہالات والے کہ تحدیث کی دل میرے نے رب کی طرف سے۔ پس صحیح ہے کہ دل اس کے نے تحدیث تحدیث کی لیکن کس کی طرف سے؟ شیطان کی طرف سے یا اس کے رب کی طرف سے؟ جب کہتا ہے کہ تحدیث کی دل میرے نے رب سے، تو وہ نسبت کرتا ہے اس بات کی طرف ایسے شخص کے کہ نہیں جانتا اس کو جس نے بات کی اور یہ جھوٹ ہے۔ کہا کہ محدث الامت کبھی ایسا نہ کہتا تھا اور نہ کبھی منہ سے ایک دن بھی ایسا نکالا۔ اور تحقیق اللہ نے بچا یا اس کو اس سے کہ ایسا کہے، بلکہ ایک دن اس کے کاتب نے لکھا کہ وہ ہے جو دکھلایا اللہ نے امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کو، تو فرمایا کہ مٹا دے اس کو اور لکھ کہ یہ دیکھا عمر بن الخطابؓ نے۔ پس اگر صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو عمرؓ کی طرف سے، اور اللہ اور رسول اس سے بری ہیں)

لہذا عاجز ہمیشہ بین الخوف والرجاء رہ کر دعویٰ سے دور بھاگتا ہے اور کل امور دین و دنیا میں قرآن مجید و سنت رسول اللہ کو کافی وافی سمجھ کر لیل و نہار خدا سے دعا مانگتا ہے:

اللهم الهمني رشدي و اعذني من شر نفسي (اے اللہ میرے دل میں ڈال میری بھلائی اور بچا مجھ کو شرارت نفس سے)

کسی عاجز مسلمان کا تو کیا مقدور کہ قرآن مجید کی مخالفت کا خیال بھی دل میں لائے،



یہ تو مرزا ہی کا حوصلہ ہے کہ دوسرے عاجزوں کے الہامات آیات قرآنی کو شیطانی الہامات قرار دے کر ان کی تحقیر کریں اور کبھی آیت قرآن کا خود بدولت کو مشارالیه بنا کر الٹ پلٹ مسائل مثلاً جس کو قرآن میں خیر من الف شہر کہے اس کو ظلمت کا زمانہ اور جس غیب کو خاصہ خدا بیان کرے اس کو آپ ہر پہلو سے قبضہ میں کرنا وغیرہ میں بیان کر کے علانیہ مخالفت کریں۔

﴿ مرزا صاحب نے جو بحوالہ فرمان الہی کہ جب تک انسان کا تزکیہ نفس پوری و کامل طور پر نہ ہو تب تک شیطانی الہام ہو سکتا ہے، ساتھ یہ بھی تو فرماتے کہ شیطانی الہام کی کیا علامت ہے؟ بظاہر یہی جواب ہوگا کہ وہ دھوکہ و جھوٹا ہوتا ہے اور پورا نہیں ہوتا۔ پس اگر مرزا صاحب کا اس جواب سے اتفاق ہو تو الہامات خود بدولت مذکورہ سابق کی طرف نظر کر کے توجہ فرمائیں کہ خود بدولت کے تزکیہ میں کیا نقص تھا اور کیا کسر تھی کہ ان کا یہ حال ہوا؟ یا تزکیہ سے شائد مرزا صاحب یہی مراد لیتے ہوں گے کہ بغیر کسی ریاضت و مجاہدہ کے مجرد اپنی مدح و ثنا اور تزکیہ کرنے سے تزکیہ پورا ہو جاتا ہے کیونکہ اپنی تعریف و مدح و اظہار فضیلت کو بھی تزکیہ ہی بولتے ہیں اور چونکہ مرزا صاحب احبار و رہبان میں بھی فرق نہیں جانتے اس لئے خیال آتا ہے کہ یہاں بھی آپ نے تزکیہ کو بھی ایسا ہی سمجھا ہے۔ انسان عاجز ہے کچھ غلطی ہونا نا تعجبات سے نہیں۔

﴿ مرزا نے کہا ہے: مگر پاپوں کو شیطانی وسوسہ پر بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے، جو اباً عرض ہے کہ مرزا کو مدت مدید کے بعد بھی مطلع نہیں کیا گیا۔ کئی امور کی معیادیں گذر کر عرصہ دراز منقضی ہو گیا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے سال ہا سال کے بعد ایام اصلاح میں بعض امور میں اپنے سہو و نسیان کا خود اقبال فرمایا ہے۔ عبد اللہ آتھم والی تفہیم موت پندرہ ماہ ختم ہونے کے شاید چند ساعات ہی پہلے مرزا نے شرط رجوع کی طرف رجوع فرمایا تھا۔ اگر مرزا فرماویں کہ وہ وسوسہ شیطانی نہ تھا، تاکہ ہم کو مطلع کیا جاتا، تو پھر خود ہی انصاف فرمائیں کہ وہ تفہیم موت والی جس پر مرزا صاحب اور کل جماعت قائم و جمی رہی بلکہ شرطیں لگاتے رہے، کیوں اسی طرح پوری نہ ہوئی؟ اور اخیر پر آپ کو دوسرے پہلو یعنی شرط رجوع کو پکڑ کے دفع الوقت کی خاطر ایک حیلہ بنانا پڑا۔ یہ خیال رہے کہ یہاں نفس الہام پر اعتراض نہیں بلکہ تفہیم مقررہ و مشتملہ مرزا صاحب پر ہے جس کے واسطے آپ کی جماعت زور شور سے دعائیں کرتے رہے اور پھر بھی اس کے برخلاف ہی ظہور میں آیا۔ یہاں غرض میعاد پندرہ ماہ اور مرزا صاحب کے جملہ، بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے، کے موازنہ سے ہے۔ علی ہذا القیاس، پیش گوئی دختر مرزا احمد بیگ والی کو بار ہواں سال ہے، کیونکہ

اشتہار کی تاریخ وہم جولائی ۱۸۸۸ء ہے مگر باوجود اتنے سالوں کے توقف کی بھی اب تک اس کی غلطی یا عقدہ یا پیچ پر مرزا صاحب کو اطلاع نہیں ہوئی دیگر امور بھی کئی ہیں جن کا ذکر دوسرے مواقع پر ہوا۔ پس جب یہ حال ہے تو مرزا صاحب کا یہ فرمانا کیسا ہوا کہ ان کو بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے۔

عیسیٰؑ کو شیطانی الہام ہونا اور ایسی تفسیر سے مرزا کا بدن کا پتلا



ضرورة الامام کے صفحہ ۱۳-۱۴ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

افسوس کہ بعض پادری صاحبان نے اپنی تصنیفات میں حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اس واقعہ کی تفسیر میں کہ جب ان کو ایک پہاڑی پر شیطان لے گیا، اس قدر جرأت کی ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ کوئی خارجی بات نہ تھی جس کو دنیا دیکھتی اور جس کو یہودی بھی مشاہدہ کرتے، بلکہ یہ تین مرتبہ شیطانی الہام حضرت مسیحؑ کو ہوا تھا جس کو انہوں نے قبول نہ کیا۔ مگر انجیل کی تفسیر سننے سے ہمارا تو بدن کا پتلا ہے کہ مسیحؑ اور پھر شیطانی الہام، ہاں اگر اس شیطانی گفتگو کو شیطانی الہام نہ مانیں اور یہ خیال کریں کہ درحقیقت شیطان نے مجسم ہو کر حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کی تھی تو یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیطان نے، جو پرانا سانپ ہے، فی الحقیقت اپنے تئیں جسمانی صورت میں ظاہر کیا تھا اور وجود خارجی کے ساتھ آدمی بن کر یہودیوں کے ایسے متبرک معبد کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا جس کے ارد گرد صد ہا آدمی رہتے تھے، تو ضرور تھا کہ اس کے دیکھنے کے لئے ہزاروں آدمی جمع ہو جاتے۔ بلکہ چاہیے تھا کہ حضرت مسیحؑ آواز مار کر یہودیوں کو شیطان دکھلا دیتے جس کے وجود کے کئی فرقے منکر تھے۔ اور شیطان کا دکھلا دینا حضرت مسیحؑ کا ایک نشان ٹھہرتا جس سے بہت سے آدمی ہدایت پاتے اور رومی سلطنت کے معزز عہدہ دار شیطان کو دیکھ کر اور پھر اسکو پرواز کرتے ہوئے مشاہدہ کر کے ضرور حضرت مسیحؑ کے پیرو ہو جاتے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ یہ کوئی روحانی مکالمہ تھا جس کو دوسرے لفظوں میں شیطانی الہام بھی کہہ سکتے ہیں مگر میرے خیال میں یہی آتا ہے کہ یہودیوں کی کتابوں میں بہت سے شریر انسانوں کا نام بھی شیطان رکھا گیا ہے چنانچہ اس محاورہ کے لحاظ سے مسیحؑ نے بھی ایک اپنے بزرگ حواری کو جس کو

انجیل میں اس واقعہ کی تحریر سے چند سطر ہی پہلے بہشت کی کنجیاں دی گئی تھیں، شیطان کہا ہے۔ پس یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ کوئی یہودی شیطان ٹھٹھے اور ہنسی کے طور پر حضرت مسیح کے پاس آیا ہوگا اور آپ نے جیسا کہ پطرس کا نام شیطان رکھا اس کو بھی شیطان کہہ دیا ہوگا۔ اور یہودیوں میں اس قسم کی شرارتیں بھی تھیں اور ایسے سوال کرنا یہودیوں کا خاصہ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سب قصہ ہی جھوٹ ہو عداً یا دھوکہ کھانے سے لکھ دیا ہو۔

جواب۔ جب مرزا صاحب کا غیرت ایمانی سے ایسی تفسیر سننے سے بدن کا نپتا ہے، کہ مسیح اور پھر شیطانی الہام، تو پھر تعجب ہے کہ آپ ورتوں کے ورق اسی مضمون پر مزہ لے کر نمک مرچ لگا کر اور کئی اعتراض اپنی طرف سے گھڑ کر کیوں سیاہ فرما رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں، چاہیے تھا کہ حضرت مسیح آواز مار کر یہودیوں کو شیطان دکھلا دیتے، کبھی لکھتے ہیں کہ جو فرقے شیطان کے وجود سے منکر تھے ان کو دکھلا دینا حضرت مسیح کا نشان ٹھہرتا، پھر رومی سلطنت کے معزز عہدہ دار شیطان کو پرواز کرتے ہوئے مشاہدہ کر کے حضرت مسیح کے پیرو ہو جاتے، مگر ایسا نہیں ہوا، وغیرہ۔

پس ایسی زبان درازی کرنی اور ایسے لغو و بے سرو پاقصص ایک عالی شان نبی برگزیدہ بارگاہِ رحمن کی تحقیر کے لکھنے میں سوائے خطِ رعب غیور حاصل کیا؟

مرزا صاحب کے اعتراضوں کا جواب ظاہر ہے کہ آیاتِ طلبی پر مرزا صاحب خود تو انما الآیات عند اللہ (نشانیوں اللہ ہی کے پاس ہیں) پڑھ کر الگ ہو جاتے ہیں اور دوسروں اور سیدنا مسیح پر وہی اعتراض کہ ایسا کیوں نہ کیا، ویسا کیوں نہ کیا؟

پھر یہ بھی خیال نہیں فرمایا کہ کیا سیدنا مسیح، رومی سلطنت کے عہدہ داران و یہودیوں کو کسی دنیوی غرض سے نشان دکھلانے کے لئے کسی عاشق دنیا کی طرح دن رات مریدین کی فراہمی کی فکر میں حیران تھے؟ معاذ اللہ انبیاء کا منصب ہے تبلیغ دین الہی بنظر خیر خواہی مخلوق، سواگر کوئی قبول کرے اس کی خوش قسمتی ورنہ اس کے نصیب۔ مرزا صاحب براہ مہربانی اس برگزیدہ جماعت انبیاء کی پاک مبارک اعلیٰ اولیٰ و ارفع اور خیر خواہی مخلوق الہی کے انتہائی درجہ کے حالات کا قیاس فریفتگان و دلدادگان دنیا کے حالات و خیالات پر نہ کریں کیونکہ انبیاء کی تمام ہمت و محنت و کارروائی کی علت غائی ہوتی ہے تبلیغ احکام الہی و حصول خوشنودی و رضائے رب العالمین، نہ کہ کسی دنیوی اموال و اولاد و چندوں کی اگر اہی، جن کو دنیا دار بڑا کمال اور آسمانی جلال سمجھ کر بڑا ناز و فخر کرتے

ہیں، اشتہارات شائع کرتے ہیں اور اپنی فضیلت کا نشان و مدار کار قرار دیتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں ان کے حق میں حکم موجود ہے:

أَمَّا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (بے شک تمہارے مال و اولاد فتنے ہیں)

قُلْ لَا اسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا (کہہ میں تم سے اس پر بدلہ یا اجرت نہیں مانگتا)

ایسی تفسیر سننے سے اگر آپ کا بدن کا نپتا ہے تو پھر آپ کو اس امر کے یقین ہونے کی، کہ یہ کوئی روحانی مکالمہ تھا جسکو دوسرے لفظوں میں خود ہی بدن کا پھنسا والا شیطانی الہام، کہنے کی کیا ضرورت اور حاجت تھی؟ یہ تو بظاہر وہی قدیمی عادت تو ہیں و تحقیر مسیح اور اظہار فضیلت خود بدولت معلوم ہوتی ہے کہ خود بدولت کو تو نہیں لیکن سیدنا مسیح کو شیطانی الہام ہوا تھا گوانہوں نے قبول نہ کیا مسیح کی مدح و ثنا و معجزات کا ذکر جو اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے اس پر غور فرمائیں:

وَآتَيْنَا عِيسَىٰ بَنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَا بِرُوحِ الْقُدُسِ (اور دیا ہم نے

عیسیٰ بیٹے مریم کو بیانات یعنی نشانیاں ظاہر اور تائیدی ہم نے اسکو ساتھ روح القدس کے)

اسمہ المسیح عیسیٰ بن مریم و جیہاً فی الدنیا والآخرة و من المقربین یکلّم الناس فی المهد و کھلاً و من الصّالِحین (نام اس کا مسیح، عیسیٰ بیٹا مریم کا عزت و اولاد دنیا اور آخرت میں، اور مقربوں سے ہے، باتیں کرتا لوگوں سے بچ گود کے اور بڑی عمر کے، اور ہے نیکوں میں سے)

أَمَّا الْمَسِيحُ عِيسَىٰ بَنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَكَلَّمْتَهُ الْقَاهَا لِي مَرْيَمَ وَ رُوحَ مَنَّهُ (سوائے اس کے نہیں کہ مسیح بیٹا مریم کا رسول، اللہ کا ہے، اور کلمہ اس کا ڈالا اس کو طرف مریم کے اور روح اسی کی طرف سے)

اذ قال اللّٰه يا عيسى ابن مريم اذكر نعمتي عليك وعلى والدتك اذ ايدتک بروح القدس . تکلم الناس فی المهد و کھلاً و اذ علمتک الكتاب و الحکمة و التّوراة و الانجیل (جس وقت فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ بن مریم یاد کر میری نعمت جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہے، جب میں نے تائیدی تیری ساتھ روح القدس کے۔ تو کلام کرتا تھا لوگوں سے بچ گود کے اور بڑی عمر کے اور جب سکھائی تجھ کو حکمت اور توراہ اور انجیل) و اذ تخلق من الطّین کھیئة الطّیر باذنی فتنفخ فیها فتکون طیراً باذنی و تبری الاکمه و الابرص

باذنی واذتخرج الموتی باذنی۔ واذکففت بنی اسرائیل عنک اذ
 جنثهم بالبیّنات ۔ فقال الذّین کفروا منهم ان هذا الاّ سحر مّبین
 (اور جب بناتا تھا تو مٹی سے مانند شکل جانور کے ساتھ حکم میرے کے، پس پھونکتا تھا تو بیچ اس
 کے، پس ہو جاتے تھے جانور ساتھ حکم میرے کے۔ اور تو اچھا کرتا تھا مادر زاد اندھوں کو اور
 برص والوں کو اور جب نکالتا تھا تو مردوں (اموات) کو میرے حکم سے اور جب روکا یعنی بنی
 اسرائیل کو تجھ سے جب لایا تھا تو ان کے پاس نشانیاں ظاہر پس کہا ان لوگوں نے جو منکر
 ہوئے ان میں سے، نہیں ہے یہ مگر جادو ظاہر)

گویا کہ جس طرح مرزا صاحب نے معجزات مسیح کو مسمریزم و عمل الترب کہا ہے اور ایسا
 ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے بیانات کو کافروں نے ان هذا الاّ سحر مّبین کہا۔
 اب مرزا غور فرمائیں اور دیکھیں کہ سحر مبین کہنے والوں کے اقوال میں اور آپ کے مسمریزم و عمل
 الترب کہنے میں کچھ فرق ہے؟

﴿ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۸ میں لکھا ہے:

یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح باذن و حکم الہی الیسع نبی کی
 طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے کہ الیسع کے درجہ کا ملہ سے کم رہے ہوئے تھے
 پھر مرزا صاحب نے لکھا ہے:

اگر یہ عاجز اس عمل کو قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا
 تھا کہ ان اعجوبہ نمایوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

پھر مرزا صاحب نے صفحہ ۳۱۰ پر لکھا ہے:

جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع و دفع کرنے کے
 لئے اپنی دلی و دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا ہے وہ اپنی روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر
 ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن
 و تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی
 وجہ ہے کہ حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت
 اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان
 کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔

جواباً عرض ہے کہ اس تحریر میں مرزا صاحب نے بہت زیادتی دیری اور اسلامی احکام کی مخالفت کی ہے۔ اول کہا کہ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے، اس کا کچھ ثبوت بیان نہیں کیا اور نہ کچھ ادلہ شرعیہ میں سے اس کے ثبوت میں لکھا ہے۔ اس پر کوئی دلیل بھی نہیں دی۔ یہ تو محض مرزا صاحب کا اپنا رائے و خیال ہے۔

دوم۔ سیدنا مسیح کو الیسع نبی کے درجہ کاملہ سے کم کہنے میں مرزا صاحب نے لا نفرّق بین احدٍ من رسلہ (ہم رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے) اور ارشاد رسول اللہ ﷺ فی روایۃ عن ابی سعید لا تخيروا بین الانبیاء۔ متفق علیہ و فی روایۃ ابی ہریرہ لا تفضلوا بین انبیاء اللہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ بڑھاؤ پیغمبروں کو ایک دوسرے سے، نہ فضیلت دو درمیان نبیوں اللہ تعالیٰ کے) کی صریح مخالفت کی ہے۔

سوم۔ مرزا صاحب نے خود ہی کہا کہ، باذن و حکم الہی اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔، پھر خود ہی اس اذن و حکم الہی والے عمل کو خود بدولت کا مکروہ و قابل نفرت سمجھنا بیان کیا ہے۔ چہارم۔ خود بدولت کی محض فضیلت میں اور انبیاء سے بھی قدم آگے رکھنے کے لئے لکھا ہے کہ عاجزان اعجبہ نما نیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

ازالہ اوہام صفحہ ۲ میں فرما چکے ہیں: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔، سبحان اللہ کیسا شان ہے۔

پنجم۔ برگزیدہ رسول اللہ سیدنا مسیح کو جو رحمت رحیم و کریم سے خاص ہدایت تبلیغ و تعلیم توحید کے واسطے اللہ کی طرف سے منصب نبوت پر مامور ہو کر تشریف لائے تھے ان کی نسبت کس جرأت و بے خوفی سے لکھا ہے کہ، ہدایت توحید دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ایسے کم رہے کہ قریب قریب ناکام رہے۔،

معاذ اللہ، تعجب یہ کہ خود ہی ازالہ اوہام صفحہ ۲ میں فرما چکے ہیں کہ:

مسیح ابن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا۔ مسیح صرف

اسی کام کے لئے آیا تھا کہ توریت کے احکامات شد و مد کے ساتھ ظاہر کرے۔

پس جب مسیح اپنا فرض منصبی تبلیغ احکام الہی بقول مرزا شد و مد سے کر چکے تو پھر ناکامی کے کیا معنی؟ پھر مرزا نے توہین معجزات وغیرہ میں جو کچھ لکھا ہے اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے محض

خود بدولت کا مخالفت کے باعث خیال ہی خیال ہے۔ لہذا غور فرماویں کہ آپ کے ایسے حقائق و معارف کوئی مسلمان متبع قرآن و اسلام کیونکر بلا دلیل شرعی مان کر آپ سے اتفاق کر سکتا ہے؟

﴿ نہایت افسوس یہ ہے کہ اللہ تو حضرت مسیح کو و جیہاً فی الدنیا و الآخرة و من المقربین و الصالحین رسول اللہ و کلمتہ (صاحب و جاہت دنیا و آخرت میں اور مقربین اور صالحین میں سے، رسول، اللہ تعالیٰ کا اور کلمہ اس کا) فرما کر ان کے کمالات مؤید بروح القدس معلّم الكتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل (مؤید ساتھ روح القدس کے معلم کتاب و حکمت و توراہ و انجیل کا) ہونے کے اور ان کے معجزات کے خلق میں من الطین کھیئۃ الطیر باذنہ و نفخ فیہا باذنہ۔ ابرء الاکمہ و الابرص باذنہ۔ اخرج الموتی باذنہ وغیرہ بینات کی قرآن مجید میں تعریف فرماوے، اور رسول اللہ ﷺ فرماویں:

من شهد ان لا اله الا الله و حده لا شریک له و ان محمداً عبده و رسوله و ان عیسیٰ عبد الله و رسوله و ابن امه کلمۃ القاها الی مریم و روح منه و الجنة و النار حق ادخله الله الجنة علی ما کان من العمل۔ متفق علیہ (جس نے گواہی دی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اکیلا، نہیں کوئی شریک اس کا اور یہ کہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے، اور یہ کہ عیسیٰ بندہ اور رسول اس کا، اور اس کی لونڈی کا بیٹا، اور کلمہ اس کا ہے کہ ڈالا اس کو طرف مریم کے اور روح اس کی طرف سے، اور یہ کہ جنت اور دوزخ حق ہیں، داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں اس کے عمل کے مطابق)

اور مرزا صاحب بدعویٰ اسلام ان فضائل فرمودہ خدا و رسول کی مخالفت و تحقارت کریں۔

﴿ پھر رسول اللہ ﷺ فرماویں کہ کل بنی آدم کے اجساد کو ولادت کے وقت شیطان مس کرتا ہے لیکن عیسیٰ بن مریم کے جسد کو اس نے مس نہیں کیا جیسا کہ حدیث میں فرمایا:

کلّ بنی آدم یطعن الشیطان فی جنبہ با صبعیہ حین یولد غیر عیسیٰ ابن مریم ذهب یطعن یطعن فی الحجاب۔ متفق علیہ۔

اب دیکھئے اللہ نے تو طفلی میں بھی ان کی ایسی حفاظت مس شیطان سے فرمائی اور مرزا ان کے ایسے مثیل و مشابہ بنے ہیں کہ ان کی جوانی و رشد میں ان کو شیطان کا الہام کرنا، ان کے پاس آنا، ان کو پہاڑ پر لے جانا، بے سرو پا لغو فضول و بے سند قصص کی بنیاد پر اس کے واسطے ثابت

کرتے ہیں۔ بھلا اس میں حاصل و فائدہ کیا؟ اور اسلام و مخلوق خدا کی اس میں کیا بہتری ہے؟
 ﴿ پھر مرزا صاحب کو کبھی یقین، کبھی خیال، کبھی قرین قیاس، کبھی احتمال، تھا، اور بدن کا
 کانپنا، لوگوں کو خوش کرنے کو۔ علاوہ براں تو پھر ان بے بنیاد احتمالات خیالات و قیاسات پر اس
 بے بنیاد قصہ پر طول طویل بحث کرنی اور اوراق لکھ کر تضحیٰ اوقات کرنے کی کیا ضرورت؟ مومن
 کی تو ہر گز شان نہیں کہ فضول اور لغو بے بنیاد امر میں مصروف ہو خصوصاً جس سے انبیاء و اصحاب
 انبیاء کی توہین و تحقیر کا خواہ مخواہ مرتکب ہو کر مجرم بنے۔

موجودہ اناجیل مسیح کی اناجیل نہیں

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۴ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:
 کیونکہ یہ انجیلیں حضرت مسیح کی انجیلیں نہیں ہیں اور نہ ان کی تصدیق شدہ ہیں بلکہ
 حواریوں نے یا کسی اور نے اپنے خیال اور عقل کے موافق لکھا ہے اسی وجہ سے ان میں
 باہمی اختلاف ہے لہذا کہہ سکتے ہیں کہ ان خیالات میں لکھنے والوں سے غلطی ہوگئی۔
 جواب۔ جب یہ خیال ہے کہ نہ انجیلیں اصلی، نہ تصدیق شدہ اور پھر اختلاف سے پر،
 تو پھر ان کی شہادت پر ایسے بے سرو پا قصص لکھ کر بلکہ بدعویٰ مسلمانی اپنی طرف سے نئے نئے
 اعتراض تراش کر ایک عالی شان نبی اور اس کے اصحاب کے حق میں برا بھلا کہہ کر خلاف قرآن
 مجید و حدیث شریف توہین و تحقیر کرنی مرزا صاحب جیسے صاحب علم و فضل و حقائق و معارف
 مسیحیت مجددیت مہدویت امام الزمانی بلکہ بعض انبیاء سے افضلیت کے دعویدار کا ہی کام ہے۔

انجیل نویسوں کی غلطی کہ مسیح صلیب پر فوت ہوئے

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۵ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:
 جیسا کہ یہ غلطی ہوئی کہ انجیل نویسوں میں سے بعض نے گمان کیا کہ گویا حضرت مسیح
 صلیب پر فوت ہو گئے ہیں۔

جواب۔ خود بدولت مرزا قادیانی بھی ان کی حیات کے کب قائل ہیں؟ آپ بھی تو

ان کی موت اور ان کی قبر کی کھوج لگانے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ان کی صلیب و قتل کی صریح نفی کر کے فرماتا ہے:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَّبُوهُ وَلَٰكِن شَبَّه لَهُمُ وَإِنَّ الَّذِينَ اٰخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اَتَّبَاعُ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ ہرگز اس کو قتل نہیں کیا اور نہ صلیب پر مارا لیکن ایک شبیہ ان کو ملا اور جو اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں اس کا کچھ علم ان کو نہیں صرف ظن کا اتباع کرتے ہیں اور ان کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اٹھالیا اپنی طرف اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

عزیزاً حکیماً کا ارشاد ظاہر معلوم ہوتا کہ اس لئے فرمایا کہ مرزا صاحب وغیرہ جیسے لوگ فلسفیانہ مذاق سے اور ان کے رفع اللہ الیہ میں اپنے من گھڑت و تراشیدہ خیالات سے حیل و حجت اور چون و چرا کرتے وقت اس ارشاد خداوندی کی عظمت کا خیال کر کے ایسے توہمات و اہیات سے باز رہیں لیکن باوجود اس صریح آیت شریفہ کے مرزا صاحب پھر بھی ان کو خواہ مخواہ صلیب پر چڑھا کر ان کے زخموں کی مرہم کے نسخے مشتہر فرما رہے ہیں اور مہربانی سے اس قدر کہتے ہیں کہ، صلیب پر فوت نہیں ہوئے لیکن زخمی ہوئے اور بعد میں فوت ہوئے، گویا صلیب پر چڑھانے میں تو مرزا صاحب اور انجیل نویس متفق ہیں، فرق اس قدر ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صلیب پر فوت ہو گئے اور آپ کہتے ہیں کہ صلیب پر زخمی ہوئے اور بعد میں فوت ہوئے۔ گویا فوت ہونے میں بھی اتفاق ہے، پھر مرزا صاحب ان پر اس خفیف سے اختلاف پر اعتراض کیوں کرتے ہیں؟

﴿ مرزا صاحب سیدنا مسیح کا صلیب پر میخوں سے زخمی ہونا بیان کر کے اس کے ثبوت میں مرہم عیسیٰ کا نسخہ جو پیش کرتے ہیں اس سے تعجب ہوتا ہے کہ باوجود دعویٰ اسلام آپ قرآن کی آیات کو کس اعتقاد و نظر سے دیکھتے ہیں؟ کیا مرزا یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر مسیح یہود یوں کے قابو میں آ کر صلیب پر چڑھائے گئے تو قرآن کی آیات و اذ کففت بنی اسرائیل عنک (اور جب کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تم پر دست اندازی کرنے سے روکا)۔ اذ ایّد تک بروح القدس (جب ہم نے روح القدس سے تیری مدد کی) کے کیا معنی ہوئے اور کیسا ظہور ہوا؟ کیونکہ اذ کففت صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہود کا کسی طرح کا قابو ہوا تھا آپ پر نہیں پڑا۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کو وہ قادر قدیر خود بند کرے اور رو کے تو اس کے مقابل عاجز مخلوق کی کیا مجال کہ اس کو کھول کر دست درازی سے کسی قسم

کا ضرر پہنچا سکے چنانچہ موضع القرآن میں شاہ عبدالقادرؒ نے بھی اس آیت کے یہی معنی لکھے ہیں: بنی اسرائیل کو روکا تجھ سے یعنی قتل کرنے نہ دیا، اور ایسا ہی آید تک بروح القدس کی تائید بھی اسی امر پر دال ہے ورنہ تائید و نزول روح القدس تو جملہ انبیاء پر ہوتا ہی رہا ہے اس جگہ خصوصیت سے ارشاد و اظہار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر اگر میخوں سے زخمی بھی ہو گئے تو ارشاد و مطہر ك من الذین كفروا (اور پاک کر نیوالا ہوں تم کو کافروں سے) کا کیا ظہور ہوا؟ کیونکہ طہارت ایمانی و اعتقادِ دی تو عام مومنوں کو بھی دوسرے کفار سے حاصل ہے۔ اسی طرح آیت و السلام علیٰ یوم و لدت و یوم اموت و یوم ابعت حیاً (اور مجھ پر اللہ کی امان جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مرونگا اور جس دن میں زندہ اٹھا کر کھڑا کیا جاؤنگا) دلالت کرتی ہے کہ ان کو زخم میخوں صلیبی موت وغیرہ کی ایذاء سے بفضلہ تعالیٰ بالکل سلامتی رہی ہے۔ پس ان آیات سے صاف ثابت و ظاہر ہے کہ بد بخت یہودیوں نے مسیح کی ایذا رسانی تو بین تحقیر کی کوشش تو بہت کی لیکن اللہ قادر مطلق حافظ و ناصر نے کفار کے منصوبے و تدابیر کو بند و ناکام کر کے یہود کی دست برد سے مسیح کو پاک صاف بچا کرتا سید فرما کر باطن و امان اپنی طرف اٹھالیا جیسا کہ قدیمی اسلامی اعتقاد و مسئلہ ہے اور مرزا صاحب کا اس کے مخالف بیان کرنا صریحاً بے دلیل و خود غرضی اور بے وقوفی کلام الہی ہے جس سے اللہ ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین۔ ان آیات کی تفسیر میں مفسروں نے اور بھی بہت کچھ لکھا ہے لیکن جو معنی یہاں لئے ہیں وہ بھی معتمد و معتبر تفسیر میں موجود ہیں۔

حواریوں کی غلطیاں، حالات ناقصہ، موٹی عقل



ضرورت الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ایسی غلطیاں حواریوں کی سرشت میں تھیں کیونکہ انجیل ہمیں خبر دیتی ہے کہ ان کی عقل باریک نہ تھی ان کے حالات ناقصہ کی خود مسیح گواہی دیتے ہیں کہ وہ فہم اور درایت کی قوت میں بھی کمزور تھے۔

جواب۔ بقول مرزا جب انجیل اصلی نہیں اور نہ تصدیق شدہ اور اختلافات علاوہ ہراں، پھر اس کی شہادت پر اعتبار کرنا اور اس کو مسیح کی گواہی قرار دینا کس فہم و فراست و درایت کا کام ہے اور پھر ایسے مومنین اصحاب مسیح کے حق میں جن کی نسبت قرآن کی شہادت من انصاری الی اللہ (کوئی ہے جو اللہ طرف سے ہو کر میری مدد کرے) فرمانے پر ان مومنین نے کہا:

قال الحواریون نحن انصار اللّٰه آ منا باللّٰه و اشهد بانّا مسلمون
 - ربّنا آ منا بما انزلت و اتّبعنا الرّسول فاكتبنا مع الشّاهدين
 (حواریوں نے جواب دیا کہ اللہ کے طرف دار ہم ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ
 رہیں کہ ہم تابعدار ہیں۔ اے رب ہمارے ایمان لائے ہم ساتھ اس کے جو اتارا تو نے اور
 تابعداری کی ہم نے رسول کی۔ پس تو ہم کو ان کے تصدیق کرنے والوں میں لکھ رکھ)

اب دیکھئے اللہ جل شانہ تو ان بزرگوں کی کیسی تعریف فرماتا ہے اور مرزا صاحب ان
 کی کیسے کیسے الفاظ میں دلیرانہ توہین و تحقیر کرتے اور برا بھلا کہتے ہیں، توجہ وغور فرمائیں۔ کیا یہ ہی
 مرزا صاحب کے فضل و کمال و حقائق و معارف کا نتیجہ ہے؟

پاکوں کے دل میں شیطانی خیال مستحکم نہ ہونا

ضرورة الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

بہر حال یہ سچ ہے کہ پاکوں کے دل میں شیطانی خیال مستحکم نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی تیرتا
 ہوا سرسری وسوسہ ان کے دل کے نزدیک آ ہی جائے تو جلد تر وہ شیطانی خیال دور اور
 دفع کیا جاتا ہے اور ان کے پاک دامن پر کوئی داغ نہیں لگتا۔

جواب - سچ ہے پاکوں کا تو ایسا ہی حال ہے لیکن مرزا صاحب خود بدولت کی طرف
 خیال فرمائیں کہ سال ہا سال تک غلطیوں کی خبر ہی نہیں ہوتی جیسا خود ایام الصلح میں اقبال فرمایا ہے
 جس کا دوسری جگہ ذکر ہوا ہے۔

شیطان کا مسیح کے دل میں وسوسہ ڈالنے کا ارادہ کرنا

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور ممکن ہے کہ شیطان لعین نے حضرت مسیح کے دل میں اس قسم کے خفیف وسوسہ ڈالنے
 کا ارادہ کیا ہو اور انہوں نے قوت نبوت سے اس وسوسہ کو دفع کر دیا ہو، اور ہمیں یہ کہنا
 اس مجبوری سے پڑا ہے کہ یہ قصہ صرف انجیلوں میں ہی نہیں بلکہ ہماری احادیث صحیحہ

میں بھی ہے... (جیسا کہ لکھا ہے) شیطان، عیسیٰ کے پاس آیا اور کہا کیا تو گمان نہیں کرتا کہ تو سچا ہے۔ اس نے کہا کیوں نہیں۔ شیطان نے کہا اگر یہ سچ ہے تو اس پہاڑ پر چڑھ جا اور پھر اس پر سے اپنے تئیں نیچے گرا دے۔ حضرت عیسیٰ نے کہا تجھ پر واویلا ہو، کیا تو نہیں جانتا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اپنی موت کے ساتھ میرا امتحان نہ کر کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

جواب - مرزا صاحب ایسے صاحب حوصلہ ہیں کہ باوجود ایسے قصص سے بدن کا پھینکے بھی اس مضمون سے سیر نہیں ہوتے اور بس نہیں کرتے۔ طرح طرح کے خیالات و جزئیات نکال کر شوق سے لکھتے چلے جاتے ہیں اور ماخذ وہی کتب جو اصلی نہیں اور آپ کو ان پر اعتماد بھی نہیں۔ بہر حال عاجز کو ان بے ثبوت قصص سے کچھ تعلق نہیں.. اس تمام ادھیڑ بن و جانکاہی سے مقصد تو مرزا صاحب کا صرف اظہار فضیلت خود ہے اور وہ بھی عادت کے سبب اور محض توہین و تحقیر حضرت مسیح کے لئے جو کسی مومن کے شایان حال نہیں لہذا یہ سب کچھ مرزا صاحب ہی کا حصہ سمجھ کر عاجز تو توہین و تحقیر انبیاء و اصحاب انبیاء کو گناہ جانتا ہے اور ارشاد و من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیه پر کار بند ہونا سعادت -

﴿ مجبوری سے کہنے کے کیا معنی، - معاذ اللہ کسی نے مرزا صاحب کو دھمکایا یا جبراً حکم دیا ہے کہ آپ حضرت مسیح اور ان کے اصحاب پر طرح طرح کے اعتراض کر کے ان سب کی توہین و تحقیر کریں؟ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ یہ تو بظاہر مرزا صاحب کا نفس اور وہی وسوسہ ڈالنے والا آپ کو مجبور کرتا ہے جس کے مغالطہ پر آپ کو نظر و توجہ نہیں۔

﴿ فن حدیث میں بھی مرزا صاحب کی دسترس اور مہارت و کمال کا حد و حساب نہیں۔ چنانچہ آپ نے جو حدیث صحیح کر کے لکھی ہے وہ صرف قول ابو ہریرہؓ کا ہے اور انہی تک موقوف ہے اوپر جناب رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچتا۔ اسی کو حدیث صحیح کہہ دیا ہے گویا معلوم ہی نہیں کہ صحیح، حسن، منقطع، مرسل، موقوف کس کو کہتے ہیں۔ پھر راویوں میں آپ ہمیشہ عینہ کو عینہ ہی فرماتے اور لکھتے بھی ایسا ہی ہیں چنانچہ اس روایت بھی ویسا ہی لکھا ہے۔ یہ مرزا صاحب کا فضل و کمال ہے۔

نزول جبریل

ضرورت الامام کے صفحہ ۱۶ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اب ظاہر ہے کہ شیطان ایسی طرز سے آیا ہوگا جیسا کہ جبریل، پیغمبروں کے پاس آتا ہوگا کیونکہ جبریل ایسا تو نہیں آتا جیسا انسان کسی گاڑی میں بیٹھ کر یا کسی کرایہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور پگڑی باندھ کر اور چادر اوڑھ کر آتا ہو، بلکہ اس کا آنا عالم ثانی کے رنگ میں ہوتا ہے۔

جواب - یہ تو ہرگز قرین قیاس نہیں کہ ایک مردود ذلیل لعین جس کو تکبر نافرمانی و انا خیر منہ پر بارگاہ عالی جناب سے و انّ علیک لعنتی الی یوم الدّین (اور روز جزا تک تجھ پر میری پھنکار) کا عتاب ہو، اور دوسرا جو مقبول اور معزز اور موصوف باوصاف و مخاطب بخطاب رسول کریم ذی قوّۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثمّ امین (پیغام پہنچانے والا، بزرگ قوت والا نزدیک صاحب عرش کے مرتبہ والا، کہا مانا گیا اس جگہ باامانت) ہو، پھر ان دونوں کا آنا ایک جیسا ہو، ظاہر ہے کہ یہاں بھی ایک منکبر، اکثر باز مختال فخور (تکبر اور فخر کر نیوالا) کی رفتار و آنا اور ایک غریب مسکین ارشاد و عباد الرحمن الذّین یمشون علی الارض ہوناً و اذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاماً (اور بندے رحمان کے وہ ہیں کہ چلتے ہیں اوپر زمین کے آہستہ اور جس وقت بات کرتے ہیں ان سے جاہل تو کہتے ہیں کہ سلام ہے) کو بسرو چشم قبول کر کے اس پر عمل کرنے والے کی رفتار و آنا کب یکساں ہوتا ہے؟ فکر و غور فرمائیں کہ آپ کے منہ سے اب کیسی باتیں نکلتی شروع ہو گئی ہیں اور ان کا کیا سبب ہے۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں، کہ جبریل انسان کی طرح گاڑی میں بیٹھ کر یا کسی کرایہ کے گھوڑے پر پگڑی باندھ کر اور چادر اوڑھ کر نہیں آتا۔ انتھی۔ لیکن سیدنا عمرؓ و ابو ہریرہؓ تو فرماتے ہیں کہ جبریل نہایت سفید لباس میں اور بہت سیاہ بالوں والے جن پر سفر کا اثر نہ تھا، اور ہم میں سے کوئی اور پہنچا نہ تھا، ہمارے سامنے آ کر رسول اللہ ﷺ کے زانو بزانو بیٹھ گئے اور باتیں کرتے رہے اور ہم تعجب کرتے رہے جیسا کہ بخاری مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں کتاب الایمان میں ہے:

عن عمر بن الخطاب قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ ذات یوم اذ طلع علینا رجل شد ید بیاض الثّیاب شد ید سواد الشّعر لا یری علیہ اثر السّفرو لا یعرفہ منا احد حتّٰی جلس الی النّبیّ ﷺ فاسند رکبّتیہ الی رکبّتیہ و وضع کفّیہ علی فخذیہ و قال یا محمد

اخبرنى عن الاسلام۔ قال الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله وتقيم الصلوة وتؤتى الزكوة وتصوم رمضان وتحج البيت ان استطعت اليه سبيلاً۔ قال صدقت۔ فعجبنا يسأله و يصدقه۔ قال فاخبرنى عن الايمان۔ قال ان تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسوله و اليوم الآخر و تؤمن بالقدر خيره وشره۔ قال صدقت۔ قال فاخبرنى عن الاحسان۔ قال ان تعبد الله كأنك تراه فان لم تكن تراه فإنه يراك۔ قال فاخبرنى عن السآة۔ قال ما المسئول عنها باعلم من السائل۔ قال فاخبرنى عن اماراتها۔ قال ان تلذ الامة ربها وان ترى الحفاة العراة .. رعاء الشاء يتطاولون فى البنيان۔ قال ثم انطلق فلبثت ملياً ثم قال لى يا عمر اتدرى من .. السائل قلت الله ورسوله اعلم۔ قال فإنه جبرائيل اتاكم يعلمكم دينكم۔ (روایت ہے عمرؓ سے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ ظاہر ہوا ہم پر ایک شخص نہایت سفید کپڑوں اور سیاہ بالوں والا جس پر سفر کا اثر نہ معلوم ہوتا تھا اور نہ اس کو ہم سے کوئی پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ بیٹھ گیا حضرت رسول کریم کے پاس زانو بزانو اور رکھا اپنی ہتھیلیوں کو اس کی رانوں پر اور فرمایا اے محمد ﷺ مجھے بتاؤ اسلام کیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد، اللہ کا رسول ہے۔ اور قائم رکھے نماز اور دے زکوٰۃ اور روزے رکھے رمضان کے اور حج کرے اللہ کے گھر کا اگر زادراہ کی طاقت ہو۔ سائل نے کہا کہ آپ نے سچ کہا۔ پس تعجب ہوا ہم کو اس کے پوچھنے اور تصدیق کرنے پر۔ پھر کہا ایمان کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تو مانے اللہ کو اس کے فرشتوں کو اس کی کتابوں کو اس کے رسولوں کو، آخرت کے دن کو۔ اور ایمان لاوے تو ساتھ قدر خیر اور شر کے۔ سائل نے کہا کہ آپ نے سچ کہا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہ کہ تو عبادت کرے اللہ کی گویا تو اس کو دیکھتا ہے۔ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا پس تحقیق وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ پھر سائل نے کہا کہ مجھے خبر دیں قیامت کی۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ اس کی نشانیاں بتاؤ۔ فرمایا نبی ﷺ نے کہ لوٹڈی اپنے مالک کو جنے گی اور یہ کہ دیکھے تو برہنہ پا اور

ننگے بدن والوں بھوکوں بکریاں چرانے والوں کو بڑائی کرنے والے۔ پھر سائل چلا گیا۔
تھوڑی دیر گذری تو نبی ﷺ نے فرمایا، اے عمرؓ کیا تجھے معلوم ہے کہ سائل کون تھا؟ میں نے
کہا اللہ اور اس کا رسول کا بہت جانتا ہے۔ فرمایا کہ یہ جبریل تھا۔ اسلئے تمہارے پاس آیا تا کہ
سکھلاوے تمہیں دین تمہارا)

پھر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کبھی فرشتہ بشکل انسان متمثل ہو کر مجھ سے کلام
کرتا ہے جیسا اس حدیث میں ہے:

عن عائشة ان الحارث بن هشام سأل رسول الله كيف يأتيك
الوحي. فقال رسول الله ﷺ احياناً يأتيني مثل صلصلة الجرس
وهو أشده عليّ فيفصم عني وقد وعيت عنه ما قال و احياناً
يتمثل لي الملك رجلاً فيكلمني فأعي ما يقول. قالت عائشة
ولقد رأيتُه ينزل عليه الوحي في اليوم الشديد البرد فيفصم عنه
وان جبينه ليتفصد عرقاً متفق عليه. (بخاری: ۲)

پھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ یوم احد ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ
کے دائیں بائیں دو آدمی جن پر سفید لباس تھا سخت جنگ میں مصروف تھے کہ ہم نے پہلے اور بعد ان
کو نہیں دیکھا۔ یعنی جبریل و میکائیل۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

عن سعد بن ابى وقاص قال رأيت عن يمين رسول الله ﷺ و عن
شماله يوم احد رجلين عليهما ثياب بيض يقا تلان كاشد القتال
ما رأيتهما قبل ولا بعد يعنى جبريل و ميكائيل. متفق عليه. (میں
نے رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں احد کے روز دیکھے دو شخص جن پر سفید پوشک تھی سخت
لڑائی کرتے ہوئے۔ میں نے ان کو پہلے اور بعد میں نہیں دیکھا۔ یعنی جبریل و میکائیل)

و عن ابن عباس قال بينما جبريل قاعد عند النبي ﷺ سمع
تقيضاً من فوقه فرفع رأسه فقال هذا باب من السماء فتح اليوم
لا يفتح قط إلا اليوم فنزل منه ملك فقال هذا ملك نزل الي
الارض لم ينزل قط إلا اليوم فسلم فقال ابشر بنورين او تيتهما
لم يوتهما نبى قبلك فاتحه الكتاب و خواتيم سورة البقره لن

تقرأ حرف منهما إلا اعطيته (ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہمارے روبرو جبریل بیٹھے تھے نبی ﷺ کے پاس، اوپر سے آواز آئی۔ پس اس نے سر اٹھایا اور کہا کہ یہ دروازہ آسمانوں میں سے آج کھولا گیا ہے، آج کے سوا ہرگز نہیں کھلا۔ پس اترا اس میں سے ایک فرشتہ۔ فرمایا کہ وہ فرشتہ اترا ہے طرف زمین کے کہ کبھی نہیں اترا سوائے آج کے۔ سلام کہا فرشتہ نے اور کہا میں خوش خبری دیتا ہوں دو نوروں کی جو آپ کو دیئے گئے، کسی نبی کو پہلے نہیں ملے، اور وہ سورۃ فاتحہ اور خاتمہ سورۃ بقرہ ہیں۔ نہیں پڑھا جاتا کوئی حرف ان میں سے مگر کہ عطا ہوتا ہے)

﴿ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کرایہ کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوتا، اس سے امید ہوتی ہے کہ آپ کو کرایہ کے گھوڑے سے انکار ہے ان کے اصلی اپنے گھوڑے سے انکار نہیں۔ بہر حال اس کی نسبت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبریل ہیں اپنے گھوڑے کی عنان تھامے ہوئے معہ سامان حرب کے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

ان النَّبِيِّ ﷺ قال يوم بدر هذا جبريل اخذ براس فرسه عليه اداة الحرب، رواه البخاري (نبی ﷺ نے بدر کے دن فرمایا یہ جبریل ہے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اور اس پر لڑائی کا سامان ہے)

مرزا صاحب اب غور فرمائیں کہ آپ اب بھی جبریل کا گھوڑے پر آنا قبول کرتے اور مانتے ہیں یا نہیں؟ یا اب بھی فرماتے رہیں گے کہ جبریل کا ہیڈ کوارٹر آفتاب ہی ہے۔

﴿ سابقاً جو حدیث شریف ذکر ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاخذني فغطني (ای ضغطني وضمنی و عصرنی) یعنی معانقہ میں گلے اور چھاتی سے لگا کر زور سے گھونٹا اور بھینچا، جس سے آپ ﷺ فرماتے ہیں حتی بلغ مني الجهد تو کیا اس وقت آفتاب بھی جبریل کے ساتھ ہی غار حرا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا؟ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ یہ بھی ضرور بیان فرماتے جیسا کہ اور کل حال مفصل بیان فرمایا ہے۔ اور پھر قرب آفتاب سے گرمی و حرارت کے سبب اس خطہ کا جو اول ہی بہت گرم ہے کیا حال ہوتا؟

﴿ ایسا ہی اور بھی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام نے نزول ملک پشم خود دیکھا جیسا کہ حدیث میں ہے عن ابن عباس انی رأی جبریل مرتین۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے جبریل کو دو مرتبہ دیکھا ہے اور آوازیں سنیں اور جبریل کے سوط اور گھوڑے کی آواز سنی چنانچہ جبریل کا اپنے گھوڑے کو اقدم حیزوم کہتے سنا۔ حیزوم، جبریل کے گھوڑے کا نام ہے۔

صحابہ و دیگر بزرگان عظام سے جو جلیل الشان تھے ایسا مروی ہونا کیا تعجب ہے جب عاجز ناچیز پیچ میرز جسے نالایق نے بھی عالم رویا میں دو دفعہ اس کو بصورت انسان مختلف ہیئت میں ایک دفعہ آسمان سے نازل ہوتے اور ایک دفعہ باہر سے آکر اپنے گھر میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔ اب غور فرماویں کہ غریب مسلمان قبیح قرآن مجید، مرزا کی بات مخالف و مقابل ارشاد رسول اللہ ﷺ و صحابہ کرام جو چشم دید واقعہ اور اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کیوں کر سنیں اور قبول کریں۔

﴿ مسلمانوں کو اپنے دینی احکامات و ہدایات جن کو وہ بموجب ارشاد الیوم اکملت لکم دینکم و رضیت لکم الاسلام دیناً کے کامل مکمل سمجھتے اور یقین کرتے ہیں ان کی ترمیم و تنسیخ اور ان میں کسی کسی کی طرح کی بھی مداخلت قیامت تک بھی ان کو گوارا نہیں اور نہ وہ انشاء اللہ کبھی سنیں گے۔ سرسید بہ بالقابہ نے اگرچہ خیر خواہی و خدمت کی جب کہ ڈاکٹر ہنٹر بالقابہ کی کتاب انڈین مسلم لکھنے پر مسلمانوں خصوصاً اہل حدیث پر پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو سرسید نے سید سپر ہو کر ایک کتاب لکھی جس میں ڈاکٹر ہنٹر کی اغلاط و غلط فہمی مفصل بیان کر کے ولایت میں پیش کی تو اس پر فوراً پکڑ دھکڑ اور سوء ظنی نسبت مسلمین موقوف ہو گئی، باوجود اس خدمت و خیر خواہی کے بھی جب سرسید نے اسلامی مسائل میں کچھ مداخلت کر کے خلاف متقدمین تفسیر و غیرہ تحریر کی تو دیکھئے مسلمان کس قدر فروختہ ہو کر ان کے مخالف ہوئے اور ان کی تفسیر پر کس قدر رد لکھے۔ لیکن سرسید نے مرزا صاحب کی طرح کبھی مخالفوں مسلمانوں کو برا بھلا سخت ست نہیں کہا اور خود بدولت سے سرسید جیسی خدمت تو کہاں بلکہ ان تمام مسلمانوں کو آئے دن اپنی طرف سے خونی مہدی، خونی مسیح کا منتظر ٹھہرا کر اور صرف خود بدولت و جماعت چند مریدین کو خیر خواہ سرکار قرار دے کر دوسرے تمام مسلمانوں کو جو آپ کے دعویٰ قبول نہیں کرتے ان کو پکڑوانے اور سزا دلوانے کے لئے درخواستیں بھیجتے رہتے ہیں، سو خدا نخواستہ سرکار دور اندیش معاملہ فہم وزیرک اور لوگوں کے ذاتی خود غرضانہ مقاصد سے واقف نہ ہو تو مرزا صاحب کے کہنے اور واویلا پر تمام مسلمانوں روئے زمین کو پھانسی دے کر برباد کر دے اور جو مرزا صاحب کی مسیحائی پر ایمان نہ لاوے اس کے لئے قانون سزا مقرر کر دے۔ تب مرزا صاحب راضی ہوں۔ پس جب مرزا صاحب کی خیر خواہی مسلمانان کی نسبت یہ ہے تو پھر مسلمانان مرزا صاحب کی ترمیم و تنسیخ و بے جا مداخلت دینی ہدایات و احکامات کو کیوں اور کب سننے لگے: ایں خیال است و مجال است و جنون

مرزا صاحب اس خیال میں نہ رہیں کہ مسلمان ہمارا مجرد دعویٰ زبانی خادم اسلام ہونے کا

سن کر ہماری بات مان لیں گے اور فریفتہ ہو جائیں گے ایسا ہرگز نہیں ہوگا انشاء اللہ۔ آپ ناحق تکلیف اٹھاتے پھرتے ہیں بہتر ہے ترمیم و تمشیح مسائل سے باز آئیں۔

﴿ سب کو معلوم ہے کہ ہدایات ہادی اسلام و فرمان رسول ﷺ جیسا نہیں ہیں، صاف صاف کھلے کھلے موافق محاورہ بول چال اور مروجہ عوام الناس کے ہیں تاکہ عام مخلوق الہی اس کو سمجھ کر دینی فائدہ اٹھائیں اور ہدایت پائیں پھر ان صریح دینی احکامات و ہدایات میں خواہ مخواہ اپنے حقائق و معارف کی ٹانگ اڑا کر دینی فضیلت اور علم جتلا کر مخلوق الہی خصوصاً غریب مسلمانوں کو ان کے پرانے مسلمہ و مقبولہ اعتقادات و خیالات سے اکھاڑنے اور اپنے نوتر ایشیہ خیالات کی طرف پھیرنے کی کوشش سے حیران و متردد و متفکر کرنے کی کیا ضرورت و کیا حاجت ہے؟

ظہور و وساوس شیطانی

ضرورتاً الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

پھر شیطان جو کم تر و ذلیل تر ہے کیونکر انسانی طور پر کھلے کھلے آسکتا ہے۔

جواب۔ اگر شیطان ایسا کمتر و ذلیل تر ہے تو مرزا اس کے آنے کو ایک عالی معزز بارگاہ

رحمان جبریل کے آنے کے ساتھ ہم پلہ مساوی و مشابہ کیوں کر اور کس دلیل سے کہتے ہیں؟

﴿ پھر صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ

ﷺ نے حفظ زکوٰۃ رمضان یعنی صدقہ فطر پر مقرر فرمایا تو ایک دن کوئی آکر اس طعام سے مٹھی

بھرنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ تک لے چلوں گا۔ وہ کہنے لگا میں

محتاج عیال دار ہوں اور سخت حاجت مند ہوں۔ اس پر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ مجھ کو نبی ﷺ نے

فرمایا ابو ہریرہؓ گذشتہ شب والا اسیر کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے حاجت شدید

اور عیال داری کی شکایت کی، میں نے اس پر رحم کر کے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے تجھ کو

جھوٹ کہا وہ پھر آئے گا۔ میں منتظر رہا وہ پھر آیا اور طعام سے مٹھی بھر رہا تھا کہ میں نے اس کو پکڑ کر

رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے کو کہا، تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں محتاج عیال دار ہوں پھر نہیں

آؤنگا۔ پھر میں نے رحم کر کے چھوڑ دیا۔ پھر صبح اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرما کر وہی

فرمایا۔ پھر میں منتظر تھا کہ وہ آئے گا۔ پھر وہ آکر طعام لینے لگا۔ پھر میں نے اس کو پکڑ کر رسول اللہ

ﷺ تک پہنچانے کا کہا، تو اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تم کو کلمات بتاتا ہوں اللہ ان سے تجھ کو نفع دے گا۔ جب تم اپنے بستر پر سونے لگو تو آیت الکرسی پڑھو، ہمیشہ اللہ کی طرف سے تم پر حفاظت ہو گی اور شیطان تمہارے نزدیک نہیں آئے گا حتیٰ کہ فجر ہو۔ پھر میں نے اس کو جانے دیا۔ صبح کو پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ویسا ہی دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھے کلمات سکھائے جن سے اللہ مجھے نفع دیوے۔ فرمایا اس نے سچ کہا اگرچہ وہ جھوٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ یہ تین رات باتیں کرنے والا کون تھا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا یہ شیطان تھا۔

﴿ پیران پیر سید عبد القادر جیلانی فتوح الغیب میں فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا اور میں نے اس کے قتل کا قصد کیا۔ اس نے کہا مجھے کیوں مارتے ہو میرا کیا گناہ ہے؟ اگر اللہ کی تقدیر میں بدی ہے تو میں اس کو تغیر کر کے نیکی نہیں کر سکتا، اور اگر تقدیر میں خیر ہے تو میری قدرت نہیں کہ اس کو شر کر سکوں، اور کیا شے میرے ہاتھ میں ہے؟

پیر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو نرم کلام، چند بال زخندان پر، حقیر صورت، زشت رو دیکھا گویا کہ تبسم کرتا تھا، میرے سامنے شرم گیس و ترسناک۔ اور یہ شب دوازہم شہر ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ کا واقع ہے۔

اب دیکھئے کھلے کھلے طور پر ابو ہریرہؓ کے پاس شیطان آیا یا نہ آیا؟ مرزا صاحب کو ان امور کے بدلانے اور ان میں اپنے حقائق و معارف ظاہر کرنے میں فائدہ کیا؟

﴿ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اس تحقیق سے بہر حال اس بات کو ماننا پڑتا ہے جو ڈر پیر نے بیان کی ہے لیکن یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے قوت نبوت اور نور حقیقت کے ساتھ شیطانی القاء کو ہرگز ہرگز نزدیک آنے نہیں دیا اور اس کے ذب اور دفع میں فوراً مشغول ہو گئے۔

جواب۔ یہ تحقیق ہی کیا ہے؟ خواہ نخواہ بے ضرورت مخالف ہدایات شارح ﷺ و بے دلیل دعویٰ و باتیں۔ مرزا صاحب کا اختیار ہے کہ ڈر پیر کا بیان مانیں یا بریڈلا، یا کسی اور جنٹل مین غیر مسلموں کا۔ مسلمانوں کو اپنے گھر میں وہ سلسلہ تحقیق و تدقیق قائم اور ایسا سامان دینی امور کی صداقت و حفاظت کا مہیا اور موجود ہے جو کسی غیر مذہب کو نصیب بھی نہیں ہوا، تو ان کو کسی دوسرے کے بیان سننے یا ماننے کی نہ کبھی ضرورت و حاجت ہوئی اور نہ ہوگی۔ مرزا صاحب کا یہ کہنا بھی غنیمت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے شیطانی القاء کو نزدیک نہیں آنے دیا۔

نورانی لوگوں کا شیطانی تسلط سے مستثنیٰ ہونا



ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۶-۱۷ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

جس طرح نور کے مقابل ظلمت نہیں ٹھہر سکتی اسی طرح شیطان اس کے مقابل ٹھہر نہیں سکا اور بھاگ گیا۔ یہ ہی ان عبادی لیس لک علیہم سلطان کے صحیح معنی ہیں کیونکہ شیطان کا سلطان یعنی تسلط درحقیقت ان پر ہے جو شیطانی وسوسہ اور الہام کو قبول کر لیتے ہیں لیکن جو لوگ دور سے نور کے تیر سے شیطان کو مجروح کرتے ہیں وہ کچھ بکے جائے اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ شیطانی تسلط سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر ضروری ہے کہ ملکوت السموات والارض دیکھنے میں مخلوقات کے مشاہدہ کا دائرہ پورا کرنے کے لئے وہ اس عجیب الخلق وجود کا چہرہ دیکھ لیں اور کلام سن لیں جس کا نام شیطان ہے اس سے ان کے دامن تترہ اور عصمت کو کوئی داغ نہیں لگتا۔

کیا بادشاہوں کے حضور کبھی بد معاش کلام نہیں کرتے؟ سو ایسا ہی روحانی طور سے شیطان نے یسوع کے دل میں اپنا کلام ڈالا۔ یسوع نے اس شیطانی الہام کو قبول نہ کیا، بلکہ رد کیا، سو یہ قابل تعریف بات ہوئی اس سے کوئی نکتہ چینی کرنا حماقت اور روحانی فلاسفی سے بے خبری ہے۔ ملخصاً

جواب۔ شیطان کا تسلط و سلطان ضرور ان پر ہوتا ہے جو شیطانی خصلت انا خیر منہ والی کو پسند و قبول کر کے اپنی شیخی و تکبر کے اظہار میں دن رات مصروف رہتے ہیں کیونکہ ہم جنسی کا یہ لازمی خاصہ ہے، دیگر عاجز مسکین عباد الرحمن تفاخر شیخی و تکبر سے متنفر بے شک فضل و کرم ارحم الراحمین ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (تحقیق میرے بندوں پر تیرا غالب نہیں) کے مستحق و مصداق ہیں۔ اللہم اجعلنا منهم بفضلك و رحمتك۔

مرزا صاحب نے ابھی فرمایا شیطان، جبریل کی طرح آیا ہوگا، پھر کہا شیطان کیونکر انسانی طور پر کھلے کھلے آسکتا ہے۔ اب فرماتے ہیں کہ مستثنیٰ لوگ ضرور ہی اس کا چہرہ دیکھ لیں۔ غور فرمادیں کہ ایسے غیر مقرر متضاد دے سروپا بیانات و تحریرات کس وقر کے لائق ہیں۔

طرفہ تریہ کہ اپنے رسالہ فتح مسیح میں مسیح کو خوب دل کھول کر برا کہہ کر دشنام دہی فحش گالیوں کا نتیجہ مشق بنا کر پھر لوگوں کے دل رکھنے کو عذر کیا ہے کہ یہ ہم مسیح کو نہیں کہتے بلکہ یسوع کو

کہتے ہیں جس کا نام قرآن میں نہیں ہے اور یہاں پھر حافظہ نباشد کے مصداق کی طرح مسیح و یسوع کو ایک جان کر اور مان کر فرمایا کہ شیطان نے یسوع کے دل میں اپنا کلام ڈالا اس نے شیطانی الہام کو قبول نہ کیا، اب انصاف فرمادیں کہ وہ سب و شتم مرزا کا مسیح کے حق میں ہوا یا کسی اور کے؟ مرزا کو تو کچھ پرواہ نہیں لیکن مسلمانوں کو ایسی اندھی بے ضروری فلاسفی و فضول بے سرو پا قصص، بے اصل قبیل و قال کے سنانے کی کیا حاجت ہے۔ کبھی کچھ تو غور و انصاف فرمائیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کو شیطانی الہام ہونا



ضرورت الامام کے صفحہ ۷۱ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

لیکن جیسا کہ یسوع نے اپنے نور کے تازیانہ سے شیطانی خیال کو دفع کیا اور اس کے الہام کی پلیدی فوراً ظاہر کر دی ہر ایک زاہد و صوفی کا یہ کام نہیں۔ سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا اے عبدالقادر تیری عبادتیں قبول ہوئیں، اب جو دوسروں پر حرام ہے تیرے پر حلال، اور نماز سے بھی فراغت ہے جو چاہے کر۔ تب میں نے کہا اے شیطان دور ہو، وہ باتیں میرے لئے کب روا سکتی ہیں؟ جو رسول اللہ ﷺ پر روا نہیں ہوئیں۔ تب شیطان مع اپنے سنہرے تخت کے میری آنکھوں کے سامنے گم ہو گیا۔

جواب۔ سیدنا مسیح کے ارفع و اولی شان کی نسبت و غیرہ عرض ہو چکا ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی جن کی فضیلت و شان درباب توحید و تفرید و انابت و رضا برضاء الہی و اتباع سنت و غیرہ پر ان کی کتاب فتوح الغیب و غیرہ اور آپ کے حالات و کرامات پر کتاب ہجرت الاسرار جس میں بسند متصل بڑی تحقیق سے آپ کے حالات درج ہیں، شاہد ہیں۔ ان کی اور سیدنا مسیح کی نسبت مرزا نے تحریر فرمادیا کہ شیطان نے الہام کیا لیکن خود بدولت کی نسبت کہیں نہیں فرمایا کہ ان کا بھی کبھی اسکے ساتھ سابقہ پڑا یا نہ۔ اگرچہ جو تفہیمات و مبعاد مقررہ مرزا اسی طرح پوری نہیں ہوئیں ان میں تو ضرور بالضرور یقین کامل اسکا دخل مان لینا چاہیے جیسا کہ آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر و روشن ہے۔

مرزا کا یہ بیان کہ جب شیطان نے یہ کہا کہ اے عبدالقادر دوسروں پر حرام تجھ پر حلال، نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہے جو چاہے کر، وغیرہ، تو پیران پیر نے صاف کہا کہ دور ہو.. الخ، یہ جواب و سرزنش نہایت صحیح و درست ہے اور کالمیلن اہل اللہ کی یہی شان ہے۔ جیسا

کہ پیر صاحبؒ کے اقوال سے بھی ظاہر ہے کہ جو حقیقت شریعت سے ثابت نہ ہو وہ کفر و الحاد ہے۔ اصل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے، اعمال کتاب و سنت پر عرض کرنے چاہیے۔ کتاب و سنت امام بنا اور ان میں تامل و تدبر کے ساتھ نظر کر اور ان کے مطابق عمل کر۔ سلامتی کتاب و سنت کے ساتھ ہے وغیرہ۔ انتہی۔ تو پھر وہ بایں فضل و کمال ایسا صریح خلاف شریعت شیطانی الہام کیوں کر قبول کرنے لگے تھے؟ علاوہ ازیں وہ کامل مشائخ و مرشدوں کی صحبت دیکھے ہوئے تھے اور شیطانی مکر و فریب سے خوب واقف تھے۔

یہ صحیح ہے کہ اس کے دھوکہ و فریب سے بچنا محفوظ رہنا بقول مرزا ہر ایک زاہد و صوفی کا کام نہیں اور ایسا ہی تعالیٰ پسند، ہوا پرست، خود غرض کم تجربہ ملہم کا بھی شیطانی دھوکہ کو پہچان کر اس سے بچنا مشکل بلکہ ناممکن ہے اور خاص ایسے دھوکہ و مغالطہ کی شناخت کیلئے ہی رہبر کامل و مرشد اکمل کی سخت حاجت ہے اور اسی لئے خادمان دین نے کتابیں تلمیس ابلیس وغیرہ کے نام سے تصنیف فرمائی ہیں لیکن مرزا تو ان کی پرواہ ہی نہیں کرتے اپنے ہی علم پر نازاں ہیں۔ کاش وہ متقدمین کی تصانیف دیکھتے یا کسی کامل مرشد کی صحبت میں چندے فیض یاب ہوتے تو کچھ ان امور کی واقعی ہو جاتی۔

اب پیران پیرؒ نے جو شیطان کو جواب دیا، اسی کو محکم قرار دے کر مرزا خود بدولت کے حال و دعاوی فضل و کمال پر نظر عمیق و توجہ فرمائیں کہ پیران پیرؒ نے ایسے الہام کو فوراً شیطانی سمجھ کر رد کر کے جواب دیا، دور ہو، لیکن مرزا نے اسی مضمون کے اپنے الہام اعمال مائسنت فانی قد غفرت لک۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق، براہین احمدیہ صفحہ ۵۶۰ (تو جو چاہے کر پس میں نے تجھے بخش دیا۔ میری طرف سے تیرا ایسا مرتبہ ہے کہ خلقت نہیں جانتی) پر باوجود پیر صاحب و تمام امت سلف و خلف بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضلیت کے دعوے دار ہونے کے جو عمل کیا وہ تو بظاہر یہی ہے کہ تعظیم و تکریم شریعت و احادیث نبوی کا کچھ لحاظ نہ کر کے اسلامی مقبولہ و مسلمہ تفسیر آیات و مسائل وغیرہ کی خوب دل کھول کر مخالفت شروع کر دی۔ دیوانوں اور مجزوبوں کے اقوال کی سند سے نعوذ باللہ قرآن کی غلطیاں نکالنے کے ذکر والے مضمون شائع کرنے لگے۔ کہیں بدعوی حقائق معارف، آیات و احادیث کی الٹ پلٹ خود غرضانہ تفسیر و تشریح حسب پسند خاطر کی جن کی چند نظیریں مختلف مقامات میں بطور نمونہ درج ہیں۔ کہیں آیات قرآن کو اپنے اوپر چسپاں کر کے خود بدولت اسمہ احمد کے مصداق بن بیٹھے۔ کہیں مسیح کی دلیرانہ حقارت و توہین کر کے ان کی حیات و نزول کو جو آیات قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے ملیا میٹ کیا اور ان کی مسند پر

خود رونق افروز ہو گئے اور پھر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے پر کمر باندھی:

تخلیل حرام ۱۔ اپنی اہلیہ ثانیہ کی خاطر شرعی ورثاء کو محروم الارث کرنے کے لئے جائداد کو اس کے پاس رہن رکھ دیا۔ جائے غور ہے کہ یہ عمل علاوہ اتباع و تقلیدِ بعلم ہونے کے کیوں تخلیل حرام میں داخل نہیں ہو سکتا؟

۲۔ ایسا ہی پہلی بیوی سے اولاد کو عاق کرنا۔

۳۔ اظہارِ علمی فضیلت و فخر میں حضراتِ انبیاء و معجزات و بزرگانِ دین و مومنین کی تحقیر و مخالفت کرنا
۴۔ خلافِ احادیث صحیحہ و عملِ سلف و خلف و کبرائے امت کے اتباع غیر سبیل اللہ اپنی طرح طرح کی تصویر اتروانا اور مریدین کے لئے اس کو مباح کرنا، وغیرہ۔

تحریمِ حلال:۔ اس پر بھی راضی نہ ہونا بلکہ معاذ اللہ انبیاء بلکہ خود رسول کریم ﷺ کے خاصہ میں ہاتھ ڈالنا، یعنی ازواجِ مطہراتِ امہاتِ المومنین کا درجہ اپنی اہلیہ کو دے کر اخبارِ الحکم وغیرہ میں اس کو ام المومنین کے خطاب سے مشہر کرنا۔ پھر جب ایک دوست نے حج فرض کے لئے مشورہ پوچھا تو فالنامہ موسوم بہ قرعہ شریفہ شیخ الاکبر محمد الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی تصنیفات زیر مطالعہ مرزا اکثر رہتی تھیں) دیکھ کر فرمانا کہ اس سال جانا مناسب نہیں۔ اسی طرح ایک دوست کو عند المشورہ فرمانا کہ اس سال حج کو جانے کی نسبت نہ جانا بہتر ہے۔

تخلیل حرام و تحریمِ حلال ہر دو: پھر دختر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کا اپنی الہامی بیوی قرار دینے میں تحریمِ حلال، و تخلیل حرام دونوں جمع ہیں۔ یعنی اگر وہ آسمانی نکاح کے موافق سے مرزا صاحب کی جائز و شرعی زوجہ ہو گئی ہے تو اس کے خاوندِ اصلی پر اس کی ظاہری شرعی منکوحہ زوجہ کو حلال سے حرام کرنا ہے، اور اگر احکامِ مسلمہ شرع شریف وہ خاوندِ حال کی زوجہ ہے جیسا کہ واقعی ہے تو اس کو خود بدولت کے لئے جائز قرار دینا حرام کو حلال قرار دینا ہے۔ زیادہ تشریح سے شرم مانع ہے۔

﴿ اب ذرہ خوفِ خدا کو دل میں جگہ دے کر تدبیر فرمائیں کہ محکم و کسوٹی متذکرہ بالا کی رو سے مرزا صاحب کا کیا رنگ ظاہر ہوا اور اس میں آپ کھرے و کامل نکلے یا کھوٹے و ناقص؟ اور آپ کے حال و دعاوی کا کیا حال ہوا؟

جیلانی کو جب شیطانی الہام ہوا تو عامۃ الناس کب بچ سکتے ہیں
ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اب جب کہ سید عبدالقادر جیلانی جیسے اہل اللہ و مرد و فرد کو شیطانی الہام ہوا تو دوسرے عامۃ الناس جنہوں نے ابھی اپنا سلوک بھی تمام نہیں کیا وہ کیونکر اس سے بچ سکتے ہیں اور ان کو وہ نورانی آنکھیں کہاں حاصل ہیں تا سید عبدالقادر جیلانی اور حضرت مسیح کی طرح شیطانی الہام کو شناخت کر لیں۔

جواب۔ مختصر تو اسی قدر کافی ہے کہ عامۃ الناس بے شک نہیں بچ سکتے اور نہیں شناخت کر سکتے جیسا کہ مرزا کے حالات سے ظاہر ہے جسکا ذکر ہو چکا ہے۔ پھر عازب زطلو ما جھو لا انسان کی کیا ہستی ہے اور کیا حقیقت ہے، اور کیا کائنات کہ بغیر فضل و کرم حافظ و مالک حقیقی کے اس سے بچ سکے تا وقتیکہ وہ ذات پاک اس کا خود حافظ و ناصر و مربی نہ ہو جاوے۔ اور ظاہر ہے کہ جب اللہ جل جلالہ کسی بندہ کو اپنے فضل و کرم سے ایسے امور کے لئے پسند فرماتا ہے اور کسی خاص کام کے واسطے منتخب کرتا ہے تو وہ اس کو ضرور بصیرت و شناخت بھی عطا فرماتا ہے اور ایسی بلاؤں سے بمصداق ارشاد کذلک لنصرف عنہ السوء و الفحشاء انہ من عبادنا المخلصین (ایسا ہی ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں اس لئے کہ وہ ہمارے مخلص بندوں کیلئے ہے) وغیرہ محفوظ بھی رکھتا ہے جیسا کہ سیدنا پیر صاحب نے بھی فرمایا ہے:

بل اللہ اکرم و لیہ واعز علیہ عن ان یدخلہ فی مقام النقص و القبح فی شرعہ و دینہ بل یعصمہ من جمیع ما ذکر و یصرف عنہ و یحفظ دینہ لحفظ الحدود (اللہ تعالیٰ کا دوست بہت عزت والا ہے اس سے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مقام نقص اور قبح میں ڈالے بلکہ اس کو تمام مذکورہ چیزوں سے بچاتا ہے اور دین کی حفاظت اور حدود شرعیہ کے لئے محفوظ رکھتا ہے)

﴿ ہاں بندہ پر لازم فرض ہے کہ انعام و احسان الہی کی شکر گزاری میں رطب اللسان رہے تاکہ شکر باعث زیادتی و افزونی نعماء ہو حسب ارشاد لنن شکرتم لا زیدنکم .. الخ اور ایسی بلیات سے محفوظ رہنے کی واسطے اپنی عبودیت و بیچارگی پیش کر کے اس حافظ حقیقی کی حفاظت و پناہ کا ہر دم بجز و انکسار خواہاں رہے۔

﴿ باقی رہا سلوک، سو وہ تو بخیاں مرزا تب ہی تمام ہو سکتا ہے جب مرزا کی بیعت میں داخل ہو، اپنے نفس کو مع لوازم بیچ دے۔ علاوہ ازیں خود بدولت مرزا و جماعت مریدین میں مصروفیت و مداومت ذکر اللہ و توجہ الی اللہ و استغراق فی اللہ وغیرہ سلوک کی نسبت تاکید اول تو ہے

ہی نہیں جس کی تصدیق اس الہام مولوی عبدالرحمن لکھو کے سے بخوبی ہوتی ہے جو انہیں دربارہ مرزا صاحب ہوا تھا و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتبع هواہ و کان امرہ فرطاً (اور تو تابع داری مت کر جس کے دل کو ہم نے ذکر سے غافل کر کیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے) اور ظاہری حالت بھی اسی کے مطابق ہے۔ پس جہاں یہ حال ہو وہاں سلوک کہاں؟

﴿ ہاں اگر کچھ سلوک ہو تو تقریر بحث مباحثہ بے شک ہے جو مخالفین اسلام کے ساتھ حسب وارشاد ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظہ الحسنۃ و جاد لہم بالآتی ہی احسن (اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے بلا اور احسن طریق سے مباحثہ کر) اگر ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور اس طرح تو تقریری مشق سے دنیاوی و کلاء وغیرہ بھی ملکہ و سلوک بحث مباحثہ کا ٹھوڑے عرصہ میں حاصل و تمام کر لیتے ہیں جو عاجز کی طبیعت و نسبت کے ہرگز موافق نہیں۔ کیونکہ عاجز کو تو کبھی کبھی یہ حکم الہاماً ہوتا ہے

صد کتاب و صدورق در نارکن جان و دل را جانب دلدارکن

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنین زیباروش کم دیدہ ام اندر جہاں

اس لئے عاجز ایسے سلوک کے حاصل و تمام کرنے سے عاری و معذور ہے۔

﴿ اور مرزا صاحب نے خود بھی اپنے مریدین و جماعت کے سلوک کا حال پہلے اخیر رسالہ شہادۃ القرآن بذیل مضمون التوائے جلسہ ۱۸۹۳ء لکھا ہے اس کی نسبت شاید کہا جاوے کہ اس کو عرصہ ہو گیا ہے اور اب فیض صحبت میں بہ نسبت سابق بہت ترقی ہے تو اس کے ثبوت میں مرزا صاحب کا اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء جس میں آپ نے بعد تنبیہ و نصیحت اخیر پر مختصراً، نماز میں حاضر نہ ہونا، مجلس میں ٹھٹھا ہنسی، حقہ نوشی، فضول گوئی کا شغل، پرہیزگاری کے اصول پر قائم نہ ہونا، وغیرہ لکھا ہے، کافی و وافی شہادت ہے کہ حاضر باشان صحبت والا کو عرصہ دراز میں سلوک اتمام کر کے کیا کیا کمالات حاصل ہوتے ہیں۔

﴿ بالآخر مرزا کے اپنے الہام اعمال ما شئت (کر تو جو چاہے) مذکورہ فصل گذشتہ و دیگر الہامات متذکرہ باب اول فصل ۱۰، نیز وہ الہام جن کے سال ہا سال تک نہ سمجھنے کا ایام اصلاح میں مرزا صاحب نے خود اعتراف کیا ہے وغیرہ ان سب کی شناخت میں جو خود بدولت مرزا صاحب کی نورانی آنکھوں نے کام کیا ہے اس پر بھی تدبر و تامل فرمائیں۔

کاہنوں کو شیطانی الہام اور چارسونبی کی جھوٹی پیشگوئی

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۷-۱۸ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

یاد رہے کہ وہ کاہن جو عرب میں آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے بکثرت تھے ان لوگوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے تھے اور بعض وقت وہ پیش گوئیاں بھی الہام کے ذریعہ کرتے تھے اور تعجب یہ کہ ان کی بعض پیش گوئیاں سچی بھی ہوتی تھیں۔ الخ۔

جو شخص شیطانی الہام کا منکر ہے وہ انبیاء کی تمام تعلیم کا انکاری ہے اور نبوت کے تمام سلسلہ کا منکر ہے۔ بائبل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چارسونبی کو شیطانی الہام ہوا تھا اور انہوں نے الہام کے ذریعہ سے جو ایک سفید جن کا کرتب تھا ایک بادشاہ کی فتح کی پیش گوئی کی۔ آخر وہ بادشاہ بڑی ذلت سے اسی لڑائی میں مارا گیا اور بڑی شکست ہوئی اور ایک پیغمبر جس کو حضرت جبریل سے الہام ملا تھا اس نے بھی خبر دی تھی کہ بادشاہ مارا جائے گا اور کتے اس کا گوشت کھائیں گے اور بڑی شکست ہوگی۔ سو یہ خبر سچی نکلی مگر اس چارسونبی کی پیش گوئی جھوٹی ظاہر ہوئی۔

جواب۔ زیادہ تعجب تو مرزا یہ کریں کہ ان کاہنوں کے شیطانی الہام والی پیش گوئیاں پوری ہوں اور یہاں دعویٰ دار مسیحیت مجددیت و افضلیت بر بعض انبیاء کے تحدی اور مقابلہ والے الہامات قہیمات اور میعاد مقررہ و مشتہرہ جن کو ربانی اپنے صادق و کاذب ہونے کا محک قرار دیا گیا ہو وہ بھی سچی و پوری نہ نکلیں اور بعد میں بات بنانے و بحالی جماعت کے لئے تاویلات رکیکہ سے تمسک کر کے مشقت و تکلیف اٹھانی پڑے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ یہ مقام تو بڑی عبرت و استغفار کا ہے کہ باوجود علم کے آدمی نہ سمجھے اور جن کے کرتب کو نہ پہچانے لیکن باعث کبر و تعلیٰ ختم اللہ علی القلب پر جیسا کہ عاجز کو الہام ہوا ہے کسی کی کیا پیش کی جاسکتی ہے؟

اول تو مرزا صاحب اختلافات الہامات کا خود انکار فرما چکے ہیں چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۵ میں فرمایا:

یہ وہم کہ اگر الہام اولیاء شریعت حقہ محمدیہ کے مخالف ہو تو پھر کیا کریں، یہ ایسا ہی قول ہے جیسا کوئی کہے کہ اگر ایک نبی کا الہام دوسرے نبی کے الہام کے مخالف ہو تو پھر کیا کریں، پس ایسے وساوس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کامل النور الہام جس کی ہم نے اوپر

تعریف لکھی، ممکن نہیں کہ شریعت محمدیہ کے مخالف ہو اور اگر کوئی کم فہم کچھ مخالف سمجھے تو وہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔

اور اب فرماتے ہیں کہ انبیاء کو مخالف الہام ہوا ہے۔ اس پر خود بخود یہ سوال آتا ہے کہ مرزا صاحب کا پہلا قول حق ہے یا یہ دوسرا؟

﴿ انبیاء کی تعلیموں اور تمام سلسلہ نبوت کا وہی منکر کہلائے گا جو ان تعلیموں اور مسائل شرعیہ میں خواہش نفس سے مداخلت کر کے ان کو رد و بدل کر کے شائع کریگا جو کسی مومن کا حوصلہ و کام نہیں ﴿ جب بائبل اور انجیل موجودہ کو مرزا اصلی انجیل نہیں مانتے (صفحہ ۱۲ ضرورۃ الامام) تو پھر اسکے ایسے بے ثبوت قصص پر جن میں تحقیر و توہین انبیاء ہوان کی صداقت مشتبہ ہوا نکلے الہامات کو شیطانی اور سفید جن کا کرتب کہا گیا ہو، ان پر بے ضرورت و بلا دلیل اعتماد کر کے وعید قرآن و من ینشاقق الرسول من بعد ما تبیین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نو لہ ما تولی و نصلہ جہنم و ساءت مصیراً کا مصداق بنا کیا ضرور ہے؟

﴿ مرزا صاحب چاہے محرف کتب کے ایسے فضول و بے بنیاد قصوں کو قبول و تصدیق کریں لیکن چونکہ مسلمان انبیاء کو نزول وحی و تبلیغ رسالت میں بالکل معصوم مانتے ہیں لہذا وہ ایسے قصص ہرگز قبول نہیں کرتے۔

﴿ مرزا صاحب کو تائید دین اسلام و حمایت انبیاء کا خصوصیت سے بڑا دعویٰ ہے لہذا سوال یہ ہے کہ چار سو نبیوں کو شیطانی جھوٹا الہام ہونے والا مسئلہ بار بار اپنی کتابوں میں درج کرنے میں دین اسلام کی کیا تائید اور انبیاء کی کیا حمایت مرزا صاحب نے کی ہے؟ بظاہر تو اس پاک و برگزیدہ جماعت کی وحی و رسالت کو ساقط الا اعتبار اور ان کی توہین کر کے تمام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے۔

﴿ مرزانے یہ مسئلہ انبیاء کو جھوٹا الہام ہونے والا، اپنے رسالہ ضرورۃ الامام و ازالہ اوہام میں تو بظاہر دوسرے غریب عاجز مسلمین ماہمین کے الہامات کو خفیف و بے اعتبار ثابت کرنے کے واسطے درج کیا ہے، بایں مدعا کہ جب ایک گروہ کثیر انبیاء بھی دھوکہ و دستبرد شیطانی سے بچ نہیں سکا تو دوسرے غریبوں کی کیا حقیقت ہے؟ لیکن یہ خیال نہیں کیا کہ جب یہی حال ہے تو پھر خود بدولت کے الہامات و قہیمات جو پورے بھی نہیں ہوئے، ان کے شیطانی دخل سے مامون و محفوظ رہنے پر کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ اور مجرذ بانی دعویٰ کہ نبیوں کو اور دوسرے مسلمین مومنین کو تو شیطانی الہام ہوتے ہیں لیکن ہم (مرزا) کو نہیں ہوتے، اس کا کیا ثبوت ہے؟ اور کون صاحب عقل سلیم اس کو

بلاشوت و دلیل قبول کر سکتا ہے؟ یا مرزا صاحب نے اس لئے اس مسئلہ کو لکھا ہے کہ لوگ یہ امر سن کر اور جان کر کہ نبیوں کے الہام بھی پورے نہیں ہوتے لہذا وہ خود بدولت مرزا صاحب کے الہامات پر جو الوپ گئے اور پورے نہیں ہوئے، کچھ خیال نہ کریں اور ان پر کچھ متردد و متعجب نہ ہوں۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ انبیاء کی نسبت تو مسلمانان کا ہرگز ایسا اعتقاد نہیں کہ ان کے الہام و پیش گوئیاں کبھی بھی خطا جائیں، بلکہ وہ دوسرے مومنین ملہمین متبع سید الاولین و الآخیرین کے الہامات کو بھی جب دیکھتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ و تقدس بغیر کسی تاویل و حیلہ حوالہ کے برا بر اسی طرح پورے ہوتے ہیں تو اس صورت میں وہ مرزا صاحب کے اس خیال کے کبھی موافق نہیں ہو سکتے۔ یا مرزا صاحب ایسے بے بنیاد قصص کو اپنے حقائق و معارف میں شمار کرتے ہوں گے سو اس کا یہ حال ہے کہ جن کتب سے مرزا صاحب نے یہ حقائق و معارف لکھے ہیں اول تو بقول مرزا صاحب وہ اصلی اور بالکل قابل اعتماد ہی نہیں۔ اور ان کو دیکھا بھی جاوے تو مرزا صاحب کے فہم و فراست و دقیقہ رسی و معنی شناسی کا حال دگرگوں ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس قصہ کے متعلق توراہ موجودہ و مروجہ سے تو یہی ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ وہ چار سو نبی جن کی پیش گوئی جھوٹی نکلی وہ بت پرست و مندروں کے نبی یا مہنت پجاری تھے، نہ کہ خدا عز و جل کے برحق نبی جیسا کہ مرزا صاحب نے سمجھا اور لکھا ہے۔۔۔

﴿ مزید براں نہایت قابل غور یہ امر ہے کہ مرزا صاحب جیسے بناوٹی نبی تو بدعویٰ مسیحیت بزبان خود ساری دنیا و روئے زمین کے واسطے اکیلے کافی ہوں اور وہاں اکٹھے چار سو برحق نبی کی ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں جمع کرنے کی ایک لخت ضرورت پڑی۔

﴿ پھر جب بموجب قاعدہ مسلمہ مرزا صاحب کو پاکوں کو شیطانی و سوسہ پر بلا تو قف مطلع کیا جاتا ہے (ضرورۃ الامام، صفحہ ۱۳)؛ جلد تر وہ شیطانی خیال دور و دفعہ کیا جاتا ہے اور ان کے دامن پر کوئی داغ نہیں لگتا (صفحہ ۱۵ رسالہ ضرورۃ الامام)؛ شیطانی دخل کبھی انبیاء و رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا تو قف نکالا جاتا ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸)۔ چونکہ یہ شیطانی الہام دفعہ اور دور نہیں کیا گیا اور نہ اس پر ان کو مطلع کیا گیا حتیٰ کہ وہ واقعہ پورا ہو گیا اور نہ ان کا دامن داغ سے صاف رہا تو اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ وہ جھوٹی پیشگوئی کرنے والے برحق و پاک نبیوں سے نہ تھے بلکہ مندروں کے پجاری ہی تھے۔ غرض ہر طرح سے کما حقہ ثابت ہے کہ وہ جھوٹے پیشگوئی کرنے والے بتوں و پچھڑوں کے مندر کے نبی تھے، نہ اللہ جل شانہ و عم نوالہ کے۔

﴿ قاضی محمد سلیمان صاحب نے بھی غایت المرام حصہ دوم میں اسی مسئلہ کی نسبت لکھا ہے

جس پر حکمایت مرزا صاحب مولوی حکیم نور الدین نے اپنے خط مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء مشتملہ اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۸۹۹ء میں قاضی صاحب پر بہت لے دے کر کے ان کی غایت المرام کو لکھا ہے کہ:

بیچ نیست و اعتراض بیچ نیست

بعل وغیرہ کے نبیوں کا ذکر اس پیش گوئی کے متعلق تو صریحاً توراہ میں کئی جگہ درج ہے، لیکن نہایت تعجب یہ امر ہے کہ مولوی حکیم نور الدین نے تاریخ، باب ۱۸ کی نقل کے اخیر پر کیونکر اس امر کی نفی کر کے بیان فرما دیا ہے کہ:

کہاں نیبان بعل کا ذکر ہے اور سلیمان نے کیسا دھوکہ دیا اور ٹھوکر کھائی۔ انتہی۔

یہ تجاہل عارفانہ و انکار مولوی صاحب جیسے نور دین و صاحب علم و فضل سے نہایت ہی باعث حیرت ہے۔

مولوی نور الدین صاحب نے اپنے خط کے خاتمہ پر لکھا ہے:

ذره غور کرو کہ وہ بعل کے نبی تھے یا خداوند کے اور وہ روح خدا تعالیٰ کے حضور سے پرواگی لے کر ان انبیاء کے پاس آئی تھی یا بعل سے، پھر اس راست باز نبی نے بھی پہلے انبیاء کی ہاں میں ہاں ملائی تھی یا نہیں؟

سواں کا جواب کہ وہ بعل کے نبی تھے یا خداوند کے، توراہ سے بخوبی عیاں ہے کہ وہ خدا کے نبی نہ تھے۔ دوسری بات کہ وہ روح کہاں سے پرواگی لے کر آئی تھی سو اگر مولوی صاحب بجائے کسی دوسرے سے غور کرانے کے خود ہی غور فرما کر توجہ دلی سے قرآن مجید کی طرف التفات کرتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ وہ روح وہیں سے آئی تھی جہاں سے شیطان رجیم آیا جہاں سے اور بدکار بے ایمان خالق و مالک کی نافرمانی کرنے والے و سوسہ ڈالنے والے آتے ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قال اذ هب فمن تبعك منهم فان جهنم جزاء کم جزاء موفوراً۔
واستفزز من استطعت منهم بصوتك و اجلب عليهم بخيلك و
رجلك و شاركهم في الاموال و الاولاد و وعدهم۔ و ما يعدهم
الشيطان الا غروراً۔ (فرمایا جا جو تیری پیروی کرے گا ان میں سے پس تحقیق دوزخ
ہے سزا تمہاری پوری اور بہکا جس کو بہکا سکے ان میں سے اپنی باتوں سے اور چڑھا لانا پر
اپنے سوار اور پیادے اور شریک ہو ان کے مال و اولاد میں، اور وعدہ دے ان کو، اور نہیں وعدہ

کرتا ان کو شیطان مگر فریب کا

و من یَعِش عن ذکر الرَّحمن تَقْیِضْ لَهُ شَیْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِیْنٌ (اور جو کوئی رحمان کی یاد سے منہ پھیرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کرتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے)؛ و انّ الشیاطین لیوحن الی اولیاء هم (شیطان وحی کرتے ہیں اپنے دوستوں کی طرف)؛ هل انبئکم علی من تنزل الشیاطین۔ تنزل علی کل افاک اثیم (کیا میں تم کو بتلاؤں کہ کس پر نازل ہوتے ہیں شیطان۔ نازل ہوتے ہیں اوپر ہر جھوٹ باندھنے والے گنہگار کے)

اب ناظرین غور فرمائیں کہ مسئلہ کے متعلق دھوکہ کس نے دیا اور ٹھوک کس نے کھائی ہے اور آیراستی کو دھوکہ قرار دیناوردینی وفراسات ایمانی کا کام ہے یا اس سے برعکس؟

افسوس کہ مرزا نے اپنی ناکام پیشگوئیوں کی تقویت اور دوسرے عاجز مومنین کے الہامات کی تحقیر اور خود بدولت کے اظہار فضیلت کی خاطر یہ قصہ لکھ کر اور اس قصہ کی اتباع یحرفون الکلم عن مواضعه (پھیرتے ہیں باتوں کو ان کی جگہ سے) والوں کے اصل تشریح اور حقیقت ظاہر نہ کر کے غریب مسلمانوں کو حیرانی میں ڈالا لیکن بفضلہ تعالیٰ حسب ارشاد والعاقبة للمتقین الخ (اور انجام بخیر متقیوں کا ہے)۔ مسلمانوں کو فائدہ ہی ہوا کہ ان کو اصل قصہ دیکھ کر مرزا صاحب کی راستی صداقت ودیانت وفہم وفراسات حقائق شناسی ودقائق رسی کا حال معلوم ہو گیا۔

جب یہ مسئلہ تحقیق ہو رہا تھا تو مرزا صاحب کے ایک معتبر مرید صاحب ۱۸ فروری ۱۹۰۰ء کو اول رفیق عاجز کو زبانی اور پھر عاجز کی عدم موجودگی میں عاجز کے مکان پر مرزا صاحب کا پیغام ذیل تحریر کر کے دے آئے:

... حضور (مرزا صاحب) نے جب مجھ سے منشی عبدالحق اور آپ کا سبب ہمسائیگی منشی صاحب کے پوچھا تو بندہ نے عرض کی کہ میرے ساتھ تو فقط گفتگو بلعل کے نبیوں اور دیگر انبیاء زادوں کی جنہوں نے پیش گوئی تھی گفتگو دو تین روز کچھ عرصہ کیلئے ہوتی رہی جس میں ان کے اعتراض جیسے کہ تھے عرض کئے تو آپ (مرزا) نے بڑی لمبی بسیط تقریر فرمائی اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اعتراضات ان کی کتاب زیر طبع میں ایسے ہی ہیں ان کیلئے آپ کو میرا پیغام پہنچا دو کہ اگر ایسا ہی انہوں نے لکھا ہے تو چونکہ وہ ایک عرصہ دراز کیلئے میرے ملاقاتی رہ چکے ہیں اس لئے میں نہایت درد سے کہتا ہوں کہ وہ اگر کچھ

ایسے طبع کراچکے ہیں تو اس کو ضائع کر دیں اور سرکشی سے مجتنب رہیں ورنہ یاد رکھیں اور ضرور یاد رکھیں کہ ان کی سخت پردہ دری ہوگی اور سخت رسوا و ذلیل ہوں گے سخت ذلیل ہونگے سخت ذلیل ہوں گے اور پھر ان کے وہ مولوی جن پر ان کا انحصار ہے ان کی دست گیری نہیں کریں گے۔ انتہی بلفظ

مولوی نور دین کے خط ۳ جولائی ۱۸۹۹ء اسی حافظ محمد یوسف (مندرجہ رسالہ خلاف بیانی) باسند عابرس چھ مہینے مخالفت چھوڑ کر خاموش رہنے کے مطالبہ پر جیسے عاجز کو الہام ہوئے تھے یعنی: اتبع هواہ وکان امرہ فرطاً (وہ اپنی ہوا نفس کا تابع ہوا ہے اور اسکا کام حد سے بڑھا ہوا ہے) فاصدع بما تو مر (جو تجھ کو امر ہوا وہ آشکارا کر دے)

ایسے ہی اس پیغام مرزا صاحب کے مطالعہ کے پہلے و مابعد بھی الہامات ذیل ہوئے:

(پہلے) اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (يا اللّٰهُ اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول)

اللّٰهُمَّ طَهِّرْ بَيْتِيْ لِلطَّائِفِيْنَ (يا اللّٰهُ میرے گھر کو زائرین کے واسطے پاک رکھ)۔ وغیرہ

(مابعد) اِنَّ صَلَوَتِيْ وَنَسْكَيْ وَمَحْيَايْ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَبِذَلِكَ اَمْرَتِ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (تحقیق میری نماز، میری تمام عبادت، میرا جینا مرنا، سب اللہ رب العالمین کے واسطے ہے اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے پہلے فرمان بردار بندوں میں ہوں)

ان الہامات میں مرزا صاحب کے پیغام کا کافی جواب ہے اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ تحقیقات مسائل باعث کشادگی دروازہ ہائے رحمت طہارت اندرونی عالمین و عجز و ناکامی مزاحمین مانعین تحقیق ہے جن کو تقویٰ کا حکم کر کے حاضری یوم آخرت بحضور اللہ تعالیٰ اور ہر ایک نفس کو حسب اعمال پوری جزا ملنے کی نصیحت ہے۔ پھر دھمکی کا جواب ہے کہ ہمارا تو سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ملک و مال ہے ہماری عزت و ذلت کیا، اس کے بعد مرزا صاحب کے پیغام پر وعید ہے جو قابل توجہ ہے اور ان سے یہ بھی ظاہر و بین ہے کہ جس امر کو مرزا صاحب اپنی لغت میں اپنے حالات و معاملات و واقعات کے موافق ذلت قرار دیتے ہیں وہ عین عزت ہے اور مسائل کو صمّ بکم ہو کر بلا تحقیق مان لینا و یا تحقیق و تقید سے مانع ہونا و ڈرنا اصل ذلت ہے یا سوائے ایمانی عزت کے کوئی دوسری عزت سمجھنا جو جب اس ارشاد قرآن مجید کے و لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهِ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور عزت اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے) منافقانہ سمجھ و فہم ہے کہ اندر کچھ ہو اور باہر کچھ جیسا کہ مرزا صاحب نے

ایسے اخلاق امام الزمان کا وصف بیان فرمایا ہے۔

﴿ پھر دنیا میں کون صاحب عقل سلیم و تقوی اللہ اس امر کا قایل ہے کہ تحقیق مسائل دینی میں ذلت و رسوائی و پردہ دری ہے ہاں جس کی بناوٹ خود غرضی و جھوٹ اس تحقیق میں ظاہر ہو اس کی پردہ دری و ذلت تو ضرور ہے۔ قرآن میں تو اللہ اچھی طرح عقل سے مسائل نہ سمجھنے والوں کے حق میں فرماتا ہے ان شرّ الدّواب عند اللّٰہ الصمّ البکم الذین لا یعقلون۔ اور تحقیق و تفقہ مسائل کی تاکید فرماتا ہے: فلو لا نفر من کلّ فرقة منهم طائفة لیتفقہوا فی الدّین و لیتذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون (ایسا کیوں نہ کیا کہ ان کی ہر ایک جماعت میں کچھ لوگ نکل کر دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپسی پر اپنی قوم کو ڈراتے تاکہ وہ حذر کرتے) ان جاء کم فاسق بنبا فتبّینوا (اگر آوے تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لیکر، تو تحقیق کرو) وغیرہ۔ اور مرزا صاحب حقائق و معارف کے دعویٰ دہاں ہو کر اس کے مخالف تحقیق و تنقید سے روکتے و مانع ہوتے ہیں۔ اگر فرماویں کہ یہ مسئلہ دینی مسائل میں سے نہ تھا کہ اس کی تحقیق ضروری ہوتی تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ پھر خود بدولت نے بدعویٰ امام الزمانی و سراپا حمایت دینی اس کو کیوں با بار لکھا ہے؟

﴿ یہ امر مسلم و اظہر من الشمس ہے کہ جس شخص کے جو اہرات و متاع سچے کھرے نفیس بیش بہا ہوں وہ تو باوازہ بلند نقارہ کی چوٹ سے خریداروں کو یہی کہتا ہے کہ خوب پرکھو۔ جانچو، آزماؤ، آنچ دے کر دیکھو، کسوٹی پر لگاؤ، جس قدر زیادہ تفتیش و امتحان کرو گے اسی قدر انکو اصلی اعلیٰ و کامل المعیار پاؤ گے اور جو ہری مالک کی قدر بڑھ کر اس کی عزت و صدق کا اعتبار دو بالا ہوگا۔ ہاں جس کو اپنی طمع سازی دھوکہ اور اپنے مال کے کھوٹا و جھوٹا ہونے کا کھٹکا و دہڑکا ہو تو ضرور اپنی قلعی کھلنے کے ڈر و خوف سے خریدار کو ہر طرح تحقیق و آزمائش سے روکنے اور تنقید پر کھنکھنے سے باز رکھنے کی سعی و کوشش کرے گا۔ پس مرزا کو اگر اپنے صادق اور اپنی تحقیق و تصانیف و کلمات سرا سرق ہونے کا یقین ہے جیسا کہ اوصاف امام میں ان کو بیان کیا ہے تو ان کو خوش ہونا چاہیے کہ لوگ جوں جوں تحقیق و تفتیش و آزمائش کریں گے توں توں اس کا صدق و اعتبار بڑھے گا اور لوگ انکے مطیع ہونگے نہ یہ کہ اسکے برعکس کشف حالات و تحقیق و تنقید سے ڈریں اور گھبراویں اور اس کو روکیں اور اپنی جماعت مریدین میں بھی اپنے ادب و تعظیم و تکریم کی اس قدر مبالغہ و اصرار سے تاکید و عمل درآمد رکھیں کہ ان کی ہر بات بلا چون و چرا بسر و چشم قبول کر کے مریدین آمناء و صدقائے ہی کہتے رہیں۔ اور کسی امر و مسئلہ کے استفسار و تحقیق و تفتیش کی ہرگز جرأت نہ کریں جیسا کہ آج کل ان کا عمل ہے۔

چنانچہ مرزا صاحب کے مع اپنے مریدین کی تصویر کھنچوانے پر جب دوسرے مریدین نے کچھ سوالات و اعتراضات کئے تو مرزا صاحب کے ایک غالی مداح مرید نے ان کے جواب میں اس کو کورانہ تقلید کی وجہ سے شورش پیدا ہونا اور ضعف قلب کی وجہ سے مزید اطمینان یا شرح صدر کے لئے اس پر نصوص سے دلائل چاہنا کہہ کر اخبار الحکم ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے کہ:

میں اس وقت موقعہ نہیں دیکھتا کہ تصویر کی نسبت نقلی مباحثات کے الجھڑے میں پڑوں مگر میں ایک عظیم الشان دلیل جس کے ذوق سے میرا سراپا مسرور ہے ایسی پاتا ہوں کہ اس کے بعد ان کے لئے خصوصاً جو کسی طرح حضرت اقدس کو امام الزمان موید من اللہ مان چکے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی اگر وہ طبع سلیم رکھتے ہوں اس سے زیادہ صاف اور قوی دلیل نہیں ہو سکتی اور وہ کیا ہے خود حضرت موید من اللہ مکلم اللہ مقرب اللہ کا عمل اور حضرت حکم عدل کا فعل۔

پھر نصیحت کی ہے کہ:

اب ان لوگوں کا فرض کیا ہے جو ایک امام یا لیڈر کو اس کے پورے معنی میں تسلیم کر چکے ہیں یہی کہ اس کی ہر حرکت ہر سکون ہر فعل غرض اس کی ہر ادا کے ساتھ انہیں کلی صلح اور پوری موافقت ہو جائے اور دل کے کسی گوشہ میں اس کے کسی فیصلہ پر کوئی اعتراض اور نکتہ چینی باقی نہ رہے۔

پھر آیت کریمہ فلا وربک لا يؤمنون حتیٰ يحكموك فيما شجر بينهم (قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ ہرگز ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں تجھ کو حاکم نہ بنائیں) وغیرہ کے خلاصہ کے طور پر تشریح کر کے کہا ہے کہ:

میں بار بار کہوں گا کہ شرط استغاضہ یہی ہے اور خدا کی خوشنودی اسی میں ہے کہ ایمان میں اپنے تئیں قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق بنائیں اور اس کی سب باتوں کو روح اور راستی سے قبول کریں اور اس علم حق کے مقابل اپنے علم خشک کی پگڑیاں اتار دیں۔

بعدہ لکھا ہے:

کیا اسی طرح ہماری روحیں محسوس کرتی ہیں کہ ہماری دلی اور لذیذ اعتقاد کی تکلیف گاہ امام زمان ہے اور اس سہارے کو محسوس کر کے واقعی طمانیت اور سکینت انہیں حاصل ہو گئی ہے اگر یہ ہے تو مبارک ورنہ ایمان کی اور زندہ ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ مردہ ایمان

اور مذہب ایمان اور ظلمتوں کی تحت اثری میں گرا ہوا ایمان کیا نفع پہنچا سکتا ہے، ملخصاً اس تحریر میں دو تین آیات قرآن مجید تو لکھی ہیں لیکن نفس مضمون چونکہ متضمن شرک فی الرسالۃ ہے اس لئے کہ اس میں آیت فلا وربک لایؤمنون .. الخ کو سوائے سید الا ولین و الاخرین ﷺ کے کسی دوسرے کے حق میں بھی اعتقاد کیا اور اسکو ویسا ہی حکم و عدل مانا ہے اور مضمون شرک فی الالوہیۃ ہے اسلئے کہ اس میں سوائے خالق و مالک و رب العالمین اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کسی دوسری مخلوق کو دلی اعتقاد کی تکیہ گاہ اور سہارا بنا کر محسوس کر کے طمانیت و سکینت حاصل کرنے کی تعلیم ہے لہذا یہ خلاف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ و سراسر خلاف عقائد اسلامی ہے۔ اور اگر طوالت و علیحدگی از اصل مقصد کا خیال نہ ہوتا تو عاجز ہر ایک ان کی خود تراشیدہ دلیل کا اظہار حق کی خاطر جواب اسی جگہ لکھتا۔

✽ انفس یہ کہ مریدین مرزا صاحب کے ایسے ایسے پیغام و احکام و تدابیر و غلو سے بھی سبق حاصل کر کے حقیقت حال سے واقف ہونے کی سعی نہیں کرتے بلکہ مسائل کی تحقیق سے روکنے والی دھمکیوں کی تائید و تصدیق کر کے ان کو پیش گوئیاں مانتے و سمجھتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ احقاق حق کی مخالفت تقاضائے نور دین ہے یا خفائے سیرتی و اخفائے حق و دین؟

✽ مرزا صاحب کی دھمکی ذلت کا ایک پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عاجز و رفیقان عاجز کی مرزا صاحب سے اس عرصہ دراز تک حسن ظن سے ملاقات کیوں رہی اور ان کی حمایت میں کیوں رہے؟ ابتدائے ملاقات میں اول ہی ان کے اصل حال و مال سے آگاہ ہو کر فوراً ان سے علیحدگی مہاجرت و کنارہ کشی کیوں نہیں کی؟ اس کی پاداش میں اگر سزا و ذلت و رسوائی و غیرہ ضروری ہے تو عاجز و رفقاء اپنی حسن ظنی کے قصور کے معترف ہو کر اب بدرگاہ غافر الذنوب توبہ و استغفار کرتے ہیں۔

✽ بالآخر مرزا صاحب خود بدولت مقدمات و غیرہ معاملات میں جیسا کہ اپنے مریدین سے دنگیری و حمایت کے طالب ہو کر انہیں کی امداد پر انحصار سمجھا کرتے ہیں سوائے خیال پر عاجز و رفیق عاجز کو بھی فرما دیا ہے کہ، پھر وہ مولوی جن پر انحصار سمجھا کرتے ہیں ان کی دست گیری نہیں کر سکیں گے، یا شاید بہ تقلید ان لوگوں کے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے و قال الذین کفروا ان هذا الا افکن افتراء و اعانہ علیہ قوم آخرون (اور کافر کہتے ہیں کہ یہ تو نرا جھوٹ اس نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس گھڑت میں اس کی مدد کی ہے) ایسا فرمایا ہے جس کا جواب قرآن مجید میں فقد جاءوا ظلماً و زوراً (پس تحقیق یہ لوگ سرتا سر ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے

(آچکا ہے لہذا اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں اور الحمد للہ علی احسانہ کہ خالق مالک محسن مولیٰ رحیم و کریم نے عاجز و رفیق عاجز کے کسی دینی و دنیوی امر کا کسی مخلوق پر انحصار نہیں رکھا اور نہ سوائے اپنی ذات پاک مبارک علی کلّ شئیء قدیر کے اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ و اتباع و طریق سلف و خلف صالحین امت مرحومہ کے کسی ایسے ویسے مولوی فقیر یا زبان خود مصنوعی امام وغیرہ کی دستگیری کی حاجت رکھی ہے بلکہ عاجز کو الہاماً ارشاد فرمایا ہے اذا استعنت فاستعن باللہ جیسا کہ حضرت عبداللہ صاحب غزویؒ تعلیم و تائید فرمایا کرتے تھے۔

کثرتِ شیطانی الہام کی وجہ سے امان کا اٹھنا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۸ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کہ اس کثرت سے شیطانی الہام بھی ہوتے ہیں تو پھر الہام سے امان اٹھ جاتا ہے اور کوئی الہام بھروسہ کے لائق نہیں ٹھہرتا کیونکہ احتمال ہے کہ شیطانی ہو، خاص کر جب کہ مسیح جیسے اولوالعزم نبی کو بھی یہی واقع پیش آیا تو پھر اس سے تو ملہموں کی کمر ٹوٹتی ہے تو الہام کیا ایک بلا ہو جاتی ہے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بیدل ہونے کا کوئی محل نہیں۔ دنیا میں خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ایسا ہی واقع ہوا ہے کہ ہر ایک عمدہ جو ہر کے ساتھ مغشوش چیزیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ دیکھو ایک تو وہ موتی ہیں جو دریا سے نکلتے ہیں اور دوسرے وہ ستے موتی ہیں جو لوگ بنا کر بیچتے ہیں۔ اب اس خیال سے کہ دنیا میں جھوٹے موتی بھی ہیں، سچے موتیوں کی خرید و فروخت بند نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ جو ہری جن کو اللہ نے بصیرت دی ہے ایک ہی نظر سے پہچان جاتے ہیں کہ یہ سچا اور یہ جھوٹا ہے۔ سو الہامی جوہرات کا جو ہری امام الزمان ہوتا ہے، اس کی صحبت میں رہ کر انسان جلد اصل اور مصنوعی میں فرق کر سکتا ہے۔

جواب۔ جب امام الزمان کو اپنی ہی غلطیوں کا پتہ بقول خود سال ہا سال کے بعد لگے جیسا ایام الصلح میں مرزا صاحب نے خود مانا ہے تو دوسروں کے اصلی اور مصنوعی کا کیا فرق کر سکے گا؟ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ شیطانی الہام وغیرہ سے بے دل ہونے کا کوئی محل نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب عادت کے سبب بے دل نہ ہوں لیکن دیگر مسلمانان تو نفس و شیطان کی مدخلت سے ہمیشہ اللہ عز و جل کی پناہ و حفاظت کے سائل اور لا حول و لا قوۃ الا

با لله ، قل اعوذ برب الفلق .. الخ - قل اعوذ برب الناس .. وغیرہ کے ورد میں مصروف رہتے ہیں اور مرزا صاحب شائد اس لئے بے دل نہیں ہوتے کہ ایسی تقاریر سے دوسرے غریب مسلمانوں کے الہامات کو شیطانی بنا کر ان کا بیدل کرنا مرزا صاحب کا عین مقصود ہوتا ہے اور خود بدولت اس لئے بھی بظاہر بے دل نہیں ہوتے کہ اول تو ایسے الہامات کے عادی ہیں، دوم بروقت ناکامی و گذرنے میعاد ایسے الہامات کے تاویلات رکیکہ کی تراش خراش سے ان کو بزبان خود سچا کرنے میں بزعم خود استعداد و مہارت کامل ہے۔ سوم، اگر بے دل ہوں تو یہ سلسلہ جماعت و معیشت فرانچی و تیاری مکانات و زیور وغیرہ کیونکر قائم رہے۔

﴿ پھر اپنے آپ ہی کثرت الہامات شیطانی، ان سے امان اٹھنے، بھروسہ کے لائق نہ ہونے، ملہموں کی کمرٹوٹنے کا سوال فرما کر خود ہی جھوٹے سچے موتیوں کی خرید و فروخت کی مثال و جواب لکھ کر خود بدولت و حاشیہ نشینان کو اس کا شناسندہ جو ہری قرار دے کر مطمئن و خوش ہو گئے۔ سبحان اللہ! اس طرح تو ہر ایک کا اختیار ہے کہ اپنے گھر میں جو چاہے بزبان خود بن بیٹھے لیکن انصاف تو تب تھا جب مرزا صاحب دوسرے غریب مسلمانان ملہموں سے بھی جو بفضل تعالیٰ اظہار دعاوی مرزا صاحب کے پہلے ہی سے اس نعمت سے مالا مال اور تقویٰ و طہارت خشیت اللہ راست بازی و صدقات میں بھی مقبول خاص و عام تھے ان سے بھی اس بارہ میں رائے و مشورہ لے کر ان کے دلائل و اعتراضات کو توڑ کر مطمئن و صحیح جو ہری ثابت ہوتے، نہ یہ کہ گھر میں زبانی سب کچھ پورا کریں اور اپنی ہی متاع کو باوجود امتحان میں کبھی سچا ثابت نہ ہونے کے بھی زبردستی سے اسی کو سچا اور دوسروں کے متاع اخلاص و عبودیت والے کو باوصف مطابقت کتاب و سنت و کامل المعیار ہونے کیا آپ بلا دلیل و مصنوعی جھوٹا اور سستا بناتے رہیں اس کو کون قبول کر سکتا ہے؟

لکھوی اور غزنوی الہامات درحق مرزا

مرزا صاحب تو کسی دوسرے مسلمان ملہم کا نام اور اس کی رائے اور شہادت در بارہ خود بدولت سننے کی اب تکلیف شاید ہی گوارا فرمائیں اگرچہ اپنے اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء میں صلحاء

مشائخ اہل اللہ و مسلمانوں کو ایسی شہادت کے اظہار کیلئے قسمیں دی ہیں، لیکن عاجز بہ تعمیل الدین نصیحة (دین خیر خواہی ہے) و بنظر خیر خواہی و تعمیل امر مندرجہ اشتہار چند مہموں کی چند الہامی شہادات و رائے در بارہ مرزا صاحب پیش کرتا ہے، ملاحظہ فرمائیں اور وہ مہمیں ہیں بھی حسب شرائط مرزا صاحب مسلمان امت و پیروان و خادمان محمد ﷺ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم (دکھا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان کی جن پر تو نے انعام کیا) نمازوں اور دیگر اوقات میں پڑھنے والے، پاک چشمہ دین اسلام کے فیض یاب سچے دین پر ثابت قدم اور قائم اور سچے دل سے قرآن شریف کو خدا تعالیٰ کا کلام جاننے والے، صدق و اخلاص سے اس پر عمل کرنے والے، حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب پیغمبروں سے افضل اعلیٰ بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی و رہبر سمجھنے والے، جیسا مرزا صاحب نے خود براہین احمدیہ صفحہ ۲۱۵ میں یہ شرائط مقرر فرما کر لکھا ہے کہ یہ مبارک الہام ان عزت دار بندوں میں پایا جاتا ہے جو امت محمدیہ میں داخل اور خدام آنحضرت ﷺ ہیں جن کے الہامات کو مرزا صاحب نے قطعی یقینی سچے بابرکت علم قطعی کا موجب واقعی اور یقینی صداقت واجب التعمیل قرار دے فرمایا ہے کہ جو شخص جسکو اس الہام کی نسبت باور دلایا گیا ہے اس پر عمل کرنے سے عمداً دست کش ہو وہ مورد غضب الہی ہوگا بلکہ اس کے خاتمہ بد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۳)۔

اور مولوی نور الدین نے بھی اپنے خط اسی مولوی فاضل عبدالجبار مشتہرہ اخبار الحکم ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء میں ان مہموں کے صادق ہونے کی نہایت وثوق سے شہادت دی ہے۔

﴿﴾ الہامات مولوی عبدالرحمن لکھوی در حق مرزا

(جن کے زہد و تقویٰ، طہارت، محبت و خشیت الہی، اتباع سنت و احتیاط سے ایک زمانہ واقف و قائل ہے اور جو اخیر توفنا مع الابرار کے مصداق ہو کر شہادت کی مرض سے مدینہ میں قیامت تک مقیم ہوئے)۔

۱۔ خلاصہ خط مندرجہ اشتہار ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ جیسے حامیان الفاظ قرآنیہ کے تھے ویسے ہی حافظان معانی قرآنیہ تھے۔ ہکذا فی الاحادیث ہم حافظوہا و مبلغوہا

و سامعوا و ناصروها و فاهموها و دانموها (وہ اسکے حافظ، اس کے پہنچانے والے، اسکے سننے والے، اس کی نصرت کرنیوالے، اس کے سمجھنے والے، اس کو ہمیشہ پڑھنے والے تھے)

میں نے مرزا صاحب کی بیعت کا خیال فکر کیا تو یہ الہام ہوا:

اتستبد لون الذی هو ادنی با لذی هو خیر (کہ جو چیز بہتر ہے کیا تم اس کے بدلے ایسی چیز لینا چاہتے ہو جو گھٹیا و ادنی ہے)۔

و لن تفلحوا اذاً ابداً (اور تم اس وقت ہرگز خلاصی نہ پاؤ گے)۔

انکم اذاً مثلهم (تحقیق تم اس وقت ان کی مثل ہو گے)۔

اور ایک روز بیعت کا فکر کیا تو الہام ہوا:

و لنن اتبعنا اهواءهم بعد الذی جاءك من العلم ما لك من اللہ
من و لى و لا نصیر۔ (اور اگر تو ان کی خواہشوں کی اتباع کرے گا اس کے بعد کہ تیرے
پاس علم آچکا ہے تو تیرے لئے اللہ سے کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا)

و ما یعدہم الشیطان الا غروراً۔ (شیطان ان کو فریب ہی کا وعدہ دیتا ہے)

اور بعضے وقت میں یہ الہام ہوا:

و اتخذوا آیاتى و رسلی هزواً (اور انہوں نے میری آیتوں اور رسولوں کو ہنسی بنایا)
و من یکن الشیطان له قرین فساء قریناً (اور جس کا قرین شیطان ہو تو
بہت ہی برا قرین، ساتھی، ہے)۔

و ان تدعهم الی الهدی فلن یهتدوا اذاً ابداً (اور اگر تو ان کو ہدایت کی طرف
بلاوے تو وہ ہرگز کبھی ہدایت نہ پائیں گے)۔

و انهم یکیدون و ضلّوا فاضلّوا (وہ مکر کرتے ہیں، اور گمراہ ہوئے پس گمراہ کیا)
(و قولہ تعالیٰ) یریدون لیطفنوا نور اللہ با فواہم۔ (وہ چاہتے ہیں
کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھادیں)

(و قولہ تعالیٰ) و کذبوا بآیاتنا کذباً باً (اور انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا)
دعا کردم: یا اللہ حکم تو در بارہ مرزا چیسٹ۔ الہام شد او لئک ہم الکافرون حقاً۔ (وہ
لوگ پکے کافر ہیں)

خط مندرجہ اشتہار ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ۔



مرزا قادیانی نے سر الخلافہ میرے پاس بھیجی۔ مہر ڈاک سے معلوم ہوا کہ ۲۵ جولائی کو وہاں سے روانہ ہوئی تھی جس تاریخ تک مرزا نے مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کو اپنے زعم میں بھگا دیا اور سب علماء کو ملزم بنا دیا۔ مقابلہ کی اطلاع ہم کو پیچھے دی اور فتح پہلے چھاپ دی۔ ماشاء اللہ پہلی دفعہ دیکھنے پر ہی یہ الہام ہوا:

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا و اتبع هواه و كان امره فرطاً
اور سونے کے وقت دعا کی یا خبیرا خبر نی کہ مرزا کا کیا حال ہے؟ خواب میں
کیم ماہ صفر ۱۳۱۲ھ کو یہ الہام ہوا:

ان شائک هو الا بتر۔ ان فرعون و هامان و جنودهما کانوا خاطئین
بعض مرزائیوں نے کہا کہ مرزا دین کی مدد اور نصاریٰ کا رد کرتا ہے فی الفور الہام ہوا:

وقد منا الی ما عملوا من عمل فجعلنا هباء منثوراً
وہاں مرزائیوں کی شورش سنی ہے کیا وجہ ہے یہ الہام ہوا:
جند ما هنا لک مہزوم من الاحزاب (بڑے بڑے لشکر اس جگہ شکست پانگے
ہیں فرقوں میں سے)۔

مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۸۹۳ء اتھی۔

یہ الہامات بہت ہی توجہ کے لائق ہیں کیونکہ مرزا کی کاروائی حصول فتح و تعالیٰ و تفاخر
وغیرہ کا ان میں صاف صاف حال ہے اور مولوی عبدالرحمن لکھویؒ مرزا صاحب کی طرف ایسے
رجوع و مائل تھے کہ مرزا سے بیعت کرنے اور مرید ہونے کے فکر و خیال میں تھے جیسا کہ خود انہوں
نے اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے لیکن حافظ حقیقی جل جلالہ نے ان کی حفاظت فرما کر اس امر سے بچایا
اور مرزا صاحب کی طرف جانے سے ان کو روکا۔

الہامات حافظ حاجی مولوی عبدالحق درحق مرزا

و ما کید فرعون الافی تباب (نہیں تدبیر فرعون کی مگر ہلاکت میں)

من شد شد فی النار۔ (جو اکیلا ہوا، اکیلا ہوا دوزخ میں)

سیصلی ناراً ذات لہب (عنقریب آگ شعلہ مارنے والی میں داخل ہوگا)

واللہ معکم ولن ینترکم اعما لکم (اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے عملوں کا نقصان نہ ہوگا)

محکمہ دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انّ شا نثک هو الا بتر (بے شک تیرا دشمن ابتر ہے)
 و نری فرعون و ها مان و جنود هما منهم ما کانا یحذرون (اور ہم نے فرعون اور
 ہامان اور ان کے لشکر کو وہ شے کہ اس سے ڈرتے تھے، دکھائی)
 انّا علی ان نریک ما نعد ہم لقا درون (اور ہم تجھ کو وہ شے جس کا ہم ان کو وعدہ کرتے
 ہیں، دکھانے پر قادر ہیں)

فجعلناها نکالاً لما بین ید بیا و ما خلفها و مو عظة للمنتقین (پس ہم نے اس کو
 موجودہ لوگوں اور پچھلوں کے لئے عبرت بنا دیا اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت)
 فقطع دابر القوم الذین ظلموا و الحمد لله رب العالمین (پس اس قوم کی کہ انہوں
 نے ظلم کیا جڑ قطع کی گئی۔ پس سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جو رب ہے تمام عالموں کا)۔
 سنسنمه علی الخراطوم (عنقریب اس کے ناک پر نشان لگادیں گے)
 انهم یکیدون کیداً و اکید کیداً فمهل الکافرین امهلهم رویداً (تحقیق وہ مکر کرتے
 ہیں اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں پس کافروں کو مہلت دے تھوڑی دیر)
 کان لم تغن بالامس۔ (گویا کہ وہ کل نہ تھا)

و یسئلونک عن الجبال۔ فقل ینسفها ربی نسفاً۔ فیومنذ لا تنفع الشفا عة۔
 انما یرید اللہ ان یصیبهم ببعض ذنوبهم (وہ تجھ سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے
 ہیں تو کہہ میرا رب ان کو پراگندہ کر دے گا۔ پس اس دن شفاعت نفع نہ دے گی۔ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو
 پہنچاؤے بدلہ ان کے بعض گناہوں کا)

و ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی (نہیں پھینکا تو نے جب پھینکا مگر اللہ نے پھینکا)

رأیت کہ عبد اللہ غزنوی را الہام شدہ کہ عاقبت قادیانی خراب خواہد شد

رأیت کہ عبد اللہ گوید کہ قادیانی دعویٰ پیغمبری خواہد کرد

مندرجہ اشتہار ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ ہے:

جب میں نے مرزا کے بارہ میں استخارہ کیا اور دل میں کچھ خوف تھا تو دیکھا سلام
 لک حتی مطلع الفجر (سلامتی واسطے تیرے طلوع فجر تک) اور مرزا کے بارہ میں گفتگو ہونے
 سے پہلے یہ الہام ہوا: جواب جاہلاں باشد خاموشی۔

بار دیگر جب کچھ قلق دل میں ہوا تو یہ الہام بے حساب ہوا:

اَنّی معک حیث ما کنت فلا تخف و لا تحزن (تحقیق میں ساتھ تیرے ہوں جہاں کہیں تو ہو۔ پس نہ ڈر اور نہ غم کر)

اناجلیسک وانیسک فلا تخف و لا تحزن (میں تیرا جلیس و انیس ہوں، خوف اور غم نہ کر)۔
فلا تهنوا و تدعوا الی السّلم و انتم الاعلون و اللّٰہ معکم (پس سست نہ ہو اور بلاؤ
ان کو سوج کی طرف اور تم ہی غالب ہو، اللہ تمہارے ساتھ ہے)
جب مرزا کے مقابلہ میں کچھ سستی کی صورت ہوئی تو الہام ہوا:

و لنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم و الصّٰبرین و نبلوا اخبارکم (اور ہم تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ ظاہر کر دیں ہم تم سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو، اور آزمائیں تمہاری خبریں)۔

یہ بھی دیکھا: انّ ولیّ اللّٰہ الذی نزلّ الكتاب و هو یتولّی الصّٰلحین
(تحقیق میرا کار ساز دوست اللہ ہے جس نے کتاب کو اتارا اور وہی دوستی کرتا ہے صالحوں سے)۔
یہ بھی دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا: السّلام علیکم۔ میں نے ابتدائے
بیداری میں باواز بلند کہا: و علیکم السّلام اور میری زبان سے بے اختیار یہ جواب نکلا۔
اور خوف کی حالت میں یہ بھی نظر آیا: و لن یجعل اللّٰہ للکافرین علی
المومنین سبیلًا (اللہ کافروں کو مسلمانوں پر ہرگز راہ نہ دے گا)۔

اور یہ بھی دیکھا: انّ ربک یقضیٰ بینہم با لحقّ و هو العزیز العلیم۔
فتوکل علی اللّٰہ انّک علی الحقّ المبین۔ انّک لا تسمع الموتی و لا تسمع
الصّم الدّعا (تیرا رب ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریگا اور وہی غالب ہے جاننے والا۔ پس تو
اللہ پر توکل کر، تحقیق تو حق ظاہر پر ہے، تو مردے کو نہیں سنا تا اور نہیں سنا تا بہروں کو پکارتا ہوا)
جب کچھ خوف کی صورت نظر آئی اور دل کو نہایت قلق ہوا تو یہ الہام ہوا:

سلا م علیکم من ربّ العالمین -

اور یہ بھی دیکھا:

حاصل دادہ حقہ میزان - یوحیدیت وہ بل قرآن - (ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ میزان ایک

توحیدیت ہے اور دوسرا قرآن ہے)

فلا تکفرو ولا تحزن - (پس ناشکری نہ کرو اور غم نہ کھا)

ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمة ربك بمجنون -
 و اصبر لحکم ربك فانک با عیننا (اور اپنے رب کے حکم پر جہارہ - تحقیق تو
 ہماری آنکھوں کے سامنے ہے)

له ما بین ایدینا و ما خلفنا و ما بین ذالک و ما کان ربک نسبتاً
 ، ای تار کاً لک ، (واسطے اس کے ہے جو آگے ہے اور پیچھے ہے، اور جو اس کے درمیان ہے، اور تیرا
 رب بھولنے والا نہیں)

اتی نصر اللہ و اللہ عزیز حکیم (آئی مدد اللہ کی اور اللہ عزیز و حکیم ہے)
 لا تخف انک انت الا علی -

﴿ ان سب مخالف الہامات پر اگر بحالی و برقراری جماعت کی خاطر یا کسی اور وجہ و
 ضرورت کے سبب کسی حاشیہ وغیرہ چڑھانے کی ضرورت و ارادہ ہو تو مرزا صاحب براہ مہربانی قاعدہ
 مسلمہ خود بدولت مشہرہ اشتہارے۔ اگست ۱۸۸۷ء متذکرہ باب اول فصل ۳۴ بھی مد نظر رکھیں۔
 ﴿ یہ الہامات خاص کر کے اس لئے بھی بہت توجہ وغور طلب ہیں کہ ان تمام مسلمہ مہمبین و
 دیگر مشائخ و صلحاء کو جو مرزا صاحب کی طرف رخ کرنے سے بھی روکا جاتا ہے تو کیا ارحم الراحمین
 جل شانہ و عم نوالہ نے اس میں ان غریبوں کی ہلاکت تباہی و بربادی و نیست و نابود کرنے کا ارادہ
 فرمایا ہے؟ اور کس جرم پر؟ کیونکہ بظاہر تو انہوں نے اطاعت اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ و پابندی و
 فرمان برداری احکام شریعت اسلام میں حسب استطاعت خود کسی طرح کوتاہی و کمی نہیں کی ہے اور
 چونکہ ان پر نیستی و مسکینی عاجزی و انکساری باعث غلبہ نسبت عبودیت غالب تھی اور ہے لہذا تکبر تعالیٰ
 شنی یا اظہار فضیلت تو بفضلہ تعالیٰ و تقدس ان کے نزدیک کیوں آنے لگا، بلکہ اپنے نفس پر یہاں تک
 بدگمانی ہے کہ مطمئن ہونے کے لئے الہامات منامات و کشوف کو بار بار کتاب و سنت پر عرض کیا جاتا
 ہے۔ لہذا مرزا صاحب و مریدین ان پر ضرور غور فرمائیں اور ان شہادات کو حسب وعدہ مندرجہ
 اشتہار تفکر و تدبر سے وزن کریں۔

﴿ اول تو مرزا صاحب الہامات کی مدح و ثنا و فضیلت میں فرماتے رہے کہ:

علوم ربانی اور اسرار آسمانی مسلمانوں پر بذریعہ الہام یقینی و قطعی منکشف ہوتے ہیں۔

(براہین احمدیہ - صفحہ ۲۲۳)۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۸)۔

مسلمانوں کے سچے و بابرکت الہام۔

اولیاء اللہ کے الہام کو جو علم قطعی کا موجب نہ سمجھے بلکہ علم ظنی کا موجب سمجھے اس کا قول ایک وسوسہ ہے جس پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی قائم نہیں ہو سکتی بلکہ تجربہ صحیحہ و متواترہ و آیات محکمہ فرقیانی اس کے ابطال پر دلائل قائم کرتے ہیں اور درحقیقت ایسے وساوس انہیں لوگوں کے دلوں میں اٹھتے ہیں جو الہام الہی کی کامل روشنی سے بے خبر ہیں اور علم لدنی کی قدر شناسی سے بے بہرہ۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۹)۔

پہلے اس نے اظہار علی الغیب کی نعمت اور علم لدنی یقینی قطعی کی دولت اپنے برگزیدوں رسولوں کو دی مگر پھر تعلیم اهدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم دے کر تمام سچے طالبوں کو خوش خبری دی کہ وہ اپنے رسول مقبول کی تبعیت سے اس علم ظاہری اور باطنی تک پہنچ سکتے ہیں جو بالاصالت خدا کے نبیوں کو دیا گیا، انہیں معنوں کر کے تو علماء و ارث الانبیاء کہلاتے ہیں۔ (براہین احمدیہ۔ صفحہ ۲۳۱)۔

الہام ایک واقعی اور یقینی صداقت ہے جس کا مقدس اور پاک چشمہ دین اسلام ہے اور خدا جو قدیم سے صادقوں کا رفیق ہے دوسروں پر یہ نورانی دروازہ ہرگز نہیں کھولتا اور اپنی خاص نعمت غیر کو نہیں دیتا۔ (براہین احمدیہ۔ صفحہ ۲۵۹)۔

الہام میں عنایات حضرت احدیت اس کے حال پر مبذول ہوتے ہیں اور مقبولین میں شمار کیا جاتا ہے۔ (براہین احمدیہ۔ صفحہ ۲۷۲)۔

الہام واجب التعمیل ہے اس پر عمل کرنے سے عمداً جو دست کش ہو وہ مورد غضب الہی ہوگا بلکہ اس کا خاتمہ بد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۲)۔

اور اب ایک دفعہ ہی یہ تغیر حالت کہ اس سب تعریف ثنا و فضیلت قرار داد خود بدولت کونسیاً منسیاً فرما کر دوسرے عاجز مسلمانوں کے الہامات کو ساقط الاعتبار و بمقابلہ خود بدولت محض ہیچ ٹھہرانے کی خاطر شیطانی الہامات کے صیغہ اور سلسلہ پر زرو ڈال دیا اور ثبوت میں سیدنا مسیحؑ و سید عبدالقادر جیلانیؒ جیسے اکابر کی طرف ان کی نسبت فرمائی ہے۔

﴿ مرزا صاحب نے الہامی جو اہرات کا جوہری ہونا خود بدولت تک اور اصل و مصنوعی میں فرق کرنا خود بدولت کے صحبت یافتوں پر منحصر فرما کر دوسرے تمام ملہمین کو بے بصیرتوں میں داخل فرمایا ہے لیکن کچھ تو اس دعویٰ بلا دلیل کی کوئی وجہ ثبوت تحریر فرماتے یا محض عاجز کے الہام لو کنتم تملکون خزائن رحمت ربی اذا لا مسکتکم خشیت الا نفاق (اگر میری

رحمت کے خزانوں کے تم مالک ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم ان کو بند رکھتے (کی تصدیق کے لئے ہی اس کا اظہار فرمایا ہے۔

یہ بھی فرمادیں کہ مرزا صاحب نے سوائے خود بدولت و جماعت مریدین کے کسی دوسرے عاجز کے الہاموں کو بھی پرکھ کر سچا قرار دیا ہے؟ اگر فرمادیں کہ ایسا موقع کبھی نہیں آیا تو اب جو الہامات درج کتاب ہذا ہوئے ہیں ان پر غور فرما کر رائے انصاف و خشیت اللہ سے دیں جس سے عام پر آپ کا عدل و انصاف و امانت و دیانت ظاہر و متحقق ہو جاوے۔

☆ سچے الہامات: خصائص و علامات

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

ای صوفیو! اور اس مہوسی کے گرفتار، ذرہ ہوش سنبھال کر اس راہ میں قدم رکھو اور خوب یاد رکھو کہ سچا الہام جو خالص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے مندرجہ ذیل علامتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

جواب۔ یہ مرزا صاحب نے کیا فرمایا، ذرہ ہوش سنبھال کر اس راہ میں قدم رکھو، کیا انکے اس ڈرانے و خوف دلانے سے یہ مراد ہے کہ عبادت الہی، اتباع قرآن مجید و پیروی شریعت کوئی نہ کرے کہ آپ کا یہ خیال ہے کہ انسان اپنے آپ آرزو و خواہش سے اس الہام کی راہ میں قدم رکھتا ہے؟ شاید مرزا صاحب نے اپنی حالت و حکمت عملی و دوراندیشی حیل و تدابیر پر قیاس فرما کر المرء یقیس علی نفسه (آدی اپنے نفس کے موافق دوسروں کا قیاس کرتا ہے) کے موافق دوسروں کو اپنی طرح سنبھل کر چلنے کا ارشاد کیا ہے لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں کیونکہ عبادت تو فرض انسانی ہے بموجب ارشاد و ما خلقت الجن و الانس الا ليعبدون (میں نے جن و انسانوں کو عبادت کرنے کے لئے ہی پیدا کیا ہے) اور جو صدق و محبت سے اس کو فرض سمجھ کر اقرار الوہیت خالق و اظہار عبودیت خود کرنے کو اس میں مصروف ہوگا اس پر لازمی نتائج کشف الہام و دیگر انعام و اکرام موعودہ ضرور مبداء فیوض حقیقی کی طرف سے مترتب ہوں گے، خواہ کوئی ہوش سنبھالے یا نہ سنبھالے۔ ہاں اگر کوئی خلاف احکام یا سوائے نیت حصول و رضا و تعمیل حکم خالق کسی اور نیت عجب و ریا و یا الہام پانے یا اور کچھ بننے کی خاطر عبادت کریگا تو وہ ضرور خسار الدنیا و الآخرة ہوگا۔

علامت اول: دل آتش درد سے پانی کی طرح بہنا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

(۱) وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ جب کہ انسان کا دل آتش درد سے گداز ہو کر مصفا پانی کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف بہتا ہے.. الخ

جواب۔ اگر کسی دوسرے عاجز کا الہام اسی طرح اسی حالت کا ہوگا تو مرزا اس کو سچا مان کر قبول فرمائیں گے؟ اول اس کا فیصلہ فرمائیں تو پھر کچھ عرض ہوگا۔ مرزا اول قبول کر چکے ہیں کہ ہر ایک زمانہ میں امت محمدیہ میں کئی کروڑ ملہم ہوتے ہیں تو کیا جو لوگ آپ سے کچھ تعلق نہیں رکھتے ان میں سے اس کثیر التعداد میں اب ایک بھی ایسا نہیں جس پر یہ حالت ہو؟ اس نفی پر کیا دلیل ہے۔

علامت دوم: لذت سرور، فولادی میخ کی طرح

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سچا الہام اپنے ساتھ ایک لذت و سرور کی خاصیت لاتا ہے اور نامعلوم وجہ سے یقین بخشتا ہے اور ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتا ہے۔ اور اس کی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے۔

جواب۔ وہی پہلا جواب کافی ہے۔ علاوہ اس کے یہ کہ مرزا صاحب کے الہامات کی عبارت تو فصیح اور غلطی سے پاک نہیں ہے جیسا کہ آپ کے انگریزی و عربی الہامات کی غلطیوں سے ظاہر ہے۔ تعجب یہ کہ ابھی تک مرزا صاحب کو اپنی غلطیوں کا علم ہی نہیں اور نہ انگریزی دان مریدوں نے ہی مطلع کیا۔ اور وہ بے چارے کیوں کر کریں جب کہ بڑے انتظام اور زور سے ان کی قوت فکر یہ و نظریہ کو نیست و نابود کرنے کا اہتمام ہر وقت ہے اور وعظ اور خطبہ وغیرہ تحریر کے ذریعہ ان کو یہی نصیحت و تاکید ہوتی رہتی ہے کہ امام کی ہر ادا و ہر امر، ہر بات سے موافقت کرنی چاہیے اور اس کو قبول کرنا چاہیے اور ہرگز کوئی اعتراض اور چون چرائیں چاہیے۔ افسوس یہی تعلیم اول ہندو برہمنوں و دیگر ناواقف خود غرض و خود پرست فرقوں کی اپنی قوم کو تھی کیونکہ اعتراض و تفتیش و تحقیق اغراضی نفسی کے خارج و مانع ہے اور حق اور پاک دین اسلام میں یہ تعلیم ہرگز نہیں بلکہ خوب اچھی طرح عقل

سے تفقہ دینی کی تاکید ہے۔ مریدین مرزا صاحب برائے خدا آنکھیں کھولیں۔

علامت سوم: شوکت رعب

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۹ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سچے الہام میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے اور دل پر اس سے مضبوط ٹھوکر لگتی ہے اور قوت اور رعب ناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے مگر جھوٹے الہام میں چوروں اور منخنثوں اور عورتوں کی سی دھیمی آواز ہوتی ہے کیونکہ شیطان چور اور منخنث اور عورت ہے

جواب - یہ عبارت بڑھانے کیلئے نمبر دو گزشتہ کا دوسرے الفاظ میں اعادہ ہے۔ ہاں بجائے شوکت و بلندی شوکا پن یعنی تعالیٰ اور بلند پروازی تو مرزا صاحب کی طرف سے بے شک ظاہر ہوئی ہے اور ناکامی و ہزیمت وغیرہ سے مضبوط ٹھوکریں بھی دل پر ضرور لگتی ہوں گی۔ لیکن ضد و ہٹ و دیگر اغراض نے مرزا صاحب کو اقبال نہیں کرنے دیا۔ جھوٹے الہام کی تعریف یعنی چوروں منخنثوں و عورتوں کی سی دھیمی آواز والا کیونکہ شیطان چور منخنث و عورت ہے وغیرہ، جو مرزا صاحب نے فرمایا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خود بدولت اس سے خوب ماہر ہیں اور آپ کو شیطان کے ساتھ خوب رابطہ خلط ملط ہے جھبی تو اس کی طرز و ہیئت اپنے ذاتی تجربہ سے بیان فرمائی ہے۔

علامت ۴: اس کے اندر خدا کی طاقتوں کا اثر ہونا



ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

سچا الہام خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضروری ہے کہ اس میں پیش گوئیاں بھی ہوں اور وہ پوری بھی ہو جائیں۔

جواب - مرزا صاحب کے الہام و پیش گوئیوں کا چشم دیدہ حال بہت جگہ کئی صورتوں میں بیان ہو چکا ہے ان مقامات کا ملاحظہ فرما کر اس علامت کے ساتھ انصاف و غور سے موازنہ کریں کہ الہی طاقتوں کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے؟

علامت ۵-۶: انسانوں کو نیک بنانا، نئی زندگی و روشنی پیدا ہونا



ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سچا الہام انسان کو دن بدن نیک بناتا جاتا ہے اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔ سچے الہام پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں اور ہر ایک قوت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے اور انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اوس کی پہلی زندگی مر جاتی ہے اور نئی زندگی شروع ہوتی اور وہ بنی نوع کی ایک عام ہمدردی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

جواب۔ گستاخی معاف یہاں تو سارا معاملہ اس کے برعکس ہوا ہے جس سے ثابت ہے کہ سچا الہام نہ تھا، یا مداخلت نفس و تمنی و یا عجب و ریا، و یا تکبر و تعلیٰ و یا توہین و تحقیر انبیاء و عا جزان اہل اسلام و غیہ مخلوق کے باعث ایسا ہوا ہے جن کی نظیریں جا بجا اس کتاب میں موجود ہیں۔ چنانچہ کچھ تو بضمن خوش اخلاقی مرزا صاحب بقید حروف تہجی پہلے بیان ہو چکا ہے اور کچھ نیابت نبوت کے ذیل میں آئندہ آئے گا۔ اگر اسی کو دن بدن نیک بنا، اندرونی کثافتوں اور غلاظتوں سے پاک ہونا اور اخلاقی حالتوں کی ترقی کہتے ہیں، تو بے شک مرزا صاحب کے یہاں ان سب کا بحر مواج چل رہا ہے اور کچھ کمی نہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ قانون الہی و شریعت اسلامی نے ان امور کی تحسین تو کیا بلکہ نفیرین کر کے ان کو مورد غضب الہی بتلایا ہے جس سے ہر ایک مسلمان و غیر مسلم پناہ مانگتے ہیں۔ اندرونی قوتوں کی گواہی ان پر نئی اور پاک روشنی پڑنے کی بیرونی غریبوں کو کیا خبر؟ ہاں تبدیلی اور پہلی زندگی عبودیت و نرمی و خوش اخلاقی والی مر جانی اور نئی زندگی تکبر و تعلیٰ شیخی و الوہیت و درشتی سب و شتم والی شروع ہو جانی، تو اظہر من الشمس اور سب کو معلوم ہے اور بنی نوع کی ہم دردی کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ پوشیدہ حالات و اسرار کا واقف تو اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے ظاہری حال جو کوئی دیکھے گا وہی کہے گا۔

❖ علامت ۷: سچے الہام کا ایک آواز پر ختم نہ ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے وہ نہایت ہی حلیم ہے جس کی طرف توجہ کرتا ہے اس سے مکالمات کرتا ہے اور سوالات کا جواب دیتا ہے ایک ہی مکان اور ایک ہی وقت میں انسان اپنی معروضات کا جواب پاسکتا ہے

گو اس مکالمہ پر کبھی فترت کا زمانہ بھی آجاتا ہے۔

جواب۔ اس کا جواب وہی ہے جو نمبر ایک کی ذیل میں عرض ہوا۔ اس حلیم و کریم و رحیم کے حلم و رفق پر مرزا صاحب بھی تو کچھ توجہ فرمائیں کہ ادنیٰ اعلیٰ مخلوق پر کس درجہ کا حلم فرما رہا ہے اور پھر خود بدولت کے حلم و درگزر پر بھی نظر فرمائیں کہ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ (اخلاق میں اللہ کے اخلاق کا اقتداء مد نظر رکھو) کا کیسا نمونہ ہے اور ہر مخالف موافق کے ساتھ گو کیسا ہی محبت و مخلص ہو بحالت اندک اختلاف بھی خواہ خواب ہی میں ہو کیسا لٹھم لٹھا سلوک کرتے ہیں اور پھر اُنک لعلی علی خلق عظیم کے ساری دنیا سے بڑھ کر دعویدار ہیں۔

❖ علامت ۸: بزدل نہ ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

سچے الہام کا انسان کبھی بزدل نہیں ہوتا اور کسی مدعی الہام کے مقابلہ سے اگر چہ وہ کیسا ہی مخالف ہو، نہیں ڈرتا۔ جانتا ہے کہ میرے ساتھ خدا ہے اور وہ اس کو ذلت کے ساتھ شکست دے گا۔

جواب۔ بہت اچھا خود بدولت اپنے اس قاعدہ پر قائم رہیں۔ مرزا کے اس قاعدہ کی رو سے مولوی عبدالحق غزنوی و مولوی عبدالرحمن لکھوی مرحوم اور حافظ اندھا جو مر گیا، اور ملا محمد بخش، یہ سب جو مرزا صاحب سے نہیں ڈرے، سچے الہام والے ہوئے اور عبدالحق غزنوی اور ملا محمد بخش تو اب تک خم ٹھونک کر مقابلہ پر اسی طرح قائم ہیں۔ تو انصاف یہ ہے کہ اب انکے سچے الہامات کو قبول فرمایا جاوے۔ اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ نہیں یہ ہمارے مقابلہ والے گود لیر ہیں بزدل نہیں لیکن سچے الہام والے ہرگز نہیں جیسا کہ ان کو کئی مرتبہ وہ تحریر فرما چکے ہیں تو پھر خیال فرمائیں کہ وہ قاعدہ تراشیدہ کہاں گیا اور مرزا صاحب نے کیوں اور کیسے مقرر فرمایا ہے؟ کیا محض اس لئے کہ دوسرے غریب کم زبان عاجزوں کے الہامات کو بہ مقابلہ اپنے الہامات کے جھوٹا کہا جاوے؟

❖ پھر کیا جرأت و دلیری و قوی دلی اسی کا نام ہے کہ خیر الحافظین کی حفاظت کو بالائے طاق رکھ کر ایک ادنیٰ سی تکلیف موہوم پر ضعیف مخلوق اور مصنوعی اشیاء کے واسطے و ذریعہ ڈالے جائیں اور رحم و مہربانی کے واسطے پکارا جائے؟ اور اخیر پر باوجود دعوے سچے و فوق و اعلیٰ درجہ کے الہام کے جب کوئی ذرہ سا ڈر و خطرہ پیش آوے تو الہی الہامات و احکام کو بند رکھنے حتیٰ کہ اللہ

کے پاس دعا بھی نہ کرنے کا عہد کیا جاوے؟ حالانکہ دعویٰ یہ ہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے وہ ہر مخالف کو ذلت کے ساتھ شکست دیگا۔

کسی دوسرے عاجز کم سمجھ کم علم سے ایسا امر منافی توکل و خلاف آیات قرآن مجید ہونا تعجبات سے نہیں لیکن مرزا صاحب جو ماشاء اللہ امام الزمان ہونے کے دعویدار و آیات قرآن مجید و احادیث کے حقائق و معارف جاننے سکھلانے اور ان کے عمل کرنے کرانے کے تمام جہان سے بڑھ کر دعویدار ہیں، انہوں نے درج ذیل ارشادات پر غور کیا ہوگا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلَ مَا سَمِعُوا لَهُ - إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَ إِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ بَعْضًا لَشِئْنَا لَا يَسْتَنْفِذُوهُ مِنْهُ ضَعْفَ الطَّلَبِ وَ الْمَطْلُوبِ - مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ - إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ - (اے لوگو ایک مثال بیان کی گئی ہے پس اس کو تم سنو۔ تحقیق وہ معبود کہ تم سوائے اللہ کے پکارتے ہو، ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ سب جمع ہو جاویں۔ اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جاوے تو اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ ضعیف ہے طالب اور مطلوب۔ نہیں قدر کیا انہوں نے اللہ کا حق اس کی قدر کا۔ تحقیق اللہ صاحب قدرت و غلبہ ہے)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ نَأْتَمَنَ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فَتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ - خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ - ذَالِكُمْ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ - يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ - ذَالِكُمْ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ (اور بعض آدمیوں سے وہ شخص ہے جو عبادت کرتا ہے اللہ کی... اگر اس کو بھلائی پہنچے تو اس کے ساتھ مطمئن ہوتا ہے اور اگر فتنہ پہنچے تو اپنے منہ پر پھر جاتا ہے۔ دنیا و آخرت میں خسار پایا۔ یہی ہے خسارہ ظاہر۔ پکارتا ہے اللہ کے سوا اسے جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہی ہے گمراہی بڑی)

يَدْعُونَ لِمَنْ ضَرَّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ لِبَيْتِ الْوَالِي وَ لِبَيْتِ الْعَشِيرِ - إِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بَصْرًا فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَ إِنْ يَمْسَسْكَ بَخِيرًا فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَ هُوَ الْحَلِيمُ الْخَبِيرُ -

إِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بَصْرًا فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَ إِنْ يَرِدْكَ بَخِيرٌ فَلَا رَادَ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ -

(اگر اللہ تجھے تکلیف دے تو اس کے سوا کوئی کھولنے والا نہیں اور اگر تیرے ساتھ نیکی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رڈ کرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے فضل پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے)

حدیث شریف : یا غلام احفظ اللہ یحفظک، احفظ اللہ تجده تجاهک فاذا سنلت فسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن بالله و اعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ینفعوک بشیء لن ینفعوک الا بشیء قد کتب اللہ لک و لو اجتمعوا على ان یرضروک بشیء لم یرضروک الا بشیء قد کتبه اللہ علیک رفعت الاقلام و جفت الصحف۔ (اللہ کو اے لڑکے یاد رکھ، اللہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھ، تو اس کو اپنا ساتھی پائے گا۔ اور جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر، اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد مانگ۔ اور جان لے کہ اگر تمام مخلوق اس بات پر جمع ہو کہ تجھے کچھ نفع ہووے تو سوا اس کے کہ اللہ نے تیرے واسطے لکھا ہے، کچھ نفع نہیں دے سکتے، اور اگر اس بات پر جمع ہوں کہ تجھے کچھ ضرر پہنچائیں تو سوا اس کے کہ اللہ نے تجھ پر لکھا ہے، کچھ تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔
قلمیں اٹھ چکیں اور صفحے پورے ہو گئے)

پھر ایسے وقت اس ارشاد کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟ اگر ارشاد ہو کہ رعایت اسباب سنت ہے تو براہ مہربانی صدر اسلام سے کسی امام الزمان کے ایسی بے طرح پھسل کر رعایت اسباب کر نیکی نظیر بیان فرمائیں۔ عاجز کو تو معلوم نہیں بلکہ صلحاء امت کا حال مطابق آیات قرآن کے کتب میں پڑھا ہے اور آنکھوں سے بھی دیکھا ہے جس میں اس کم حوصلگی و بزدلی کا ہرگز نام و نشان بھی نہیں ہے۔

❖ علامت ۹: اکثر علوم و معارف کے جاننے کا ذریعہ ہونا

ضرورتاً الامام میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

سچا الہام اکثر علوم و معارف کے جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ خدا اپنے مہم کو بے علم اور جاہل رکھنا نہیں چاہتا۔

جواب۔ مرزا صاحب کے علوم و معارف کا حال بہت جگہ اس کتاب میں عرض ہوا ہے۔



علامت ۱۰: سچے الہام کیساتھ برکات اور غیب سے عزت ملنا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

سچے الہام کے ساتھ اور بھی بہت سی برکتیں ہوتی ہیں اور کلیم اللہ کو غیب سے عزت دی جاتی ہے اور رعب عطا کیا جاتا ہے۔

جواب: بجائے فقرہ، اور بھی بہت برکتیں، کے لفظ وغیرہ کافی تھا اور عزت اور رعب مرزا صاحب کا حال کچھ تو ان رسائل و کتب سے معلوم ہوتا ہے جو ان کے مخالف شائع ہو چکے ہیں اور کچھ آئندہ انشاء اللہ العزیز ظاہر ہو جاوے گا اور عاجز خاکسار کو خدا نخواستہ آپ کی عزت اور رعب سے کسی قسم کا حسد و بخل نہیں بلکہ ارشاد ذیل پر کامل ایمان ہے:

قل اللّٰهُمَّ ما لك الملك تؤتى الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء و تعزّ من تشاء و تذلّ من تشاء ببيدك الخير انك على كلّ شىء قدير۔ تولج اللّيل فى النّهار و تولج النّهار فى اللّيل و تخرج الحىّ من الميّت و تخرج الميّت من الحىّ و ترزق من تشاء بغير حساب (تو کہہ یا خدا تو مالک الملک ہے، تو ملک عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے تو ہی ملک لے لیتا ہے جس سے چاہے، تو جس کو چاہے عزت دے، تو جس کو چاہے ذلیل کرے، تیرے ہاتھ میں بہتری ہے۔ تحقیق تو ہر شے پر قادر ہے۔ تو رات کو دن اور دن کو رات کرتا ہے تو مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے)

پھر مرزا صاحب کے عزت و رعب کا حال جو کچھ عاجز پر بذریعہ الہام منکشف ہوا ہے اس کا ذکر بھی اس جگہ مقتضائے محل ہے، وہو ہذا۔

عاجز کو مرزا کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ایک دو بار اور وہاں سے واپسی پر بیٹیاں بار مختلف صورتوں میں الہام ہوتا رہا: انی مہین لمن اراد اھا تنتک (میں ضرور اس کو ذلیل کرونگا جو تیری ذلت کا ارادہ کرے) اس کی تصدیق جس جس طرح ظہور میں آئی قابل غور ہے۔ اول اہانت کندہ معلوم نہ تھا کیونکہ بفضلہ تعالیٰ عاجز کا کسی سے ایسا معاملہ ہی نہ تھا سو مرزا صاحب نے بے ضرورت عجلت و جوش میں آکر برائے نام رسالہ ضرورۃ الامام جس میں سوائے مدح سرائی، تعالیٰ، شیخی خود بدولت اور مضمون بہت کم ہے۔ اور اس میں عاجز کی نالی تہی بیچ میرزی اور

اپنی فضیلت و کمالات اوصاف اور بہت طاقتوں اور خواصوں کا اظہار پیٹ بھر کر فرمایا۔ اور چونکہ توہین کے بعد انہی مہینوں والا مضمون پورا ہونا تھا لہذا اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے مرزا کو ایک مقدمہ میں مبتلا فرمایا تاکہ ان قوتوں و خواص و اوصاف ادعا سے کا حال جو مرزا نے اپنی صداقت و فضیلت میں بیان فرمائیں عملی طور پر عام مخلوق پر ظاہر و ثابت ہو جائے کہ وہ سب موضوعہ و تراشیدہ زبانی ہیں اور آپ میں ان کے عملی مادہ کا تخم بھی نہیں۔ چنانچہ دوران مقدمہ میں جو غلط بیانات و خلاف واقعات اپنی بریت کیلئے مرزا نے چھپوا کر پیش کئے جس میں بعض پیش گوئیوں مشتہرہ و زبانی سے بھی انکار فرمایا ان کا حال مرزا صاحب و محرم رازان خود بدولت اپنے منہ گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں۔ وہ افسوس و شرمناک کاروائی جو الحرب خد عہ (لڑائی دھوکہ بازی ہے) کی آڑ میں حصول فتویٰ تکفیر مولوی محمد حسین بٹالوی والے میں کی گئی جس کا حال باب اول میں مفصل درج ہوا ہے اور جس میں بجائے تین اشخاص اور بہت سے الہامات کو ترک کر کے صرف سنیہ بمثلہا کو پورا فرمایا، یہ بھی کچھ کم عجائبات و عبرتناک امور سے نہیں۔

پھر مقدمہ کے فیصلہ کی نسبت اشتهار ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء میں جو مرزا صاحب نے اپنی صدق بیانی ظاہر فرمائی کہ مولوی محمد حسین (جو گواہ تھے) پر مقدمہ ہونا لکھا۔ اقرار نامہ یا مچلکد کا نام نوٹس رکھا۔ رہا، کو بری کہا، وغیرہ۔ اس سے جو عزت و عظمت ہوئی بخوبی عیاں ہے اور اخیر پر اقرار نامہ یا مچلکد دے کر رہا ہوئے جس میں الہامات وغیرہ جن کو خود بدولت احکام الہی فرماتے ہیں، بند رکھنے کا عہد کیا، اور وہ ذلت والی پیش گوئیاں واپس لیں جن کے واسطے ایک دوست کے لکھنے پر انکار فرما چکے تھے کہ، الہی امور کو ہم کیوں کر واپس لے سکتے ہیں، - غرض وہ ذلت والا الہام جو مرزا صاحب نے مولوی محمد حسین (بٹالوی) صاحب کی نسبت مشتہر فرمایا، وہ اہانت کی پاداش میں الٹا خود بدولت پر پڑا۔ اب غور فرمائیں کہ یہ سب امور باعث رعب و عزت ہوئے یا باعث ذلت و خفت؟

اسی دوران مقدمہ میں عاجز کو یہ بھی الہام ہوا:

عزیز یکہ از در گمش سر بتافت بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

سواس کی تصدیق کشف الغطاء و اقرار نامہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے۔ علاوہ یہ ذلت ہوئی کہ مولوی محمد حسین (بٹالوی) صاحب کا خواب جس میں انہوں نے شروع جنوری ۱۸۹۹ء میں ایک شخص کو آنک انت الاعلیٰ، الق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید سا حر ولا یفلح السّاحر حیث اتی (تحقیق تو ہی غالب ہے۔ ڈال دے جو تیرے داہنے ہاتھ

میں ہے، وہ نکل جاوے گا جسے بنا کر کھڑا کیا ہے انہوں نے کیونکہ جو بنا کر کھڑا کیا ہے وہ جادو کا کرتب ہے اور جادوگر ہرگز فلاح نہیں پاتے) کہتے ہوئے سنا، پورا ہوا۔ کید بظاہر مرزا صاحب کے الہامات کی نسبت ہے جیسا کہ آپ کے ان کو واپس لینے سے صاف ظاہر ہے اور عجب یہ ہے کہ ان کلمات میں بھی آپ کے لئے وہی نسبت فرعونی موجود ہے جو دیگر ملہمین کے الہامات میں ہے جو بظاہر نتیجہ تکبر و تعلیٰ و تفاخر بے جا کا ہے۔

❖ لا تسبوا الذہر

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۹-۲۰ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

آج کل ایسا ناقص زمانہ ہے کہ اکثر فلسفی طبع اور نیچری و برہمو اس الہام سے منکر ہیں اسی انکار میں کئی اس دنیا سے گذر بھی گئے ہیں۔

جواب۔ کوئی ناخواندہ جاہل عام مسلمان ناواقفی سے زمانہ کو ناقص یا برا کہے تو کوئی محل تعجب نہیں لیکن مرزا سے بدعویٰ علوم لدنی حقائق و معارف افضل المسلمین فخر اسلام و اسلامیان امام الزمانی وغیرہ کے ایسا کلمہ صادر ہونا اور زمانہ کو ناقص کہنا نہایت ہی تعجب و قابل افسوس ہے۔ کیا مرزا صاحب کو یہ حدیث معلوم نہیں:

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ یو ذینی

ابن آدم یسب الذہر و انا الذہر بیدی الامر اقلب اللیل و النهار۔

متفق علیہ۔ (اللہ فرماتے ہیں کہ ایذا دی ابن آدم نے مجھ کو، برا کہا زمانہ کو اور میں

زمانہ ہوں، میرے ہاتھ میں حکم ہے پھیرتا ہوں رات اور دن کو)

بجائے زمانہ کو ناقص کہنے کے مرزا صاحب یہ فرمادیتے کہ آج کل فلسفی طبع و نیچری و برہموناہمی یا بدقسمتی سے اس صداقت و سچائی یعنی الہام سے منکر ہیں۔ خلاف ہدایت اسلام کلمہ قلم یا زبان سے نکالنا کیا ضرور ہے؟ اور ہاں اس پر بھی تو غور فرماویں کہ خود بدولت بھی تو سوائے اپنے چند مریدوں کے الہامات کے دوسرے عاجز ملہمین کے الہام سے منکر ہیں۔ فلسفی طبع نیچری و برہمو کل سے منکر ہیں آپ جزء سے سہمی، انکار تو دونوں میں موجود ہے۔ جیسے برہمو اپنے الہام کے قائل اور دوسروں کے منکر ہیں ایسا ہی مرزا صاحب کا حال ہے۔

سچائی کو سچائی ماننا



ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

لیکن اصل امر یہ ہے کہ سچائی سچائی ہے۔ (پھر خدا تعالیٰ کو مان کر خدا تعالیٰ کے کلام والہام سے انکار والوں کی غلطی کے بیان میں منکرین صفات الہی پر افسوس کر کے کہا ہے کہ:) خدا تعالیٰ کی تمام صفات مان کر ان میں سے ایک ضروری حصہ کاٹ کر پھینک دیتے ہیں۔

جواب۔ سچائی کو سچائی ماننے کے لئے مرزا صاحب بھی فکر کریں ایسا نہ ہو کہ بے خیالی یا کسی اور سبب سے خواہ نخواہ ایک سچائی کے مکذب بنیں اور عاقبت میں خدا نخواستہ حسرت سے لو کتنا نسמע او نعقل ما کتنا فی اصحاب السعیر (اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے) کہنے والوں کے ساتھ ہونا پڑے۔ باقی حصہ کچھ جواب طلب نہیں۔

آریوں کا وید تک اور عیسائیوں کا مسیح تک الہام پر مہر لگانا



ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۰-۲۱-۲۲ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں:

افسوس کہ آریوں نے تو وید تک ہی خدا تعالیٰ کی کلام پر مہر لگا دی تھی مگر عیسائیوں نے بھی الہام کو بے مہر نہ رہنے دیا، گویا حضرت مسیح تک انسانوں کو ذاتی بصیرت اور معرفت حاصل کرنے کیلئے چشم دید الہاموں کی حاجت تھی وغیرہ، تو یہ ہم نے مانا کہ فرد فرد میں ہونا ضروری نہیں۔ لیکن یہ ہم قبول نہیں کر سکتے کہ الہام کی سرے سے صف ہی الٹ دی جائے اور ہمارے ہاتھ میں صرف ایسے قصے ہوں جن کو ہم نے کچشم خود نہیں دیکھا۔

پھر آگے فلسفی طبع کرامتوں پر ٹھٹھا کر نیوالوں کا ذکر، وید پر ٹھٹھا کر نیوالوں کا ذکر، چین مت کا سکھوں کا ہندوؤں سے الگ ہونا، اور ان کا اقرار کہ ہم وید کے ہرگز پیرو نہیں، وغیرہ غلطی یہ قصہ اس جگہ کے لائق نہیں ہے ملخصاً۔

جواب۔ آریوں اور عیسائیوں کی خدا تعالیٰ کی کلام والہام پر مہر لگانا اسی کے مشابہ ہے جیسے مرزا صاحب نے سوائے خود بدولت کے دوسرے غریب عاجزوں کے لئے سچے اور قابل بھروسہ الہام ہونے کی مہر لگائی ہے جب بزبان خود امام الزمان کا یہ حال ہوا تو غیر قوموں کو کیا کہا جاوے؟ اگر مرزا صاحب الہام کی سرے سے صف الٹنا قبول نہیں کرتے تو دوسرے عاجزوں کے واسطے سچے اور قابل بھروسہ الہاموں کی صف بلا دلیل و بلا وجہ کیوں الٹتے ہیں؟ بقیہ قصہ کچھ جواب طلب نہیں نہ اس سے کچھ تعلق ہے۔

ایمان تازہ رکھنے کیلئے تازہ الہامات کی ضرورت

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہمارا اصل مطلب تو یہ ہے کہ بنی نوع انسان کا ایمان تازہ رکھنے کے لئے تازہ الہامات کی ہمیشہ ضرورت ہے اور وہ الہامات اقتداری قوت سے شناخت کر لئے جاتے ہیں کیونکہ خدا کے سوا کسی شیطان جن بھوت میں اقتداری قوت نہیں ہے۔

جواب۔ مرزا صاحب کا اصل مطلب یہ ہے کہ بنی نوع انسان کا ایمان تازہ رکھنے کے لئے تازہ الہامات کی ضرورت ہے جزاء اللہ الہدایۃ و الاستقامۃ لیکن اس کی کیا ضرورت ہے کہ بنی نوع انسان میں سے فقط ایک فرد بشر یعنی فقط خود بدولت مرزا صاحب ہی کو ہوں، دوسرے غریب منیب متوجہ الی اللہ اس نعمت الہی سے محروم رہیں۔

مباحثہ امرتسر میں تو فرمایا کہ ہمارا دعویٰ اقتدار کا نہیں اور یہاں الہامات کے ہمراہ اقتداری قوت لگا دی۔ بہر حال جو کچھ مرزا صاحب کے اقتداری الہامات کا حال ہے اس کا ذکر متفرق جگہ اس تحریر میں ہو چکا ہے۔

پیش گوئیوں کو مرزا صاحب بڑی کرامت و مدار قرار دیتے ہیں اور اسی ضرورۃ الامام میں ایک جگہ آپ نے شیطان کے اقتداری دخل کا نمونہ بیان کر کے تعجب سے فرمایا:

شیطانی الہام والی پیش گوئیاں سچی بھی ہوتی تھیں،۔

اور یہاں پہنچ کر شیطان کی اسی اقتداری قوت کا جھٹ انکار بھی کر دیا۔ مرزا صاحب کا حافظہ اول تو ایسا نہ تھا اب کیا ہو گیا؟ غالباً تغیر حالت یعنی تعلی تکبر سرکشی کی تاثیر معلوم ہوتی ہے جس کا علاج ان سے توبہ و باز آنا ہے۔

امام الزمان کے الہام سے باقی الہام کی صحت ثابت ہونا

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور امام الزمان کے الہام سے باقی الہامات کی صحت ثابت ہوتی ہے۔

جواب۔ جب امام الزمان کے اپنے ہی الہامات کی صحت کا پتہ سال ہا سال تک نہ لگے جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے ایام الصلح میں قبول کیا ہے اور ان کے پورا نہ ہونے پر طرح طرح

کی شرمناک تاویلیں کرنی پڑیں تو وہ دوسروں کے الہامات کی صحت کا کیونکر معیار ہو سکتی ہیں؟ مرزا صاحب کسی محکم اور بین دلیل سے اس کو ثابت کریں جس پر کچھ اعتراض نہ ہو سکے ورنہ بلا دلیل و خلاف مشاہدہ اس کو کون مان سکتا ہے؟

امام الزمان کی جبلت میں قوت امامت ہونا

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۲-۲۳ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام الزمان اپنی جبلت میں قوت امامت رکھتا ہے۔

جواب۔ جبلت میں قوت امامت کا ذکر قبل ازیں گذر چکا ہے۔ مدح اور خود ستائی کا جواب ضروری نہیں کیونکہ مرزا صاحب کو اس میں سیری نہیں، بلکہ اس میں حظ مزہ و راحت جان ہے اس لئے اس فضول مضمون پر کوئی اپنا وقت عزیز کیوں ضائع کرے؟ تاہم ستاروں اور سورج کا ذکر بذیل تفسیر مرزا صاحب اذا الشمس کو رت وغیرہ میں آئندہ آتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ چونکہ یہ دنیا دار العمل ہے اور اصلی دار الجزاء نہیں، اور آدمی کے قول و فعل پر حلیم کریم و شدید العقاب فوراً مواخذہ نہیں کرتا اس لئے مرزا صاحب نے دلیرانہ و بے باکانہ لعنت کو اپنا ورد و وظیفہ بنا لیا ہے ورنہ اس کے اثر سے تفرقہ اندازوں اور لعنت خواہوں کا جو حال ہوتا سب لوگ دیکھتے۔ غریبوں کو تفرقہ پسند بناتے ہیں لیکن اپنی تفرقہ اندازی و تعلیٰ کی طرف نظر نہیں کرتے کہ کسی سے بھی اتفاق ہی نہیں جب تک وہ خود بدولت کا ماتحت نہ ہو اور خود بدولت کو تو کسی دوسرے کی ماتحتی باعث کسر شان و مخالف نفس ہونے کے سبب کسی صورت جائز نہیں۔

اولوالامر کی قادیانی تشریح

ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

حالانکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (تابعداری کرو اللہ کی، اس کے رسول کی، اور ان حکام کی جو تم میں سے

ہوں)۔ اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔

جواب۔ اللہ جل شانہ کا فرمان آمنا و صدقنا۔ لوگوں سے اطاعت کرانے کا مرزا صاحب کو بڑا عشق ہے لیکن دوسرے عاجز تو خائف ہیں کہ منصب مطاع تو بجائے خود، مطیع ہونا ہی پورا ہو جاوے تو غنیمت ہے۔ اب رہا خود بدولت کا تراشیدہ قاعدہ کہ، جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے، اس پر غور فرمائیے کہ جو مسلمان جموں، کشمیر، فرید کوٹ، ناہہ، جنید، پیٹالہ، گوالیار، جے پور، جودھ پور، بڑودہ، نیپال وغیرہ ہندو ریاستوں میں رہ کر اپنے نماز، روزہ وغیرہ بلا روک ادا کر کے مذہبی فائدہ حاصل کرتے ہیں تو اس سبب سے وہ سب ہندو سکھ راجہ رئیس جن میں اکثریت بت پرستی و مورتی پوجن وغیرہ کو اپنا آبائی قدیمی دھرم موجب مکت جان کر خوشی و شوق سے بلا اکراہ کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں کیا وہ سب کے سب اپنی اس مسلمان رعایا کے اولی الامر ہوئے؟

پھر جب مسلمان رعایا ریاست ہائے ہندو رعایائے سرکار انگریزی حج کے واسطے جاتے ہیں اور کوئی روسی اگبوٹ اور کوئی فرانسسیسی، کوئی جرمن، کوئی ڈچ، کوئی امریکی، کوئی چینی، کوئی جاپانی جہازوں وغیرہ پر سوار ہو کر جاتے ہیں اور ان میں اذان نماز جماعت وغیرہ ارکان اسلام بخوشی و آزادی بجا لاکر اخیراً عظیم رکن اسلام حج سے مشرف ہو کر دینی فائدہ حاصل کرتے ہیں تو مرزا قادیانی کے قاعدہ کی رو سے وہ روسی جرمن ڈچ چینی جاپانی و امریکہ والے ان مسلمانوں کے اولی الامر واجب الاطاعت ہو گئے اور وہ ان میں سے ہو گئے؟ سبحان اللہ کیا عمدہ قاعدہ تراشا ہے جس سے تمام دنیا کی ہندو وغیرہ ریاستیں مسلمانوں کے لئے اولی الامر بن گئیں اور منکم میں داخل ہو گئیں۔ اس قدر وسعت و فراخی و سہولت سوائے مرزا صاحب کے اور کون کر سکتا ہے؟ لیکن باوجود اس قدر ارزانی کے امام الزمان پھر بھی ایک ہی رہا، تاکہ خود بدولت کی وحدت میں شرکت نہ ہو۔

غالباً مرزا صاحب نے خود بدولت و مریدین کو تمام دنیا و جہان سمجھ کر یہ قاعدہ وضع فرمایا ہوگا لیکن ذرہ نظر اٹھا کر خیال نہیں فرمایا کہ آبادی دنیا در دراز حصہ تک پہنچی ہوئی ہے اور ہمارے اس قاعدہ کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت اس قاعدہ کو قبول کر لیں، ان کا اختیار ہے لیکن تمام دنیا کے مسلمان و دیگر مذاہب والے اس کو ہرگز قبول نہ کریں گے کیونکہ اب لوگ

ایسے ناواقف نہیں ہیں۔

﴿ اگر مرزا صاحب نے سرکار انگریزی کی خوش آمد و راضی کرنے کے خیال سے یہ قاعدہ ایجا دکیا ہے جیسا کہ عبارت آئندہ میں تصریحاً فرمایا ہے تو سرکار کا اس سے خوش ہونا اور مرزا کے قاعدہ کو صحیح مان لینا بھی ہرگز قرین قیاس نہیں ہے۔ اس خام خیالی کو دل سے دور رکھیں کیونکہ جن کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور لیاقت بادشاہت اور فرمان روائی عطا فرمائی ہے اور جو معاش امور میں آئے دن طرح طرح کی ایجادیں کرتے و ضوابط بناتے اور بال کی کھال اتارتے ہیں ہر مذہب کی کتب سے واقفیت حاصل کرنے کے واسطے ان کے تراجم اپنی زبان میں کرتے کراتے اور اپنے پاس رکھتے ہیں، دن رات اسی دھن میں سر توڑ لگے ہوئے ہیں، نئے علوم اور معلومات کے لئے کسی قسم کی کوتاہی سستی اور تساہل نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جانیں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ پس ایسوں پر کم فہمی اور مغالطہ کھانے کا گمان کرنا اپنی کوتاہ اندیشی اور غلط فہمی ہے۔

﴿ مرزائیوں کو انگریزوں کی اطاعت کی نصیحت

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں کیونکہ وہ ہمارے دینی مقاصد میں حارج نہیں ہیں بلکہ ہم کو ان کی وجہ سے آرام ملا ہے (پھر کچھ اسلامی بادشاہوں کی کوتاہ ہمتی غفلت، سکھوں کی متفرق حکومتوں کے وقت میں دین پر مصیبتیں، پھر انگریزی سلطنت میں مذہبی آزادی و احسان بیان فرما کر اخیر میں فرمایا کہ): انگریزوں کے برخلاف بغاوت کی کھچڑی پکاتے رہنا خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو فراموش کرنا ہے۔

جواب۔ مرزا صاحب کی دانش مندانہ و دور اندیشانہ نصیحت و اولی الامر منکم کا مسئلہ فصل گذشتہ میں عرض ہو چکا ہے کہ سرکار ایسی کم فہم و ناواقف نہیں کہ مرزا کی حکمت عملی نہ سمجھے۔ خصوصاً جب آپ یہ بھی مشتہر فرما چکے ہوں کہ خود بدولت کے بدولت ہی یہ سلطنت قائم ہے۔

﴿ مرزانے اپنے مریدین کو تو نصیحت فرمائی ہے کہ سرکار انگریزی کو اولی الامر سمجھ کر سچائی سے مطیع رہیں۔ لیکن یہ تو فرما دیں کہ خود بدولت نے اس پر کیا عمل کیا اور کیا عملی نمونہ دکھایا ہے؟ عیسائیوں کی اطاعت تو بجائے خود سیدنا مسیح پر بھی لے دے، برا بھلا کہہ کر خلاف ہدایت اسلام جو

انہیں کے سبب ان کی خبر لی ہے کیا یہی اولوالامر ماننے اور سچائی سے اطاعت کا نتیجہ ہے؟ اگر مرزا فرماویں کہ وہ خبر اس واسطے لی ہے کہ عیسائیوں نے بھی ہمارے مذہب کو برا بھلا کہا ہے تو پھر یہ فرماویں کہ بموجب ارشاد قرآن مجید:

و لتسمعَنَّ مِنَ الَّذِينَ اَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ مِنْ الَّذِينَ اَشْرَكُوا
اذى كَثِيْرًا وَاَنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ اَعْمٰرِ الْمُوْر (اور تم ان
سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین سے بہت سی ایذا کی باتیں سناؤ گے اور اگر
صبر اور پرہیزگاری کرو تو بے شک یہ بہت ہمت کے کام ہیں)

کے آپ نے صبر کیوں نہیں کیا؟ جس کے واسطے خود اپنے اشتہار میں اسی آیت شریفہ سے تمسک کر کے صبر کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ کیسا انصاف و عدل ہے کہ آپ محض زبانی ہی حکم فرماویں اور اس کا عمل دوسروں کے ذمہ ڈالیں۔

﴿ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ مسلمان ہر حالت یعنی سلطنت و رعایا والی سے خوب واقف ہیں ابتدائے زمانہ میں ان کے سلف غیر سلطنتوں میں رہ چکے ہیں اور آیت شریفہ:

و لتجدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عِدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الْيَهُودُ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا و
لتجدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بَانَ مِنْهُمْ
قَسِيْسِيْنَ و رهبٰنًا و اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار
سے یہود اور مشرکین کو تم سب لوگوں میں سخت پاؤ گے، اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار
سے سب لوگوں میں ان کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں، اس سبب سے کہ ان
میں علماء اور گوشہ نشین ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے)

بھی بوقت تلاوت قرآن مجید ان کے زیر مطالعہ رہتی ہے۔ تو ایسی حالت میں جو آرام و مذہبی آزادی وغیرہ ان کو سلطنت انگریزی میں میسر ہے اس کو یہ ہرگز نہیں بھول سکتے۔ ہاں بے جا ظاہر داری کی منافقانہ خوش آمد نہ سرکار کو پسند ہے اور نہ مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے۔

﴿ یہ مرزا صاحب کی ناخدا ترسی نا انصافی خود غرضانہ حکمت بلکہ کینہ وری بداندیشی و بغض باطنی ہے کہ اپنی خیر خواہی جتانے کو خواںخواہ بغاوت کی کھچڑی پکانی اور نعمتوں کے فراموش کرنے کا الزام و اشارہ دوسرے غریب مسلمانوں پر کرتے رہتے ہیں۔.. سیدھا صاف آپ یوں کیوں نہیں فرماتے کہ جو آپ کو مسیح مان کر اطاعت نہ کرے اور اپنے نفس کو مع لوازم آپ کے ہاتھ بچ کر آپ کا

چاکر و فرمانبردار نہ بنے وہ باغی اور تمام سزاؤں کا مستوجب ہے۔

امام الزمان کی اطاعت

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۳-۲۴ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

پھر اصل کلام کی طرف عود کر کے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے جیسا کہ جسمانی تمدن کے لئے یہ تاکید فرمائی ہے کہ ایک بادشاہ کے زیر حکم ہو کر چلیں یہی تاکید روحانی تمدن کے لئے بھی اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ یہ دعا سکھلاتا ہے اهدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم وغیرہ۔ لہذا اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں پر اکمل و اتم طور پر نعمت روحانی کی بارش ہوئی ہے ان کی راہوں کی ہمیں توفیق بخش تا کہ ہم ان کی پیروی کریں۔ سو اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ تم امام الزمان کے ساتھ ہو جاؤ۔

جواب۔ الفاظ اگر چہ اور ہیں مگر مدعا وہی خود بدولت کی ثنا، اپنی حکومت اکمل و اتم طور پر نعمت روحانی کے بارش کے محل اور اخیر پر حکم الہی اهدنا الصراط المستقیم کو بھی فراہمی جماعت پر چسپاں کر دیا کہ اس میں یہی اشارہ ہے کہ تم امام الزمان کے ساتھ ہو جاؤ۔ مرزا معذور ہیں، جب کسی چیز کا عشق ہو جاتا ہے تو یہی حال ہوتا ہے کہ مطلوب کے سوا اور کچھ نہیں سو جھتا۔

﴿قرآن مجید پر بھی مرزا نے ایسا قبضہ و دخل کیا ہے کہ اس کی آیات کی تفسیر و معنی جس طرح منشاء کے موافق و پسند خاطر ہوں بلا تامل کر لیتے ہیں چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۱ میں فرمایا:

یہ تعلیم دے کر کہ اهدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم تمام سچے طالبوں کو خوش خبری دی کہ وہ اپنے رسول مقبول کی تبعیت سے اس علم ظاہری و باطنی تک پہنچ سکتے ہیں،

اب فرما دیا کہ اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ تم امام الزمان کے ساتھ ہو جاؤ۔ براہین احمدیہ میں دوسری جگہ اس کی کچھ اور تفسیر و معنی کر دیئے ہیں۔ بے شک مرزا کی دلیری آزادی و حوصلہ کی ہمسری کسی دوسرے مسلمان سے ہونا محال و غیر ممکن ہے بلکہ کوئی فری تھنکر بھی ایسے دل و گردہ والا شاید ہی نکلے۔

امام الزمان ہونیکا قادیانی دعویٰ مع تردید

ضرورتاً الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی، رسول، محدث، مجدد، سب داخل ہیں، مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دی گئی وہ گویا ہوں یا ابدال ہوں، امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔

جواب۔ جب یہ سب مناصب بزم مرزا صاحب خود بدولت ہی کے قبضہ و قدرت میں آگئے اور کل ارشاد ہدایات و کمالات آپ تک ہی محدود ہو کر قفل بند ہو گئے، تو پھر کسی دوسرے کی کیا مجال کہ اس امر میں کچھ حرف زبان پر لاوے۔ اور مرزا صاحب کے نزدیک کیا مجرد کہلانے ہی سے سب کچھ بن جاتا و پورا ہو جاتا ہے؟ مثلاً لوگوں میں غنی و سہا ہو کر کہلاوے خواہ گھر میں ایک کوڑی بھی نہ ہو اور چوہے بھی فلا بایاں کھاتے ہوں؟ لیکن عاجز کے نزدیک تو منصب و عہدہ وہی ہے جو اللہ کی طرف سے عنایت ہو۔

مرزا صاحب اس امر کا بھی خیال رکھیں کہ خزانہ الہیہ (ارشاد ہدایت علوم ولایت الہامات کشف وغیرہ) کو محدود یا خرچ و ختم شدہ جاننا یا اللہ تعالیٰ واہب العطیات کو ایسے بے شمار بلا اھسی خزانہ کا مالک نہ جاننا بموجب آیت ذیل کے کن لوگوں کا فہم و سمجھ ہے:

وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (اور تمام آسمانوں اور زمینوں کے خزانے اللہ کے ہی پاس ہیں مگر منافقوں کو اتنی سمجھ نہیں)

ضرورتاً الامام میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں اور تمام شرطیں جمع کی ہیں اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے جس میں سے ۱۵ برس گزر بھی گئے۔

جواب۔ اگر قرآن مجید و حدیث شریف نیز حالات و معاملات مرزا صاحب سے آپ کا امام الزمان ہونا اور ان کی پیروی خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا جانا

ثابت ہو جاوے تو کسی مسلمان کا کیا مقدور و مجال کہ اس سے انحراف کر کے مجرم بنے۔ یہ بدیہی امر ہے کہ ہر ایک کا منصب و رتبہ احکام حاکم سے یا اس کے اپنے حال و اعمال سے ہی متحقق و ظاہر ہوتا ہے لیکن گستاخی معاف یہاں تو احکام، حال و اعمال دونوں میں صفر ہے۔

﴿ چنانچہ آپ کا حال و اعمال تقویٰ، طہارت، راستی، امانت، دیانت، توکل علی اللہ وغیرہ حالات معاملات جو پندرہ برس سے پہلے کے اور اس پندرہ برس کے مشاہدہ و معاملات سے ظاہر ہوئے ہیں وہ تو امامت بجائے خود مقتدی و عام متقی خشیت اللہ والے مسلمان کے برابر بھی ثابت نہیں ہوئے جن کا مختصر حال اس تحریر میں حسب اصرار مرزا صاحب درج ہوا ہے۔

﴿ در باب احکام متعلق امامت احادیث ذیل پر تحمل و تامل سے توجہ فرمائیں کہ امام صادق و ہادی برحق علیہ السلام کا دربارہ امامت تو قطعی فیصلہ یہ ہے:

الا ئمة من قریش۔ (امام قریش سے ہیں)

النَّاسُ تَبِعَ لِقَرِيشٍ فِي هَذَا الشَّانِ، مُسْلِمٌ تَبِعَ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرٌ هَمَّ تَبِعَ لِكَافِرِهِمْ۔ (متفق علیہ)۔ (لوگ اس امر میں قریش کے تابع ہیں ان کے مسلمان، مسلمان کے تابع ہیں، اور ان کے کافر، کافر کے تابع ہیں)

لا يَزَالُ هَذَا الْاِمْرُ فِي قَرِيشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمْ اِثْنَانِ۔ (متفق علیہ) (یہ امر ہمیشہ قریش میں رہے گا جب تک ان میں سے دو آدمی بھی باقی رہیں گے)۔

انّ هَذَا الْاِمْرُ فِي قَرِيشٍ لَا يُعَادِيهِمْ اِحْدَ الْاِكْبَهِ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهِ مَا اَقَامَ الدِّينَ۔ (بخاری)۔ (یہ امر قریش میں ہے اور ان کے ساتھ کوئی عداوت نہیں کرتا مگر اللہ اس کو منہ کے بل گراوے گا، جب تک وہ دین کو قائم رکھیں)

ابتدائے اسلام سے اب تک یہی اصول تمام مسلمانوں میں مسلم و مقبول رہا ہے مرزا صاحب فرمائیں کہ اب اس وقت یہ کیونکر منسوخ ہو کر الا ئمة من الفارس او من المغل او من نسل جنجیز خان (امام فارس سے یا مغل سے یا نسل چنگیز خان سے) اسکی جگہ قائم ہو سکتا ہے؟

﴿ اگر مرزا فرمائیں کہ وہ جسمانی امارت کے واسطے ہے اور روحانی امارت و امامت میں کسی غیر قریش کا امام ہونا لا باس ہے، تو عرض ہے کہ اول تو احادیث شریفہ موصوفہ بالا میں کوئی خصوصیت جسمانی و روحانی امامت و امارت کی نہیں ہے اور اگر زبردستی بلا دلیل مرزا صاحب خواہ نخواستہ اپنی طرف سے خصوصیت و استثناء لگالیں تو پھر فرمائیں کہ دوسرے غریب مسلمانوں کے واسطے

اس کو بلاوجہ کیوں محال و ناجائز خیال فرماتے ہیں؟

﴿ عام مسلمان بھی منصب امامت کو قریش کا حق مان اور سمجھ کر ان سے سند نیابت حاصل کرتے اور نذرانہ بھیجتے رہتے اور یہاں نذرانہ تو کہاں بغیر کسی قطعی الدلالت نص قرآن مجید و حدیث شریف کے صرف گلاب شاہ فقیر مجذوب مرفوع القلم کے بیان پر جس کا ذکر کریم بخش جمالیپوری کے اظہار مندرجہ کتاب نشان آسمانی دوسرا نام شہادت المہمین صفحہ ۲۱-۲۲ میں ہے یا خود بدولت کے الہامات پر جن کا حال و مال کچھ اس تحریر میں عرض ہوا ہے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ایسا امام الزمان قرار دیا ہے کہ سید و قریش و غیر قریش بلکہ تمام مسلمانان دنیا پر اپنا اتباع و پیروی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض ٹھہرا دی ہے۔ اور اس امر کا کچھ خیال نہیں فرمایا کہ جو بات بے دلیل اور خلاف سنت ہو اس کی قدر خرافات سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے؟ اور مسلمان اس کو قبول کر کے محرمات شرعی مثل تصویر کھچوانے، شرعی ورثاء کو محروم کرنے، حق العباد قیمت کتاب وغیرہ ادا نہ کرنے، ایفاء عہد کی پیروی نہ کرنے وغیرہ مسائل خلاف شریعت میں آپ کی پیروی کیونکر کر سکتے ہیں؟..

﴿ اپنی زبان سے اپنی مدح و ثنائیاں کرنے کی نسبت یہ عرض ہے کہ اگرچہ یوم حنین میں سید الاولین و الآخرین شارع علیہ افضل الصلوات و التیمات سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے خلق اللہ کو حق پہنچانے کے لئے، نہ فخر سے، فرمایا تھا: انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب (میں نبی ہوں جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)۔ اور دوسرے موقع پر انا سید و لد آدم و لا فخر (میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر سے نہیں کہتا) وغیرہ۔ نیز حضرات صحابہ کرام کے مناقب بھی کبھی کبھی سراپا صدق بیان فرمائے لیکن ایسے مواقع بہت نہیں اور پھر ان کے ساتھ اپنی ذات مبارک و اطہر ﷺ کے لئے جو واقعاً صحیح و سچے طور پر مجمع فضائل و صفات حمیدہ و کمالات پسندیدہ و برگزیدہ تھے جب کسی ایک نے خیر البریۃ کہا تو جواب میں: ذاک ابراہیم (وہ ابراہیم تھے) اور فرمایا:

لا تطرونی كما اطرت النصارى ابن مریم فاما انا عبده فقلوا عبد اللہ و رسولہ۔ (میری مدح میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا نصاریٰ نے ابن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا، میں فقط اس کا بندہ اور اس کا رسول ہوں)

اور وفد بنی عامر کے انت سیدنا (تو ہمارا سردار ہے) کہنے پر فرمایا السید اللہ پس ان حالات کا یہاں مرزا صاحب کے حالات سے قیاس، قیاس مع الفارق

ہے وہاں اپنی مدح و تعریف ناگوار اور یہاں یہی پسندیدہ و خوشگوار۔ وہاں اس کی ممانعت یہاں حث و ترغیب و اجازت۔ وہاں اپنی مدح تو بجائے خود ایک کو دوسرے کی مدح و ثنا سے بھی پرہیز و تحذیر میں اصرار، یہاں اکثر کتب و اشتہارات کا یہی مضمون اور اسی پر دار و مدار۔

﴿ شاید کثرت و غلو فی المدح میں مرزا صاحب اس لئے خود بدولت کو معذور و مجبور خیال فرماتے ہوں کہ آپ کی ایک جان اور متعدد مناسب۔ مثیل مسیح، عیسیٰ بن مریم موعود، مہدی مسعود، مجدد، محدث، امام الزمان، مرسل من اللہ وغیرہ۔ سواگر ہر ایک منصب کے لئے ایک ایک بھی مدح ہو تو لاچار کئی مناقب کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ اپنی مدح سرائی و خود ستائی کی کوئی حد بھی مقرر ہے یا نہیں۔ ہادی جن و انس ﷺ و صحابہ کرام کا تو ارشاد فلا تنزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقى (پس تم اپنی بڑائی نہ کرو۔ وہ اس کو جس نے تقویٰ کیا، اچھا جانتا ہے) پر یہاں تک عمل در آمد تھا کہ ایک شخص کی ثنا کے موقع پر فرمایا اهلکتہم او قطعتم ظهر الرجل (ہلاک کیا تم نے یا اس آدمی کی پیٹھ کاٹ ڈالی)۔ و یحک قطعتم عنق اخیک او صاحبک (افسوس تو نے اپنے بھائی یا دوست کی گردن کاٹ ڈالی) ایک شخص نے امیر المؤمنین عثمانؓ کی مدح کی تو حضرت مقدادؓ نے اس کے منہ میں مٹی ڈال دی۔ اس پر امام المسلمین سیدنا عثمانؓ نے در یافت فرمایا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا حکم اذا رأیتہم المذاحین فاحثوا فی و جوہم التراب (جب تم مدح کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے مونہوں میں مٹی ڈالو) سنا دیا۔

﴿ امیر المؤمنین و امام المسلمین حضرت عمرؓ نے فرمایا المدح هو الذبح یعنی کسی کی مدح کرنا اس کو ذبح کرنا ہے۔ ایک شخص نے آپ کی ثنا کی تو آپ نے فرمایا کہ، توجھ کو اور اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے،۔ اور آپ اس امر میں ایسے محتاط تھے کہ اگر کوئی مدح و ثنا کر بیٹھے تو اس کا اثر زائل کرنے کے فکر و علاج میں مصروف ہو جاتے چنانچہ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ عمرؓ کو سات بیوند ان کی چادر پر لگے ہوئے دیکھ کر میں بحالت گریہ اپنے گھر کو آیا پھر جب گھر سے نکلا تو راستہ میں عمرؓ کو میٹک پانی کی کاندھے پر اٹھائے ہوئے لئے جاتے دیکھ کر میں کہا یا امیر المؤمنین! اس پر آپ نے مجھے فرمایا کہ کچھ نہ بولو میں تمہیں بتلاؤنگا۔ پس میں ان کے ساتھ ہو لیا حتیٰ کہ آپ نے وہ پانی ایک بڑھیا کے گھر ڈال دیا۔ پھر ہم آپ کے مکان کو پھرے اور اس بارہ میں ان سے ذکر کیا تو آپ نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد میرے پاس ملک روم اور فارس کے وکیل آئے اور انہوں نے کہا کہ یا عمر تمہاری نیکی اللہ کے لئے ہے اور بے شک لوگ تمہارے علم و فضل اور عدل پر متفق ہیں۔

جب وہ (یہ تعریف و مدح کر کے) چلے گئے تو مجھ میں جیسا کہ بشر میں داخل ہوتا ہے (عجب) داخل ہوا۔ پس میں اٹھا اور (علاجاً) اپنے نفس سے ایسا معاملہ کیا۔

حدیث شریف

عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ ﷺ قال ثلاث منجیات و ثلاث مهلكات. فاما المنجیات فتقوى الله في السر والعلانية والقول بالحق بالرضا والسخط والقصد في الغنى والفقر. واما المهلكات فهو متبع وشح مطاع و اعجاب المرء بنفسه وهي اشد هن (ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دلانے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاکت والی۔ پس موجب نجات اللہ کا تقویٰ ہر حال میں کھلے چھپے، قول حق بحالت رضا و غصہ، میانہ روی غنا اور فقر میں۔ موجب ہلاکت اتباع ہوا، بخل، عجب انسان کا اپنے نفس کے ساتھ اور یہ سب سے سخت ہے)

کی ہدایت کے مطابق حضرت عمرؓ عجب نفس کے علاج کی طرف اہتمام سے اکثر متوجہ رہتے تھے جیسا کہ محمد بن عمر الحزومی نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے الصلوٰۃ جامعۃ کی منادی کرائی جب لوگ جمع ہوئے اور کثرت ہوئی تو آپؓ نے منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ حمد و ثنا جس کے وہ لائق ہے کی اور محمد ﷺ پر صلوٰۃ بھیج کر فرمایا اے لوگو! تحقیق تم نے مجھ کو دیکھا ہے کہ میں اپنی حالات بنی مخزوم کا نوکر چرواہا تھا وہ مجھ کو مٹھی بھر کھجور خشک و منقہ دیتیں اور میں ایام گزاری کرتا۔ یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا یا امیر المؤمنین آپ نے سواء ذلت اپنے نفس کے اور کچھ نہیں کہا۔ اس کے جواب میں فرمایا، اے ابن عوفؓ خلوت میں میرے نفس نے مجھ سے کہا، تو امیر المؤمنین ہے پس تجھ سے یہاں کون افضل ہے،۔ اس لئے میں نے چاہا کہ نفس کو اس کی اصل سمجھا دوں تاکہ وہ پہچانے۔

انہی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس حج سے واپسی پر جس کے بعد پھر آپ نے حج کا موقع نہیں پایا فرمایا کہ، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جس کو جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ میں اس وادی ضحمان میں خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور وہ تیز و سخت مزاج تھے۔ میرے کام پر مجھ کو عتاب بھی کرتے اور قصور پر مجھ کو مارتے بھی، اور اسی طرح میں صبح و شام گذارتا اور سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہ تھا جس سے خطاب ڈرتے۔

حضرت عمرؓ حج میں میر قافلہ ہوتے۔ کبھی خیمہ و شامیانہ ساتھ نہ رکھا جہاں ٹھہرے کسی درخت پر چادر کپڑا ڈال کر اس کے سایہ میں پڑ رہتے۔

اب مرزا اور ان کے مرید غور فرمائیں کہ یہ حالات احتیاط و تعظیم امر اللہ و خشیت اللہ و زہد فی الدنیا وغیرہ جو ان برحق و صادق امام الزمانان موصوف الصدر میں متحقق ہیں ان کے نام و نشان کا شائبہ بھی کبھی مرزا کی امام الزمانی میں پتہ لگا ہے؟ یا کبھی کچھ بھی ظہور ہوا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ جو کچھ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ مرزا نے بزبان خود بدعاوی و بتقاریر گونا گوں امام الزمان بن کر یہاں تک بلند پروازی کی کہ دنیا میں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ امام الزمانی کی لٹھ اوشاکر سب کو بھیڑ بکری کی طرح آگے رکھ لیا ہے۔ اور دن رات تحقیر و توہین سب و شتم لعن و طعن مومنین و مسلمین و دیگر مخلوق و فراہمی مال و جائیداد میں مصروف ہیں۔ کوئی تو غور و تامل سے سوچے۔

بزبان خود امام صاحب تو خیر بہت عالی حوصلہ اور اس مدح و ثنا کے مصنف و موجد اور اپنے ہاتھوں سے اس کو لکھنے والے ہیں لیکن مریدین بھی ماشاء اللہ ہر ایک ارشاد مرشد کو خواہ موافق شریعت ہو خواہ مخالف آمنا و صدقنا کہہ کر نوش جان فرماتے جاتے ہیں۔ اور کوئی بھی اپنے نفس سے مطالبہ نہیں کرتا کہ یہ میری مدح و ثنا صحیح ہے کہ نہیں؟ اور مجھ کو اس سے نفع ہے کہ نقصان؟ اس میں شک نہیں کہ پیر کی نسبت عادات و اخلاق کا اثر مریدین پر ضرور ہوتا ہے لیکن جو صاحب اپنے آپ کو ماہر قرآن و حدیث و عالم جانتے ہیں یا اس نام سے پکارے جاتے ہیں ان کو تو ضرور آنکھیں کھولنی چاہئیں کہ آیا یہ امور موافق تعلیم و ہدایت قرآن مجید و حدیث شریف ہیں یا نہ؟

ہاں اباحت مدح میں بھی احادیث وارد ہیں لیکن وہ کمال ایمان و یقین و ریاضت نفس و معرفت تامہ والوں کے واسطے ہیں جو نفس نفس سے واقف و مامون ہوں۔ سو یہاں کل جماعت کا ایسا ہی اعلیٰ و ارفع حال ہوتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا لیکن بظاہر تو اس کا کچھ ثبوت و وجود نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ خود امام صاحب کے جوش طبیعت کی یہ حالت ہے جو بیان ہو چکا ہے اور قریب کا ذکر ہے کہ ایک قدیمی مخلص و خیر خواہ دوست کی محض بنظر خیر خواہی و محبت مجرد اتنا لکھنے پر کہ، نفس امارہ کو چھوڑ دو، برافروختہ و مشتعل ہو گئے اور اب اس دوست کی خدمات و احسانات سب فراموش کر کے مخالف ہو کر علانیہ تبرا بازی بذریعہ اشتہارات شروع کر دی ہے۔ سبحان اللہ! احکام شرعی کی کیسی رعایت ہے۔ اور مریدین تعظیم و تکریم میں اس قدر غالی و بڑھے ہوئے ہیں کہ بر ملا بے دھڑک کہتے ہیں کہ، ہیں حضرت میں نفس ہے، معاذ اللہ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ تمام جہان کے حضرات

کے حضرت ہادی علیہ السلام تو خود دعا فرماویں اللہم رحمتک ار جوا فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین و اصلح لی شانی کلہ لا الہ الا انت (یا اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، مجھ کو ایک طرفہ العین بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر، اور میرے سب کام سنوار دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں)۔ اور یہاں ان کے امام صاحب کو نفس سے نسبت کرنا ہی نہایت گناہ ہے۔ یہ بھی عجب فہم و اتباع رسول اللہ ﷺ ہے۔

﴿ ایک دوسرے موقع خیر خواہی و درخواست پر کہ مولوی نور الدین ایک دوروز کے واسطے یہاں تشریف لے آویں، اس پر مرزا نے خفگی سے فرمایا کہ لکھو و اعملوا علی مکا ننتکم انی عامل فسوف تعلمون من تکون له عاقبۃ الذار (تم اپنی جگہ کام کرو، میں بھی کرتا ہوں پس شتاب معلوم کرو تم کس کیلئے عاقبت ہے) اگرچہ یہ جواب ایام گذاری و جماعت مریدین کی استقامت سے جمے رہنے کے لئے تو عمدہ سبق ہے لیکن ارادہ الہی ہرگز کسی سے رک نہیں سکتا۔ ایک تیسرا موقع وہ ہے جہاں ایک خواب و نوم کی حالت بے اختیاری فقرہ پر اس قدر ناراضگی فرمائی کہ ایک کتاب تحریر کر کے شائع فرمادی۔ سب جوش و غصہ بظاہر نتیجہ مدح و ثنا کے عادی ہونے کا ہے کہ ذرا سا خلاف نفس بھی گوارا نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اہل اللہ تو نہایت صاحب وقار بردبار متحمل و صابر و عنودر گذر کر نیوالے ہوتے ہیں جیسا کہ مرزا کو بزبان خود ان سب اخلاق فاضلہ کا دعویٰ ہے۔

﴿ پس جب خود امام صاحب کا یہ حال ہے تو دوسرے مریدین کا اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ مدح و ثنا ان کے حق میں اور ان کے تزکیہ نفس کے لئے کس قدر مفید و ضروری ہے؟ نفوس کو تو مدح و ثنا ضرور خوش آمد ہے لیکن مسلمانوں کو شارع ﷺ کے احکام مذکور الصدور کی تعظیم و تکریم و تعمیل تو ضرور مد نظر ہو کر اس سے پرہیز چاہیے۔

غلط اعتقادات دور کرنے کیلئے حکم ہونیکا دعویٰ مع تردید

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۴-۲۵ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور ایسے وقت میں، میں ظاہر ہوا ہوں کہ جب کہ اسلامی عقیدے اختلافات سے بھر

گئے تھے اور کوئی عقیدہ اختلاف سے خالی نہ تھا ایسا ہی مسیح کے نزول کے بارہ میں نہایت غلط خیال پھیل گئے تھے اور اس عقیدے میں اختلاف کا یہ حال تھا کہ کوئی حضرت عیسیٰ کی حیات کا قائل تھا اور کوئی موت کا اور کوئی جسمانی نزول مانتا تھا اور کوئی بروزی نزول کا معتقد تھا کوئی دمشق میں اون کو اتار رہا تھا اور کوئی مکہ میں اور کوئی بیت المقدس میں اور کوئی اسلامی لشکر میں اور کوئی خیال کرتا تھا کہ ہندوستان میں اترینگے۔ پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حکم کو چاہتے تھے سو وہ حکم میں ہوں میں روحانی طور پر کسر صلیب کیلئے اور نیز اختلافات کے دور کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں ان ہی دونوں امروں نے تقاضا کیا کہ میں بھیجا جاؤں۔ میرے لئے ضروری نہیں تھا کہ میں اپنی حقیقت کی کوئی اور دلیل پیش کروں کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے۔

جواب۔ جیسے خیالات اول سے چلے آتے ہیں اور جو جزوی اختلافات مسائل میں ہیں وہ اب تک بدستور ویسے ہی ہیں۔

مرزا صاحب اپنے اختلافات پر بھی نظر کریں کہ پہلے مسیح کے دوبارہ دنیا میں ظاہری و جسمانی طور پر خلافت سے آنے کے آپ قائل تھے (ازالہ اوہام۔ ص ۱۹۷-۱۹۸)۔

جس کو اب دوسرے قالب میں ڈھال کر خود بدولت کو ان کی جگہ آیا ہوا بیان کر کے پہلے قول کو رد کیا ہے۔ ازالہ اوہام۔ صفحہ ۷۲-۷۳ میں لکھا ہے کہ:

میرا یہ دعویٰ نہیں کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جاوے۔

پھر ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۹-۲۰۰ میں کہا ہے:

میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔ ہاں اس زمانہ کے لئے میں مثیل مسیح ہوں اور ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز دنیا کی بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔

چنانچہ مولوی نور الدین صاحب نے بھی اپنے خط لمحققہ اخیر ازالہ اوہام صفحہ ۱۱-۱۲ میں اس مثیل مسیح ہونے کی تصدیق کی ہے اور لکھا ہے کہ:

تب میں نے (مرزا) سے عرض کیا کہ ایسی صورت میں احادیث کے باعث لوگ کیوں اشکال میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اب اس مثیل ہونے کو چھوڑ کر اصل مسیح موعود ہونے کے دعویدار ہیں۔ منارہ جس کا ذکر احادیث میں ہے اس کو قادیان میں تعمیر کرنے کی فکر میں ہیں۔ اور ابھی نہ معلوم آگے چل کر کیا کیا تغیر و تبدل کرتے رہیں گے؟ اس تذبذب و اختلافات کو غور سے دیکھیں کہ جب خود بدولت کو کسی جگہ استقامت و قیام و قرار ہی نہیں تو آپ دوسروں کے اختلافات کا کیونکر اور کس طرح فیصلہ کریں گے؟ مرزا صاحب فرمائیں کہ خود بدولت نے کونسا غلط خیال اور کون سا اختلاف دور فرمایا اور کس عقیدے کو اختلاف سے خالی کیا؟ بظاہر تو آپ نے بے چارے مسلمانوں کے حال پر یہ مہربانی کی ہے کہ ان کے قدیمی مسلمہ اصول جو نصوص بینہ پر مبنی تھے اور جن کی تصدیق قرآن مجید و حدیث شریف کرتے تھے مرزا صاحب نے خواہ نخواستہ ان کی مخالفت میں اپنے تراشیدہ حقائق و معارف بیان کر کے اور بیسیوں اختلافات ان میں ڈال کر ان کی جنگِ مشتی باہم کرا دی ہے جسکے لئے وہ غریب ان کو دعائیں دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دیوے۔

﴿ اللہ جل جلالہ نے جب کبھی کسی مرسل کو کسی کام کے پورا کرنے کو بھیجا ہے تو وہ کام ضرور بالضرور اس بزرگ کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے پورا کرا کے اس کی صداقت و عزت ثابت و قائم فرمادی ہے۔ اب مرزا فرمائیں کہ جب آپ کسرِ صلیب و اختلافات دور کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں تو پھر اب تک ایک اختلاف بھی دور کیوں نہیں ہوا، بلکہ اور ان میں زیادتی کیوں ہوئی، اور کسرِ صلیب کا پتہ و نشان دیں کہ کہاں ہوئی؟ یا وہ محض زبانی برا بھلا کہنے اور سیدنا مسیح کی تحقیر و بے ادبی کو کسرِ صلیب سمجھتے ہیں؟ معاذ اللہ۔ بظاہر تو بجائے کسر کے وہ قوی و مضبوط دکھلائی دیتی ہے اور یہ تو ترقی معکوس والا الٹا اثر پڑا، حالانکہ ربانی والہی احکام و ارادوں میں تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔

﴿ یہ دلیل بھی مرزا صاحب نے عجب بیان فرمائی ہے کہ ضروری نہیں کہ میں اپنی حقیقت کی کوئی اور دلیل پیش کروں کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے۔

تو جہ فرمائیں کہ ایک شئی کی ضرورت سے کیا وہ شئے بھی موجود ہو جاتی ہے؟ اور کیا ایسا قبول کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

- ۱۔ ایک ناپینا کو پینائی کی ضرورت ہے تو کیا اس ضرورت سے اس کی بصیرت و بینائی موجود ہوگی؟
- ۲۔ خشک سالی میں پانی و باران رحمت کی کس قدر ضرورت ہوتی ہے؟ تو فرمائیے کہ مجرد ضرورت

ہونے سے بغیر پانی و بارش کے وہ خشک سالی رفع ہو جاتی ہے؟

۳۔ یا ایک ضال و مضل کو ہدایت کی ضرورت ہے تو کیا مجرد اس ضرورت کے ہونے سے وہ بغیر توبہ و استغفار و آمنوا و عملوا الصالحات کے ہدایت یافتہ کہا جاوے گا؟

۴۔ یا حقیقی مثال سردار بہادر سید امیر علی شاہ رسالدار میجر کی ضرورت فرزند کی لے لیجئے کہ ان کو کیسی آرزو و ضرورت ہے کہ امید ہندگان کے طمع پورے کرنے سے بھی انہوں نے اپنی نیکی فیاضی و فراخ حوصلگی کو دریغ نہ کیا تو کیا اس ضرورت سے قبل اس کے کہ علی کلّ شئیء قدیران کو فرزند عطا فرماوے، تو ان کے فرزند موجود ہو گیا، کہا جاوے گا؟ غور فرماویں۔

۵۔ پھر دور نہ جائیں خود اپنے خاص الخاص مرید و حاضر باش مصاحب کے ہی حال پر نظر کریں کہ ان کو ایک چشم و ایک ٹانگ کی درستی کی کیسی سخت حاجت و ضرورت ہے، تو کیا مجرد اس ضرورت کے باعث ان کی بصارت و رفتار درست ہو کر شکایت رفع ہوگئی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کی تواضع و خاطر داری کی بدولت ان کا جسم بھاری ہو کر تکلیف اور زیادہ ہوگئی ہے۔

۶۔ غور کیجئے مجرد ضرورت سے اس شئے کا وجود متحقق نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے تو خود اس امر پر ہونا چاہیے اور ہے، میں بڑا فرق ہے، اپنی براہین احمدیہ میں طول طویل بحث کر کے لکھا ہے کہ عقل زیادہ سے زیادہ ایک چیز کی ضرورت ثابت کرتی ہے لیکن یہ اس کی وسعت نہیں کہ وہ دکھلاوے کہ وہ شئے دراصل موجود بھی ہے۔

پھر اب یہ کیسا تغیر و تبدل ہوا کہ اس اپنی دلیل کو باطل ٹھہرا کر مجرد ضرورت ہی کو اس کے موجود ہونے کی دلیل ٹھہرایا۔

﴿﴾ ضرورة الامام کے صفحہ ۲۵ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

لیکن پھر بھی میری تائید میں خدا تعالیٰ نے کئی نشان ظاہر کئے ہیں اور میں جیسا کہ اور اختلافات میں فیصلہ کرنے کے لئے حکم ہوں ایسا ہی وفات حیات کے جھگڑے میں بھی حکم ہوں اور میں امام مالک و ابن حزم اور معتزلہ کے قول کو مسیح کی وفات کے بارہ میں صحیح قرار دیتا ہوں اور دوسرے اہل سنت کو غلطی کا مرتکب سمجھتا ہوں۔ سو میں بحیثیت حکم ہونے کے ان جھگڑا کرنے والوں میں یہ حکم صادر کرتا ہوں کہ نزول کے اجمالی معنوں میں یہ گروہ اہل سنت کا سچا ہے، کیونکہ مسیح کا بروزی طور پر نازل ہونا ضروری تھا، ہاں نزول کی کیفیت بیان کرنے میں ان لوگوں نے غلطی کھائی ہے وغیرہ،

اور مسیح کی وفات کے مسئلہ میں معتزلہ و امام مالک و ابن حزم وغیرہ ہمکلام ان کے سچے ہیں کیونکہ بموجب نص صریح آیت کریمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كَيْفَ مَسَّحَ كَافِيسَايُونَ کے پہلے سے وفات پانا ضروری تھا۔ یہ میری طرف سے بطور حکم فیصلہ ہے۔ اب جو شخص میرے فیصلہ کو قبول نہیں کرتا وہ اسکو قبول نہیں کرتا جس نے مجھے حکم مقرر فرمایا۔

جواب۔ مرزا صاحب کے تائیدی نشانوں کا ذکر کچھ تو عرض ہو چکا ہے اور کچھ آئندہ ہوگا ان کا اختیار ہے کہ اپنے منہ کچھ بن کر جو چاہیں کہیں۔ معتزلہ وغیرہ کو سچے اور گروہ اہل سنت و جماعت کو غلطی کا مرتکب سمجھیں، کون روک سکتا ہے؟ آزادی ہے۔ اور وفات حیات و نزول میں بھی جو دل پسند و موافق مدعا ہو حکم صادر فرمائیں۔ لیکن یہ تو سوچیں کہ جب مسلمانوں کو آپ کی قوت و لیاقت فیصلہ دربارہ نزول ملا نہ کہ جبریل وغیرہ نیز آمد شیطان، تعریف لیلۃ القدر جواز مسئلہ تصویر وغیرہ امانت و دیانت معلوم ہو چکی کہ سراسر خلاف احادیث صحیح و مشاہدہ عینیہ و عمل درآ صحابہ کرام ہیں، تو پھر وہ فیصلہ مرزا صاحب کو جس وقعت کی نگاہ سے دیکھیں گے؟ خصوصاً در انحالیکہ قرآن مجید و احادیث شریف و سواد اعظم امت مرحومہ بھی مرزا صاحب مخالفت میں ان کے ہمراہ ہو۔

سیدنا مسیح کے حیات و نزول وغیرہ کے متعلق بھی کچھ عرض ہو چکا ہے۔ پھر حسب مدعا و پسند خاطر فیصلے اپنے اپنے متعلقین کے حق میں جس طرح مرزا کرتے ہیں کہ کل فضائل و کمالات و مناصب محدثیت مجددیت مسیحیت مہدویت افضلیت بر بعض انبیاء وغیرہ سب کچھ اپنی ہی ذات کیلئے خاص و محدود کرنے، اگر کچھ باقی بچے تو وہ بھی اپنے ہی گھر اپنے صاحبزادہ کے واسطے رہیں جیسا:

۱۔ کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت والا آسمان سے اترے گا، زمین والوں کی راہ سیدھی کرے گا، اسیروں کو رست گاری بخشے گا، شہادت کی زنجیروں کے مقیدوں کو رہائی دے گا، فرزند دل بند گرامی وار جند مظہر الحق والعلیٰ کان اللہ نزل من السماء (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۶)۔

۲۔ اپنے بھائی صاحب کو بعد وفات قرآن مجید میں انا انزلناہ قریباً من القادیان پڑھنے والا اور اس طرح اپنے گاؤں قادیان کا نام بھی قرآن مجید میں مثل مکہ شریف و مدینہ منورہ دائیں صفحہ پر شاید نصف کے قریب ہونا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷)

۳۔ اپنی اہلیہ ثانیہ کے واسطے مثل ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کے ام المؤمنین کا لقب اخباروں میں مشتہر فرمانا وغیرہ،

سب کچھ اپنے ہی حق میں فیصلہ کرنا کچھ امر نہیں اور ایسے فیصلے تو ہر کس و ناکس باسانی

کر سکتا ہے لیکن مدح و تعریف کے لائق تو وہ فیصلے ہیں جو کتاب و سنت کو مقدم کر کے خواہ اپنے نفس و متعلقین کے خلاف اور باعث تکلیف ہی ہوں کئے جاویں جیسا کہ امیر المؤمنین و امام المسلمین سے کئی ایسے فیصلہ مروی ہیں مثلاً ایام خلافت امیر المؤمنین عمرؓ میں ابی بن کعبؓ نے زید بن ثابت کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ حضرت عمرؓ بحیثیت مدعا علیہ جو اب وہی کو حاضر ہوئے۔ زیدؓ نے تعظیم دی تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے کی۔ یہ کہہ کر آپ اپنے فریق مخالف کے برابر بیٹھ گئے۔ مقدمہ میں کچھ ثبوت نہ تھا اور عمر کو دعویٰ سے انکار تھا۔ ابیؓ کے حسب قاعدہ حضرت عمرؓ سے قسم چاہنے پر زیدؓ نے ان کے رتبہ کا پاس کر کے ابیؓ سے درخواست کی کہ امیر المؤمنین کو قسم سے معاف رکھو۔ اس پر عمرؓ اس طرف داری سے نہایت رنجیدہ ہوئے اور زید کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ برابر نہ ہوں تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جاسکتے

عبد اللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ حضرت عباسؓ کا ایک پر نالہ (مخرج آب) حضرت عمرؓ کے راستہ پر تھا۔ جمعہ کے روز حضرت عمرؓ لباس پہن کر نکلے۔ اس روز حضرت عباسؓ کے واسطے ایک چوزہ ذبح ہوا تھا۔ جب اس میزاب (پر نالہ) کے برابر پہنچے تو پانی و خون چوزہ کا حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر پڑا، تو آپ نے اس میزاب کو اکھاڑ دینے کا حکم دیا اور خود واپس آ کر کپڑے بدلے اور آن کر لوگوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ بعدہ حضرت عباسؓ نے آن کر کہا کہ واللہ وہ میزاب اسی جگہ تھا جہاں رسول اللہ ﷺ نے اس کو رکھا تھا۔ یہ سن کر عمرؓ نے ان کو قسم دی کہ آپ کسی اور کام سے پہلے اس کو اسی جگہ لگالیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے اس کو رکھا تھا پس حضرت عباسؓ نے ویسا ہی کر لیا۔

و عن عمرؓ انه فرض لا سامة فی ثلاثہ آلا ف و خمس مائة و فرض لعبد الله بن عمر ثلاثہ آلا ف۔ فقال عبد الله بن عمر لا بيه لم فضلت اسامة على فو الله ما سبقنى الى مشهد قال لان زيدا كان احب الى رسول الله على حبي۔ رواه الترمذی (حضرت عمرؓ نے اسامہ بن زیدؓ کیلئے ساڑھے تین ہزار مقرر کئے اور عبد اللہ بن عمرؓ کیلئے تین ہزار مقرر کئے تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے باپ سے کہا کہ اسامہؓ کو مجھ پر آپ نے کیوں فضیلت دی، واللہ وہ مجھ سے کسی موقعہ میں آگے نہیں بڑھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ اسلئے کیا ہے کہ زیدؓ (اسامہؓ کا باپ) رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تیرے باپ سے زیادہ پیارا اور اسامہؓ تجھ سے زیادہ عزیز تھا۔ پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے)۔

غور فرمائیے کہ انصاف والے حق و بے رورعایت والے فیصلہ یہ ہیں۔ اور مرزا صاحب

تو عمرؓ چھوڑ، ابو بکرؓ سے بھی خود بدولت کو کہیں اعلیٰ بتاتے ہیں، تو پھر عدل و انصاف بھی بدرجہا ان سے بڑھ کر چاہیے۔ اور مفید مطلب و دل پسند فیصلوں کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک نادار شخص کے دعویٰ رسالت و نزول وحی پر ایک رئیس نے اس کو بھوکا سمجھ کر باورچی خانہ میں رہنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کو پوچھا کہ اب کیا وحی آتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اب تو یہی حکم ہوتا ہے کہ باورچی خانہ سے باہر مت نکلو۔ سو ایسے فیصلہ تو نہایت آسانی سے ہر ایک حاجت مند کر سکتا ہے۔

﴿ حیات و وفات کے بارہ میں مرزا قادیانی نے مولوی محمد بشیرؒ، قاضی محمد سلیمانؒ، شیخ حسین بن محسن انصاریؒ یمانی، مولوی عبدالاحد خانپوری، مولوی محمد حسین بٹالویؒ وغیرہ کے دلائل بھی ملاحظہ فرمائے ہیں یا نہیں؟ کاش اور نہیں تو رفع اعتراض کے لئے ہی ان کے دلائل کو بغور ملاحظہ فرما کر ان کا معقول جواب دے کر یہ فیصلہ فرماتے تو ایک بات تھی، لیکن اپنے مطلب کے مخالف تو خود بدولت نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ پرواہ کرتے ہیں۔ مولوی محمد بشیر نے رسالہ الحق الصریح اور قاضی محمد سلیمان نے غایت المرام ہر دو حصص کس نرمی سے لکھے ہیں اور شیخ حسین یمانی کی الفتح الربانی وغیرہ لیکن جواب ندارد۔ اور اخیر پر السیف المسلمول اگرچہ مولوی عبدالاحد خانپوری نے جوش اور تیزی میں لکھی ہے لیکن اس کے دلائل کا جواب تو ضرور دینا چاہیے تھا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اپنے موافق تو مرفوع القلم مجذوبوں کا کلام کا لوحی مان کر مشتہر کیا جائے اور اپنے مخالف محقق عالموں کی بادلائل کلام سے بھی نفرت و گریز ہو۔

﴿ حکم ہونیکے ثبوت میں دلائل و نشان پیش کردہ کا جواب

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال پیش ہو کہ تمہارے حکم ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ کے لئے حکم آنا چاہیے تھا وہ زمانہ موجود ہے اور جس قوم کی صلیبی غلطیوں کی حکم نے اصلاح کرنی تھی وہ قوم موجود ہے اور جن نشانوں نے اس حکم پر گواہی دینی تھی وہ نشان ظہور میں آچکے ہیں اور اب بھی نشانوں کا سلسلہ شروع ہے۔ آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے، زمین نشان ظاہر کر رہی ہے اور مبارک وہ جن کی آنکھیں اب بند نہ رہیں۔

جواب۔ زمانہ موجود اور صلیبی قوم کا موجود ہونا تو وہ ہی دلیل ہے جیسا آپ نے ضرورت کو دلیل گردانا ہے جس کا جواب ابھی عرض ہو چکا ہے۔ کس صلیب کی جگہ اب صلیبی غلطیوں

کی اصلاح کرنی لکھ دیا ہے۔ ماشاء اللہ آپ فہیم بہت ہیں لیکن براہ مہربانی کوئی ایسی حدیث تو لکھ دیتے جس کا مضمون صلیبی غلطیوں کی اصلاح کرنا ہوتا۔ بہر حال کسر صلیب یا صلیبی غلطیوں کی اصلاح کا کہیں پتہ و نشان نہیں ہے اس کی نسبت اول بھی عرض ہو چکا ہے۔

✍ نشانوں کی نسبت تو مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۰ میں لکھ چکے ہیں کہ:

بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض

ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا

جس سے عیاں ہے کہ نشان مذکورہ فی الاحادیث جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے وہ آئندہ

صادق مسیح کے آنے پر ظاہر ہوں گے۔ جب یہ حال ہے تو اب خواہ نحوہ کے مصنوعی نشان اپنے حق میں کیسے زبانی بنا رہے ہیں؟

✍ پھر نشانوں کے سلسلہ میں امثال عشرہ جو باب اول وغیرہ میں تحریر ہوئے ہیں، کافی ہیں

کیونکہ یہ نشان تو بے شک لوگوں نے دیکھے ہیں اور جو کچھ ان نشانوں نے مرزا صاحب کی صداقت

وعزت و نصرت پر گواہی دی ہے وہ بھی سب کو بخوبی معلوم ہے اور آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ بھی سارا جہان انشاء اللہ العزیز دیکھے گا۔

✍ ضرورت الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

میں یہ نہیں کہتا کہ پہلے نشانوں پر ہی ایمان لاؤ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر میں حکم نہیں ہوں

تو میرے نشانوں کا مقابلہ کرو۔ میرے مقابل پر جو اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں،

اور سب بحیثیں ملکی ہیں صرف حکم کے بحث میں ہر ایک کا حق ہے جسکو میں پورا کر چکا ہوں۔

جواب۔ نشانات مرزا صاحب کا جو مذکور ہو چکے ہیں کون مقابلہ کر سکتا ہے اور کون ان

کو مان سکتا ہے۔ ایسی جسارت کا سوائے مرزا صاحب کس کو مقدور ہے۔

✍ مرزا صاحب کا قول کہ، میں اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں، بھی کیسا زالا و عجائب

ہے؟ بھلا زمانہ بعثت انبیاء سے لے کر آج تک کسی ایسے وقت کا نام و پتہ تو بتلاویں کہ جس میں تمام

دنیا میں کسی جگہ کبھی اختلاف عقائد نہ ہوا ہو؟ کاش مرزا صاحب اپنی یہ فضیلت و خصوصیت لکھتے وقت

قرآن مجید کی آیت کریمہ و لو نشاء ربک لجعل الناس امة واحدة ولا یزالون

مختلفین الا من رحم ربک و لذلک خلقہم۔ ... الخ (اگر تیرا رب چاہتا تو لوگوں کو

ایک امت کر دیتا، اور یہ ہمیشہ اختلاف کرتے ہیں مگر جن پر تیرے رب نے رحم کیا۔ اور اسی لئے ان کو پیدا

کیا ہے) کو ہی دیکھ لیتے۔

خود بدولت کی بحث کا حال بھی معلوم ہے کہ جب کبھی کوئی مولوی مفتی محمد عبداللہ ٹوکنیؒ، مولوی محمد بشیر سہسوائیؒ، مولوی عبدالمجید دہلویؒ، مولوی سید نذیر حسین دہلویؒ وغیرہ بحث کیلئے آئے اور میرعباس صاحب مرحوم وغیرہ رو برو فیصلہ کیلئے مستعد ہوئے اور اخیر پر گنگا بٹن جب نشان کے لئے مستعد ہوا تو مرزا صاحب حیلہ وحوالہ سے ٹالنے پر ہی زور دیتے رہے، یا ایسی پیچیدہ وغیر ممکن شرائط پیش کرتے رہے جن کا پورا ہونا اور کرنا محال ہے۔ آخر الذکر کے ساتھ اشتہار بازی پر تو آپ کے بعض معتقدین بھی اس بات کے طوعاً و کرہاً قائل ہو گئے تھے کہ مرزا صاحب ٹلاتے ہیں جس پر مرزا نے ان کو جماعت سے خارج کرنے کی دھمکی دی تھی۔ پھر جب کبھی کوئی کچھ لکھے مثل غایت المرام، و، الحق الصریح، و، سیف المسلمول، و، الفتح الربانی وغیرہ تو ان کا جواب ندارد بلکہ ادھر رخ بھی نہیں کرتے اور یوں دکھلانے کو مریدین وغیرہ کے سامنے ہر طرح سے زبانی مستعد و طیار۔

نشانات مرزا قادیانی مع تردید

ضرورة الامام کے صفحہ ۲۵ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

خدا نے مجھے چار نشان دیئے ہیں:

۱۔ میں قرآن کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت و فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

جواب۔ مرزا کی فصاحت و بلاغت کے بارہ میں ایک جید فاضل عالم باعمل مستند سے کئی علماء کی رائے باب اول میں عرض ہو چکی ہے۔ نیز کئی عالموں نے مرزا کی غلطیوں کی فہرستیں لکھیں اور بعض نے چھاپ دیں۔ عاجز تو کوئی مولوی عالم نہیں کہ اس امر میں رائے زنی کا مجاز ہو البتہ ظاہر ظاہر عبارت کلام رب عزیز و حکیم پر نظر و خیال کرنے سے جو عیاں ہے اس کی رو سے تو بیشک مرزا صاحب کے دعوے فصاحت و بلاغت و حقائق و معارف کا کوئی ہم پلہ نہیں ہو سکتا کہ و اللہ اعلم کو و اللہ یعلم اور کا نوا من قبل یستفتحون کو و کا نوا یستفتحون من قبل لکھے اور احبار و رہبان میں تمیز نہ کر سکے۔ اور پھر اس برتے پر اپنے تئیں مقابلہ میں لاثانی قرار دے۔ بھلا کلام الہی کو الٹ پلٹ کرنے کا مقابلہ و حوصلہ کسی مسلمان سے کب ہو سکتا ہے؟



ضرورت الامام کے صفحہ ۲۶ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

۲۔ میں قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

جواب۔ مرزا کے اسلامی دنیا سے وخلاف کبرائے امت سلف وخلف حقائق معارف کا مقابلہ کرنے میں کسی نیب مسلمان عبدالرحمن کو توضیح اوقات کر کے مجرم بننے کی کچھ ضرورت نہیں۔ مرزا نے تو ایسے خود غرضانہ حقائق معارف میں بے خوف ہو کر ورقوں کے ورق سیاہ کر دیئے ہیں لیکن دوسرا کوئی مسلمان تنبیح قرآن ایسی مخالفتوں کو زبان پر لانا ہی گناہ سمجھتا ہے۔ اور اسلئے نمونہ کے طور پر آگاہی مخلوق کے لئے بادل ناخواستہ مرزا کے چند حقائق معارف لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید جس کو خیر مَن الف شہر (ہزار مہینوں سے بہتر) فرماوے اس کو حقائق معارف میں ڈھال کر درحقیقت ظلمت کا زمانہ کہتے ہیں۔

۲۔ سید العارفین و المحققین شارح کے حقائق معارف سے بھی اپنے حقائق معارف کو دربارہ ابن مریم، دجال، یا جوج ماجوج، دابۃ الارض وغیرہ ترجیح دیتے ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱)۔

۳۔ آیت قرآن مجید و مبشراً بَرِ سُولِ یَا تٰتٰی مِّنْ بَعْدِی اِسْمُهٗ اَحْمَدُ (اور بشارت دینے والا اس رسول کی جو میرے بعد آوے گا اس کا نام احمد ہے)

هو الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهَدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلٰی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (وہ ذات مبارک ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت و دین حق کے تاکہ غالب کرے اس کو کل ادیان پر) کو بلا دلیل اپنے حق میں اور آیت

وَ اٰخِرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِہُمْ (اور دوسرے لوگوں کو ان میں سے جو ابھی ان سے نہیں) کو اپنے واپنی جماعت کے حق میں

اور سبحان الَّذِیْ اَسْرٰی بَعْدَہٗ لِیَلٰٓئِمَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الْمِی الْمَسْجِدَ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ (پاک ہے وہ ذات مبارک جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک) کو اپنی مسجد واقع موضع قادیان کے حق میں حقائق معارف سے بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مسجد اقصی سے مراد اس جگہ یروشلم والی مسجد نہیں بلکہ مسیح موعود کی مسجد ہے۔

شہادۃ القرآن صفحہ ۲۳ میں مرزا نے وَاِذَا النَّجْمُوْمُ اَنْکَدَتْ رَتَّکِی تَفْسِیْرُکِیْ ہے: اور جس وقت تارے گلے ہو جاویں یعنی علماء کا نور اخلاص جاتا رہے گا۔

و اذا الكواكب انتشرت کی تفسیر کی ہے: اور جس وقت تارے جھڑ جاویں گے یعنی ربانی علماء فوت ہو جاویں گے۔

اذا الشمس كورت کی تفسیر کی ہے: جس وقت سورج لپیٹا جاوے گا یعنی سخت ظلمت جہالت و معصیت کی دنیا پر طاری ہو جاوے گی، وغیرہ۔

یہ مرزا صاحب کے حقائق و معارف ہیں۔

ان سب آیات کو مرزا اپنے عہد امامت و زمانہ سے متعلق فرماتے ہیں جس کی برکات و نشان میں حج کا بند ہونا، طاعون کا ملک میں پھیلنا۔ اور بہت نشانیوں کا ظاہر ہونا ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ پھر اشتہار منارہ ۲۸ مئی ۱۹۰۰ صفحہ ۱۰۰ میں اپنے عہد کی تعریف میں لکھا ہے: آنحضرت ﷺ کا زمانہ شوکت اسلامی کا زمانہ تھا اس کا اثر غالب تھا کہ حضرت موسیٰ کی طرح مومنوں کو کفار کے حملہ سے نجات دی لیکن زمانہ برکات کا جو مسیح موعود کا زمانہ ہے اسکا یہ اثر ہے کہ ہر قسم کے آرام زمین میں پیدا ہو جائیں اور نہ صرف امن بلکہ عیش رغد بھی حاصل ہو۔

پھر صفحہ ۱۰۰ میں بہت تعریف لکھی ہے کہ:

طرح طرح کے آراموں سے اس قدر برکتیں پھیل جائیں گی جو اس سے پہلے کبھی نہیں پھیلی ہوں گی۔ ریل کے ذریعہ مشرق مغرب کے میوے اور تار کے ذریعہ ہزاروں کوسوں کی خبریں پہنچ جاتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ جب یہ آیات بقول مرزا صاحب اسی زمانہ کے متعلق ہیں جس میں یہ آرام و راحتیں ہیں تو حضرت عمرؓ بایں فہم و فراست خداداد اور نزول قرآن مجید کی شہادت والے اور ماہر ہو کر اذا الشمس كورت تلاوت کرتے ہوئے جب اذا الصحف نشرت پر پہنچے تو (خشیت اللہ سے) غش کھا کر کیوں گر پڑے؟ اور کئی روز تک ان کی عیادت بیمار پرسی ہوتی رہی جیسا کہ معتمد محققین نے لکھا ہے۔ اگر ان آیات میں بقول مرزا قادیانی اس زمانہ کا ذکر تھا تو حضرت عمرؓ کو ایسے آرام و آسائش مسلمین سے خوش ہونا چاہیے تھا، نہ کہ خوف و دہشت سے غش کھا کر گر پڑنا۔

اذا الشمس كورت و اذا النجوم انكد رت وغیرہ کی تفاسیر اپنا زمانہ و مدعا ثابت کرنے کو خلاف سلف صالحین تو کی ہے لیکن ظاہری ربط کا بھی کچھ لحاظ نہیں رکھا کیونکہ اذا الشمس كورت کی جو تفسیر مرزا صاحب نے کی ہے وہ انکدار نجوم و انتشار کواکب کی تفسیر

سے بالکل بے ربط و غیر موزوں ہے اس لئے کہ شمس بمقابلہ دیگر نجوم و کواکب کے نیر اعظم ہے اور بمنزلہ ان کے بادشاہ کے ہے جیسا مرزا صاحب نے خود اپنے مدعا کے موافق ضرورۃ الامام صفحہ ۲۳ میں ایسا لکھ کر کہا ہے کہ:

اسی طرح خدا تعالیٰ عام مومنوں کو ستاروں کی طرح اور امام الزمانوں کو ان کا سورج قرار دیتا ہے۔

جب یہ حال ہے تو جس طرح مرزا نے تارے گدے لے ہو جانے سے علماء کا نور اخص جاتا رہنا، اور تارے چھڑ جانے سے ربانی علماء کا فوت ہو جانا، تفسیر لکھا ہے تو اسکے موافق اذا الشمس کورت کی تفسیر بساط نور دی امام الزمان یا تکویر کے سبب اس کا ظلمت و معصیت میں پڑ کر تیرہ و بے نور ہونا کیوں تفسیر نہیں کی؟ جس سے اعلیٰ نجوم و انتشار کواکب کی تفسیر کے ساتھ موافقت و ربط تو ہو جاتا اور اس تفسیر بساط نور دی امام الزمان سے آیات کریمہ کا مفہوم و منشاء و متعلق بھی جو ظاہر یوم الآخرة سے ہے وہ بھی صحیح و درست ہو جاتا۔

﴿ پھر اثبات مدعا کے لئے فراہمی آیات قرآن میں بھی مرزا نے کمال بے خوئی و بیباکی کی ہے یعنی اذا الشمس کورت و اذا النجوم انکدرت کو سورۃ تکویر سے لے کر اس کا مابعد و اذا السماء کنشطت و اذا الجحیم سعرت و اذا الجنة ازلفت علمت نفس ما حضرت کو مخالف مدعا ہونے کے سبب نہیں لیا۔ اور اسی طرح و اذا الکواکب انتشرت کو سورۃ الانفطار سے لے کر اس کا مابعد و اذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت و اخرت مخالف مطلب سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ان سے بوضاحت تمام ثابت ہے کہ یہ آیات کل متعلق یوم الآخرة ہیں۔ سو مرزا صاحب نے ان میں کوئی کوئی جملہ لے کر دلیرانہ حسب مدعا تفسیر کر کے ٹخنوں سے کان گانٹھنے کی مثال کے مطابق ان کو اپنے زمانہ پر چسپاں کیا ہے اور انکے ساتھ ہی جن آیات میں صریحاً ذکر آخرة ہے ان کو عمداً چھوڑ دیا۔ گویا قرآن مجید کلام رب عزیز کو اپنے گھر کی چیز و تماشا بنا لیا ہے۔ براہ مہربانی ذرا اس سورۃ کا نام و پتہ تو بتلا دیں جس میں اذا الشمس کورت و اذا النجوم انکدرت و اذا الکواکب انتشرت ایک ہی جگہ اسی طرح آیا ہو؟ اگر نہیں تو کچھ خوف خدا کریں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد من قال فی القرآن برأیه فلیتنبوا مقعدہ من النار کالحاظر ماویں اور سوئچیں کہ قرآن مجید کو جولان گاہ و تختہ مشق رائے خود و حقائق معارف و تفسیر گونا گوں بنانا، کسی جگہ کچھ و کسی جگہ کچھ تفسیر ہر موقعہ پر حسب مدعا

خود حوصلہ دلیری سے کر لینی کہاں تک مباح ہے اور اس کا انجام کیسا ہے؟

❁ ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

(۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں، اور ان کا

ثبوت میرے پاس موجود ہے۔

جواب - اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو بے شک و شبہ مجیب الدعوات و قاضی الحاجات ہے اور تمام عاجز مخلوق کی دعائیں قبول فرماتا اور حاجات بر لاتا ہے مرزا نے جو قبول ادعیہ کے بارہ میں لکھا ہے شاندا ایسا ہوا اور صرف صفروں ہی کا فرق ہوا اور ثبوت کی بھی کیا ضرورت ہے جب خود بدولت کے مورد عتاب و ہدف بددعا والے اشخاص صحیح و سالم خوش و خرم نمونہ موجود ہیں۔ زیادہ نہیں رسالدار میجر سردار بہادر سید امیر علی شاہ والی دعا جس کے واسطے مرزا صاحب نے ۵۰۰ روپہ لے کر برابر ایک برس تک اپنے اوقات صافیہ میں جدوجہد دعا کا حلفی عہد کیا تھا وہی نمونہ قبولیت کا کافی ہے۔ پھر عبد اللہ آتھم والی دعا جس میں تمام جماعت مریدین بھی مصروف و سرگرم رہی، اس کا حال بھی سب کو معلوم ہے۔ اور بھی بہت نظائر و ثبوت اس میں مذکور ہوئے ہیں۔ اور رب رحیم کریم تو اپنی جمیع مخلوق یعنی نہ فقط فرمان برداروں ہی کا بلکہ فاسقوں فاجروں گنہگاروں، حشرات الارض کیا بلکہ اپنے منکروں کا بھی فریاد رس و روزی رساں ہے جیسا کہ اس نے خوب فرمایا:

امن یجیب المضرّ اذا دعاہ۔ کون ہے جو اجابت کرتا ہے بیقرار کیلئے جب وہ اس کو پکارتا ہے
وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها (کوئی جاندار زمین پر چلنے پھرنے والا ایسا
نہیں مگر اللہ پر اس کا رزق ہے)۔

رزق ہی میں سارے حاجات آجاتے ہیں۔

۲۔ ہاں اگر کتابوں کے الفاظ (جیسا مرزا نے عاجز و رقیعی عاجز کے رو برو بیان فرمایا تھا ایک ایک لفظ) قبولیت دعا کا نتیجہ ہے تو بے شک مرزا مستجاب الدعواتی کے دعویٰ دہا ہو سکتے ہیں اور اسی بنا پر دوسرے سب صاحب تصانیف و منشی بھی یہی دعویٰ کر سکتے ہیں۔ یا اگر نذرانے و صدقات دینے والوں کو بھی اجابت دعا کا محل قرار دیا گیا ہے تو دنیا میں بہت ایسے حاجت مند اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر صدا کرنے والے موجود ہیں جن کی قبولیت دعا کی تعداد مرزا صاحب سے کہیں زیادہ نکلے گی۔ لیکن اس اصول پر بڑا اعتراض یہ ہوگا کہ اگر کسی حسن ظن و نیک نیتی سے دینے والوں کا دل قادرِ تقدیر پھیر

دے اور مرزا صاحب کے زبردست جوش و خروش والی توجہ دردناک بجلی کی اثر والی دعا الٹا اثر کرے تو اس کو خود بدولت خذلان مانیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس وجہ و عذر سے؟

❖ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

(۴) میں نبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے یہ خدا تعالیٰ کی گواہیاں میرے پاس ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں میرے حق میں حکمتے ہوئے نشانوں کی طرح پوری ہوئیں۔

آسمان بار د نشان الوقت میگوید زمین
 ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استاده اند

جواب - مشکل تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی سلطان القلمی جتلانے کو بار بار ایک ہی بات کو مختلف پیرایوں میں اظہار کر کے رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ وہ کون سے نبی اخبار ہیں جن سے ان کے علوشان کا ظہور ہوا؟ چند مثالیں تو اس کتاب میں بھی پیشکش ہوئی ہیں، جو مرزا کے دعویٰ اخبار غیبیہ پر ناکامی و بد انجامی کا حکم دینے کو قطعی الدلالت ہیں۔ بلکہ ایسا دھبہ و داغ لگانے والی ہیں کہ نجومی جوتشی، رمال، کاہن، بھی ایسا واقع ہونے پر باوجود عدم دعویٰ علم غیب نادم و شرمندہ ہوں کیونکہ ان کی کامیاب پیش گوئیوں کا شمار فیصدی کچھ تو ہوتا ہے اور مرزا کا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اس ثبوت میں ذاتی تجربہ و یعنی شہادت والے کئی گواہ موجود ہیں جن میں سے سب سے پہلے مرزا کے سارٹیفیکٹ یافتہ وہی منشی فضل حق معروف بابو پیراں بخش ہیں جن کی معتبری کی نسبت خود بدولت نے مباحثہ لدھیانہ کے اشتہار میں شہادت دی ہے کہ یہ ڈپٹی کے برابر تنخواہ پاتے ہیں وہ اپنے ذاتی تجارب سے کئی رمال، پنڈتوں، سادھوؤں کے ایسے واقعات سنانے کو تیار ہیں اور ان کے بعد اور بہت۔ پھر اگر کوئی بات اٹکل سے کہی ہوئی اسی طرح پوری ہو بھی جائے جیسے صد ہا عام لوگوں کی اکثر ہو جاتی ہے تو بھی یہ امر کچھ باعث فضیلت و بزرگی ہرگز نہیں ہے۔

❖ ضرورة الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مدت ہوئی کسوف خسوف رمضان میں ہو گیا۔

جواب - رمضان شریف میں کسوف خسوف کا جس قول میں ذکر ہے وہ اس مہدی کے واسطے ہے جس مہدی کا حدیث میں بیان ہے لیکن مرزا صاحب تو اس مہدی کے منکر ہیں اور اس کو خونی بنا کر اس سے بیزاری ظاہر فرماتے ہیں جیسا کہ اسی مضمون کے استفتاء والے اشتہار کے صفحہ ۱۰

پرایسے مہدی کے اعتقاد کو کچھ اپنی طرف سے نمک مرچ لگا کر بالکل لغو باطل اور جھوٹا عقیدہ لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ اس مہدی سے تو انکار و بے زاری ظاہر فرماویں اور اس کی علامت کسوف خسوف کو جھٹ اپنے واسطے لے لیں یہ تو بعینہ نو من ببعض و نکفر ببعض والا حال ہوا اور زیادہ تعجب یہ کہ پھر یہ حکمت اپنی مریدین پر ظاہر ہونے اور کھلنے نہ دیں۔ الحق یہ مرزا کا ہی حصہ ہے۔

اس تحریر کے بعد جو ایک دن مابین خاکسار و رفیق اس مضمون کا ذکر آیا تو عاجز کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجیب الدعوات علام الغیوب کی بارگاہ سے اس نشان کی حقیقت معلوم ہونے کیلئے دعا والتجا کرنی چاہیے۔ سوان دعاؤں کا نتیجہ مختصراً یہ ہوا کہ اول بحالت خواب بہت سی عبارت دکھائی گئی جس کے قلب (وسط) کی عبارت کے مطلب میں سے عاجز کے دل پر فقط اتنا ہی نقش باقی رہا کہ مرزا صاحب کے اقوال و استدلال اس باب میں غلط ہیں، پھر الہام ہوئے :

فلما نسوا ما ذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شيء حتى اذا فرحوا بما اوتوا اخذناهم بغتة فاذا هم مبلسون (جب بھول گئے جو کچھ کہ نصیحت کئے گئے تھے ساتھ اسکے کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز سے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے ساتھ اسکے جو دیئے گئے تو پکڑ لیا ہم نے انکو یکبارگی پس وہ اس وقت نا امید ہو گئے)

لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا و اتبع هواه و كان امره فرطاً (پس مت کہنا ان اس شخص کا کہ غافل کیا ہم نے اس کو اپنے ذکر سے اور وہ تابع ہوا اپنی خواہش کے اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا ہے)

انا اعتدنا للکافرین سلاسل و اغلالاً و سعيراً (تحقیق ہم نے تیار کیا ہے واسطے کافروں کے زنجیر اور طوق اور جہنم)

غور کا مقام ہے کہ ان میں مرزا کی احکام الہی سے فراموشی، اتباع ہواء اور پھر قرآن مجید و احادیث مبارک کو اپنی جولانی طبع و ذہن آزمانی کا تختہ مشق بنانے کا (جن کا نام خود بدولت نے حقائق و معارف رکھا ہے، پھر اس کو تصرف بے جا سے کھینچ گھسیٹ کر اپنے اوپر لگانے کا، اخیر پر ان کے انجام کار کا) کیسا ہو بہو نقشہ و حال ہے؟ دیگر الہامات اسی کے متعلق یہ ہیں :

انما علی رسولنا البلاغ المبین (سوائے اس کے نہیں کہ ہمارے بھیجے ہوئے پر ظاہر پہنچا دینا ہے)

قل آت الحق من ربکم فمن شاء فلیکفر (تو کہہ تحقیق آیا سچ تمہارے رب

کی طرف سے پس جو چاہے انکار کرے)

قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً (تو کہہ آیا حق اور گیا باطل تحقیق باطل گم ہو جانے والا ہی تھا)۔

قل لست مرسلأ (کہہ دے کہ تو فرستادہ نہیں ہے)
یہ جولائی ۱۸۹۹ء کے انٹرنیٹ کا واقع ہے۔

ان الہامات سے صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ سب مرزا کے بناوٹی و خود غرضی کے استدلال ہیں اور غفلت ذکر، اتباع خواہش نفس اور افراط و تفریط کا نتیجہ ہے جیسا کہ الہام لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتبع هواه و کان امره فرطاً۔ گواہی دیتا ہے جو پہلے ہی ان کی نسبت مولوی عبدالرحمن لکھنویؒ کو ہوا تھا اور اب عاجز کو بھی ہوا جس میں مرزا کی اطاعت یعنی اس غلط استدلال کے ماننے کی سخت ممانعت ہے اور جب خود بدولت پر ابواب کل نشیء وا ہو گئے تو جو چاہیں کھل کھیل کریں وہ کب لائق التفات ہیں؟ چنانچہ ایک اور الہام ذرہم یخوضوا و یلعبوا حتی یلا قوا یومہم الذی کانوا یوعدون (چھوڑ ان کو بکنے اور کھیل کرنے دے تا وقتیکہ وہ دن آ پہنچے جس کا وعدہ دیئے گئے ہیں) بھی انکے اس کھل کھیل کی گواہی دیتا ہے ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

حج بھی بند ہوا اور بموجہ حدیث کے طاعون بھی ملک میں پھیلی اور بہت سے نشان مجھ سے ظاہر ہوئے جس کے صد ہا ہندو مسلمان گواہ ہیں جن کو میں نے ذکر نہیں کیا۔

جواب۔ کچھ قلیل عرصہ ملک کے لوگوں کو کچھ شرائط کے سبب حج سے رکاوٹ ہوئی تھی لیکن پھر بھی جو حیلہ و بہانہ جو نہ تھے ان کو کسی نے نہ روکا، وہ بدستور جاتے ہی رہے۔ اور ان کے حق میں کوئی بندش نہ تھی۔ بس پر بھی اگر مرزا صاحب اس کو اپنی مہربانی اور کرامت میں داخل فرماتے ہیں تو جزاک اللہ آپ جیسے شخص کی امامت میں یصدون عن سبیل اللہ کا خاصہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ حقیقی و بناوٹی میں التباس نہ ہو جائے۔

اب تو کچھ رکاوٹ کا باعث بھی ہے۔ جب بالکل ہی نہ تھا، تب بھی مرزا قانون و فراست کی سند پر حج کے التوا کا حکم دیتے تھے جس کی نظیریں بیان ہو چکی ہیں۔ اگر مرزا شروع ہی سے اپنی امامت کے ایسے خواص ظاہر فرما دیتے تو خواہ مخواہ عالمان دین اسلام کیوں آپ سے پر خاش کرتے اور اسلامی تعلیم کی رو سے کیوں تردید عقاید والا کی زحمت اٹھاتے؟ مرزا صاحب کا

فقط اتنا ہی مشتہر کر دینا کافی تھا کہ حج بند، صدقات، زکوٰۃ، اضحیہ (قربانی کی کھالوں) وغیرہ مصرف زبانی امام الزمان اور اس کا کارخانہ۔ عقاید منصوصہ، واحکام شرعیہ سے آزادی، عملی تکالیف سے معافی، خود بدولت کی حلقہ بگوشی اور زبانی اقرار پر نجات کا دار مدار۔ یہ موٹی موٹی باتیں تھیں جن کو نفوس امارہ بخوشی و آسانی قبول کرتے لیکن حقائق معارف و دقائق و باریکیوں سے مرزا صاحب نے ان کو پیچیدہ گورکھ دھندا بنا کر الجھا ڈال دیا۔

☆ دوسرا نشان مستدعویہ طاعون بھی شاید مرزا صاحب کے دعویٰ رحمۃ للعالمین کی صداقت پر شہادت دینے کو اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اور چونکہ مرزا صاحب نے اس جزوی نمونہ کو جو شامت اعمال سے اسی ملک ہندوستان میں اور پھر خاص پنجاب کے اس ضلع ہوشیار پور میں جس کو مرزا نے اپنا زاد بوم بتلا کر فرمایا تھا کہ:

خلوت کے لئے میں لاہور اس واسطے نہیں گیا کہ اس کے شروع میں لا آتا ہے اور اس جگہ ہوشیار پور سے از روئے نام و زاد بوم ہونے کے مجھ کو خاص تعلق ہے۔

غرض پنجاب میں اسی ضلع کے گرد و نواح میں اس کا ظہور و قیام ہے جس کا مرزا صاحب سے ایسا تعلق ہے اور شاید اسی لئے مرزا صاحب اس کو اپنا نشان بتلاتے ہیں لیکن مرزا صاحب کو یہ بھی خیال و معلوم رہے کہ ان کے پہلے بھی کئی ایسے مبارک و مسعود اشخاص ہو چکے ہیں جن کے وجود باجود سے لوگوں پر ایسے مصائب آئے ہیں۔ مثلاً ایک طاعون تو ۱۳۴۸ء میں انگلستان میں آئی۔ جب اڈورڈ سوم حکمران تھا۔ دوسری ۱۶۶۵ء میں اسی ملک میں بعد حکومت چارلس دوم واقع ہوئی۔ تیسری اسی ہندوستان میں عہد جہانگیر بادشاہ نازل ہوئی۔ تو اس حساب سے بھی مرزا صاحب کا درجہ چوتھا ہوا۔ یا اگر فقط دوسرے ملکوں کو چھوڑ کر فقط ملک ہندوستان کو ہی لیں تو بھی خود بدولت کو زیادہ سے زیادہ شئی و مثیل دوم و یا بدرجہ دوم مان سکتے ہیں کیونکہ اصلی و اول تو وہ ہوا جسکے قدم سے یہ بلا عہد جہانگیر میں اتری، اور اس میں جس قدر کسر شان و ابطال دعویٰ مرزا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

یوں ہی بلا تحقیق ایسی لچر باتیں بیان کرنے سے آدمی کو شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ لازم تھا کہ طاعون مستدعویہ کے معانی پر از روئے وسعت و محل و خصوصیت قسم و تاثیر کے مرزا صاحب خوب تامل و فکر فرماتے کیونکہ ایک خاص علامت کا تکرار تو اس کو خصوصیت سے ساقط الا اعتبار کر دیتا ہے یعنی وہ نشان مخصوص نہیں رہتا۔ اس تحریر کے بعد رسالہ طاعون دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ وبا اور بھی بہت دفعہ کئی جگہ واقع ہوئی ہے، تو کیا اس سبب سے مرزا صاحب ان سب کو جن کے عہد میں یہ

طاعون وغیرہ شامت اعمال سے آئی مسیح مہدی و امام الزمان قبول کر لیں گے؟

❁ ضرورتاً الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ان تمام وجوہ سے میں امام الزمان ہوں اور خدا میری تائید میں ہے اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا۔ دیکھو میں نے وہ حکم پہنچا دیا جو میرے ذمہ تھا اور یہ باتیں اپنی کتابوں میں کئی مرتبہ لکھ چکا ہوں۔

جواب۔ مرزا صاحب کی امام الزمانی کی نسبت تو پہلے عرض ہو چکا ہے لیکن اب یہ غور طلب ہے کہ آیا تمام زمانہ کے کمالات اوصاف اور فضیلتوں (مثل نبی اخبار یعنی غیب دانی قبول دعا، حقائق معارف، فصاحت، بلاغت وغیرہ صفات) کا طرح طرح سے خود بدولت ہی کو موصوف قرار دینا مرزا صاحب کے اپنے فیصلہ و قرار داد مندرجہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۱۴ کے کہاں تک مطابق و موافق ہے جہاں لکھا ہے کہ:

اس سے زیادہ تر اور کیا کفر ہوگا کہ انسان ایسا خیال کرے کہ جس قدر خدا کے پاس خزان علم و حکمت و اسرار غیب ہیں وہ سب ہمارے ہی دل میں موجود ہیں اور ہمارے ہی دل سے جوش مارتے ہیں و بس۔ دوسرے لفظوں میں اس کا خلاصہ تو یہی ہوا کہ حقیقت میں ہم ہی خدا ہیں اور بجز ہمارے اور کوئی ذات قائم بنفسہ اور متصف بصفاتہ موجود نہیں جس کو خدا کہائے کیونکہ اگر فی الواقع خدا موجود ہے اور اس کے علوم غیر متناہی اسی سے خاص ہیں جن کا پیمانہ ہمارا دل نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں کس قدر یہ قول غلط اور بے ہودہ ہے کہ خدا کے بے انتہاء علوم ہمارے ہی دل میں بھرے پڑے ہیں اور خدا کے تمام خزان حکمت ہمارے ہی قلب میں سمار ہے ہیں۔ گویا خدا کا علم اسی قدر ہے جس قدر ہمارے دل میں موجود ہے۔ پس خیال کرو اگر یہ خدائی دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ انسان کا دل خدا کے جمیع کمالات کا جامع ہو جاوے۔ کیا جائز ہے کہ ایک ذرہ امکان آفتاب وجود بن جائے؟ ہرگز نہیں ہم پہلے ابھی لکھ چکے ہیں کہ الوہیت کے خواص جیسے علم غیب اور احاطہ دقائق حکمیہ اور دوسرے قدرتی نشان انسان سے ہرگز ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ انتہی بلفظ

اب مرزا صاحب غور فرمائیں کہ خود بدولت کے پہلے خیالات و حالات عبودیت والے

کیا تھے۔ اور وسعت و فارغ البالی و قبولیت و قلیل گروہ مریدین ہونے سے وہ کہاں مفقود ہو کر ان کی جگہ کیسے متضاد خیالات و دعویٰ آن کر قائم ہوئے ہیں؟ فتنہ بر و تفکر

یہ امر بھی ثبوت و وضاحت طلب ہے کہ اگر خدا تعالیٰ مرزا کی تائید میں تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے، تو جن لوگوں نے مرزا کی نسبت کفر و دجال و غیرہ کے فتویٰ دیئے ہیں، مخالفت میں کتابیں لکھیں اور بعض سال ہا سال سے جنگ و مقابلہ پر مستعد و کمر بستہ ہیں مثلاً عالمان و حامیان دین اسلام مثل مولوی محمد حسین بٹالوی، منشی محمد سعد اللہ لدھیانوی، مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبد الجبار غزنوی، مولوی ابراہیم، مولوی عبدالحق غزنوی، مولوی محمد بشیر سہوانی، مولوی قاضی محمد سلیمان منصور پوری، قاضی فضل احمد لدھیانوی، ملا محمد بخش جعفر زٹی، سید ابوالحسن تبتی۔ یہ سب صاحبان نیز دیگر مولویان فقراء سجادہ نشینان بلکہ نصاریٰ و سکھ و آریہ وغیرہ جن کی مخالفت میں مرزا بھی کبھی کوتاہی نہیں کرتے، تو پھر وہ تلوار کا اثر ان پر کیوں ظاہر نہیں فرماتا؟ یا وہ عالم الغیب و عادل ان سب کو مرزا صاحب کا دشمن و شرارت سے مقابلہ پر کھڑا ہونے والے نہیں جانتا، بلکہ ان کو حق پر اور مرزا کا خیر خواہ اور اپنے دین کا مؤید و حمایتی جانتا ہے، اور اسی لئے ان کی تائید و حمایت کرتا ہے جس کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

مرزا صاحب کی دھمکی ذلت و موت کا مفصل جواب و ذکر فصل آئندہ میں تحریر ہو چکا ہے۔ رہا یہ کہ یہ باتیں اپنی کتابوں میں کئی مرتبہ لکھی ہیں، سو مرزا صاحب کو سوائے ان امور کے اور شغل ہی کیا ہے؟ اپنی مدح و ثنا و فضیلت اور دوسرے غریب مسلمانوں کی تحقیر و توہین و اہانت۔

ضرورت الامام کی وجہ تالیف اور کشف حقائق

ضرورت الامام کے صفحہ ۲۶-۲۷ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

مگر جس واقعہ نے مجھے ان امور کے لکھنے کی تحریک کی وہ میرے ایک دوست کی اجتہادی

غلطی ہے جس پر اطلاع پانے سے میں نے ایک نہایت دردناک دل کے ساتھ اس رسالہ کو لکھا۔ تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ ان دنوں یعنی ماہ ستمبر ۱۸۹۸ء جو مطابق جمادی الاول ۱۳۱۶ھ ایک میرے دوست، جن کو میں ایک بے شر انسان اور نیک بخت متقی اور پرہیزگار جانتا ہوں، اور ان کی نسبت ابتداء سے میرا بہت نیک گمان ہے و اللہ حسیبہ، مگر بعض خیالات میں غلطی میں پڑا ہوا سمجھتا ہوں، اور اس غلطی کے ضرر سے ان کی نسبت اندیشہ بھی رکھتا ہوں، وہ نکالیف سفر اٹھا کر اور ایک اور میرے عزیز دوست کو ہمراہ لے کر قادیان میں میرے پاس پہنچے اور بہت سے الہامات اپنے مجھ کو سنائے۔ پس اس سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو الہامات کا شرف بخشا ہے مگر انہوں نے سلسلہ الہامات میں ایک خواب بھی اپنی مجھے سنائی کہ میں نے آپ کی نسبت کہا ہے کہ میں ان کی کیوں بیعت کروں بلکہ انہیں میری بیعت کرنی چاہیے۔

جواب۔ اول تو مرزا صاحب نے تحریک کا الزام ناحق خاکسار کے ذمہ لگایا ہے کیونکہ یہ تحریک تو خود بدولت کے اس قرین کی ہے جو شروع سے ہر وقت آپ کو اکساتا رہتا ہے کہ اپنی فضیلت و بے مثلی کے اشتہارات ہمیشہ دیتے رہو، آخر کوئی نہ کوئی تو آنکھ کا اندھا اور گانٹھ کا پورا پھنس جاوے گا، خواہ کتنے ہی عرصہ کے لئے ہو، بہر صورت کچھ فائدہ ہی ہوگا، جیسے بعض سوداگران و پیٹنٹ دواساز اپنی اشیاء کی تعریف میں بے حد بے شمار اشتہارات بصر فکیر شائع کرتے ہیں اور اگر دو چار خریدار بھی اسیر دام ہو جائیں تو لاگت وصول ہو کر منافع ہی ہوتا ہے۔

جو کچھ مرزا صاحب نے عاجز خاکسار کی نسبت اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے عاجز دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے ایسا ہی کرے آمین۔ لیکن مجھے جو اس تحریر کے دن صبح (۲۸ جولائی ۱۸۹۹ء جمعہ) الہام ہوا ہے:

لقد لبثت فیکم عمری افلا تعقلون (تحقیق میں تم میں اپنی ایک عمر ٹھہرا ہوں، کیا پس تم نہیں سمجھتے)۔ ثم قست قلوبکم (پھر سخت ہوئے دل تمہارے)۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعتقاد مرزا صاحب کا مستحکم و دیر پارہنے والا نہیں ہے اور غالباً اب ان تعریفی و توصیفی الفاظ کے عوض عاجز کو ان کے اضرار کا مصداق قرار دیں گے اور جس وقت مرزا صاحب کو چاہیے کہ اپنے دیگر حالات الہامات و اجتہادات کو بھی اسی پیمانہ سے ناپ کر ان کے بھی ویسا ہی بے اعتبار و غلط ہونے کا اقرار و اعتراف فرمائیں کیونکہ الہام بہ تصریح بتلا رہا

ہے کہ قسمت قلو بکم کا مخاطب دل میری نسبت مرزا صاحب کو اپنی پہلی شہادت کے انکار پر مجبور کریگا، جس کی صداقت اب مرزا اور انکے مریدین نے بذریعہ اشتہارات شروع کر دی ہے۔
 خواب کی بے اختیاری کی حالت کے کلام کو مرزا صاحب اجتہادی غلطی کس قاعدہ سے قرار دیتے ہیں؟ اس میں تو کوئی خوض، فکر، جدوجہد نہیں ہوئی۔

دردناک دل کے ساتھ رسالہ لکھنے کی بجائے اگر یہ فرماتے کہ خواب میں جو کلمہ گستاخی سرزد ہوا کہ، میں بیعت کیوں کروں بلکہ انہیں میری بیعت کرنی چاہیے، اس کی سزا و پاداش کے واسطے یہ تارڑ چھٹاڑ دہمکیوں کا رسالہ گوشمالی کو بھیجا گیا، تو راست اور مطابق واقعہ تھا۔ لیکن خود بدولت کو کسی امر کی کیا پرواہ ہے، سلطان القلمی کے ثبوت میں الفاظ و کلمات مرتب فرمادیتے ہیں۔ کہیں تمام جہان سے نرالے ہو کر بے اختیاری حالت خواب کے کلمہ کو اجتہادی کہیں، دردناک دل کہیں، بہت خوشی کہیں، بہت نیک گمان کہیں، غلطی میں پڑا ہوا کہیں، بے شرنیک بخت متقی پر ہیزگار کہیں، غلطی کے ضرر سے اندیشہ وغیرہ، جن میں خشک لفاظی تکرار اور دھمکیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

جب خداداد بصیرت سے مرزا صاحب کو عاجز کا متقی پر ہیزگار ہونا سال ہا سال اور ابتداء سے متحقق و معلوم ہے اور اس وصف تقویٰ والوں کے حق میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

و العاقبة للمتقين (اور انجام بخیر پر ہیزگاروں ہی کے واسطے ہے)

و ان للمتقين مفازاً حدائقاً و اعناباً و کواعباً و کاساً دهاقاً لا یسمعون فیہا لغواً و لا کذاً با جزاء من ربک عطاء حساباً۔ الخ۔

تو پھر ان آیات کی مخالفت کر کے بایں دعویٰ قرآن دانی، بے وجہ دھمکانے و ڈرانے کیلئے اظہار اندیشہ کیوں فرماتے ہیں؟ کیا مرزا صاحب کا یہ خیال ہے کہ آپ کی ان چالوں کو کوئی نہیں سمجھتا؟ ایسا خیال نہ کریں۔ شانہ مرزا صاحب کو یاد نہ ہو کہ ہوشیار پور میں بھی (جہاں مرزا حسب بیان خود ایک مہوس کے اسی (۸۰) روپہ دینے کے وعدہ پر اس کے نسخہ کیمیا کی ایک جزو فراموش شدہ کے انکشاف کیلئے روزہ رکھ کر مراقبہ میں مشغول تھے) خاکسار کے اس کہنے پر کہ آپ کی پیش گوئیوں میں تاویلوں کی بہت گنجائش ہوتی ہے، مرزا صاحب نے جواب دیا تھا کہ:

اب رسالہ سراج منیر میں کوئی مبہم بات نہ ہوگی۔ صاف و صریح، جو کسی اعتراض کے متحمل نہ ہوں، وہی باتیں لکھی جائیں گی،

لیکن جس وقت اشتہار سراج منیر نکلا تو اس میں ویسی ہی ذومعنی پیش گوئیاں درج تھیں

جن پر خاکسار نے جب خدمت والا میں اس کی شکایت کی تو آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ اس سے صاف اور کیا ہو سکتی ہیں؟

خیر عاجز تو اس بات کا قائل ہے کہ مرزا صاحب کا کمال، خرق عادت، معجزہ، کرامت، ولایت، امامت، نبوت، سلطان القلمی، غیب دانی وغیرہ سب اسی میں ہیں کہ جو بات ہو، دورخی، پہلودار، اور گول مال ہو، تاکہ ان کا لو کہیں نہ جاوے۔

عاجز اگر آنکھیں میچ کر بیعت میں داخل ہو جاتا، تو متقی پر ہیزگار وغیرہ اوصاف بے شمار و بے حد کا محل و مصداق ہوتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ کے خوف اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ نیز الہامات تحذیری کے باعث علیحدہ و باز رہا تو ضرور اندیشہ کے نیچے آ گیا۔ اور مرزا صاحب بہر حال اپنی فضیلت کے دعوے دار رہے۔

سب امور میں مرزا صاحب اسی ہتھ کٹڈہ پر اپنے کھیل کا دار و مدار رکھتے ہیں اور بحالت اختلاف اپنے مقابل کی نسبت اندیشہ ضرر، ذلت، دھمکی، تیز تلوار و بالآخر موت پر بڑا زور ڈالتے ہیں۔ اور شاید اپنی حالت پر قیاس کر کے یہ خیال نہیں کرتے کہ جو مومنین اللہ جل جلالہ کو خالق و مالک علی کل شئیء قدیر، حافظ و ناصر حقیقی مجیب المضطر و غیاث المستغیثین رحیم و کریم ہر آن و ہر لحظہ جانتے و مانتے ہیں، اور جن کا آیات قرآن مجید پر جن میں ارشاد ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا نفع و نقصان و ضرر و موت و حیات وغیرہ کا ہرگز ہرگز مالک نہیں، کامل یقین ہے اور جن کا حدیث رسول ﷺ مندرجہ سابقاً (جس میں یا غلام ا حفظ اللہ یحفظک فرما کر فرمایا کہ اگر تمام خلقت جمع ہو کر تجھ کو نفع و ضرر پہنچانا چاہے، تو سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ لکھ چکا، وہ ہرگز ہرگز کچھ نہیں کر سکتے.. الخ۔) پر پورا یقین ہے تو وہ ایسی فضول و بے اصل دھمکیوں کی کیا پرواہ کریں گے؟ پھر موت کی نسبت یہ بھی تدبر و غور نہیں کرتے کہ کیا ارشادات:

کل نفس ذائقة الموت (ہر ایک نفس موت کا ذائقہ سمجھنے والا ہے)،

کل شئیء ہا لک الا وجهہ (ہر ایک چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات)

کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (سب مخلوق جو

زمین پر ہے فنا ہو جائیوالی ہے صرف باقی رہیگی ذات تیری رب صاحب عظمت اور بزرگی کی)

صحیح نہیں ہیں؟ جو آپ ایسی فضول دھمکیاں بے ضرر خبریں دینے کی زحمت اٹھاتے

ہیں؟ اور پھر موت بذات خود بھی کوئی مکروہ شئیء یا سزا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو اللہ قرآن میں کیوں فرماتا

قل ان كانت لكم الدار الآخرة عند الله خالصةً من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صادقين ولن يتمنوه ابدأ بما قدمت ايديهم والله عليم بالظالمين -

قل يا ايها الذين ها دوا ان زعمتم انكم اولياء الله من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صادقين (کہہ اے یہودیو! اگر تم گمان کرتے ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو اور دوسرے لوگ نہیں، تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو)

جن سے ظاہر ہے کہ آرزو مند ان و امیدوار ان دار الآخرة اولیاء اللہ و صادقین کے لئے موت کوئی بری و مکروہ شے نہیں، بلکہ بہتر و عمدہ ذریعہ حصول مدعا ہے لان الموت هو الذى يوصلهم اليه (اس لئے کہ موت ہی ان کو اس کی طرف پہنچاتی ہے) جیسا کہ تفسیر معالم التنزيل میں یہی عبارت عربی لکھی ہے۔ پھر احادیث میں ہے:

من احب لقاء الله احب لقاءه و من كره لقاء الله كره لقاءه فقالت عائشة او بعض ازواجه انا لنكره الموت قال ليس ذلك ولكن المومن اذا حضر الموت بشر برضوان الله و كرامته فليس شىء احب اليه مما اماه فيحب لقاء الله و احب لقاءه و ان الكافر اذا حضر الموت بشر بعذاب الله و عقوبته فليس شىء اكره اليه مما اماه فكره لقاء الله و كره لقاءه (جو شخص اللہ کی زیارت کو دوست رکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے وہ شخص جو اللہ کی زیارت کو مکروہ جانتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو مکروہ جانتا ہے۔ عائشہؓ یا کسی دوسری ام المؤمنینؓ نے کہا ہم موت کو مکروہ جانتے ہیں، فرمایا کہ ایسا نہیں جب مومن کو موت حاضر ہوتی ہے تو اللہ کی رضا کی بشارت دیا جاتا ہے تو اس سے کوئی چیز زیادہ اچھی نہیں لگتی جو اس کے سامنے ہوتی ہے اور وہ اللہ کی زیارت کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے۔ اور جب کافر کی موت آتی ہے تو اسے عذاب کی خبر دی جاتی ہے اور اسے اس سے کوئی چیز زیادہ مکروہ نہیں لگتی جو اسکے سامنے ہوتی ہے اور اللہ کی زیارت کو مکروہ سمجھتا ہے اور اللہ اس کی ملاقات ناپسند کرتا ہے)۔

قال اثنان يكرهما ابن آدم يكره الموت و الموت خيرا للمومن من الفتنة و يكره قلَّت المال و قلَّت المال اقل للحساب -

و عن ابی قتادہ انه كان يحدث ان رسول الله ﷺ مر عليه
بجنازة فقال مستريح او مستراح منه فقالوا يا رسول الله ما
المستريح او مستراح منه فقال العبد المومن يستريح من نصب
الدنيا و اذا هالها الى رحمة الله و العبد الفاجر يستريح منه العباد و
البلا و الشجر و الدواب.
تحفة المومن الموت -

موت الفجاءات اخذة الالاف للكافرو رحمة للمومن -

غرض موت جس کو مرزا صاحب نے بہ تقاضائے امواج رحمت و رحم دلی لوگوں کے
ڈرانے کا ہوا بنا رکھا ہے، نہ تو بذات خود ناشدنی و رکنے والا امر ہے اور نہ کسی جرم کی سزا ہے بلکہ
مومن کے واسطے تو ذریعہ لقاء اللہ، موجب بشارت رضوان اللہ و کرامت باعث استراحت، خیر، تحفہ
و رحمت ہے۔ پھر صالحین مومنین کی موت پر ہی ملائکہ سے خطاب ہوتا ہے:

اخر جی راضیة مرضیة ... الى روح الله و ریحان و رب غیر غضبان
فتخرج کا طیب ریح المسک (اے روح نکل بحالت رضا مندی اور راضی کی گئی، طرف روح
اللہ کی رحمت اور خوشبو اور رب غصہ نہ ہونے والے کے پس وہ مشک کی خوش بو سے زیادہ خوشبو ناک ہو کر
نکلتی ہے)۔ اور آسمان سے بھی ایسا ہی خطاب مرحباً بالنفس الطیبہ وغیرہ ہوتا ہے۔

﴿ پھر موت کی مجر د یاد ہی فی نفسہ ایسی ہے کہ اس کیلئے فرمایا:

اکثروا ذکر هاضم اللذات الموت (بہت یاد کرو فنا کرنے والی لذات، یعنی موت، کو)

بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جیسا چاہیے ویسا ہی حیا کرتا ہے جو موت کو یاد کرتا ہے

قال ذات يوم لا صحابه استحيوا من الله حق الحيا قالوا انما
نستحي من الله يا نبي الله و الحمد لله قال ليس ذالك ولكن
من استحي من الله حق الحياء فليحفظ الرأس و ما وعى و ليحفظ
البطن و ما هوى و ليزكر الموت و البلى - من اراد الآخرة ترك زينة
الدنيا فمن فعل ذالك فقد استحي من الله حق الحياء -

(ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم اللہ سے پوری حیا کرو۔ انہوں نے کہا اے نبی اللہ
ﷺ، ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں اور سب تعریف اللہ کے واسطے ہے۔ فرمایا یہ نہیں، لیکن جو اللہ

سے حق حیا کرنے کا حیا کرتا ہے پس اس کو چاہیے کہ سر اور جو شے کہ اس میں ہے نگاہ رکھے اور شکم اور جو اس پر حاوی ہے نگاہ رکھے اور موت اور بلاؤں کو یاد رکھے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت چھوڑ دیتا ہے پس جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اللہ سے جیسا کہ حق حیا کرنے کا ہے حیا کرتا ہے۔

پھر مطلق یاد پر ہی حصر نہ رکھے، موت و آخرت کی تیاری کے لئے بھی فرمایا:

عن ابن مسعود قال قال رسول الله فمن ير د الله ان يهدد به يفسح صدره للاسلام فقال رسول الله ان النور اذا ادخل الصدر انفسح فقيل يا رسول الله هل لتلك من علم يعرف به قال نعم النجاة في من دار الغرور والانا بة الى دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزوله. (ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی، پس اللہ جس کو ہدایت کرنی چاہتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے۔ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے پھیل جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا اس کی کوئی علامت ہے جس سے شناخت ہو سکے۔ فرمایا: ہاں، غرور دھوکہ، کے گھر سے دور ہونا اور پیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کیلئے اس کے آنے سے پہلے تیار رہنا)

جابر سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امت پر زیادہ خوف ہوا ہے ہوا اور لمبی امید کا۔ پس ہوا، حق سے روکتی ہے اور طول امید آخرت کو فراموش کراتی ہے۔ یہ دنیا فانی اور آخرت آنے والی ہے۔ دونوں کے فرزند ہیں۔ اگر ہو سکے تو دنیا کے فرزندوں میں نہ بنو۔ اسلئے کہ تم آج کے دن دار العمل میں ہو اور حساب نہیں، اور کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے اور عمل نہیں ہوگا)

يا ايها الناس ان الدنيا عرض حاضر يا كل منها البر والفاجر و ان الآخرة وعد صادق يحكم فيها ملك عادل قادر يحق فيها الحق ويبطل الباطل كونوا من ابناء الآخرة ولا تكونوا من ابناء الدنيا فان كل ام يتبعها ولدها (اے لوگو دنیا متاع موجود ہے کہ اس میں سے ہر نیک و بد کھاتا ہے اور آخرت وعدہ سچا ہے کہ اس میں بادشاہ عادل قادر حکم کریگا۔ تم آخرت کے فرزندوں سے بنو اور دنیا کے فرزندوں سے نہ بنو کیونکہ ہر ماں کے تابع اسکی اولاد ہوگی)

خود ذات مبارک ﷺ کا عمل بھی اسی پر رہا۔ آپ فرماتے:

مالی و للذّنيا و ما انا و الذّنيا الا کراکب استنظّل تحت شجرة ثمّ
راح ترکھا۔ (مجھے دنیا سے کیا تعلق، میں اور دنیا اس سوار کی طرح ہیں کہ ایک درخت کے
سایہ میں ٹھہرا پھر اس کو چھوڑ کر چلا گیا)

صحابہ کرام کا بھی ایسا ہی حال تھا چنانچہ:

عن ابن عمر قال اخذ رسول اللّٰه ﷺ بمنكبى فقال کن فى الذّنيا
کا نک غریب او عا بر سبیل و کان ابن عمر یقول اذا امسیت فلا
تنتظر الصّباح و اذا اصبحت فلا تنتظر المساء و خذ من صحتک
لمرضک و من حیو تک لموتک۔

دنوی حیات کو اللہ جل جلالہ نے لہو و لعب و متاع الغرور فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ

نے بھی دنیا کے حق میں فرمایا:

الذّنيا دار من لا دار له و مال من لا مال له و لها یجمع من لا عقل
له (دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس شخص کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں
اور اس کے لئے وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں)

الذّنيا سجن المؤمن و جنة الکافر (دنیا مومن کے واسطے قید خانہ ہے اور کافر
کے واسطے جنت ہے)۔

تو پھر ایسی سراپا مشقت و مصائب والی جگہ میں جہاں طرح طرح کے ظلم و فساد و
غفلت و عناد آئے دن موجود ہیں اور قسم قسم کے فن و فریب و دغا مکر تکبر تعلیٰ شیخی والے مغرور لوگ ہوں
جن کی شرارتوں و خود غرضانہ حیلوں سے عاجز بندگان الہی کو امن و آرام نہ ہو تو ایسی بے آرامی و
رنج و محن میں غریب مومنین نے رہ کر کرنا بھی کیا ہے؟

پھر موت میں کوئی خصوصیت ابرار و اشرار کی نہیں ہے تاکہ مرزا صاحب کو اپنے کسی
مخالف کے مرنے پر یہ کہنے کی گنجائش ہو کہ وہ مخالفت و دشمنی کے جرم کے سبب رحلت کر گیا کیونکہ
حکم کلّ نفس اذا ثقّة الموت کے نیچے آ کر کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ اور جو پیدا ہوا ہے ضرور
مرے گا۔ عام مخلوق کا تو کیا ذکر خاص برگزیدہ جماعت جو دوسری مخلوق کے لئے سرا سر رحمت اور
نعمت الہی تھی اس کے ساتھ بھی بظاہر یہی معاملہ و قانون الہی برتا گیا۔ جب کسی نے سارے انبیاء

حضرت آدمؑ سے گن کراخیر میں کہا ہے:

چو ختم المرسلین ہم رفت باقی کیست کز ماند
مگر ذرات مقدس قادر و قیوم و صمدانی

و نعم ما قیل:

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید ز جام مرگ مئے کل من علیہا فان
اور کیا مرزا صاحب کے خویش اقارب و مریدین و عزیز نہیں مرے؟ یا خود بدولت
نے نہ مرنے کا پٹہ لے لیا ہے؟

﴿ پھر ہر ایک ذی روح کی موت کا وقت بھی بارشاد لکلّ امة اجل فاذا جاء
اجلهم لا یستاخرون ساعۃً و لا یستقدّمون (ہر ایک امت کے واسطے وقت معین ہے جس
وقت ان کا وقت مقدر آتا ہے نہ دیر کرتے ہیں نہ آگے چلتے ہیں) معین و مقرر ہو چکا ہے۔ ایک لمحہ پس و
پیش نہیں ہوتا، تا مرزا صاحب کی پیشی کرنے ہی میں اپنی کرامت کا دخل دیکر لوگوں کو دھمکائیں اور
ڈرائیں۔ اور بالخصوص مسلمانوں کو ڈرانا یا دھمکانا تو قطعاً بے سود و لغو ہے کیونکہ وہ تو ان احکام سے
خوب واقف ہیں۔ البتہ بعد الموت کیلئے فکر و مصروفیت لازمی ہے پس جو مومنین خاشعین عباد الرحمن
ہیں ان کے لئے تو ہرگز موت ڈر اور خوف والی چیز نہیں۔

ہاں جن کو انابت الی اللہ و خشیت اللہ، حسن عمل، صدق نیت۔ زہد صبر تقویٰ طہارت تسبیح
تحلیل تکبیر وغیرہ عبادات و مرضیات الہی کی توفیق نہ ہو، بلکہ وہ سرکشی بغاوت و غرور شیخی تکبر خود غرضی
دوست و دشمن سے اختلاف خواہ نحوہ لڑائی، ایذا رسانی مخلوق الہی وغیرہ محصیت میں پڑ کر جرائم و
باز پرس یوم حساب کا بوجھ دن بدن ان پر پڑتا و بڑھتا جاوے تو گوان کی موت ایسی زندگی سے ان
کے اپنے اور دوسروں کے حق میں بدر جہا بہتر و افضل ہے تاکہ وہ یستریح منہ العباد و
البلاد و الشجر و الدواب کے مصداق ہوں لیکن وہ ضرور اپنے کرتوتوں کے پھل اور اعمال
کے وبال و خطر مال سے ہراساں ہو کر عاشقان دنیا کی طرح مرنے کا نام سن کر کانپتے ہیں اور
دنیاوی بقا اور حیاتی کے خواہاں رہتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و لتجدنہم احرص الناس علی حیوة و من الذین اشرکوا یوّد
احدهم لو یعمّر الف سنة و ما ہو بمزحزحہ من العذاب ان یعمرو
اللہ بصیر بما یعملون (ان کو سب لوگوں سے زیادہ حرص کرنے والا حیاتی پر اور
مشرکوں میں ان کا ہر ایک دوست رکھتا ہے کہ ہزار برس عمر دیا جائے حالانکہ عمر دیا جانا اس کو

عذاب سے چھڑانے والا نہیں اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں)

انّ الذّٰین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوة الدّٰنیا واطمأنوا بها و
الذّٰین هم عن آیاتنا غافلون۔ او لئنک ما واهم النّار بما کانوا
یکسبون (تحقیق وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر خوش
اور اسی کے ساتھ مطمئن ہوئے ہیں اور ان پر جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں، ان کا
ٹھکانا دوزخ ہے بسبب ان کے اعمال کے جو کرتے ہیں)

کے مصداق ہو کر دنیا ہی میں ان کی ساری امیدیں موت کے ساتھ فنا و ختم ہو جاتی ان کو معلوم ہوتی
ہیں۔ اس لئے ان میں سے بعض لوگ اپنی موتیں و تصاویر گونا گوں و عمارات وغیرہ سے دنیا میں
اپنی بقا و یادگار کا سامان (گو صریح خلاف شرع کیوں نہ ہو) کرتے ہیں اور ان کے حصہ میں یہ کہاں
کہ اپنے خالق و مالک محسن رب کی مشیت و ارادہ پر قانع رہیں اور اپنے مسلم ہادی برحق ﷺ کے
عمل و تعلیم اللہمّٰ اٰحییٰ ما کانت الحیوة خیرا لّٰی و توقّنی اذا کانت الوفاة
خیرا لّٰی (اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ زندگانی میرے حق میں بہتر ہو اور جب
وفات بہتر ہو تو فوت کر) کو مد نظر رکھیں۔

﴿ پھر عمر بھی کچھ اعمال پر موقوف و منحصر نہیں۔ بہت صالحین منینین نیک قلیل و کم عمر پاتے
ہیں اور بہت اشرار، سرکش و نافرمان بلکہ منکران اللہ تعالیٰ عز و جل وغیرہ مخالفین و دشمنان صداقت
اسلام طویل و دراز عمر پاتے ہیں، حالانکہ ان مخالفین کی ساری عمر علانیہ مخالفت حق و اسلام میں
گذرتی ہے جیسا کہ پچشم خود دیکھا ہے اور مرزا صاحب تو ابھی بظاہر حمایت و اعانت اسلام کی آڑ
میں درپردہ مخالفت کر کے اپنا نیا پتھ مذہب و گروہ قائم کرنے کی فکر و انتظام میں ہیں۔

﴿ پھر کذاب مفتری علی اللہ بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کہ کذب و افتراء کے باعث اجل
مقررہ سے پہلے ہی مر جاویں جیسا کہ مرزا معمر یدین اخذ و بطش الہی سے بچ کر خود بدولت کے
اب تک زندہ رہنے پر خوش فہمی سے لو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه
بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین.. الخ۔ (اگر ہم پر بعض باتیں جھوٹ باندھے تو ہم اس کا داہنا
ہاتھ کاٹ ڈالتے اور اس کی گردن کی رگ) سے تمسک کر کے کہتے ہیں کہ مفتری علی اللہ جلد ہلاک ہو
جاتا ہے۔ مرزا صاحب الفاظ مجازات استعارات دقائق و حقائق وغیرہ زبان سے تو بہت نکالتے و
لکھتے ہیں لیکن موقع پر سب میں صفر ہی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت کے جملہ لقطعنا منه الوتین کو

آپ حقیقت پر حمل کر کے قطع جسمانی مراد لے کر اپنی صداقت کے دعویدار ہوتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہی لفظ قطع جو رسول اللہ ﷺ نے ویلک قطعتم عنق اخیک (وائے تجھ پر تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی)۔ اهلکتکم و قطعتم ظهر الرّجل (ہلاک کر دیا تم نے، کاٹ ڈالی تم نے پیٹھ اس آدمی کی) میں فرمایا تو کیا اس میں قطع جسمانی مراد ہے؟ ہرگز نہیں۔ یا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قتل الخراصون (اٹکل بازوں کا ناس جائے، یا مارے جائیں،) فقنل کیف قدر (پس مارا جائے کیسی اٹکل دوڑائی)، ثم قتل کیف قدر (پھر مارا جائیو، یعنی خدا کی مار، کیسی اٹکل دوڑائی)۔ قتل الانسان ما اکفره (مارا جائے آدمی کیسا ناشکرا ہے) میں جو لفظ قتل فرمایا ہے تو کیا اس میں قتل جسمانی مراد ہے؟ ہرگز نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس حضرت عمرؓ نے المدح هو الذّبح (تعریف کرنا ذبح کرنا ہے) میں جو لفظ ذبح فرمایا ہے تو اس میں ذبح جسمانی مراد ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ ان نصوص میں قطع، ہلاک، قتل، ذبح جسمانی ہرگز مراد نہیں تو مرزا باس دعویٰ علوم قطعنا منہ الوتین میں قطع جسمانی کس طرح مراد لیتے ہیں؟ یہ مرزا کے نرالے استنباط و استدلال ہیں کہ قرآن مجید کے ایسے خلاف عقل و نقل معنی و مفہوم بیان کئے ہیں جن کو صریح مشاہدات و واقعات کے مخالف ہونے کے باعث کوئی بھی قبول نہ کر سکے۔ اور پھر اس من گھڑت و مخالفت کو قرآن مجید کی حمایت کہتے ہیں انا لله وانا الیہ راجعون۔ اور طرہ یہ کہ جو آیات شریفہ و احادیث مبارکہ صریح جسمانی حالت پر دال ہیں ان کو مرزا صاحب اپنی نیچریت کے تابع کر کے خلاف عقل کہہ کر ان کی حقیقت ظاہری جسمانی سے منکر ہیں مثلاً آیت بل رفعہ اللہ الیہ (بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا)۔ در بارہ حضرت مسیح کے با تباغ فلاسفہ منکر جیسے ازالہ اوہام صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے کہ:

نیا و پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر ان طبقہ کی ہوا ایسی مضرت معلوم ہوئی کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں پس اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔

اور ایسا ہی مرزا صاحب نے اپنے اشتہار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء میں لکھا ہے کہ حال اور گذشتہ زمانہ کے تجارب ثابت کرتے ہیں کہ انسان سطح زمین سے چھ میل تک بھی اوپر کی طرف صعود کر کے

زندہ نہیں رہ سکتا (اور پھر اشتهار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء ص ۳ پر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ آج کل ثابت کیا گیا ہے کہ آسمان پر بھی مجسم مخلوق رہتی ہے جیسے زمین پر)۔

سبحان الذی اسری بعبده لیلًا.. الخ (وہ اللہ پاک ہے جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کرائی) دربارہ جسمانی معراج رسول کریم ﷺ کے ایسے ہی خیالات سے منکر حالانکہ وہ کان اللہ عزیزاً حکیماً، (اور اللہ غالب حکمت والا ہے) آیت بل رفعہ اللہ کے آخر اور سبحان الذی آیت اسری کے پہلے بظاہر ایسے توہمات و تردادات و شکوک کے دفعیہ کے لئے ہی اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ نے فرما دیا ہے۔ پھر آیت فقلنا لهم کونوا قردةً خاسئین (تو ہم نے ان سے کہا کہ بندہ ربن جاؤ دھتکارے ہوئے) کی دربارہ مسخ یہود بھی جسمانی اثر سے خود بدولت مع انحصار مرید مولوی نور الدین منکر ہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے اپنی فصل الخطاب میں لکھا ہے اور بعد ازاں خطوط میں بھی اسی انکار پر اصرار کیا ہے حالانکہ فجعلناہا نکالاً لما بین یدیہا و ما خلفہا و مو عظةً للمتقین (پس ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کے لئے جو اس واقعہ کے، وقت موجود تھے اور ان لوگوں کے لئے جو اس کے بعد ہوئے عبرت بنایا اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت) اس کی ظاہری تصدیق کے واسطے موجود ہے کیونکہ بدون ظاہری نمایاں اثر کے یہ سزا موجب عبرت و نصیحت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ خفیہ و باطنی حال مسخ کو کون دیکھ سکتا ہے۔ اور وہ نکالاً لما بین یدیہا و ما خلفہا کیونکر ہو سکتی ہے؟

مزید براں مرزا صاحب کا بھائی و ہمسایہ دیوار بہ دیوار مرزا امام الدین صاحب ان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے جو امامت لال بیکیاں کا عرصہ دراز سے مدعی ہے۔ ان کو دیکھ کر بھی یہ نہیں سوچا کہ جب وہ بھی میرا بھائی ہو کر میرے مخالف میری ہی طرح اپنے تئیں مامور من اللہ کہہ کر لال بیکیوں کو اپنی اطاعت کی دعوت کرتا ہے اور میری ہی طرح قائم ہے، حالانکہ مرزا غلام احمد کے تراشیدہ قاعدہ کے موافق ایسا تقوّل علی اللہ کرنے والا اس قدر عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ وہ بھی مرزا صاحب کی طرح صحیح و سالم ہے پس اس کی قیام و حیات ہی کو مرزا صاحب اپنے دلیل و دعویٰ کی تکذیب کیلئے کافی سمجھتے اور دل میں سوچ کر کے ایسے دلائل تراشنے اور ان لٹرائیوں سے باز آ جاتے۔ لیکن وہاں تو کچھ خیال پرواہ نہیں ہے۔ لہذا اظہار حق کیلئے مرزا صاحب کے اس نامعقول قاعدہ و دلیل کے ازالہ میں چند دیگر نظیریں مفتری و تقوّل علی اللہ کرنے والوں کی بیان کی جاتی ہیں جن کو کسی نے قطع و قتل نہیں کیا۔ اور وہ خود ہی بموجب حکم و قانون الہی کل

نفس ذائقۃ الموت - فاذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون اپنی میعاد پوری کر کے سوائے کسی مخلوق کی دست درازی کے (گو وہ بھی اجل مسمی سے باہر نہیں اور نہ موجب شقاوت ہے کیونکہ رتبہ شہادت اکثر اسی ذریعہ سے نصیب ہوتا ہے) اپنی موت سے مرے ہیں جو ایسے مدعی کے باز دعویٰ و توبہ کے لئے کافی ہیں بشرطیکہ کچھ خوف اللہ جل جلالہ باقی ہو۔

نظارِ کنذا بین گذشتہ

۱۔ عاجز کا و صد ہا دوسروں کا یعنی مشاہدہ ہے کہ منشی کنہیا لال الہمد ہاری کا مالیر کوٹلہ میں بحالت زندگی دستور تھا کہ صبح کو کچھری میں آ کر اپنے رات کے الہامات ایک خوش خط منشی سے لکھواتا۔ ایک دن عاجز کو اس کی الہامی کتاب کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اس میں ایک عبارت دیکھی جو خود عاجز نے ایام طفلی میں اپنے چاچا مرحوم سے سنی تھی اور اس کو بتلائی تھی یعنی:

قال افلا طون الحكيم انظر الى وجهك في المرأة ان كان حسنا
فا فعل بما يناسبه وان كان قبيحا فلا تجمع بين القبيحتين
(افلا طون حکیم نے کہا کہ اپنے چہرے کو آئینہ میں دیکھا کر، اچھا ہو تو کام بھی ویسے ہی کر اور
اگر برا ہو تو دو برائیوں کو جمع نہ کر، یعنی بد صورتی و بد عملی)

کنہیا لال نے اس عبارت کا خلاصہ ترجمہ کر کے اپنی طرف سے اس کو اللہ کا الہام قرار دے کر لکھوایا ہوا تھا۔ وہ بہت عرصہ تک اس شغل میں مشغول رہا۔ کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں ایک کا نام فضیلت شیطان رکھا۔ اس نے بھی بڑی طویل عمر پائی اور گورنمنٹ میں بڑا نیک نام تھا۔ اور آخر اپنی موت سے مرا۔

۲۔ مرزا کے خاندان مغلیہ میں سے اکبر بادشاہ کا حال مفصل تواریخوں میں درج ہے کہ وہ ملحد مزاج کسی دین کا پابند نہ تھا۔ خود مامور من اللہ ہونے و نبوت کا دعویٰ کر کے ایک نیا دین و فرقہ بنام دین الہی بنا دیا (اور شاید مرزا صاحب نے بھی اسی کی تقلید سے اپنے مت کا نام الہی کارخانہ رکھا ہے) اس نے کہا کہ دین (اسلام) جس کا آغاز زمان بعثت سے تھا اس کی مدت و بقا ہزار سال تمام ہو گئی۔ کلمہ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ ایجاد کیا۔ اخلاص کے چار مراتب تھے، ترک مال، ترک جان، ترک ناموس، ترک دین۔ بوقت ملاقات ایک شخص اللہ اکبر اور دوسرا جل جلالہ کہے یہ بمنزلہ

سلام تھا۔ آفتاب پرستی، آتش پرستی (جسکے آتش کدہ کا اہتمام ابو الفضل کے سپرد تھا)، تعظیم و تاثیر کو اکب
 قشقہ و زنار کا رواج، سجدہ جائز۔ ہوم جو آتش پرستی ہے، بھراہی دختران راجگان ہند اپنے حرم میں
 معمول، و جوہ غسل ساقط، جشن روز تولد و شادی بروز مرگ۔ تاریخ ہجری عربی تغیر کر کے اس کی
 جگہ سال جلوس جو مطابق ۹۶۳ھ تھا، تاریخ شروع کی۔ عید موافق اعیاد زردشتیان ایک سال میں
 چارہ مرتبہ مقرر کر کے سال و ماہ الہی نام رکھا۔ عربی پڑھنا جاننا عیب، تفسیر حدیث و فقہ پڑھنے والا
 مطعون و مردود۔ بجائے اس کے نجوم حکمت حساب شعر تاریخ افسانہ رائج و مفروض۔ جو اس دین
 میں آئے ان کو الہین کہتے۔ ایک شخص ایسا مرا تو اس کی قبر میں چراغ و شبکہ (جالی یا روشن دان)
 مقابل آفتاب اس اعتقاد سے رکھا کہ اس کی روشنی پاک کنندہ گناہان ہے۔ میت کو سر بجانب مشرق
 اور پاؤں بطرف مغرب دفن کرنا اور خواب بھی اسی طرح قرار پایا۔ ذبح گاؤ اور اس کا گوشت کھانا
 حرام کیا۔ اگر کوئی حیوانات ذبح کرنے والے کے ساتھ کھاوے، اس کا ہاتھ اور اگر اس کے اہلخانہ
 سے ہو تو اس کی انگلی کاٹی جائے۔ مجلس نوروزی میں اکثر علماء صلحاء، قاضی و مفتی کو وادی قدح نوشی میں
 لاتے۔ مجتہدان خصوصاً فیضی کہتا کہ: اس پیالہ را بکوری فقہاء میخورم

شیخ عبدالقادر بدایونی جو اکبر کے پیش امام و خطیب تھے انہوں نے بہت حال اپنی تاریخ
 میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے ابو الفضل سے پوچھا کہ مذاہب مشہورہ میں سے آپ کا میل
 کس طرف ہے؟ بجواب کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ چند روز وادی الحاد کی سیر کروں۔ اس پر میں نے
 کہا کہ اگر قید نکاح موقوف کیجئے تو برا نہیں۔ اس پر ہنس کر چلا گیا۔ ایسے فریفتگان دنیا، گو پڑھے
 لکھے علم دین و روحانی مذاق سے بے بہرہ، اکبر کی صحبت میں تھے کسی کا شعر ہے:

خدا پناہ بد بد از جلیس بد مذہب

خراب کرد ابو الفضل شاہ اکبر را

بارہ برس گزرنے پر یہاں تک نوبت پہنچی کہ اکثر اراکین مثل حاکم ٹھٹھہ اور دوسرے اہل ارتداد اس
 مضمون کا اقرار نامہ لکھ دیتے کہ من فلاں بن فلاں بطوع و رغبت و شوق قلبی از دین اسلام... کو چھوڑ
 کر دین الہی اکبر شاہی میں آ کر مراتب اخلاص ترک جان و مال و ناموس و دین قبول کرتا ہوں۔
 بخلاف تعلیم اسلام خنزیر و کتوں کی نجاست کا خیال مفقود بلکہ اندرون محل وزیر قصران کو رکھ کر ہر صباح
 دیکھنا عبادت میں داخل تھا۔ طلاء و ابریشم پہننا فرض نماز روزہ حج پہلے ہی ساقط ہو چکا تھا وغیرہ،
 غرض ہر عقیدہ اصول و فروع اسلامیہ پر شبہات گونا گوں تمسخر و استہزا تھا۔ اگر کوئی معارض جواب

ہوتا تو جواب سب کا منع تھا۔ اور توجہ حکومت قاہری بجانب مقابل تھی۔ حالانکہ مباحثہ میں مساوات شرط ہے، کئی خانماں اس مباحثہ میں برباد ہوئے۔ وحاشا کہ یہ مباحثہ ہوتا۔ یہ تو دین فروشوں کا مکابرہ تھا جو خوش آمدانہ ہر جگہ سے شکوک متروک پیدا کر کے تحفہ لاتے۔ ملاشیری کے قطعہ میں سے اکبر کی نسبت یہ شعر ہے

شاہ ما امسال دعوی نبوت مے کند
سال دیگر گر خدا خواہد خدا ہدشدن

دہستان مذاہب میں اکبر کی کرامات بھی لکھی ہیں مثلاً طفلی میں مثل مسیح اپنی والدہ سے کلام کرنا۔ اور ایک شخص اس کے مقبرہ میں داخل ہو کر اس کی مذمت کرنے لگا تو اس کے پاؤں کی انگلی ایک پتھر کی دراڑ میں پڑ کر شکست ہو گئی۔ غرض یہ بادشاہ بایں افتراء و تحقیر اسلام عرصہ دراز تک اسی عمل درآمد میں بحالت پادشاہی (جس کی میعاد ۵۲ برس ہے) خوش و خرم رہ کر اپنی موت سے اپنا وقت پورا کر کے مرا۔ اور اب ان امور و طوفان بے تمیزی کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اور دین حق اسلام یعلو و لا یعلیٰ اسی طرح قائم و دائم موجود ہے۔ اور مرزا صاحب کے دعویٰ کو تو ابھی بہت میعاد نہیں گزری۔

۳۔ یہ تو بادشاہ تھا دوسرے ایسے اشخاص بھی بہت گزرے ہیں جو عوام میں تھے اور وہ بھی ایسے دعاوی کر کے عرصہ تک بلا کسی کے ہاتھ لگانے کے اپنی موت سے مرے ہیں۔ چنانچہ میاں بایزید روشن کی نسبت بھی لکھا ہے کہ وہ بھی اپنے تئیں مامور من اللہ جانتا تھا۔ آدمیوں کو ریاضت کا امر کرتا۔ نماز پڑھتا، لیکن تعین جہت کو اٹھا دیا تھا۔ کہتا کہ غسل پانی کی حاجت نہیں کیونکہ جب انسان (اللہ تعالیٰ کے) پاس پہنچتا ن پاک ہو جاتا ہے کیونکہ چار عنصر مطہرات ہیں جو خدا اور اپنے آپ کو نہ پہچانے وہ آدمی نہیں وہ اگر موزی ہے تو بھیڑ یا چیتا سانپ و بچھو کی طرح ہے اور پیغمبر عربی نے کہا ہے موزی کو ایذا سے پہلے قتل کرو، اور اگر نیکو کار اور نماز گزار ہے تو مثل گاؤ بھیڑ کے ہے۔ اس کا مارنا جائز ہے۔ اسی بنا پر مخالفان خود شناسی کے مار ڈالنے کا امر کرتا کیونکہ وہ حیوان ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے اولئک کا لانعام بل ہم اضللّ (مثل چار پایوں کے ہیں یا اس سے بدتر)۔ اور کہتا جس نے اپنے آپ کو نہ پہچانا اور جس کو زندگی جاوید و حیات ابدی کی خبر نہیں وہ مردہ ہے اور مردہ کا مال وارثان زندہ کو پہنچتا ہے اسی لئے ایسے لوگوں کے قتل کا حکم کرتا۔ اگر ہندو خود شناس پاتا اس کو مسلمان پر ترجیح دیتا۔ مدت تک بہرہ ہی اپنے فرزند ان کے رہنی کر کے اموال مسلمانان وغیرہ سے لے کر خمس بیت المال میں رکھتا اور بروقت حاجت اہل استحقاق پر بانٹ دیتا۔ عربی فارسی

ہندی و افغانی میں اس کی بہت تصانیف ہیں۔ مقصود المؤمنین عربی میں ہے۔ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ بلا وساطت جبریل اس سے سخن کرتا۔ ایک کتاب خیر البیان چار زبانوں میں ہے۔ اول عربی، دوم پارسی، سوم ہندی، چہارم پشتو میں۔ اور اس کو خطاب از حق تعالیٰ و صحیفہ الہی جانتے ہیں۔ ایک کتاب حال نامہ ہے اس میں اپنا حال بیان کیا ہے۔ اور بہت الہامات عربی اس میں لکھے ہیں جن کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق کئے بغیر ان پر عامل ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ رہزنی کر کے مال مسلمانوں وغیرہ لے لینا و مسلمانان و مخلوق الہی کو بغیر کسی شرعی جرم کے گائے بھیڑ کی طرح مار ڈالنا، عمل درآمد رہا۔ اور غریب تریہ کہ وہ عامی آدمی تھا اور قرآن کے معنی کرتا، و سخنان حقائق آمود کہتا اور دانا انسان اس سے متحیر ہوتے۔ لکھا ہے کہ خدا ناسناسوں کے قتل کے واسطے مامور ہوا۔ تین دفعہ پے در پے امر ہونے پر تلوار کو ہاتھ نہ لگایا پھر جب حکم ہوا، ناچار جہاد پر کمر باندھی۔ یہ شخص جالندھر میں پیدا ہوا پھر اپنے والدین کے ہمراہ کافی کرم کو ہستان افغانستان میں آیا۔ مرزا محمد حکیم ابن ہمایوں بادشاہ کا ہم عصر تھا۔ اس کی قبر تہہ پور کو ہستان افغانستان میں ہے۔ یہ بھی اپنی موت سے مرا۔

۴۔ مسیلمہ کذاب بھی اول وفد بنی حنیفہ میں بحضور رسول اللہ ﷺ آکر مسلمان ہوا۔ جب یمامہ کو واپس ہوا تو مرتد ہو کر دعویٰ نبوت کیا۔ تحلیل خمر و زنا و اسقاط فریضہ نماز کیا۔ ایک جماعت اہل فسق و فساد اس کے ساتھ شامل ہوئی۔ بمقابلہ قرآن سبھائے نامطبوع گھڑے مثلاً:

یا ضفدع بنت ضفد عین الی کم تلقتین لا الماء تکد رین و لا
الشّاربین تمنعین راسک فی الماء و ذنبک فی الطّین (اے مینڈک
لڑکی مینڈکوں کی تو کب تک؟.. کرے گی تو پانی کو تیرہ و مکدر کرنے والی نہیں اور نہ پینے
والوں کو منع کرنے والی۔ تیرا سر پانی میں اور تیری دم مٹی میں ہے)۔

الفیل مالفیل له خرطوم طویل ان ذلک من خلق ربنا الجلیل
(یہ ہاتھی ہے کیسا ہاتھی اس کی سونڈ لمبی ہے، تحقیق یہ پیدائش ہمارے رب جلیل کی ہے)

جن کا حال اہل علم و دین پر پوشیدہ نہیں کہ یہ کیسے لغو ہیں اور بمقابلہ قرآن رب حمیدان کی کیا حقیقت
ہے؟ اور لکھا ہے بعض خوارق عادت بھی اس سے ظاہر ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ کو ایک خط لکھا کہ
نصف زمین ہماری و نصف قریش کے واسطے۔ ذات مبارک ﷺ نے بجواب تحریر فرمایا:

من محمّد رسول اللّٰہ الی مسیلمة الكذاب۔ اما بعد فانّ الارض
للّٰہ یورثها من یشاء من عبادہ و العاقبة للمتّقین (سب زمین اللہ کی ہے

جس کو چاہتا ہے اس کا اپنے بندوں سے وارث بناتا ہے اور انجام بخیر پر ہیزگاروں کیلئے ہے)

مسیلمہ نے دعویٰ تو عہد مبارک رسول اللہ ﷺ میں کیا لیکن بعد میں بعد خلافت صدیق اکبرؓ بمقام بلہ لشکر خالدؓ جو بامر صدیق اکبر بھیجا گیا تھا وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ وحشیؓ جو قاتل حمزہؓ بھی تھا وہ کہتا تھا کہ میں بہترین مردم نیز بدترین مردم کا قاتل ہوں۔ اب دیکھئے کہ کیا مسیلمہ کذاب بھی جو خلافت صدیق اکبر تک زندہ تھا اور اس کے ساتھ اس کی ہم جنس جماعت بھی تھی وہ بھی آیت کریمہ لو تتقواں .. الخ سے مرزا صاحب کی طرح محسین حیات خود استدلال کر کے بایں سرکشی و مخالفت قرآن مجید کے اپنا صدق و حق پر ہونا ثابت کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔

۵۔ طلحہ بن خویلد اسدی نے بنی اسد میں دعویٰ نبوت کیا۔ غطفان اس کے مددگار ہوئے۔ بعدہ تو بہ کی۔ اسی طرح سجاح بنت سوید بن ربیع نے دعویٰ نبوت کیا۔ فرسان میں تغلب اور تمام قبیلہ تمیم اس کی نصرت پر جمع ہوئے۔ ان میں رؤساء بھی مثل احنف بن قیس و حارثہ بن بدر وغیرہ شامل تھے۔ بہت قتل ہوا۔ پھر اس نے قصد یمامہ کیا۔ مسیلمہ اس خبر سے تنگ دل ہو کر مختصن ہوا۔ سجاح کے لشکر نے اس کا محاصرہ کیا۔ پھر بعد میں مسیلمہ کے ساتھ اس کا نکاح ہوا۔ مہر میں نماز عصر موقوف ہوئی۔ بالآخر سال ہا سال کے بعد وہ تو بہ کر کے بزمان معاویہؓ مسلمان ہوئی۔ گویا اس کے فساد و سرکشی کا زمانہ تیس برس زمانہ خلافت راشدہ سے بھی کہیں زیادہ ہوا۔

۶۔ زمانہ ابن زبیر و عبدالملک بن مروان میں مختار بن عبید ثقفی نے بعد واقع سیدنا امام حسینؓ کے لوگوں کو ان کا قصاص لینے کے نام پر بلایا اور دراصل غرض اپنی امارت تھی۔ طالب دنیا تھا کوفہ میں دعویٰ نبوت کیا اور کذاب کہا گیا۔ منجملہ اس کے کذب کے ایک یہ دعویٰ تھا کہ جبریل اس کے پاس وحی لاتا ہے۔ اپنے مکاتیب میں لکھتا: من مختار رسول اللہ یہ بھی اپنی موت سے مرا۔ متنبی شاعر نے دعویٰ نبوت کیا۔ اپنے آپ کو مثل مسیح و مثل صالح علیہما السلام کے کہتا جیسا کہ اس کے شعروں میں ہے:

ما مقامی بارض نخلة الا كمقام المسيح بين اليهود

انا فى امة تداركها الله غريب كصالح فى ثمود

(نخلہ قریة یعنی کلب عند بعلبک من ارض شام) لوگوں پر کلام پڑھتا جس کو زعم کرتا تھا کہ وہ قرآن اس پر نازل ہوا ہے۔ قاضی ابوالحسین ابن ام شیبان الہاشمی الکوفی سے ہے کہ انہوں نے ایک سورۃ اس سے لکھی تھی جو ضائع ہو گئی اور اس کا ابتداء جو ان کو یاد رہا، یہ تھا:

و النّجْم السّيّار۔ و الفلک الدوّار۔ و اللّیل و النّهار۔ انّ الکافر لفي
 اخطار امض علی سنتک و قف اثر من قبلک من المرسلین فانّ
 اللّٰه قامع بک زیغ من الحد فی دینہ و ضلّ عن سبیلہ (قسم ہے تارے
 سیر کرنے والے اور فلک پھرنے والے اور رات اور دن کی۔ تحقیق کافر خطرات میں ہے تو
 اپنے طریقہ پر چل اور جو تجھ سے پہلے مرسلین ہیں ان کے نشان پر ٹھہر۔ تحقیق اللہ تیرے ذریعے
 دور کرنے والا ہے کجی اس کی جس نے اپنے دین سے تجاوز کیا اور اپنے راستہ سے گمراہ ہوا)

قبیلہ بنی کلب وغیرہ سے بہت لوگ اس کے تابع ہوئے۔ لؤلؤ امیر حمص نائب الاشدید یہ نے اس پر
 لشکر کشی کر کے اس کو قید کیا اور اس کے اصحاب کو متفرق کیا اور اس کو مدت تک جس میں رکھا، قریب
 تھا کہ مرجاتا۔ اس سے توبہ طلب کی تو اس نے تحریری اپنے دعویٰ کا بطلان کیا اور اسلام کی طرف
 رجوع کیا تو اس کو چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ قریب قریب ایسا ہے جیسے ایک لائق بیدار مغز حاکم نے مرزا کی
 تعدی مطلق العنانی و دریدہ دینی دیکھ کر بقضائے عدل و انصاف غریب رعایا کی امن و حفظ آبرو
 کے لئے مرزا صاحب کو چشم نمائی کر کے ان سے توبہ نامہ (اقرار نامہ) لکھا یا کہ آئندہ مخلوق الہی کو
 اپنے افتراء علی اللہ یعنی الہامی پیش گوئیوں کی دھمکی سے باز رہیں گے۔ اور ایک دوسرے ویسے ہی
 حاکم نے اسی بنا پر حضرت مسیحؑ کی توہین و تحقیر آمیز دل آزار اشتہار مرہم عیسیٰ کی اشاعت بند کرائی۔
 جس حکم کا اپیل بھی بجمہ اللہ چیف کورٹ سے خارج ہوا۔ کاش یہ چشم نمائی و تنبیہ ایسی موثر ہوتی کہ
 مرزا ان سب دعاوی و سب و شتم تحقیر سیدنا عیسیٰ سے تائب ہو کر آئندہ ایسی گستاخی و بے ادبی کے
 عوض ان کے اولوالعزمی و معجزات و علوشان و صداقت کے قائل و مصدق ہو جاتے۔ اور ان کے
 حواریوں کو بھی سچا و برحق مانتے۔

﴿ ۸۔ ایام معتمد باللہ میں بہبود زنجی قائد فتنہ زنج ہوا۔ اس نے عراق کو تباہ کیا اور آل رسول
 ﷺ کو خوار کیا۔ لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا۔ اس کا دعویٰ مرسل من اللہ ہونے کا اور غیب دانی کا تھا۔
 عرصہ دراز کے بعد قتل ہوا۔

﴿ ۹۔ مطبع باللہ کے عہد میں قوم تناخہ میں ایک جوان تھا جو اپنے میں روح علیؑ اور اس کی
 زوجہ فاطمہ زہراؑ اپنے میں گمان کرتے۔ ایک دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ جبریل ہے جب اس
 کو زد و کوب کیا تو منسوب باہل بیت ہونے کی طرف پناہ پکڑی۔ معز الدولہ نے حکم دیا کہ اس کو رہا کر دو
 ﴿ ۱۰۔ مغرب میں ایک شخص ہوا جس کا نام لا تھا۔ وہ کہتا کہ حدیث میں جو آیا ہے لا

نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) وہ میری خبر ہے۔ لا بمعنی نفی نہیں بلکہ لا مبتداء اور نبی اس کی خبر ہے کہ میرے بعد لا نبی ہوگا۔ سو میں ہوں۔ اسی طرح ایک عورت مدعیہ نبوت ہوئی جب اس کو کہا کہ حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، جواب دیا کہ نبی (بصیغہ) مذکر کہا ہے۔ نبیہ (بصیغہ مونث) نہیں کہا۔

❦ ۱۱۔ بیت المقدس میں ایک یہودی نے دعویٰ کیا کہ وہ مسیح ابن مریم ہے۔ فصیح زبان و خوش بیان تھا۔ وہ شعبدے دکھلاتا۔ جب حاکم گرفتار کرنے لگا تو بھاگ کر اسلام بول آ گیا۔ احمد پاشا وزیر سلطان محمد خان رابع نے اسکو گرفتار کیا۔ جب مخلص نہ دیکھی مسلمان ہو گیا۔

❦ ۱۲۔ فارس میں کچی سا باطنی نے خلافت معز بلدہ تینس میں مدعی نبوت ہو کر طریق عیسیٰ ابن مریم پر قدم مارا۔ احياء اموات و ابراء ابرص واجذم و اعمی شعبدہ سے معجزہ کرتا۔

❦ ۱۳۔ محمد بن تو مرت نے ۵۱۴ھ میں نے دعویٰ مہدویت موعودہ منتظرہ کا کیا۔ جمع کثیر نے معتقد ہو کر اس سے بیعت کی اور بعض بلاد پر اس کا غلبہ و حکومت دس سال تک رہا۔ آخر مر گیا۔

❦ ۱۴۔ شام میں ایک شخص راعی نے دعویٰ نبوت کر کے مسلک موسوی اختیار کیا۔ عصا ظاہر کیا جو بنظر مردم اژدھا ہو جاتا اور دیکھنے والے مسحور ہو جاتے۔

❦ ۱۵۔ مصر میں ۸۱۹ھ میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ آسمان پر جا کر باری تعالیٰ کو دیکھتا اور اس سے کلام کرتا ہے۔ عوام سے ایک جماعت اس کی معتقد ہوئی۔ ایک مجلس میں جمع ہو کر اس سے توبہ طلب کی لیکن اس نے نہ کی۔ حاکم نے اس لئے کہ وہ حاضر العقل ہو کر ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ دو آدمیوں کی شہادت پر اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ لیکن ایک جماعت اطباء نے شہادت دی کہ وہ مختل العقل ہے اس پر اس کو بیمارستان (پاگل خانہ) میں قید کیا گیا۔

شیخ علامہ عبدالرحیم بن ابو بکر دمشقی معروف بجویری نے اپنی کتاب المختار فی کشف الاسرار میں مدعیان نبوت کا ذبہ و مشیخت، واعظین، رہبان، اطباء، لاعین بنا ممنوع از حرق۔ ارباب شعبدہ۔ اعمال جو ہر یہ و صیارف۔ و اہل صنائع و لصوص (دزدان) نسوان و مردان وغیرہ کا کشف اسرار کر کے ان کے مکرو و جیل کو خوب ظاہر کیا ہے۔ اس جگہ تو صرف دانہ از خروار کے طور پر انہیں چند اشخاص کا ذکر ہوا جو باوجود ایسے دعاوی کے اپنی عمر پوری کر کے اکثر اپنی موت سے مرے ہیں اور جو اس دعویٰ میں مارے گئے ان کا سوائے مسیلمہ کذاب وغیرہ کے ذکر نہیں کیا۔

❦ بھلا یہ تو مفتری تنقوٰل علی اللہ کرنے والے مدعیان نبوت و رسالت وغیرہ ہی

تھے۔ اب ان سب سے بڑھنے والے فرعون کو دیکھو جس کے الوہیت و ربوبیت کا دعویٰ کرنے اور انار بکم الا علی (میں ہوں تمہارا رب اعلیٰ)۔ اور ما علمت لکم من الہ غیر ی (تمہارے لئے میں اپنے سوا کوئی الہ نہیں جانتا) لئن اتخذت الہاً غیر ی لا جعلنک من المسجوبین (اگر تو میرے سوا کوئی اور الہ پڑے گا تو میں تجھ کو ضرور قید کر دوں گا) کہنے کی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔ اسنے بھی کس قدر مہلت آسودگی و سلطنت میں بنجگم الہی عمر بسر کی اور آخر کار اپنی میعاد پوری کر کے بغیر دست درازی کسی بشر کے مع لشکر غرق ہوا۔

﴿ یہ تو مصر کا فرعون تھا، مدعیان اسلام میں سے بھی کئی ایسے کذاب گذرے ہیں جو دنیوی آسودگی و سلطنت وغیرہ کے سبب اسی مہلک مرض تعلیٰ و تکبر میں پڑ کر بدبختی سے ایسے دعاوی کرتے رہے ہیں جن کا حال کتب تواریخ میں درج ہے۔ مثلاً معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر بنا شد، فاطمین جن کو عبیدیوں بھی کہتے ہیں، جو اپنے آپ کو فاطمہ زہرا سے منسوب کرتے تھے لیکن اکثر مورخوں نے اس پر انکار کر کے لکھا ہے کہ وہ اولاد حسین بن محمد بن احمد القدرح ہیں اور قدرح مجوسی تھا۔ ان میں ۱۴ خلفاء گذرے ہیں جن میں اول عبید اللہ مہدی اور آخر عاصد تھا۔ ان میں ایک حاکم بامر اللہ نے بھی مثل فرعون دعویٰ الوہیت و ربوبیت کیا۔ بجائے بسم اللہ کے بسم الحاکم الرحمن الرحیم لکھتا۔ بہت جہال اسکے پاس جمع ہوئے اور اس کو بنام خدا، یا واحد یا احد یا محیی یا ممیت کہتے اور بعض نے باطنیہ میں سے اس کے واسطے کتاب لکھی جس میں لکھا کہ روح آدم ابو البشر نے اول بجد علیؑ، اس کے بعد اس میں انتقال کیا۔ یہ کتاب جامع قاہرہ میں پڑھی جاتی اور جہاں شام میں بھی منتشر ہوئی۔ بہت خلقت گمراہ ہوئی۔ لکھا ہے اب تک کئی دیہات کا اعتقاد ہے کہ وہ عود کر کے زمین کا بندوبست کرے گا۔ رعیت کو حکم تھا کہ جب خطیب منبر پر اس کا ذکر کرے تو لوگ تعظیماً کھڑے ہو جائیں اور اس کا تمام مملکت میں عمل ہوتا حتیٰ کہ حرین شریفین میں بھی اور اہل مصر تو جب کھڑے ہوتے سجدہ میں گر جاتے حتیٰ کہ بازاروں والے بھی رعایا وغیرہ سے سجدہ میں ہو جاتے۔ ان ظالموں کی سلطنت مصر میں ۴۶۴ھ سے ۶۴۸ھ تک رہی۔

﴿ زمانہ مہدی بن منصور میں مقنع خراسانی مدعی الوہیت ہوا بطور حلول۔ آخر حکومت کی تنگ گیری سے ۱۶۶ھ میں اپنے مریدوں کو شراب میں زہر ملا کر خود غم تیزاب میں بیٹھ کر فنا ہوا۔ بعض ناواقف سادہ لوح مرزا صاحب کے مجرد دعویٰ بے دلیل کو ہی ان کی سچائی کی دلیل خیال کرتے ہیں۔ کاش وہ کتابیں دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ پہلے بھی صاحب غرض و حاجت

مند لوگ کیسے کیسے دعاوی کر چکے ہیں اور شعبہ یا کسی طرح سے کچھ کر بھی دکھلاتے رہے جن کا نمونہ کے طور پر کچھ یہاں ذکر ہوا ہے۔ ایامِ مکتفی باللہ میں یحییٰ قمر مطیٰی ہوا اس کے بعد برادرش حسین نے اپنے منہ پر خال ظاہر کر کے زعم کیا کہ یہ آیت ہے اور مہدی امیر المؤمنین کہلایا۔ بعدہ اس کے ابن عم عیسیٰ بن مہر ویہ نے زعم کیا کہ قرآن مجید میں مدثر سے وہی مراد ہے اور اپنے غلام مطوق کو ملقب بنور کیا۔ ۲۷۸ھ میں عثمان امام قرامطہ نے دعویٰ کیا کہ وہ داعیہ مسیح ہے۔ عیسیٰ، الکلمہ، المہدی، احمد بن محمد بن الحنفیہ اور جبریل ہے۔ اور جس طرح مرزا صاحب کی تعریف میں طرح طرح کے الفاظ مرشد، آقا، احمد، مسیح، مہدی، آدم، نوح، ابراہیم، یوسف، موسیٰ، عیسیٰ، فاروق، اخبار الحکم ۳۰ جون ۱۸۹۹ء میں لکھے ہیں اسی طرح اس کو بھی کہتے کہ تو الداعیہ، الحجۃ، الناقۃ، الدابۃ، یحییٰ بن زکریا اور روح القدس ہے۔ غرض گونا گوں دعاوی پہلے بھی ہو چکے ہیں اذا لم تستحی احد فلیفعل ما نشاء و لیقئل ما اراد (جب کوئی حیاء نہ کرے تو جو چاہے اور جو ارادہ کرے، کرے) والا معاملہ ہے۔ ان دعویداران میں سے بعض محاربات میں قتل ہوئے اور بہت سے اہل حق بھی ان کے ہاتھوں شہید ہوئے اور بعض اپنی سلطنت و کمال عزت میں اپنی موت سے مرے اور اب ان کا اور ان کے دعاوی کا سوائے تاریخوں میں اور کہیں نام و نشان نہیں کیونکہ دعاوی الوہیت و نبوت و رسالت و وحی سرے سے ہی لغوی بیہودہ اور صریح خلاف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ ہو نیکے سبب خاک دھول کی طرح اڑ گئے۔ اور دعاوی عیسویت و مہدویت جو بے موقعہ و قبل از وقت تھے اور اب تک ہیں وہ بھی اس لئے ہباء منثوراً ہو گئے اور ہو جائیں گے اس لئے کہ جو علامات ان کے اور اس عہد کے شریعت اسلامی میں مفسر و مفصل بیان ہو چکے ہیں وہ علامات موجود نہ تھیں اور نہ اب تک ہیں۔ لہذا اگرچہ چند جہال ہم جنس دعویداران گو چند روز کیلئے ان کے ہمراہ ہوئے لیکن آخر کار بے اخلاصی و اغراض دنیوی کے سبب وہ سب نیست و نابود ہو گئے۔ اور جو موجودہ ہیں اسی طرح ہو جائیں گے۔ عجب بہ پرست تو عام ہیں لیکن مسلمان اپنے مذہب اور دین کے ایسے عاشق و دلدادہ ہیں کہ اس کے متعلق اپنے خالق و مالک و یا اپنے ہادی ﷺ کے فرمان کا ذرہ پتہ نشان سنیں تو گر ویدہ و راجع ہوتے ہیں لیکن جب اس کو موافق و مطابق قانون شریعت مسلمہ شریعت غرا نہیں پاتے تو بہ تعمیل و موافق ارشاد و الذین لا یشہدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراماً۔ اذا ذکرنا بآیات ربہم لم یخرو علیہا صمًا و عمیًا نأ (اور وہ جھوٹ کے شاہد نہیں ہوتے اور لغو و بیہودہ سے بزرگانہ گذر جاتے ہیں اور وہ جب اپنے رب کی آیات سے نصیحت دیئے جاتے ہیں تو ان پر

اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے) کے متانت سے واپس آ جاتے ہیں۔

﴿ دجالین و کذا بین مدعیان نبوت و غیرہ کا ذکر حجج الکرامۃ فی آثار القیامہ کی ایک علیحدہ فصل میں آیا ہے اور اس میں اول ان احادیث کا بیان کیا ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کی طرف سے امان گمراہ کرنے والوں سے خوف کرتا ہوں۔ فرمایا تحقیق میری امت میں تیس نفر کذاب ہوں گے اور ہر ایک ان میں سے دعویٰ کریگا کہ وہ نبی اللہ و رسول اللہ ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میری امت میں سے ایک طائفہ ہمیشہ حق پر رہیگا اور مخالفت کنندہ ان کا کچھ ضرر نہ کریگا یہاں تک کہ امر الہی آ جاوے۔ کئی احادیث ہیں جن میں تیس دجالوں کذابوں مدعیان نبوت و رسالت کا ذکر ہے جن کا آخر دجال اعرج ہوگا۔ بعض میں زیادہ بھی آیا ہے۔ اور اٹھ جانا علم کا، کثرت مال اور لوگوں کا عمارت میں زیادتی کرنا علامات فرمائیں۔

حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ تیس کذابان یا زیادہ۔ جب پوچھا گیا کہ ان کا کیا نشان ہے تو فرمایا کہ وہ ایسا طریقہ و سنت لائیں گے کہ تم اس پر نہیں ہو اور تمہارے طریقہ کو متغیر کریں گے پس جب تم ان کو دیکھو ان سے پرہیز کرو۔

غرض بڑا بین نشان و ما بہ الامتیاز ان کذابین دجالین مدعیان نبوت و غیرہ کا یہی ہے کہ ان کی دعوت و انکا طریق بخلاف ما جاء به النبی ﷺ ہوگا جیسا کہ مسائل و غیرہ امور خلاف شریعت آج کل مرزا صاحب کے دعویٰ امامت و نبوت میں (گو اس کو ناقصہ بھی کہیں) پائی جاتی ہیں۔ مثل تصویر کشی، بناء عمارت، مینارہ یادگار، فراہمی مال و زیور و جانداد گونا گوں، و استعمال زیور طلا میان مردان امت مثل ہنلی طلائی (ودھاوا) جو ایک خاص مرید لاہور سے بنوا کر بنام ودھاوا مرزا صاحب اپنے فرزند کو پہنانے کے واسطے لے گیا ہے وغیرہ۔ سبحان اللہ مسلمانوں کے واسطے کیسا پکا و محکم غیر مبدل قانون بنا دیا کہ جو کوئی خلاف کتاب اللہ و سنت و تعلیم رسول اللہ ﷺ دعوت دے یا دعویٰ نبوت و رسالت کا کرے وہ ان ہی دجالین و کذابین میں سے ہے۔ پس بموجودگی ایسے مفصل و مشرح قانون کوئی مسلمان مرزا صاحب کا ایسا دعویٰ و تعلیم خلاف ما جاء به النبی ﷺ کیونکر قبول کر سکتا ہے؟ کاش مریدین مرزا جو ناواقفیت احکام و تعلیم اسلامیہ کے باعث اسیر دام ہوا و ہوس مرزا صاحب ہو گئے ہیں، نیز وہ جو بزعم خود عالم ہونے کے مدعی ہیں، علمی گھمنڈ چھوڑ کر ذرہ غور سے علامات دجالین و کذابین فرمودہ رسول امین ﷺ کو مرزا کے حالات و مقالات سے

مقابلہ و موازنہ کریں اور سوچیں اور غیثات المستعیشین و ہادی المصلین کی درگاہ سے بجز والحاہ ہدایت کی التجا کریں تاکہ وہ غفور الرحیم ان کو توفیق رجوع الی الحق و صراط مستقیم عطا فرماوے۔ آمین۔

﴿ جب عاجز مذکورہ بالا چند نظائر لکھ چکا تو الہاماً معلوم ہوا کہ دجالین کذابین کی شناخت کے لئے ارشاد خداوندی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو) ہی کافی معیار ہے یعنی جو کوئی سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ سے اونچا بول بولے، اعی، حقائق معارف کی زیادہ دانی یا اختراع و جواز مسائل جدیدہ، یا علم غیب کو سوار کے گھوڑے کی طرح قبضہ میں رکھنے وغیرہ کا مدعی ہو وہی کاذب دجال ہے۔ اور اس کے پیروی کنندہ بھی اس کے وبال کے حصہ دار ہیں چنانچہ اس کے ساتھ الہام ہوا۔

یوم نذعوا کلّ اناسٍ بما ما مہم (جب ہم سب لوگوں کو ان کے اماموں سمیت بلائیں گے) پھر ان کے انجام کی خبر ہے: لو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤسہم عند ربہم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحاً انا مو قنون (کاش تو مجرموں کو دیکھے کہ اعمال کے حساب کے وقت، اللہ کے روبرو سر جھکائے کھڑے ہیں، عرض کرتے ہیں، اے رب ہمارے، ہماری آنکھیں و کان کھلے، ہم کو پھر دنیا میں بھیج کہ ہم نیک عمل کریں۔ اب ہم کو، عاقبت کا، پورا یقین ہے)

پھر الہام ہوا: المال و البنون زینۃ الحیوۃ الدنیا و الباقیات الصّٰلحات خیر عند ربک ثواباً و خیر املاً (یہ مال اور فرزند ان اس حیاتی دنیا کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کے نزدیک ثواب میں اور بہتر ہیں آرزو رکھنے میں) جو مرزا صاحب کے فخر مال و اولاد کا جواب ہے کیونکہ وہ حقیقت کے بارہ میں آمدنی روپیہ و پیدائش فرزند ان کو بھی سندا پیش فرماتے رہتے ہیں۔

﴿ جس طرح مرزا صاحب حوصلہ و فخر سے اکثر کہتے و لکھتے ہیں کہ اگر ہمارا دعویٰ الہام و مسیحیت وغیرہ جھوٹا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ و افتراء ہے تو پھر ہم کو اس قدر مہلت آرام آسودگی و آسائش کیوں میسر ہے؟ سو مرزا صاحب کی یہ بات بھی کوئی نئی و نرالی نہیں کیونکہ پہلے بھی ایسے دلیر و ظالم لوگ گذرے ہیں جنہوں نے اپنی آسودگی ظلم و زیادتیوں کو اپنی حقیقت و صداقت کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ قرامطہ جو خون اہل اسلام مباح جانتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ بعد نبی ﷺ کے امام برحق محمد بن حنفیہ ہے، غیر اپنے کو کافر جانتے ہیں۔ اور ان کا غلبہ ایام مقتدر عباسی میں ہوا۔ ان میں سے ابوطاہر قمر مطی باطنی کے ظلم و فساد کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے ہجر میں گھر بنا

کر اس کا نام دارالہجرۃ رکھا۔ وہ چاہتا تھا کہ حج کو وہاں منتقل کرے۔ ۳۱۷ھ کے اخیر سال جب حاجی روز ترویہ مکہ شریف آئے تو ابوطاہر معہ لشکر مسلح ان پر آن پڑا در انحالیکہ وہ طواف اور نماز میں تھے اور سوائے پارچہ احرام ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ ان کو تہ تیغ بیدریغ کرنا شروع کیا۔ ابو طاہر بحالت نشہ تیغ برہنہ ہاتھ میں گھوڑے پر سوا تھا اور حاجی طواف کر رہے تھے اور ان کے سر پر تلوار چل رہی تھی حتیٰ کہ مکان شریف مسجد الحرام میں ۱۷۰۰ طائفین و محرم شہید ہوئے..... دیکھئے اس رؤف رحیم کا درگزر و حلم کہ اپنے بیت الحرام کے ساتھ یہ زیادتیاں و بے ادبیاں دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہا۔ وہ ذات پاک دوسروں کی طرح کم حوصلہ نہیں۔ ہمہ قدرت جانتا ہے کہ کوئی اپنی بد قسمتی سے نافرمانی و سرکشی کر کے کہاں جائے گا۔ آخر ہماری درگاہ عظمت و جلال میں اسے آنا ہے لہذا وہ درگزر کرتا ہے اور نادان غافل انسان اس کے حلم و درگزر سے غرا ہوتا ہے۔ یہ ابوطاہر آخر چچک سے پارہ پارہ ہو کر مرا۔ اب مرزا بتلاویں کہ جب وہ ارحم الراحمین اپنی ذات پاک و اپنے بیت مکرم کی ایسی بے حرمتی کا فوراً انتقام نہیں لیتا اور اجل مقررہ تک مہلت دیتا ہے تو مطلق تقوّل علی اللہ کی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے؟ عاجز کے نزدیک تو اہل غیرت کیلئے اس دارالعمل میں یہی سزا کافی ہے کہ تقوّل علی اللہ کرنے والے کو خذلان نصیب ہو، یعنی جو کچھ وہ دعویٰ سے کہے اس کا ظہور اس کے برعکس ہو۔ اور پھر اس خالق کا اختیار ہے جس طرح چاہے کرے۔

لو تقوّل علینا میں مرزا کی غلط فہمی

مرزانے لو تقوّل علینا.. الخ۔ کو اپنے مدعا کی دلیل ٹھہرانے میں یہ نہ بتلایا کہ اس تقوّل علی اللہ کے لئے کوئی میعاد بھی قرآن مجید و حدیث شریف میں مقرر ہے کہ اس عرصہ تک تقوّل علی اللہ کی اجازت ہے اس کے بعد قطع منہ الوتین کی سزا دی جائیگی؟ ہاں مرزا کے ایک مرید نے اخبار الحکم ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء صفحہ ۶ پر اسی مضمون پر زور دے کر لکھا ہے کہ آنجناب ﷺ کا تیرہ برس تک اس تحدیٰ دعویٰ کے بعد معصوم و محفوظ رہنا سنت اللہ ٹھہر گیا کہ دعویٰ نبوت و ماموریت من جانب الہیت کے بعد اگر کوئی شخص اس حد تک معصوم و محفوظ رہے اور آسمانی عذاب اور خدا کی گرفت اس پر نہ پڑے تو یقیناً جانو کہ وہ صادق ہے اگر ہم اور زیادہ وسعت دیں، اگرچہ حقیقتہً چنداں ضرورت نہیں، تو حضور ﷺ کی

کامل ۲۳ برس کی زندگی کو اسوہ اور معیار قرار دے سکتے ہیں۔ اگر کوئی بخل و حسد سے اس اصول کو نہ مانے تو وہ اپنی نادانی سے قرآن کریم کو ایک خطرناک فرو گذاشت اور نقص کا داغ لگائے گا۔ انتہی ملخصاً

گویا کہ یہ مفتی بن کر اپنے اجتہاد سے ۱۳ برس یا ۲۳ برس کے اندر اندر تک تقوّل علی اللہ کو قابل اعتراض نہیں سمجھتے۔ جب یہ میعاد گذر جائے اور تقوّل علی اللہ کر نیوالا عذاب و گرفت الہی سے معصوم و محفوظ رہے تو اس کے صادق ماننے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ سبحان اللہ! لہذا اپنے اس تراشیدہ قاعدہ کے موافق اب یہ مضمون نویس و دیگر مریدین مرزا صاحب و خود مرزا غور کریں اور بتلاویں کہ اس خانہ ساز قاعدہ کی رو سے اکبر بادشاہ، سباح و غیرہ دوسرے مدعیان جو بایں دعویٰ ۲۳ برس سے کہیں زیادہ معصوم و محفوظ رہے، جن کا یہاں کچھ بیان ہوا ہے، تو کیا خود بدولت و مریدین ان سب کو صادق و برحق یقین کرتے و مانتے ہیں؟ اور پھر یہ بھی سوچیں کہ ایسے دلائل خلاف مشاہدہ و تجارب کا محل قرآن مجید کو ٹھہرانا، یہ اس کی حقارت کرنے و داغ لگانے میں داخل نہیں؟ مرزا صاحب و مریدین بزعم و بزبان خود مفتی و عالم بن کر اپنی ہر ایک حالت کا مقابلہ تو عالی شان و مبارک حالات رسول اللہ ﷺ سے کر لیتے ہیں لیکن ان عقل مندوں کو یہ نہیں سوچتا کہ وہاں ۲۳ برس میں وہ رحمت و فیضان الہی لا الہ الا اللہ حسب تعلیم رسالت پناہی ﷺ کہاں تک پہنچا تھا کہ قریباً تمام مخالفین حلقہ بگوش ہو کر شرک سے بیزار اور توحید الہی کے جان نثار ہو گئے تھے اور اب تک اسی تعلیم حقہ کی بدولت و دیکھا دیکھی مشرکین توحید کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں اور یہاں اسی عرصہ کے قریب میں سال ہا سال کی محنت و جان کنی نے کیا بنایا اور کیا اثر دکھایا؟ گویا ہنوز روز اول کی طرح ہے۔ ہاں اس پیرایہ و سلسلہ کی بدولت بے شک آسودگی دنیوی ہو کر افلاس ظاہری کم ہو گیا ہے۔ سو یہ مال و دولت دنیا کچھ دلیل صدق و حقیقت ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ غیر مذاہب والے یہود و نصاریٰ مشرکین مجوس فاسق فاجر و غیرہ بہت دولت مند دنیا میں موجود ہیں۔ بظاہر مرزا صاحب کو تعلیٰ و خود نمائی کی ادھیڑ بن میں اور اپنا سلسلہ معاش قائم رکھنے کی خاطر ایسے اصولوں کی وضع کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ قرآن تو صاف فرما رہا ہے کہ ایسے مفتر یا علی اللہ کے معلم پیرو مرشد یعنی شیطان رجیم کو قیامت تک اس تعلیم و تعلم کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ اگر قطع منہ الوتین سے کسی عرصہ معینہ تک ہی تقوّل علی اللہ کی اجازت ہوتی تو ان کے مرشد کی ہستی اب تک ختم ہو گئی ہوتی۔

قال انا خير منه خلقتني من نار و خلقته من طين . قال فاخرج منها فانك رجيم . وان عليك لعنتي الى يوم الدين . قال رب فانظرني الى يوم يبعثون . قال فانك من المنظرين الى يوم الوقت المعلوم . قال فبعزتك لا غوينهم اجمعين الا عبداك منهم المخلصين (بولا میں اس سے بہتر ہوں، مجھ کو تو نے آگ سے بنایا اور اس کو تو نے مٹی سے بنایا۔ فرمایا کہ تو یہاں سے نکل جا، تو راندہ ہو گیا، اور تجھ پر ہماری پھکار روز جزا تک۔ بولا اے رب مجھ کو اس دن تک کی مہلت دے جب کہ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے۔ فرمایا تم کو اس دن تک کی مہلت ہے جس کا وقت معلوم ہے۔ بولا، تو تیری عزت کی قسم ہے کہ میں جو تیرے خالص بندے ہیں ان کو چھوڑ کر سب کو گمراہ کر کے رہوں گا)

پس اگر قطع منہ الوتین کو جسمانی مانا جاوے تو اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا کہ بجز تقوّل علی اللہ اسی وقت اس کی رگ کاٹی یا کٹوائی جائے یا جیسا کہ ان کے استاد پیر کو قیامت تک مہلت ملی ہے اس کے متبعان و چیلوں کو بھی وہی آزادی ملے کیونکہ تقوّل علی اللہ کی تعلیم و ترغیب دینے والا تو تا قیامت مہلت پاوے اور اسکے پیرو و مرید فوراً قطع منہ الوتین کی پاداش میں ماخوذ ہوں، کیا یہ تعجب خیز نہیں؟ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے صفات کا ملہ کلام مجید پر یہ عیب لگانا کہ وہ گویا ۲۳ برس تک تقوّل علی اللہ و دیگر بدمعاشیوں کی اجازت دیتا ہے، کتنا بڑا ظلم و غضب ہے؟ باوجودیکہ ذات پاک نے بار بار منکرات سے ممانعت فرمائی ہے اور ایک ذرہ کے برابر شرارت و برائی کو ہرگز جائز نہیں رکھا۔

﴿ علی ہذا القیاس جھوٹی قسموں کا بھی کمی بیشی حیاتی میں کچھ دخل نہیں جیسا کہ حلف پیشہ لوگوں کے حالات سے سب کو بخوبی معلوم ہے۔ ایسے گستاخ دلیرا خدا الہی سے بچ تو نہیں سکتے۔ لیکن چونکہ وہاں حلم عفو در گذر و رحمت کا دریا جوش زن ہے لہذا میعاد و اجل مقررہ پر ہر چیز ہوتی ہے تو مشوم و مغرور بر حلم خدا دیر گیر و سخت گیر دم ترا

پر خیال رکھنا چاہیے۔ اس بیان سے روشن ہے کہ مرنے جینے کو مدار فضیلت صدق و راستی بنانا محض فضول و نامقبول ہے۔ ایک شاعر نے اس مضمون تقدیر موت کو کیا عمدہ نظم کیا ہے:

دو روز حذر کردنت از مرگ روا نیست

روزے کہ قضا باشد روزے کہ قضا نیست

روزے کہ قضا باشد کوشش نکند سود

روزے کہ قضا نیست در و مرگ روا نیست

ہاں اگر مرزا صاحب کسی اپنی حالت پر قیاس کر کے موت کو ہیبت ناک و پرخطر بلا سمجھ کر دوسروں کو ڈرائیں تو یہ اور بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے۔

اب جب کہ مرزا کی اٹکل بازی ڈھکوسلے اور گیدڑ بھکیوں کی قلمی کھل گئی اور سب کو ان کی صحت و سقم کا کافی و وافی حال معلوم و تجربہ ہو گیا ہے تو قرآن ماننے والوں کو چاہیے کہ آیات قرآن

وان تطع اکثر من فی الارض یضلّوا عن سبیل اللّٰہ ان یتبعون

الّا الظّن وان ہم الا یشخرو صون (اور اگر تو اکثر ان لوگوں کی جو زمین میں ہیں

تا بعداری کریگا تو تجھے اللہ کے رستہ سے گمراہ کر دیں گے۔ یہ تو ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور

انکے پاس اٹکل بازی کے سوا اور کچھ نہیں)

قتل الخرا صون الذین ہم فی غمرۃ ساہون (مارے جاویں اٹکل کرنے

والے جو اپنی غفلت میں بھولے ہوئے ہیں)

پر غور کر کے ایسی اٹکلی خبروں کو لغو و خرافات سمجھیں اور آیات مندرجہ کے مضمون پر عمل کریں۔

الہامات سننے سے جس قدر خوشی مرزا صاحب کو ہوئی اس کا اندازہ تو ان کے رسالہ سے

بخوبی ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے عاجز بندہ خدا غریب مسلمان کے مشرف بالہام ہونے سے آپ کو

کس درجہ راحت و خوشی پہنچتی ہے۔ اگر کچھ خوف خدادل میں ہوتا تو اس اظہار خوشی کی نوبت کیوں

آتی۔ الحمد للہ کہ یہاں پہنچ کر کہ یہاں پہنچ کر فحوائی الحق یعلو و لا یعلیٰ (حق غالب ہوتا ہے

مغلوب نہیں ہوتا) اس بات کا تو اقرار کر دیا کہ: خدا تعالیٰ نے ان کو الہامات کا شرف بخشا ہے، اللہ

تعالیٰ کی قدرت سے بے اختیار یہ مرزا صاحب کی قلم سے نکل گیا ورنہ جس پرواز پر تخریر رسالہ مبنی ہے

اس کی رو سے تو عاجز کے الہامات کو باعث رنج و مصیبت اور ان کو شیطان کی طرف نسبت کرنے پر

مرزا صاحب کا سارا زور و توجہ عیاں ہو رہی ہے مگر تدبیر کند بندہ و تقدیر کند خندہ والا معاملہ ہوا لیکن

اب یہ تعریف و اظہار خوشی ان کو ایک خطرناک مصیبت ہو گئی۔ دیکھئے اس کے دفعیہ کے لئے کیا کیا

تدابیر حیل و چالیں عمل میں لاتے ہیں اور اس اقراری تو صیف و مدح سے پھرنے کے واسطے مرزا

کی زعی سلطان القلمی کیا کیا عجائبات دکھلاتی ہے؟ جسکا آغاز بذریعہ اشتہارات شروع ہو گیا ہے۔

عاجز و رفیقان عاجز کو اللہ تعالیٰ کے مرزا سے ناموافق رکھ کر آخر بکلی پھیر لینے میں بھی

اس قادر عزیز حکیم کی حکمت و قدرت کا ملہ کا عجب جلوہ ہے جس میں کسی غیر کی مداخلت نہیں کیونکہ مرزا کی طرف سے بھی عاجز و عاجز کے رفیقان کو گھیرنے اور اپنے ساتھ ملانے میں کسی تدبیر و حیلہ میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ اور ادھر سے بھی حسن ظن سے منتظر ظہور حق و صداقت رہنے میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی، آخر اس قادر قدیر کا ارادہ (جو کسی کے اخلاص و امانت کو ضائع نہیں کرتا) غالب آیا۔

قادیانی کا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خبردار ہونیکا دعویٰ

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اس خواب سے معلوم ہوا کہ وہ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے اور نیز یہ مسئلہ امامت حقہ سے بے خبر ہیں لہذا میری ہم دردی نے تقاضا کیا کہ تا میں ان کے لئے امامت حقہ کے بیان میں یہ رسالہ لکھوں اور بیعت کی حقیقت تحریر کروں۔ سو میں امام حق کے بارہ میں جس کو بیعت لینے کا حق ہے اس رسالہ میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔

جواب۔ عاجز خاکسار کی کیا حقیقت ہے، مرزا تو تمام مسلمانوں کو بمقابلہ خود بدولت بے خبر جانتے ہیں اور خود سید المرسلین ﷺ کے شان میں کس دلیری سے ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کا ملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو، اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی ہو، اور نہ یا جوج کی عمیق تہ تک وحی الہی نے اطلاع دی ہو، اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ہی ہی ظاہر فرمائی گئی۔

ایسا ہی دوسری جگہ لکھا ہے:

کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اس وقت ان کے کھلنے کی ضرورت پیش نہیں ہوئی۔

جب آپ یہاں تک پہنچ گئے کہ جو خود بدولت کو خبر ہے وہ رسول اللہ ﷺ و صحابہ کرام سلف و خلف وغیرہ کسی کو نہیں تو پھر کسی دوسرے عاجز مسلمان کی کیا حیثیت و حقیقت ہے؟ لیکن دراصل ایسا نہیں ہے، یہ مرزا صاحب کو ناواقفی کے سبب دھوکہ لگا ہے۔ عاجز کو علم کا دعویٰ نہیں ہے لیکن مرزا صاحب کے حالات سے تو ۱۸-۱۹ برس کی ملاقات کے سبب عاجز کو بے خبری نہیں اور یہی

واقفیت حالات و مقالات و منامات سخت مانع ہیں کہ مرزا صاحب کے بے شمار دعاوی میں سے کسی کو بھی معتبر یا ان کا کوئی عہدہ بھی مانا جاوے۔

﴿ حسب ارشاد: انما الاعمال بالنیات و انما لكل امری ما نوى اگر مرزا نے ہمدردی صدق و اخلاص سے یہ رسالہ لکھا ہوتا تو اس کی تاثیر خود بخود شہادت دیتی اور حکم ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین (تحقیق اللہ نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کرتا) مرزا صاحب بھی اس کے ایسے ہی اجر کے مستحق ہوتے لیکن اس میں تو سوائے اظہار فضیلت خود بدولت و مریدین و توہین و تحقیر دیگر عاجز بندگان و مسائل و قواعد خانہ ساز خلاف شریعت اور کچھ درج نہیں لہذا یہ بظاہر تقاضاء نفس تعالیٰ و شیخی پسند ثابت ہوتا ہے، نہ تقاضاء ہمدردی۔ اور اسی واسطے اس کا اثر بھی ویسا ہی ہونا چاہیے تھا جیسا ہوا۔ اور اسی سے مرزا صاحب کی ہمدردی و صحت نیت کا حال بھی ظاہر ہے۔

﴿ مرزا صاحب کی امامت کے بارہ میں حسب استعداد مشاہدات و معلومات و فہم موہوبہ و اہب العطیات عرض ہو چکا ہے۔

حقیقت بیعت اور ثمرات بیعت

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں؛

رہی حقیقت بیعت کی، سو وہ یہ ہے کہ بیعت کا لفظ بیع سے مشتق ہے اور بیع اس باہمی رضا مندی کے معاملہ کو کہتے ہیں جس میں ایک چیز دوسری چیز کے عوض میں دی جاتی ہے سو بیعت سے غرض یہ ہے کہ بیعت کر نیوالا اپنے نفس کو مع اسکے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ پر اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارف حقہ اور برکات کاملہ حاصل کرے جو موجب معرفت اور نجات اور رضا مندی باری تعالیٰ ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ بیعت سے صرف تو بہ منظور نہیں کیونکہ ایسی تو بہ تو انسان بطور خود بھی کر سکتا ہے، بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی تو بہ کی طرف کھینچتے ہیں۔ بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم و معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو۔ اور اسی طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے

دوزخ سے مخلصی نصیب ہو، اور دنیوی ناپینائی سے شفا پا کر آخرت کی ناپینائی سے بھی امن حاصل ہو۔

جواب - مرزا صاحب وان کے مریدین کا اختیار ہے کہ مسائل شرعیہ میں کمی بیشی ترمیم تشریح کر کے ان کو بیان فرمائیں اور مانیں لیکن مرزا صاحب تامل و انصاف سے غور کریں کہ دیگر مسلمان بہ موجودگی قرآن مجید و حدیث شریف ان مسائل کو خلاف تصریحات کتاب اللہ عزوجل (جس کے واسطے فرمایا اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مَنْ دُونَهُ أُولِيَاءَ قَلِيلٍ مَا تَنْذَرُونَ (تابعدراری کرو اس کی جو تمہاری طرف تمہارے رب سے اتاری گئی ہے اور اس کے سوا دوستوں کی تابعدراری نہ کرو تم نصیحت پکڑتے ہو) و خلاف سنت رسول اللہ ﷺ (جس کے واسطے فرمایا ما اتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا (جو رسول تم کو دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو) کیونکر قبول کر سکتے ہیں۔

﴿ اب جائے غور ہے کہ بیعت کی شرائط میں جو مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو معذور کرے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ بیچے اور رہبر کی غلامی میں دے کر علوم و معارف و برکات اس کے عوض میں لے۔ یہ حکم قرآن مجید اور حدیث شریف میں کہاں ہے؟ نفس کو معذور کر کے بیچنا یا غلامی میں دینا، سن کر انسان عاجز، جو فطرۃً سہولت و آزادی پسند ہے، اول ہی ہراساں و خائف ہو جاتا ہے حالانکہ ہر ایک مسلمان وغیرہ جانتے ہیں کہ دین اسلام میں ہرگز کسی قسم کی قید سختی و تنگ گیری نہیں بلکہ آرام درآرام سہولت و آسائش درآسائش ہے جیسا کہ لا یكلف اللہ نفساً آلاً و سعه (اور اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا) فرما کر ارحم الراحمین نے خود قرآن مجید میں فرمایا:

یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر (اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں کرتا)

و ما جعل علیکم فی الدین من حرج (اور اللہ نے تم پر دین کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں کی)

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج (اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے)
کتاب انزل الیک فلا یکن فی صدرك حرج منه (یہ کتاب ہے جو تیری طرف اتاری گئی پس تیرے سینے میں اس سے تنگی نہ ہو)۔

بلکہ کتاب مبارک جس کی صفت میں فرمایا:

کتاب احکمت آیا ته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر (یہ کتاب ہے کہ محکم کی گئی ہیں اس کی آیتیں پھر مفصل کی گئی ہیں حکیم خبردار کی طرف سے)

کتاب انزل لنا الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربهم الی صراط العزیز الحمید اللہ الذی له ما فی السماوات وما فی الارض (یہ کتاب ہے کہ ہم نے تیری طرف اسلئے نازل کیا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالے اللہ کے حکم سے.... الخ.)

اس کے نزول اور رؤف الرحیم نبی الامی ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ فرمایا کہ پہلے بوجہ بیہودہ قیود و زنجیریں جن میں مخلوق نے اپنی نادانی و ناشعجی سے اپنے آپ کو جکڑ کر قید کر لیا ہے وہ سب ان سے اتار کر ان کو آزاد و رہا کر دیا جائے، جیسے فرمایا:

ورحمتی وسعت کل شیء۔ فساکتبها للذین یتقون ویؤتون الزکوۃ والذین ہم بآیاتنا یؤمنون۔ الذین یتبعون الرسول النبئی الامی الذی یجدو نہ مکتوباً عندہم فی التوراة والانجیل یا مرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر ویحلّ لهم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث ویضع عنہم اصرہم و الاغلال الّتی کان علیہم۔ فالذین آمنوا بہ وعزّروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون (اور میری رحمت سب چیزوں کو شامل ہے۔ یہ رحمت میں ان کے نام کرونگا جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوہ دیتے ہیں اور میرے حکموں کو مانتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں کے جو رسول نبی امی کی تابعداری کرتے ہیں جس کو وہ توراة انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں جو ان کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور پاک چیزیں ان کیلئے حلال کرتا ہے اور پلید چیزیں ان پر حرام کرتا ہے، اور ان سے ان کے بوجھ جو ان پر تھے اتارتا ہے۔ پس جو لوگ کہ اس کے ساتھ ایمان لائے اور اس کی عزت کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا اتباع کی وہی لوگ فلاح پائیوالے ہیں) اور اسی واسطے اس ہادی جن وانس ﷺ نے بھی فرمایا:

لا تشددوا علی انفسکم فی شدد اللہ علیکم فان قوماً تشددوا

على انفسهم فشدد الله عليهم فتلك بقايا هم في الصوامع و
الديار ر. ر. هيا نيّة ابتدعوها ما كتبناها عليهم (..عبادت خانوں اور دیروں
میں جنہوں نے ترک دینا خود نکال لی ہم نے اس کو ان پر نہ لکھا تھا)

اب دیکھیے قرآن مجید و اسلام تو آسانی و سہولت کر کے بندگان کو بیہودہ بوجھ، قیدوں و
زنجیروں سے مخلصی دے کر آزاد کرتا ہے اور مرزا صاحب اس آزاد و راشدہ عاجز مخلوق الہی کے نفوس
کو معہ لوازم خرید فرما کر اور ان کو اپنی غلامی میں جکڑ کر انکے مالک بن کر بڑے خوش ہوں۔ کیا خوب
: اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ الْيَكْمَ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مَنْ دُونَهُ أَوْلِيَاءَ .. الخ
و لَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ فَتَفْرَقَ بَكُمِ عَنْ سَبِيلِهِ .. الخ (اور مت پیروی کرو اور راہوں کی متفرق
کریں گے تم کو اس کی راہ سے)۔ اور ارشاد رسول لا تشددوا .. الخ کا اتباع ہوا۔ اگر مرزا صاحب
فرمائیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے:

انّ اللّٰه اشترى من المؤمنین انفسهم و اموا لهم بانّ لهم الجنة
یقاتلون فی سبیل اللّٰه فیقتلون و یقتلون و عداء علیہ حقاً فی التّوراة
والانجیل و القرآن و من او فی بعهدہ من اللّٰه فاستبشروا ببیعکم
الذی با یعتم بہ و ذالک هو الفوز العظیم (اللہ نے خرید لی ہے مسلمانوں
سے ان کی جان اور مال بعبوض بہشت کے، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں، مارتے ہیں اور مرتے
ہیں، وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توراہ انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ کون عہد پورا
کرنیوالا ہے پس خوشیاں کرو اس بیع پر جو تم نے کی ہے اس سے اور یہی ہے بڑی مراد ملی)

جس سے یہ مطلب بھی واضح ہے کہ اللہ نے مومنین کی جانوں و مالوں کو اپنی فرمانبرداری و اپنے زیر
حکم لے کر اس خفیف سی اطاعت و فرمانبرداری کے عوض میں جو وہ خواہش نفس کو چھوڑ کر کریں ان کو
مقام رضا و جنت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی اس کی سراسر رحمت ہے ورنہ یوں تو بموجب
ارشاد للّٰه ملک السّماوات و الارض و ما فیہنّ و هو علی کلّ شیء قَدِیر (اللہ
کے ہیں ملک آسمانوں اور زمینوں کے اور جو کچھ ان میں ہے اور وہ سب چیز پر قدرت رکھتا ہے) ہر طرح
ہر چیز کا مالک ہے۔ اگر بغیر کسی عوضانہ کے بھی جان لے لے تو وہ مالک ہر طرح سے مختار ہے۔

پھر اس خالق و مالک نے سوائے اپنی ذات کے اور کسی کا تو کیا ذکر، خاص برگزیدہ و
پسندیدہ گروہ کو بھی اپنی مخلوق کے نفوس کا معہ لوازم کے مالک بنا تو بجائے خود اپنی طرف نسبت عبد و

غلامی کرنا بھی جائز نہیں فرمایا جیسا ارشاد ہے:

ما كان لبشرٍ ان يُؤتِيه الله الكتاب والحكمة والنبوة ثم يقول للناس كونوا عباداً لى من دون الله ولكن كونوا ربّانين بما كنتم تعلمون الكتاب وبما كنتم تدرسون ولا يامرکم ان تتخذوا الملائكة والنبیین ارباباً ايا مرکم با لکفر بعد از انتم مسلمون (کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب، حکم، اور نبوت دیوے پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، لیکن یہ کہے کہ تم ربانی بن جاؤ جیسے کہ تم کتاب سکھاتے اور پڑھتے تھے اور نہ تمہیں یہ کہے کہ فرشتوں اور نبیوں کو اپنا رب بناؤ، کیا تم کو کفر کو سکھاوے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے؟)

اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی نادار سے نادار اور غریب سے غریب صحابہ بلکہ کسی کو بھی کبھی نہیں فرمایا، نہ بیعت کے وقت اور نہ کسی اور وقت، کہ ہم نے تمہارے نفس کو معہ لوازم خرید لیا ہے اور اب ہم مالک ہو گئے ہیں حالانکہ علوم و فیوض و برکات الہی جو ذات مبارک رسالت پناہی ﷺ سے مخلوق کو حاصل ہوئے اور کسی سے کیا ہوتے ہیں اور کیا ہو سکتے ہیں۔

اب لیجئے مسئلہ بیعت جو ایک سیدھا سادھا اسلامی شرعی مسئلہ اور وضاحت سے قرآن شریف اور حدیث شریف میں بیان ہوا ہے۔ لفظ بیعت کی اشتقاق باع کے مصدر بیعتہ وغیرہ سے بحث کی کچھ ضرورت نہیں مرزا صاحب نے تو حسب مدعا لفظ بیعت کو بیع سے مشتق فرما کر نفس کو معہ لوازم بیچنا و غلامی میں دینا وغیرہ موافق مقصود خود بیان فرمایا۔ لیکن دیگر علماء نے اس کو خوب وضاحت سے بیان کیا ہے جیسا کہ مرحوم نواب صدیق حسن خان نے بھی بحوالہ ابن خلدون کے اپنی کتاب اقلیل الکرامة فی تبيان مقاصد الامامة میں اس کو مفصل بیان فرمایا ہے جس کو ضرورت ہو وہاں دیکھ لے۔ عاجز کو جو مولوی عالم نہیں یہاں علمی بحث سے سروکار نہیں صرف شرعی اصطلاحی معنی و مضمون و مقصد سے غرض ہے لہذا اسی کو عرض کیا ہے۔

بیعت ایک عہد کرنا ہے اور اس میں تو بہ بھی داخل ہے جیسے گناہوں سے تو بہ کرنے، آئندہ گناہ نہ کرنے، اور اوامر شرعیہ کی تعمیل کا وعدہ کرنا یا کفر شرک وغیرہ سے تائب ہو کر توحید الہی رسالت بعثت حشر و نشر کو مان کر بجا آوری احکام شرعیہ کا عہد کرنا وغیرہ۔ غرض منہیات شرعیہ سے تو بہ و ان کو ترک کرنا اور بجا آوری اوامر کا عہد، یہی بیعت کا شرعی معنی و مقصد ہے جیسا کہ قرآن

اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

﴿ چنانچہ قرآن مجید میں اول فرمایا:

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق اید یہم فمن نکث فاما ینکث علی نفسه و من اوفی بما عہد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرًا عظیمًا (جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ کا ہاتھ ہے انکے ہاتھوں پر۔ پھر جو کوئی عہد توڑے اس عہد شکنی کا وبال اسکے نفس پر ہے اور جو کوئی پورا کرے جس پر اقرار کیا اللہ سے پس وہ ثواب دے گا اس کو ثواب بڑا)۔

اس میں بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر اپنی ذات مبارک کا ہاتھ ہونا فرمایا کہ جو عہد پورا نہ کرے گا اس کا وبال اس کے نفس پر اور جو پورا کرے گا اس کو اجر عظیم عطا ہوگا۔ پھر فرمایا:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبہم فا نزل السکینة علیہم (اللہ رضی ہوا ایمان والوں سے جب تجھ سے بیعت کی اس درخت کے نیچے، جانا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا، پھر اتاری ان پر تسلی)

اس میں تحت الشجرة بیعت کرنے والوں پر اپنی رضا و نزول سکینہ کا حال بیان فرمایا۔

عورتوں سے بیعت لینے کی نسبت فرمایا:

یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرنک باللہ شیئاً و لا یسرقن و لا یزنین و لا یقتلن اولادہن و لا یأتین ببہتان یتفترینہ بین اید یہن و ارجلہن و لا یعصینک فی معروف فبا یعہن و استغفر لہن اللہ۔ ان اللہ غفور رحیم (اے نبی جب آویں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس پر کہ شریک نہ ٹھہراویں اللہ کا کسی کو، چوری نہ کریں، بدکاری نہ کریں، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں، اور بہتان نہ باندھ لایں اپنے ہاتھوں یا پاؤں میں، اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی حکم شرع میں پس بیعت کر ان سے اور بخشش مانگ ان کے لئے اللہ سے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

اس آیت کریمہ میں شرک باللہ، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان، افتراء اور نافرمانی امر معروف میں نہ کرنے کا عہد لے کر ان بیعت کرنے والیوں کے لئے مغفرت طلب کرنے اور اپنی ذات مبارک کے غفور رحیم ہونے کا ارشاد فرمایا۔ اور اسی کے موافق رسول اللہ ﷺ کا قول مبارک

و عمل درآمد رہا۔ یعنی ذات مبارک ﷺ نے کئی قسم کی بیعتیں اور عہد صحابہ کرام سے لئے۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہ صحاح میں ابواب اقسام بیعت موجود ہیں جیسا باب البيعة على اقام الصلوة ايتاء الزكوة (باب بیعت اوپر نماز ادا کرنے اور دینے زکوٰۃ کے)۔ شرک نہ کرنا۔ چوری نہ کرنا۔ زنا نہ کرنا۔ سچ بولنا۔ کسی سے سوال نہ کرنا۔ دینی معاملات میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا۔ مسلمانوں کا خیر خواہ رہنا۔ اطاعت و فرمان برداری کرنی۔ اقامت ارکان اسلام و ترک کبائر وغیرہ۔ میت پر نوحہ نہ کرنا۔ عہد پورا کرنا یعنی وفا بالبیعة وغیرہ۔ جیسا احادیث سے ثابت ہے۔ سوائے اس کے بیعت امام علی ان لایفروا (اس پر کہ نہ بھاگیں گے) وغیرہ علیحدہ ہیں۔

﴿ شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ احادیث مشہورہ میں منقول ہے کہ لوگ بیعت کرتے آنحضرت ﷺ سے کبھی ہجرت اور جہاد پر اور کبھی اقامت ارکان اسلام پر (یعنی صوم صلوة حج و زکوٰۃ) اور کبھی ثبات و قرار معرکہ کفار میں جیسے بیعت رضوان اور کبھی سنت نبوی کے تمسک پر اور بدعت سے بچنے پر اور عبادت کی تحریص و شائق ہونے پر اور عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر۔ اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چند فقراء مہاجرین سے بیعت لی اس پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں۔۔ اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی فعل بطریق عبادت و اہتمام کے ثابت ہو تو وہ سنت دینی سے کم نہیں۔ نبی ﷺ خلیفۃ اللہ تھے اس کی زمین پر اور عالم تھے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن و حکمت کو نازل فرمایا اور معلم تھے کتاب و سنت کے اور پاک کرنے والے تھے امت کو۔ سو جو فعل کہ آنحضرت ﷺ نے علی جہت خلافت کیا وہ خلفاء کیلئے سنت اور جو فعل بحیثیت معلم الکتاب والحکمۃ و مزکیا لئلامۃ کیا وہ علماء الراستخین کے واسطے سنت ہوا۔ اور بعض نے جو ظن کیا کہ بیعت قبول خلافت پر منحصر ہے اور صوفیوں کی بیعت شرعاً کچھ نہیں، یہ ظن فاسد ہے اس دلیل سے جو ہم نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ بیعت لیتے تھے کبھی اقامت ارکان اسلام پر، کبھی تمسک سنت پر، جس پر صحیح بخاری شاہد ہے کہ حضرت ﷺ نے جریرؓ سے بیعت کے وقت شرط کی خیر خواہی ہر مسلمان کی۔ اور قوم انصار سے بیعت لی کہ امر الہی میں کسی کی ملامت سے نہ ڈریں اور جہاں کہیں ہوں حق کی بات کہیں۔ سوان میں بعض لوگ امراء و ملوک کھلا کھلا رد و انکار کرتے۔ اور عورات انصار سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی وغیرہ۔ اور یہ سب امور از قسم تزکیہ اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر ہیں۔ انتہی۔

اس سے ثابت ہے کہ بیعت فقط قبول خلافت و سلطنت پر ہی منحصر نہیں بلکہ بیعت

الاسلام و بیعت التمسک بحبل التتوی وغیرہ بھی ہیں۔ پھر عبادۃ بن صامت کہتے ہیں
 با یعنا رسول اللہ ﷺ علی ان لا نشرک باللہ شیئاً ولا نزنئی ولا
 نسرق ولا نقتل النفس الّتی حرّم اللہ الاّ بالحق (ہم نے رسول اللہ ﷺ
 سے بیعت کی کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور چوری نہ کریں گے اور اس جان کو
 کہ اللہ نے جس کا قتل حرام کیا ہے ناحق قتل نہ کریں گے)

اور امام نوویؒ بعد نقل روایت فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ قبل از ہجرت ہوا تھا۔ پس اس
 خیال والے لوگ یعنی جو بیعت کو قبول خلافت پر منحصر و محدود سمجھتے ہیں خوب غور کریں کہ قبل از
 ہجرت، خلافت و سلطنت کا کیا ذکر؟

﴿ان رسول اللہ ﷺ قال و حوله عصا به من اصحابه تعالوا
 بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تنزوا ولا
 تقتلوا اولادکم ولا تا تاوا ببہتان تفترو نہ بین ایدیکم وار جلکم ولا
 تعصونی فی معروف و فی روایۃ للبخاری والنسائی و قرأ آیة
 النساء فمن او فی منکم فاجرہ علی اللہ و من اصاب من ذلک
 شیئاً فعوقب به فهو کفارة له و من اصاب من ذلک فسترہ اللہ
 علیہ فامرہ الی اللہ ان شاء عاقبه وان شاء عفا عنه قال فبا یعناہ
 علی ذلک (رسول اللہ ﷺ نے بحالیکہ آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت تھی فرمایا کہ
 مجھ سے بیعت اس بات کرو کہ اللہ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ چوری اور زنا نہ کرو، اپنی اولاد
 کو قتل نہ کرو، اور بہتان اپنے ہاتھ سے پاؤں سے باندھ کر نہ لاؤ اور حکم شرع میں میری
 نافرمانی نہ کرو۔ الخ)

بخاری میں ہے کہ بروز غزوہ خندق آنحضرت ﷺ نے سب مہاجرین و انصار کے
 واسطے دعاء مغفرت کی تو سب نے یہ عرض کیا نحن الذین بایعوا محمداً علی الاسلام
 ما بقینا ابدأ یعنی ہم نے بیعت کی محمد ﷺ سے اسلام پر جب تک ہم زندہ رہیں گے۔
 حدیبیہ کے روز سینکڑوں صحابہؓ نے بیعت کی۔ ایک روایت میں ہے کہ لم یخلف
 احد من المسلمین حضرھا الاّ جد بن قیس اخو بنی سلمہ (مسلمانوں میں سے
 کوئی پیچھے نہ رہا سوائے جد بن قیس کے) جسکی نسبت لکھا ہے کہ منافق تھا اس لئے حاضر بیعت نہ ہوا۔

بعض منکرین بیعت میں سے جو شبہ کرتے ہیں کہ، نو مسلموں سے بیعت لی جاتی ہے دوسرے مسلمان جو اول ہی احکام شرعیہ سے واقف و پابند ہوں اس سے بیعت کی ضرورت نہیں، سوان احادیث مذکورہ بالا سے یہ شبہ بھی بخوبی رفع ہو گیا اس لئے کہ سال ہا سال کے متبعان حاشیہ نشینان موحد مسلمانان سے رسول اللہ ﷺ نے خود اصرار سے تکمیل اسلام کی بیعتیں لی ہیں۔

پھر عن جریر بن عبد اللہ قال بایعت رسول اللہ ﷺ علی اقام الصلوة و ایتاء الزکوة و النصح لکل مسلم۔ (جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے، کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم رکھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی) صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت زبیرؓ اپنے فرزند عبد اللہؓ کو بیعت کے واسطے لائے اور وہ سات آٹھ برس کے تھے رسول اللہ ﷺ ان کو اپنی طرف متوجہ پا کر مسکرائے پھر ان سے بیعت لی۔ بخاری و مسلم میں حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے:

قالت بایعنا رسول اللہ ﷺ فقرأ علينا ان لا یشرکن بالله شیئاً و

نهانا عن النبی اة فقبضت منا امرأة یدھا .. الحدیث۔

بعض ناواقف یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ و تابعین کا بیعت کرنا مروی و معلوم نہیں ہے۔ سوا اول تو عذر ہی بے جا و غلط ہے کیونکہ:

(اول) اہل سلوک و صوفیا کرام تو اپنے سلسلہ بیعت کو برابر سیدنا ابو بکر و علی مرتضیٰ تک پہنچاتے ہیں (دوم) اگر کسی کو ناواقفی کے سبب عمل در آمد صحابہ کرام و غیرہ کی روایت نہ لی یا معلوم نہ ہوا تو کسی کے قصور علم یا فہم کے باعث سنت رسول اللہ ﷺ منسوخ نہیں ہو سکتی۔

(سوم) سیدنا ابو بکر صدیقؓ ان کے بعد عمر فاروقؓ پھر عثمان غنیؓ پھر علی مرتضیٰؓ و غیرہ سب کے عہد میں بیعت جاری رہی چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضرت عبد الرحمنؓ بن عوف نے بمشورہ صحابہ کرام، حضرت عثمانؓ کو خلیفہ مقرر کر کے بیعت کے وقت کہا:

ابا یعک علی سنۃ اللہ و سنۃ رسولہ و الخلیفتین

اور امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے:

ابا یعک علی کتاب اللہ و سنۃ رسولہ و سیرۃ ابی بکر و عمر۔

پس جب کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ و سیرۃ ابو بکرؓ و عمرؓ کے مطابق بیعت ہوئی تو اس میں تقویٰ خلافت و غیرہ امور شرعیہ سب طرح کی بیعت آگئی اور پھر کوئی کیونکر کہہ سکتا ہے کہ

صحابہ کا بیعت کرنا مروی و معلوم نہیں۔

(چہارم) اگر بفرض محال ان کے اس عذر و بے سند قول کو مان بھی لیں تو قابل غور یہ ہے کہ آیا سنت رسول اللہ ﷺ پر کسی خاص شخص کے کسی باعث عمل نہ کرنے سے وہ سنت سید المرسلین ﷺ ساقط ہو کر واجب العمل نہیں رہتی؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

عاجز کے شیخ، سید عبد اللہ غزنویؒ بیعت کو سنت رسول اللہ ﷺ و باعث برکات جان کر اس پر عامل تھے۔ بیعت میں اول گناہ سے توبہ کراتے۔ پھر شرک بدعت رسم خلاف شریعت نہ کرنے و اطاعت اللہ عز و جل و رسول اللہ ﷺ کرنے کا عہد و بیعت لیتے۔ اور یہ ہی سلف صالحین و خلف امت مرحومہ سے مروی ہے اور اسی پر تمام برکات انعام و اکرام بارگاہ الہی سے نائب و منیب بندگان پر ہوتی آئی ہیں۔

عاجز کو تو یہ حقیقت بیعت کی معلوم ہے اور مرزا صاحب نے جو حقیقت بیعت تراش کر تحریر فرمایا ہے کہ نفس کو معہ لوازم رہبر کے ہاتھ میں بیچ کر اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دیوے اس کا تو کہیں ذکر نہیں آیا۔ ہاں مرزا صاحب کو سارے جہان و تمام مخلوق الہی کو بہ نیت مزید آمدنی اپنی چاکری و غلامی میں لینے کا شوق ہے اس لئے مرزا صاحب پھر پھر کراسی پر زور ڈالتے ہیں اور اسی کی تاکید و دعوت کرتے ہیں۔

یہ جو مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ، بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو بہ انسان خود بھی کر سکتا ہے، نہ معلوم یہ کس دلیل سے اور کہاں سے فرماتے ہیں؟ بیعت میں توبہ تو داخل ہوگی۔ توبہ کی حقیقت اکابر اسلام نے یہ لکھی ہے کہ گناہ کو جو موجب حجاب و دوری ہے گناہ اور برا و مضر جاننا، اس پر افسوس کرنا نام ہونا۔ زمانہ حال و استقبال میں اس کے ترک کرنے اور اس سے دور رہنے کا قصد، اور تلافی مافات کرنا۔ سو یہی توبہ ہے بلکہ کبھی تو صرف ندامت ہی کو توبہ فرمایا جیسا اللہ توبہ و التائب کمن لا ذنب لہ (پشیمانی توبہ ہے اور تائب مثل اس کے ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو) اور جس قدر بیعتیں ذکر ہوئی ہیں ان سب میں یعنی شرک، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان، افتراء، سوال نہ کرنا، نوحہ نہ کرنا وغیرہ ان سب کے نہ کرنے کے عہد میں توبہ خود لایینفک داخل ہے کیونکہ جو کچھ پہلے کیا ہے اس پر ندامت اور پشیمانی و توبہ کہ آئندہ نہ کرونگا اور اگر نہیں کیا تب بھی آئندہ نہ کرنے کا عہد توبہ میں داخل ہے۔ غرض توبہ تو ہر طرح لازمی جزو ہے۔ پھر آپ کس طرح فرماتے ہیں کہ صرف توبہ منظور نہیں۔ صرف توبہ نہ سہی، آئندہ نہ کرنے کے عہد کے ہمراہ سہی،

غرض توبہ اس کے ساتھ ضرور شامل ہے۔ مرزا صاحب کا طرز تحریر بھی عجیب و قابل داد ہے کہ اول تو رد و انکار کر کے فرمایا کہ:

بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان خود بھی کر سکتا ہے (پھر فرمادیا) بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں۔

تو خیال فرمائیے کہ اس کا انجام و آل بھی توبہ ہی ہوا۔ گو مرزا نے لفظ حقیقی لگا کر اسی توبہ کو جس سے پہلے انکار کیا تھا آخر اسی کو قبول فرمایا۔ پھر کسی مومن مسلمان کی یہ کب شان ہے کہ اول جھوٹ موٹھ توبہ کرے یا کرائے اور اس کے بعد حقیقی و سچی توبہ کی نوبت آئے؟ شاید مرزا صاحب کے یہاں ایسا ہوتا ہوگا کہ بناوٹی و ظاہری کی توبہ ہی ہوتی ہو۔ جیسا مرزا نے خود بدولت کے اخلاق میں بناوٹی غصہ و رعب کا ضرورۃ الامام کے صفحہ ۷ میں ذکر فرمایا ہے۔ اور پھر بعد میں دنیا بامید قائم کبھی ایسا زمانہ بھی شاید آوے جس میں حقیقی توبہ ہو۔ اور عاجز دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرزا صاحب و مریدین کے واسطے ایسا وقت لاوے اور ان کو توفیق توبہ و انابت عنایت فرماوے آمین۔

﴿ پھر توبہ ایسی نعمت و بخشش ہے کہ تواب رحیم ہر ایک کو نصیب فرمائے آمین۔ قرآن مجید میں اسی کے واسطے تاکید ہے :

و تو بوا الی اللہ جمیعاً ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون (اور توبہ کرو سب اللہ کی طرف اے مومنو تاکہ تم خلاصی پاؤ)

یا ایہا الذین آمنوا تو بوا الی اللہ توبۃً نصوصاً عسی ربکم ان یتکفر عنکم سیئاً تکم و یدخلکم جنات تجری من تحتها الانہار (اے لوگو ایمان والو اللہ کی طرف توبہ کرو خالص۔ امید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کرے اور ایسے باغوں میں تم کو داخل کرے کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں)

وان استغفروا ربکم ثم تو بوا الیہ یمتنعکم متاعاً حسناً.. الخ (اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو پھر توبہ کرو اس کی طرف تم کو فائدہ دے گا اچھا فائدہ)۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین (تحقیق اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔

حدیث شریف میں اس کے واسطے فرمان موجود ہے:

قال رسول اللہ ﷺ یا ایہا الناس تو بوا الی اللہ فاننی اتوب الیہ

فی الیوم مائة مرة - مسلم۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو اللہ کی طرف توبہ کرو، تحقیق میں خود اس کی طرف ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں)

انّ اللہ یبسط یدہ باللیل لیتوب مسیء النّهار ویبسط یدہ بالنّهار لیتوب مسیء اللیل حتّٰی تطلع الشّمس من مغربہا - مسلم (تحقیق اللہ رات میں اپنے ہاتھ مبارک پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہ گار توبہ کر لے اور پھیلاتا ہے ہاتھ مبارک دن میں تاکہ رات کا گنہ گار توبہ کر لے یہاں تک کہ مغرب سے نکلے گا سورج)

انّ العبد اذا اعترف ثمّ تاب، تاب اللّٰہ علیہ - متفق علیہ (جب بندہ اعتراف کرے کہ توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے)

کلّ بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التّوّابون (سب بنی آدم خطا کار ہیں، اور بہتر خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں)

غرض توبہ واستغفار اللہ تعالیٰ کو بہت پسند و مرغوب ہے اور مومنین کو اس کا بڑا اہتمام و خیال رہتا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص اپنے رذائل نقائص و عیوب پر مطلع اور ان سے بیزار ہو کر ان کو ترک کر نیو تو توبہ و بیعت کے واسطے مستعد ہوگا تو ضرور اس شخص کے ہاتھ پر عہد کریگا جس کو وہ ان رذائل نقائص و عیوب سے مخلص یافتہ و مزکی و کم سے کم اپنے سے ان امور میں اعلیٰ و افضل جانے گا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے فضل سے بہ خلعت و انک لعلیٰ خلق عظیم مشرف ہو کر بہہ اوصاف موصوف و کامل و اکمل تھے جیسا کہ آپ ﷺ کے حالات مندرجہ کتب سیر سے ظاہر ہے چنانچہ خود فرمایا: انّ اللّٰہ بعثنی لتما م مکارم الاخلاق و کمال محاسن الافعال لہذا ہر ایک شخص ذات مبارک سے توبہ و بیعت کر کے اس کامل و اتم نور سے رنگین ہو کر اخلاق فاضلہ میں فائز المرام ہو جاتا تھا، اب کوئی دوسرا چونکہ نہ ایسا کامل و مکمل ہے اور نہ ہو سکتا ہے اس لئے ناچار جس وصف میں کوئی مرد ممیز ہو، اسی خاص وصف یا خلق کو اس سے حاصل کرنا ہوگا جیسا کہ اکثر فقراء و اہل اللہ کے حالات سے ثابت ہے کہ وہ کئی مرشدوں سے توبہ و بیعت کر کے یا صحبت میں رہ کر مختلف اخلاق میں مستفیض ہوئے۔ عاجز خاکسار کا اپنا بھی مشاہدہ و تجربہ ہے کہ فقراء گوذاکرین تو ہوتے ہیں لیکن آج کل نسبت خضوع و خشوع فی الصلوٰۃ و تعظیم اوامر شرعیہ ان میں اکثر کم ہوتی ہے۔ اکثر نماز جلد جلد جھٹ پٹ بے مذاقوں کی طرح پڑھ لیا کرتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔

عاجز کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ غزنویؒ کو حسب ارشاد و جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میں بہ فوائے قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلواتہم خاشعون (تحقیق فلاح پائی ان مومنوں نے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں) کے خشوع خضوع ذوق شوق و لذت و حلاوت بدرجہ کمال حاصل تھی۔ لہذا اکثر لوگ بہ نسبت حضور خضوع و خشوع فی الصلوٰۃ کے حصول کیلئے ان کے پاس حاضر ہو کر اور ان کی صحبت کیسما خاصیت میں رہ کر اپنی مراد میں کامیاب ہوتے۔ چنانچہ جس زمانہ میں مرزا صاحب ان کی خدمت با برکت میں دعا کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے تو آپ نے یہ حال پیشم خود مشاہدہ کیا ہوگا اور اب بھی ان کے ملنے والوں و صحبت یافتوں میں یہ رنگ و نسبت ضرور دیکھتے ہوں گے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

شیخ الکل سید محمد نذیر حسین خود سید عبد اللہ مرحوم کے ذکر آنے پر اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ عبد اللہ غزنویؒ ہم سے حدیث سے تو پڑھ گئے اور نماز ہم کو سکھلا گئے۔ اور عاجز کے رفیق سے حافظ ہدایت علی مرحوم نے خود بیان کیا کہ ہم معمولی نماز پڑھا کرتے تھے، عبد اللہ غزنویؒ کے ملنے اور ان کی دعا سے ایک دفعہ ایسا حضور و سرور نماز میں پیدا ہوا کہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور مولوی رفیع الدین عظیم آبادی نے مولوی عبد الرحمن ہندوستانی سے کہا کہ باوجود کہ علم میں ہم منتہی ہو گئے اور حدیث احسان سب کتب میں پڑھی لیکن اس کی حقیقت مع عمل عبد اللہ صاحب کی صحبت میں رہ کر کھلی۔ اب بھی ایک ذاکر و متقی فقیر صاحب جو نقشبندی مجددی ہیں اور عبد اللہ غزنوی مرحوم کو بھی انہوں نے دیکھا ہے وہ اس ذوق و لذت سے نماز پڑھتے ہیں کہ دیکھ کر اور ان کے ساتھ نماز پڑھ کر دل خوش ہوتا ہے۔ اور مرزا صاحب کے یہاں تو یہ کیفیت کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ سبحان اللہ کیا عرض کروں سید عبد اللہ صاحبؒ کی نسبت کا یہ مجرب اثر تھا کہ نیت نماز کے لئے ہاتھ اٹھانا دنیا و مافیہا کے خیالات و خطرات سے دست بردار ہو جاتا تھا اور بکاء و زاری طاری ہو جاتی اور نماز سے باہر آنے کو جی نہ چاہتا۔ یہ عاجز کا عینی مشاہدہ و ذاتی تجربہ ہے، سنی سنائی بات نہیں۔ اور مرزا کے یہاں باتیں و تقاریر تو بہت سنیں لیکن اس حالت و اثر کا کبھی نشان و پتہ معلوم نہ ہوا۔

مرزا صاحب اپنی بیعت کے واسطے تو تمام دنیا کو بلاتے ہیں اور جو اس سے تساہل و پہلو تہی کرے اور اس میں داخل نہ ہو اس کو خدا اور رسول کی نافرمانی کر نیوالا اور جہنمی ٹھہراتے ہیں۔ بھلا یہ تو فرمائیں کہ ایک شخص مخلصانہ اپنی عادت بسیار گوی زبان درازی، ذرا سی بات پر لوگوں کو سب و شتم کرنے سے بیزار ہے، ہر چند چاہتا ہے کہ اس بد خلقی سے بچوں لیکن عادت متمکن ہو جانے

کے باعث وقت پر بیچ نہیں سکتا۔ اب وہ اس سے بیزار و تنگ ہو کر کسی ایسے مرد خدا کے ہاتھ پر توبہ و بیعت کرنا چاہتا ہے جس میں خود یہ بدلگامی و دریدہ ذنی و سب و شتم کی عادت نہ ہو بلکہ وہ ان احکام شرعی اسلامی و ارشادات رسول اللہ ﷺ کا پابند و عامل ہو:

قال رسول الله ﷺ من يضمن لي ما بين لحييه و ما بين رجليه اضمن له الجنة (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ضامن ہو مجھ سے اس چیز کا جو دونوں جبروں کے درمیان ہے اور جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اس کے لئے بہشت کا ضامن ہوں)

من صمت نجا (جس شخص نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی)
من حسن اسلام المرء تركه ما لا يعنيه (آدمی کے اسلام کی خوبی سے بے فائدہ باتوں کو ترک کرنا)

اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء كلها تكفر اللسان فتقول اتق الله فينا فاننا نحن بك فان استقمتم استقمنا وان اعوججت اعوججنا (جب آدمی صبح کرتا ہے تو سب اعضاء زبان کو مبالغہ سے کہتے ہیں کہ ہمارے حق میں اللہ سے ڈر، ہم سب تیرے ساتھ ہیں تو سیدھا رہے تو ہم سب سیدھے اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے)

عن عقبه بن عامر قال لقيت رسول الله فقلت ما النجاة فقال املك عليك لسانك و ليسعك بيتك و ابك على خطيئتك (عقبہؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملا اور پوچھا کہ نجات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اپنی زبان پر قبضہ کر اور کافی ہو تجھے تیرا گھر اور اپنے گناہوں پر گریہ کر) کفی بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع۔

عن ابى ذر قال قلت يا رسول الله او صنى قال او صيک بتقوى الله فانه ازین لامرک کله۔ فقلت زدنى۔ قال عليك بتلاوة القرآن و ذکر الله عز و جل فانه ذکر لک فى السماء و نور لک فى الارض۔ قلت زدنى۔ قال عليك بطول الصمت فانه مطردة للشيطان و عون لک على امر دينک۔ قلت زدنى۔ قال اياک و كثرة الضحك

فأنه يميت القلب و يذهب بنور الوجه. قلت زدنى. قال قل الحق وان كان مرأ. قلت زدنى. قال لا تخف فى الله لومة لائم. قلت زدنى. قال ليحجزك عن الناس ما تعلم من نفسك.

(ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں... پھر میں نے کہا اور فرمائیے۔ فرمایا تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو لازم پکڑو، یہ تیرے لئے آسمانوں میں ذکر ہے اور زمین میں نور۔ پھر میں نے عرض کی کہ اور فرمائیے۔ فرمایا لمبی خاموشی کو لازم پکڑو کہ وہ شیطان کیلئے ہانکنے والی ہے اور دین کے امر پر تیری مددگار ہے۔ میں نے کہا اور زیادہ فرمائیے۔ فرمایا تو اپنے آپ کو بہت ہنسنے سے بچا اس لئے کہ وہ دل کو مردہ کرتا ہے اور چہرہ کو زرد کرتا ہے۔ میں نے کہا اور زیادہ فرمائیے۔ فرمایا: اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈر۔ میں نے اور فرمائیے۔ فرمایا: کہ تجھے لوگوں کے (عیب بیان کرنے) سے روکے وہ چیز کہ تو اپنے نفس میں جانتا ہے)

حضرت معاذؓ کی روایت میں اول بہت کچھ عبادت صلوة زکوٰۃ صوم رمضان حج صدقہ صلوة اللیل وغیرہ بیان کر کے فرمایا:

الا اخبرك بملاك ذلك كله. قلت بلى يا نبى الله ﷺ. فاخذ بلسانه فقال كف عليك هذا فقلت يا نبى الله وانا لمواخذون بما نتكلم به قال ثكلتك امك يا معاذ و هل يكذب الناس فى النار على و جوهم او على مناخرهم الا حصائد السننهم (کیا نہ بتاؤں تجھ کو ان سب کی اصلیت۔ میں نے کہا یا نبی اللہ آپ فرماویں۔ پس اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا کہ اس کو قابو میں رکھ۔ میں نے کہا یا نبی اللہ ﷺ کیا ہم کلام کرنے پر بھی پکڑے جائیں گے۔ فرمایا تیری ماں تجھے گم کر دے اے معاذ، لوگ دوزخ میں مونہوں اور نتھنوں کے بل بوجہ زبانوں کی کاٹ کی وجہ سے ہی تو گرائے جائیں گے)

اب مرزا صاحب انصاف فرماویں کہ وہ غریب شخص جو زبان درازی و یا وہ گوئی و غفلت از ذکر اللہ سے مخلصی کا خواہاں و آمادہ توبہ و بیعت ہو تو وہ شخص مرزا صاحب سے بیعت کر کے کیا حاصل کرے گا؟ اور ان اوصاف و امراض سے کیونکر نجات پائے گا؟ کیونکہ آپ کے یہاں تو ان

اوصاف و امور یعنی تقریر بحث مباحثہ غیبت تو ہین تحقیر مومنین و سبب المسلم فسوق کا دریا اول ہی شب و روز ایسا موزن ہو رہا ہے کہ حالت بہ طغیانی پہنچی ہے، تو اس حالت میں اس بیچارے کو صمت و خاموشی و مصروفیت ذکر الہی کہاں سے نصیب ہوگی؟ مرزا صاحب کے یہاں مرید ارشد و اعلیٰ مرتبہ والا وہی ہے جو سب سے زیادہ بولنے والا اور لفاظی تقریریں کرنے والا ہو۔

﴿ اس موقع پر پھر عاجز کو مجلس بابرکت نمودہ و یادگار سلف صالحین اعمیٰ سید عبد اللہ صاحب غزنوی کی یاد آگئی ہے کہ سید الاولین و الآخِرین ﷺ کے حال مبارک میں جو آیا ہے کہ:
 کان رسول اللہ ﷺ طویل الصمت (رسول اللہ ﷺ بڑے خاموش رہنے والے تھے)

کان رسول اللہ ﷺ اذا جلس يتحدث يكثران يرفع طرفه الى السماء (آپ ﷺ جب باتیں کرنے بیٹھتے تو اپنی آنکھیں آسمان کی طرف بہت اٹھاتے)
 سو بمطابقت و بمتابعت آنجناب ﷺ کے اس مرحوم متبع سنت رسول اللہ ﷺ سید عبد اللہ غزنویؒ کا بھی بعینہ ایسا ہی حال تھا اور ارشاد احادیث صمت و مصروفیت ذکر پر ایسا صدق سے عمل تھا کہ بڑے بڑے بولنے والے زبان درازوں، مقررین، فلسفہ دانوں، عالی درجہ رئیسوں، معزز عہدہ داروں، دنیا داروں وغیرہ پر بھی اس کا ایسا اثر پڑتا کہ جو مجلس میں آتا چپ اور خاموشی کا عالم طاری ہوتا، بلکہ تمام مکان و مجلس میں ایسا سا نا نمایاں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے
 کان علی رؤسنا الطير (گویا کہ ہمارے سروں پر جانور ہیں) اور تمام دنیوی کاروبار و تفکرات بھول کر ذکر الہی کی طرف ساری توجہ ہو جاتی۔ اور اہل مجلس میں سے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوتی جب تک کہ وہ مصروف ذکر الہی و نیب الی اللہ خود نہ بولتا۔ وہاں یہ بحث مباحثہ تقریر و منصوبہ بازی، رد و قدح، و غیبت مسلمین و مخلوق الہی کہاں؟ وہاں جا کر تو انسان کو اپنا ہی فکر پڑ جاتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لیحجزك عن الناس (ای لیمنعک) اور ان کی تعلیم کے موافق اصطلاحات صوفیہ کرام لہما و کیف سے اپنے اعمال و افعال کو موافق کرنے کے محاسبہ میں ایسا مستغرق ہوتا کہ آیت کریمہ لکل امرء منہم یومئذ نشان یغنیہ (ہر ایک شخص کو اس دن ایسا فکر لگا ہوگا کہ وہ اس کو بس کرتا ہے) کا مصداق بن جاتا اور یہ فکر اس پر طاری ہوتا کہ میرے اعمال کی قبولیت کے آثار و شرائط یہی ہیں یا نہیں؟ یعنی (لہما) جو سوال ہوگا کہ فلاں کام کس لئے اور کس نیت سے کیا؟ آیا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یا کسی اور غرض سے؟ کیونکہ اس میں کوئی اور غرض یا اس کا

شائبہ ہے تو وہ لائق دربار اس غنی و قدوس کے اور قابل قبولیت کہاں؟ پھر (کیف)، اگر خالص خدا تعالیٰ کی رضا کے واسطے ثابت ہو تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ کس طرح کیا؟ یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و سنت کے موافق کیا؟ یا اپنی مرضی اور رسم کو اس میں دخل دیا؟ کیونکہ اگر ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل بھی بحکم حدیث شریف من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو ردّ (جو شخص ایسا عمل کرے یا نکالے کہ اس پر ہمارا حکم نہ ہو، وہ مردود ہے) تو وہ بھی بے ہودہ و مطرود ہے۔

﴿ حق یہی ہے کہ انسان اول اپنا فکر کرے اور اپنی کرتوتوں کی طرف دیکھے اور جب اپنے نقائص پورے کر کے فراغت حاصل ہو (جو نہایت مشکل امر ہے اور بدون فضل و کرم اس رحمٰن و رحیم کے محال) تو پھر کسی دوسرے کے حال پر نظر ڈالے، نہ یہ کہ خود تو سراسر سرد یا بلکہ بحر اسود میں غرق ہو اور اوروں پر کسی نالی کا خاکی دھبہ یا جھیل کی چھینٹ دیکھ کر ان کو عیب لگاوے۔ مرزا کے مریدین و مداحین بے چارے معذور ہیں کیونکہ انہوں نے کسی اہل اللہ منیب و ذاکر الہی عبد صالح کو نہیں دیکھا تا کہ مرزا صاحب کے حال سے اس کا مقابلہ و موازنہ کر کے ان کو فرق معلوم ہوتا۔ یہ بے چارے اکثر انگریزی خواں جوان اور بعض نیچری عقیدہ اور بعض بے مذاق خشک لفاظی و تقاریر رد و قدح بحث و مباحثہ کے شیداد ولد دادہ اور بعض بالکل بے خبر ہی تھے۔ پس مرزا صاحب کے پاس ان کو حسب مذاق پسند خاطر وہی چیز معہ کچھ فلسفیانہ ذکر قرآن مجید سووہ بھی اکثر خلاف عقائد سلف و خلف اسلام کی مل گئی اور انہوں نے غنیمت جان کر ڈیرا لگا دیا اور بموجب عادت و مشق تقریری کے اب دن رات مومنین و مسلمین پر تیرا بازی و لے دے کرنے کو عبادت سمجھ کر اسی شغل میں ہیں اور مرزا معہ جماعت اسی میں راضی و محظوظ ہیں۔ مرزا صاحب فرماویں کہ باندق ذاکرین الہی و روحانیت کے عاشقوں سے بھی کوئی احد من الناس ان کی طرف مانوس و متوجہ ہو؟ ہرگز نہیں۔ اگر مرزا ایک دو غریب مصیبت زدگان و حاجتمندان کا نام ظاہر فرماویں تو پھر انکا مفصل حال معہ اسباب و حاجات ملاقات مرزا صاحب بشرط ضرورت انشاء اللہ العزیز بیان ہوگا۔

﴿ غرض مرزا صاحب جیسے شخص کی چاکری و غلامی کے واسطے نہ تو قرآن مجید میں کوئی حکم اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں کہیں اجازت اور نہ مرزا صاحب کے حالات و معاملات و تاثیرات اس کی مقتضی۔ اور اس پر انکے فیصلہ جات خلاف قرآن و حدیث اور اپنی رائے سے حقائق و معارف بیان کر کے مسائل شرعیہ کو الٹ پلٹ کرنے سے اور بھی غریب مسلمان ترساں و گریزاں ہیں۔ باقی رہی برکات کاملہ، رضا مندی باری تعالیٰ کی پیاس، علوم، معارف، معرفت، قوت ایمانی، خدا تعالیٰ

سے صاف تعلق، دنیوی جہنم و ناپیدائی سے شفا، سوان کا نام و نشان خود بدولت و مریدین میں کچھ بھی نمایاں نہیں۔ ہاں بعض بظاہر سعید و نیک طبع انسان جو مرزا کی جماعت میں کسی سبب سے بظاہر شامل ہیں وہ ان کے تعلق سے پہلے بھی ویسے ہی تھے جن میں بجائے ترقی کچھ تنزل ہی دکھائی دیتا ہے۔

﴿ ضرورۃ الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:﴾

سواگر اس بیعت کے ثمرہ دینے کا کوئی مرد ہو تو سخت بد ذاتی ہوگی کہ کوئی شخص دانستہ اس سے اعراض کرے۔ عزیز من ہم تو معارف اور حقائق اور آسمانی برکات کے بھوکے ہیں اور پیاسے ہیں اور ایک سمندر بھی پی کر سیر نہیں ہو سکتے پس اگر ہمیں کوئی اپنی غلامی میں لینا چاہے تو یہ بہت سہل طریق ہے کہ بیعت کے مفہوم اور اس کی اصلی فلاسفی کو ذہن میں رکھ کر یہ خرید و فروخت ہم سے کر لے۔

جواب۔ ارشاد مرزا صاحب دو حال سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ مرزا صاحب نے ریا و تصنع سے علیحدہ ہو کر اور خود بدولت میں معارف حقائق و آسمانی برکات کی سچی بھوک پیاس محسوس کر کے سراپا صدق و اخلاص سے ظاہر و باطن یکساں کر کے مستعدی ظاہر فرمائی ہے اور اعراض کرنے والے کو بد ذات فرما کر کہا کہ اگر اس بیعت کا ثمرہ دینے کا کوئی مرد ہو تو بیعت کے مفہوم اور اس کی فلاسفی کو ذہن میں رکھ کر یہ خرید و فروخت ہم سے کر لے۔ پس اگر درحقیقت یہی حال ہے تو چونکہ اللہ تعالیٰ شکور علیم کسی کا اخلاص و طلب صادق ضائع نہیں کرتا جیسا کہ وعدہ فرمایا:

من کان یرید حرث الآخرة نزلہ فی حرثہ و من کان یرید حرث الدنیا نوتہ منها و مالہ فی الآخرة من نصیب (جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اس کیلئے اسکی کھیتی میں زیادہ کرتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو اس میں سے دیتے ہیں اور اسکے واسطے آخرت میں کوئی حصہ نہیں)

و الذین جا ہدوا فینا لنہدینہم سبیلنا (اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ان کو اپنے راستوں کی طرف ہم ضرور راہ دکھلاتے ہیں)

لہذا امید کہ ضرور اللہ جل جلالہ ان کو کوئی مرد ملا دے گا بشرطیکہ آپ کے طلب میں صدق و ثبات قائم رہے۔ دوم، یہ کہ اگر صرف زبانی ہی یہ مسکنت مریدین کو دکھلانے کیلئے ہے کہ ہم میں تعلیٰ شیئی و تکبر نہیں، حالانکہ دراصل یہ خیال و دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں ہمارے برابر معارف حقائق آسمانی برکات والا اور کوئی بھی نہیں (جیسا کہ آگے چل کر مرزا نے خود ظاہر فرمایا ہے) اور اگر کوئی مسکین

بندہ الہی ہوگا بھی تو وہ ریا، سمع، شیخی وغیرہ کو برا سمجھ کر ہماری طرح اشتہار اور فضیلت کا نقارہ کیوں بجانے لگا، تب بھی اس طرح کسی کے نہ بولنے پر ہماری ہی فضیلت و فوقیت و بزرگی ثابت ہوگی۔ پس اس صورت میں اگر کوئی عاجز بندگان الہی میں سے مرزا صاحب کی خیر خواہی اور ان کو نفع رسانی کا ارادہ بھی کرے تو خود بدولت اس کی بات کب سننے اور قبول کرنے لگے؟ کیونکہ مرزا صاحب بقول خود اپنے آپ کو بعض انبیا سے بھی افضل قرار دیتے ہیں، تو پھر یہ کیونکر باور ہو سکے کہ وہ اس فضیلت کے خیال کی موجودگی میں کسی غریب امتی مسلمان کو اس بیعت کا ثمرہ دینے والا مرد قبول کر کے اس سے بیعت کر کے فیض یاب ہونے کا قصد کریں؟ اگرچہ زبان سے تو ایسے فیض سے محروم رہنے والے شخص کو بدذات بناتے ہیں۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر مرزا کی برکات کے واسطے بھوک و پیاس صادق ہوتی اور اس کے واسطے بیعت کو مستعد رہنے والا ان کا قول مخلصانہ و سچ ہوتا تو ابتداء ہی میں وہ بدون بیعت اور پیر و مرشد پکڑنے کے اس کو چہ سلوک و معرفت میں دم مارنے کی جرئت نہ کرتے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ مرزا کی نیت کے موافق ہی ان سے معاملہ کریگا جیسا انا عند ظنّ عبدی بی (ہم اپنے بندے کے گمان کے موافق اس سے معاملہ کرتے ہیں) میں ارشاد ہے۔

قرآنی معارف بیان کرنے کا قادیانی چیلنج

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۷، ۲۸ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اگر اس کے پاس ایسے حقائق و معارف اور آسمانی برکات ہوں جو ہمیں نہیں دیئے گئے اور یا اس پر وہ قرآنی علوم کھولے گئے ہوں جو ہم پر نہیں کھولے گئے تو بسم اللہ وہ بزرگ ہماری غلامی و اطاعت کا ہاتھ لیوے اور وہ روحانی معارف و قرآنی حقائق اور آسمانی برکات ہمیں عطا کرے۔ میں تو زیادہ تکلیف دینا ہی نہیں چاہتا، ہمارے ملہم دوست کسی ایک جلسہ میں سورۃ اخلاص کے ہی حقائق و معارف بیان فرمادیں جس سے بڑھ کر ہزار درجہ بڑھ کر ہم بیان نہ کر سکیں تو ہم ان کے مطیع۔

نادر داکسی باتو ناگفتہ کار ولیکن چو گفتی دلپیش بیار

بہر حال اگر آپ کے پاس وہ حقائق اور معارف اور برکات ہیں جو معجزانہ اثر اپنے اندر رکھتے ہیں تو پھر میں کیا میری جماعت آپ کی بیعت کرے گی اور کوئی سخت بدذات ہوگا

جو ایسا نہ کرے۔

جواب۔ ابھی فصل گذشتہ میں معارف حقائق و برکات کی بھوک پیاس ظاہر کی ہے اور اب یہاں وہی اظہار فضیلت و خود ستائی کہ کوئی حقائق معارف میں ہم سے ہزار درجہ پر بھی نہیں، یہ مرزا صاحب کا عرفان و سلوک ہے جس میں وہ ناواقفی کے سبب معذور ہیں۔۔۔

﴿ عاجز کسی حقائق معارف آسمانی برکات و قرآنی علوم کا ہرگز ہرگز دعویٰ نہیں کرتا اور نہ مجھ کو پیری مریدی یا کسی سے غلامی و اطاعت کے ہاتھ لینے کا شوق و حرص، نہ اکھاڑوں جلسوں میں اپنی فضیلت ظاہر کرنے کی رغبت و طمع، عاجز تو کالمیت بین یدی الغسال ہے، میرا محسن مالک آقا جو چاہے کرے۔ عاجز اسی خالق مالک کے ارشاد میں مقید و بے اختیار ہے اور اطاعت و فرمانبرداری سے سرمو انحراف نہیں کر سکتا، نہ مجھ سے ایسا ہو سکتا ہے۔ مرزا کے مخالف الہاموں میں بھی عاجز بالکل معذور ہے۔ اول اول مخالفت کا الہام ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم سے شروع ہوا جس کی تفہیم یہی ہے کہ مرزا صاحب بلند پروازی و اظہار فضیلت خود بدولت میں مبالغہ کر کے حقارت تحقیر دیگر عاجز بندگان رحم الراحمین میں بڑھ کر آپ خود ہی خسران میں پڑے ہیں جس کا تدارک اب توبہ و استغفار ہے۔

﴿ براہ مہربانی مشہور بمعلم الملکوت و بلعم باعور وغیرہ کے قصص جو اللہ جل شانہ نے تکبر و تعلیٰ وغیرہ اخلاق ذمیمہ سے پرہیز کرنے کو عبرتاً قرآن مجید میں ذکر فرمائے ہیں مرزا صاحب ان کو بھی نظر انداز نہ فرمائیں اور خیال فرمائیں کہ ان کی بسطت فی العلم کیسی تھی۔ اور قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے قصہ خف قارون میں بھی قارون کی شیخی علم کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

قال انما او تیتہ علی علم عندی (کہا سوائے اس کے نہیں کہ علم جو میرے پاس ہے اسی پر (یہ مال وغیرہ) مجھ کو دیا گیا ہے)

اور اس کے بعد فرمایا:

اولم یعلم ان اللہ قد اھلک من قبلہ من القرون من هو اشد منہ
قوۃ و اکثر جمعاً و لا یسئل عن ذنوبہم المجرمون۔

(کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کے پہلے ایسی امتوں کو جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور مال میں زیادہ تھے ہلاک کیا اور گناہ گاروں سے ان کے گناہوں کی بابت نہیں پوچھا جایا کرتا)

﴿ تفاخر و تعلیٰ تو ایک مہلک مرض ہے، علماء ربانی تو بموجب ارشاد باری انما یخش

اللہ من عبادہ العلماء کے ہمیشہ خشیت الہی میں رہ کر اس مرض سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ نہایت تعجب ہے کہ مرزا صاحب علم ربانی کے دعویدار ہو کر ایسی مہلک مرض تکبر و تفاخر و تعلیٰ میں گرفتار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے درج ذیل صریح ارشادات کا کچھ لحاظ و خیال نہ کریں:

تلك الذار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الأرض ولا
فساداً (یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے بناویں گے جو زمین پر سرکش تعلیٰ اور فساد کا
ارادہ نہیں کرتے)۔

انّ اللّٰه لا یحبّ کلّ مختالٍ فخورٍ (اللہ دوست نہیں رکھتا کسی متکبر فخر کر نیوالے کو)
حدیث شریف: لا یدخل الجنّة من کان فی قلبه متقال ذرّة من کبر
(بہشت میں وہ شخص داخل ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر تکبر نہ ہو)۔

الكبر یا ردائی و العظمة ازاری فمن ینا زعنی و احداً منھما ادخلته النار
﴿ حقائق معارف و معجزانہ اثر والی برکات کا تو مرزا کو بڑا دعویٰ ہے دوسرے کسی عاجز کا کیا
مقدور کہ ایسی جرأت کرے؟ مرزا کے حقائق معارف کا ذکر دوسرے موقع پر آیا ہے۔ ایسا ہی جو
مرزا صاحب کے معجزانہ اثر کا ظہور ہوا وہ بھی عرض ہو چکا ہے اور مرزا کی مستعدی مع جماعت کی
نسبت عاجز فصل گزشتہ میں عرض کر چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ قول ان کا دلی حق و
باخلاص ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے فضل و کرم سے اس کا سامان بہم پہنچا کر مرزا صاحب کو کامیاب
کرے گا اور اگر اس کے برعکس ہے تو اس کے مطابق نتیجہ مرتب ہوگا۔

﴿ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مگر میں کیا کہوں اور کیا لکھوں، معافی مانگ کر کہتا ہوں کہ جس وقت میں نے آپ کے
الہامات لکھے ہوئے سنے تھے، ان میں بھی بعض جگہ صرنی اور نحوی غلطیاں تھیں۔ آپ
ناراض نہ ہوں، میں نے محض نیک نیتی سے اور غربت سے دینی نصیحت کے طور پر یہ
بھی بیان کر دیا ہے۔ باایں ہمہ میرے نزدیک اگر الہامات میں کسی ناواقف اور ناخواندہ
کے الہامی فقروں میں نحوی صرنی غلطی ہو جائے تو نفس الہام قابل اعتراض نہیں ہو سکتا
۔ یہ ایک نہایت دقیق مسئلہ ہے اور بڑی بسط کو چاہتا ہے جس کا یہ محل نہیں ہے۔ اگر ایسی
غلطیاں سن کر کوئی خشک ملا جوش میں آ جاوے تو وہ بھی معذور ہے کیونکہ روحانی فلاسفی
کے کوچہ میں اس کو دخل نہیں، لیکن یہ ادنیٰ درجہ کا الہام کہلاتا ہے جو خدا کے نور کی پوری

تجلی سے رنگ پذیر نہیں ہوتا کیونکہ الہام تین طبقوں کا ہوتا ہے ادنیٰ اور اوسط اور اعلیٰ۔

جواب۔ عاجز کے الہامات اکثر آیات قرآن ہوتے ہیں اگر کسی میں کبھی کوئی غلطی ہو جاوے جیسا کہ مرزا نے بھی، بعض جگہ، ہی لکھا ہے تو عجب نہیں کیونکہ عاجز عربی میں بہت کم لیاقت ہے، اس لئے کہ اس کو باضابطہ نہیں پڑھا۔ یہ جس قدر آتا ہے یہ بھی پیر و شیخ علیہ الرحمۃ کے فیض صحبت کا اثر ہے اور صرف و نحو سے تو عاجز بالکل ہی ناواقف ہے۔ میرے شیخ بھی اخیر پر اس کے شغل و مصروفیت کو باعث غلبہ انا بت و ذکر الہی ناپسند فرماتے تھے۔ لہذا کسی صر فی نحوی غلطی کا ہو جانا کیا عجب؟ لیکن بموجب قول مرزا کے نفس الہام قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ گو مرزا صاحب اس کو بمقابلہ خود بدولت حقارت کی نظر سے دیکھ کر ناقص و ادنیٰ ہی قرار دیں۔

ناراضی کی اس میں کوئی بات نہیں۔ عاجز تو اپنے آپ کو ذرہ بے مقدار و ناخواندہ اول ہی جانتا ہے۔ ناراض وہ ہو جو اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ عالم، کبھی نہ غلطی کرنے والا، سمجھتا ہو جس سے عاجز اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ کا سائل ہے۔

عاجز دوسرے غریب تو ناخواندہ و ناواقف ہوئے لیکن مرزا صاحب کو تو واقعی و علم و فضل کا بڑا دعویٰ ہے، حتیٰ کہ اپنے برابر کسی کو نہیں جانتے۔ وہ ذرا اپنے الہامات کی طرف بھی نظر کریں کہ ان میں کس قدر غلطیاں ہیں؟ جس زبان میں اچھی دسترس نہ ہو اس میں کچھ پس و پیش ہونا کچھ بھی محل تعجب نہیں جیسا کہ مرزا کے انگریزی الہامات کا حال ہے گو وہ متعدد ہی ہیں لیکن ان کی عبارت تو بہت غلط ہے۔ پھر ان کے عربی الہامات (جس زبان میں آپ کو قرآن کی ظل پر فصاحت و بلاغت کا معجزانہ دعویٰ ہے، ان) پر بھی مولویان ماہر فن نے بہت اعتراضات کئے اور کرتے ہیں اور غلطیاں نکالتے ہیں جن کی طرف آپ توجہ نہیں فرماتے تاکہ کسی مرید کے کان میں یہ بات نہ پڑے اللہ تعالیٰ خالق مالک نے اپنی مختلف مخلوق کو مختلف القوی و الاستعداد خلق فرمایا ہے کوئی کیسا اور کوئی کیسا۔ مرزا صاحب فارسی اردو پنجابی سے واقف ہیں۔ الحمد للہ کہ عاجز بھی یہ زبانیں جانتا ہے لیکن الحمد للہ کہ عاجز کو کسی قسم کا دعویٰ اس میں نہیں۔ غیر زبان عبرانی وغیرہ سے جیسے مرزا قادیانی ناواقف ہیں، ایسا ہی عاجز بھی ناواقف ہے۔ انگریزی مرزا صاحب بالکل نہیں جانتے، عاجز نے اس کو کچھ پڑھا ہے۔ لیکن عاجز کے نزدیک وہ زبان دانی و لسانی جو باعث تکبر و شیخی و دوری و حجاب جناب الہی ہو کسی کام کی نہیں۔

توت بیانی و لسانی اور تحریر میں بڑے بڑے کامل و ماہر موجود ہیں جن کو دین و رضائے

الہی و قرب الی اللہ سے کچھ غرض و واسطہ نہیں۔ ایسا ہی نظم و شعر اشعار کا حال ہے جس کو مرزا صاحب کرامتاً پیش فرمایا کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ شاعر و ناظم تو ہر قوم و ملت میں ہوتے ہیں لہذا یہ کچھ فضیلت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ گوصاحبہ کرام میں حسانؓ وغیرہ ایسے تھے جو موقع و ضرورت پر کلام موزوں کرتے لیکن ہادی جن و انس ﷺ جن کے برابر نہ کوئی ہوا اور نہ ہوگا، انکے واسطے قرآن مجید میں ارشاد خداوندی جل شانہ و عم نوالہ موجود ہے و ما علّمناہ الشّعر و ما ینبغی لہ .. الخ (نہ ہم نے اس کو شعر سکھایا ہے اور نہ اس کو لائق ہے) جس سے ظاہر ہے کہ کمال معرفت الہی و منصب ہدایت سے اس کا کچھ تعلق و واسطہ نہیں کیونکہ اگر کچھ فضیلت و کمال اس میں ہوتا تو آنحضرت ﷺ کے حق میں اللہ عز و جل و ما ینبغی لہ کیوں فرماتا؟ لہذا یہ کچھ قابل فخر نہیں۔ بناء علیہ عاجز کے شیخ سید عبداللہ غزنوی علیہ الرحمۃ تو شاعری کو غیر مناسب شان و منصب نبی متبوع علیہ السلام و بعد از کمال معرفت سمجھ کر بھجوائے آیات کریمہ و الشّعراء یتّبعمہم الغاؤون۔ الم تر أنّہم فی کلّ وادّ یھیمون و أنّہم یقولون ما لا یفعلون (اور شاعروں کی تابعداری گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر جنگل میں حیران پھرتے ہیں اور وہ کچھ کہتے ہیں جو نہیں کرتے) اس نسبت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے اور اپنے مریدین کو بھی اس شغل سے منع فرماتے اور کہتے تھے:

ایں سدا راہ حلاوت قرآنی ہست

﴿ یہ مرزا صاحب کے معمول میں داخل ہے دوسرے عاجزوں کے الہامات کو خواںخواہ ادنیٰ اور خدا تعالیٰ کے نور کی پوری تجلی سے خالی فرما کر خود بدولت کے برابر کسی کو نہ سمجھنا۔ بھلا یہ تو فرماویں کہ اگر الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو تو وہ ادنیٰ کیوں ہوا؟ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں، حدیث نفس یا القاء شیطانی ہے، تو وہ پھر ادنیٰ اوسط کیا، اس کو بالکل مردود سمجھ کر ویسا کہنا چاہیے اور ان کے واسطے ادنیٰ، اوسط، اعلیٰ درجات تراشنے کی کیا ضرورت؟

﴿ اور یہ بھی مرزا ہی کا حصہ ہے کہ اول اپنی فضیلت و علم جتلانے کو خود بدولت کی غلطیوں سے انماض کر کے دوسرے کی صرفی و نحوی غلطیاں صرف زبان سے کہہ بھی دیں اور پھر فرما دیا کہ بایں ہمہ نحوی صرفی غلطی ہو جاوے تو نفس الہام قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔، اور پھر تعجب کہ زبان سے غلطی کہدی لیکن کسی ایک غلطی کے بھی ظاہر کرنے اور بتانے کی تکلیف نہیں فرمائی۔

﴿ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

بہر حال ان غلطیوں سے مجھے شرمندہ ہونا پڑا، اور میں اپنے دل میں دعا کرتا تھا کہ

میرے معزز دوست کسی شریر خشک ملا کو یہ الہامات، جو بظاہر قابل اعتراض ہیں، نہ سنادیں کہ وہ خوانخواہ ٹھٹھا و ہنسی کرے گا۔

جواب۔ مرزا صاحب کے شرمندہ ہونے کی تکلیف کی جو عاجز کے الہامات سن کر آپ کو ہوئی عاجز معافی مانگتا ہے۔ اور یہ امر قابل مشکوری ہے کہ آپ بایں حوصلہ خود بدولت کی غلطیوں سے تو کبھی ایسی شرمندگی کا خیال بھی نزدیک نہیں آنے دیتے اور عاجز کی غلطیوں سے ان کو فوراً شرمندہ ہونا پڑا۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس وقت کوئی غیر آدمی بھی عاجز کا مخالف و عیب چین موجود نہ تھا ﴿ مرزا صاحب کا یہ جملہ کہ، میں اپنے دل میں دعا کرتا تھا، بظاہر تو اس کا کچھ ثبوت نہیں محض رسمی طور سے دل میں دعا کرنے کا فقرہ مرزا صاحب کی قلم سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس وقت بہ تصدیق و بموافقت فقرہ الہام عاجز جو ۱۸۹۸ء بروز جمعہ کا ہے جس میں بعد ملاقات و گفتگو عاجز کے اس کہنے پر کہ، آپ بھی تو مٹی ہو جائیں اور میں بھی اور ہم سب، اس پر کشیدہ رو ہو گئے، خود بدولت پر وہی حالت کشیدہ روئی کی طاری تھی نہ کہ انابت الی اللہ واستغراق و مصروفیت دعا۔ کاش اگر وفور شفقت سے بجائے دل میں دعا کرنے، بظاہر ہی دعا کر دیتے تو عاجز کو اس عرض کا موقعہ ہی نہ ملتا۔ خیر عاجز کو کیا ضرورت ہے کہ مرزا صاحب سے اس امر کے واقعی و صحیح ہو نیکا عہد لے اور عرض کرے کہ آپ علیم بذات الصدور و عالم الغیب و الشہادۃ (جاننے والا سینوں کے بھید اور جاننے والا غائب و ظاہر کو) کو حاضر ناظر خیال فرما کر فرمادیں کہ ضرور آپ دعا ہی میں مصروف تھے؟ لہذا ان سب کو نظر انداز کر کے عاجز مرزا صاحب کی دلی دعا کا اگر انہوں نے واقعاً کی ہے تو شکر یہ ادا کرتا ہے۔

﴿ شریر اور خشک ملا تو جب سنتے ہنسی ٹھٹھا کرتے یا نہ کرتے، لیکن یہاں تو سردست شرافت تراوت اور سب موجودہ مخلوق الہی سے افضلیت اخلاق فاضلہ و امامت کے دعویدار نے ہی ہنسی ٹھٹھا کرنے میں کچھ فرق و پرہیز نہیں کیا اور شاید ارشاد خداوندی جل جلالہ کی تصدیق کے واسطے و اذ لم یہتدوا بہ فسیقو لہن ہذا افک قدیم (اور جب انہوں نے اس سے ہدایت نہ پائی تو قریب ہے کہ کہیں گے یہ جھوٹ ہے پرانا) مرزا صاحب خیال فرمادیں کہ اب ہنسی ٹھٹھا کر کے شریر و خشک بقول مرزا صاحب کے کون بنا؟

﴿ مرزا صاحب اس پر بھی توجہ فرمائیں کہ خود بدولت نے بھی تو ایسے ہی قابل اعتراض الہامات وغیرہ عام مخلوق کو نہ صرف سنائے بلکہ بارہا طبع کرا کر شائع فرمائے ہیں جن پر طرح طرح

کی ہنسی و اعتراضات ہوئے اور اب تک ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ایک نظیر یعنی ترجمہ چٹھی انگریزی مورخہ ۲۹۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء جو سلطان احمد خان نے دہلی سے بنام اڈیٹر اخبار پانیر الہ آباد لکھی اور وہ پانیز ۲ نومبر ۱۸۹۹ء میں شائع ہو کر بعدہ دیگر مختلف انگریزی اخباروں میں خوب مشتہر ہوئی، بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے آشکارا ہو جائیگا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہنسی ٹھٹھا محول استہزا و تمسخر و مضحکہ و تحقیر موہوم خدائے مرزا ہو سکتی ہے؟ نعوذ باللہ منہا۔ و ہو هذا:

آپ کے اخبار امروزہ میں مرزا غلام احمد قادیانی ایک ایسی تجویز پیش کرتا ہے جو ہمارے غیر ملہم دلوں کو نہایت ہی انوکھی معلوم ہوتی ہے۔ انیسویں صدی کے اخیر میں بہت سی جدید و حیرت انگیز باتیں ظہور پذیر ہوئی ہیں لیکن مجھ کو تعجب ہوگا اگر کوئی شخص پیغمبر قادیانی کی تجویز سے بڑھ کر زیادہ نرالی بات بتلا سکے۔ تاہم بطور جملہ معترضہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ملہم مرزا کے پاس کوئی ایسا عذر نہیں جس سے وہ مولویان کو بغاوت کے سنگین الزام کا اس لئے مقہوم کرے کہ وہ اس کو بدعتی و کافر سمجھتے ہیں۔ اس سے مجھ کو کچھ سروکار نہیں کہ مولویان کی رائے مرزا کی نسبت صحیح ہے یا غلط۔ لیکن ان کو اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کا ایسا ہی حق ہے جیسا کہ مرزا کو اپنی رائے ظاہر کرنے کا۔ یہ مقابلہ صرف مولویان تک ہی محدود نہیں بلکہ اس مقابلہ کی ساری دنیا کو دعوت کی گئی ہے لیکن مرزا بظاہر بیکس نظر آتا ہے تا وقتیکہ گورنمنٹ اس کی مدد کو نہ اٹھے اور دو فریق کے مابین یعنی ایک طرف مرزا اور دوسری طرف تمام ہندو مسلمان عیسائی علماء و ملہمین کے درمیان ایک طرح کی ضامن نہ بن جائے۔ وہ کہتا ہے کہ تاریخ معینہ سے ایک سال کے اندر ایک ایسا نشان دکھلاؤں گا جس میں قدرت الہی کی بدیہی علامتیں موجود ہوں گی اور تمام انسانی طاقت و منصوبہ سے بالاتر ہوگا۔ اور اگر دوسرا فریق بھی ایک ایسا نشان دکھلانے میں کامیاب ہو جائے تو مفہوم ہوگا کہ میں مامور من اللہ نہیں ہوں۔ اس دلیل بازی میں ایک صریح مغالطہ پڑتا ہے اور تعجب ہے کہ یہ مغالطہ ہوشیار اور ملہم مرزا صاحب سے کیوں نظر انداز ہو گیا کیونکہ اگر کوئی نشان ربانی ہو اور اگر ایک سے زیادہ آدمی اس کے ظاہر کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کے ربانی ہونے میں فرق نہیں آتا، لیکن شاید الہام و منطق کی آپس میں موافقت نہیں، اس لئے مغالطہ کا کوئی مضائقہ نہیں۔ مرزا گورنمنٹ کو نصیحا یہ تحریک کرتا ہے کہ وہ خطا کار انسانوں کی رفاہ کیلئے

اسکو (مرزا کو) امداد دیوے۔ وہ کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ میرا آسمانی نشان دکھلانا مختلف دینی گروہوں میں اتفاق پیدا کر دے اور تمام احمقانہ ٹکراؤں جھگڑوں مذہبی فسادوں اور فرقوں کی باہمی عداوتوں کو قطعی طور پر بند کر دے اور یہ باتیں ایسی خطرناک حد تک پہنچ گئیں کہ ان کے باعث قانون بغاوت کا نفاذ ضروری ہو گیا۔ ظاہراً مرزا کی خواہش یہ ہے کہ قانون بغاوت کی بجائے کوئی زبانی قائم مقام مقرر کرے۔ اور یہ غرض بے شک قابل تحسین ہے لیکن اگر مرزا ایسا نہایت حیرت انگیز معجزہ دکھلانے پر قادر ہے جو آج تک کسی پیغمبر قدیم یا حال نے نہیں دکھلایا یعنی تمام مذہبی و دینی اختلافات و عداوتوں کو مٹانا اور ساری انسانی قوموں کو ایک ہی جبل اتحاد میں جکڑنا، تو وہ اس معاملہ میں گورنمنٹ کی تحریک کا انتظار کیوں کرتا ہے؟ (مضمون نویس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قدرت موجود ہے تو پھر بنظر شفقت علی الخلق قادیانی اس کو فوراً عمل میں کیوں نہیں لاتے؟ الہی بخش) شائد مرزا کا یہ اعتقاد ہے کہ قدرت الہیہ بدون حکم گورنمنٹ ہند کام نہیں کر سکتی سو یہ شاید نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی تعریف ہے جو کسی گورنمنٹ کو آج تک اپنی قدرت کا ملہ کی نسبت حاصل ہوئی ہو۔

مرزا صاحب غور فرمائیں کہ آپ اپنے تراشیدہ قواعد و تدابیر سے کیسے کیسے تمسخر و استہزاء اپنے اسلام پر اور اپنے آپ پر کرتے ہیں؟

﴿ مرزا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے مخالف ہو کر خود رائی سے جس قدر حیلہ و حوالہ و تدابیر شہرت خود بدولت تراشیں گے، اسی قدر ان پر اعتراض و تمسخر ہونگے جن کا جواب معقول مرزا کبھی نہیں دے سکیں گے۔ لہذا مرزا اس میں فکر کریں اور توبہ و استغفار کر کے کتاب اللہ و سنت کو موافق سلف و کبراء امت چنگل ماریں۔ پھر دیکھیں کہ کبھی کوئی اعتراض و تمسخر ان پر قائم نہ ہو سکے گا ﴿ دنیا میں مختلف الاستعداد مخلوق کے باعث اگرچہ بعض نادان کوتاہ فہم و سطحی نظر والے صدق و صادقوں پر بھی معترض ہوتے و استہزاء و تمسخر کرتے رہتے ہیں لیکن ان لغو اعتراضوں کی کچھ ہستی و وقعت نہیں ہوتی۔ ذرا سے تامل و جواب سے وہ ہباء منثوراً ہو جاتے ہیں برخلاف ان تمسخر و اعتراضوں کے جن کا مصنوعی و متکبر دعویٰ در فضیلت کبھی کچھ معقول جواب نہیں دے سکتا۔

﴿ پھر تابعین و منبیین صادقوں کا اللہ تعالیٰ خود حافظ و ناصر و حامی ہو کر بموجب وعدہ اَنَا كَفِينَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (ہم کافی ہیں تجھ کو ٹھٹھا کر نیوالوں سے) انکے معترضین و مستہزئین کے

واسطے کافی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کے ارشادات ذیل سے بھی ان کا حال و حال عیاں ہے:

و ما یا تہم من ذکر من الرحمن محدث الا کانوا عنہ معرضین۔
فقد کذبوا فسیاً تیہم انباء ما کانوا بہ یستہزؤن (اور نہیں آتا ان کے پاس
کوئی نیا ذکر رحمان کی طرف سے مگر ہوتے ہیں وہ اس سے اعراض کر نیوالے۔ جھٹلایا انہوں
نے پس قریب ہے کہ آویٹنگی ان کے پاس خبریں اس کی جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے)
ثم کان عاقبة الذین اساءوا السویء ان کذبوا بآیات اللہ و کانوا
بہا یستہزؤن۔ (پھر برا ہوا انجام ان لوگوں کا جنہوں نے بدی کی، جھٹلایا اللہ کی آیات کو
اور ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے)

و بدا لہم سیئات ما کسبوا و حاق بہم ما کانوا بہ یستہزؤن (اور
ظاہر ہوئی ان کو برائی اس چیز کی کہ کسب کیا انہوں نے اور گھیر لیا ان کو جس کے ساتھ تمسخر
کرتے تھے)

و بدا لہم سیئات ما عملوا و حاق بہم ما کانوا بہ یستہزؤن
(اور ظاہر ہوئی ان کے واسطے برائی اس کی کہ عمل کیا انہوں نے اور گھیر لیا ان کو اس نے جس
کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے)

فلما جاء تهم رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم و حاق
بہم ما کانوا بہ یستہزؤن

(پس جب ان کے پاس آئے رسول ان کے نشانیوں کے ساتھ تو وہ اس علم سے جو ان کے
پاس تھا خوش ہوئے اور گھیر لیا ان کو جس کے ساتھ استہزا کرتے تھے)

فاصابہم سیئات ما عملوا و حاق بہم ما کانوا بہ یستہزؤن۔
ولقد استہزی برسل من قبلک فحاق بالذین سخروا منہم و ما

کانوا بہ یستہزؤن

﴿ چونکہ صادق عباد الرحمن خوب جانتے ہیں کہ ہدایت کا مالک تو وہ خود ہادی جل جلالہ ہے
جس نے فرمایا و الذین اہتدوا زادہم ہدی و آتاہم تقواہم۔ اور ہدایت بھی انہی کے
لئے ہے جن کی نسبت فرمایا و ما یتذکر الا من ینیب۔ و یهدی الیہ من انا ب لہذا وہ
حصول رضا الہی کے واسطے مصروف تعمیل احکام تو ضرور رہتے ہیں لیکن مرزا کی طرح وہ کسی کے تمسخر

وہنسی وغیرہ کا فکر و خیال و پرواہ نہیں کرتے کیونکہ وہ مطمئن ہوتے اور جانتے ہیں کہ جب یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ طرف سے ہے اور ہمارا اس میں کچھ دخل و تصنع نہیں تو خواہ کوئی خوش قسمتی سے قبول کرے یا بدبختی و نادانی سے اعتراض و ہنسی کرے ہمیں کیا؟ انا کفینا ک المستہزئین فرمانے والا خود ہی سمجھ لے گا۔ ہاں جس بناوٹی کی بناوٹ و تراش خراش کا ان الہی امور میں دخل ہوگا اس کو ضرور شرمندہ ہونا پڑے گا۔

﴿ بالآخر مرزا صاحب بھی عاجز کے الہامات و غیرہ کی (جو اکثر آیات قرآن مجید ہوتے ہیں) تکذیب و تحقیر اور ان پر استہزاء کرتے وقت براہ مہربانی ان آیات و ہدایات احکم الحاکمین خالق السموات والارض، جل جلالہ وعم نوالہ کی طرف ضرور خیال فرمائیں۔

﴿ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

جو الہام حقائق معارف سے خالی اور غلطیوں سے بھی پر ہو کسی موافق یا مخالف کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا خاص کر اس زمانے میں بلکہ بجائے فائدہ نقصان کا اندیشہ ہے میں ایمان اور سچائی سے حلقاً کہتا ہوں کہ یہ بات سراسر سچ ہے۔

جواب۔ آپ ایمان سے حلقاً کہنے کی کیوں تکلیف کرتے ہیں یہ عاجز بلا حلف ہی قبول کرتا ہے کہ صحیح اور بالکل سچ ہے جیسا کہ خود بدولت کے الہامات سے فائدہ نہیں ہوا بلکہ بجائے فائدہ مخالفت بڑھی کسی زمانہ کی کیا خصوصیت ہے ہر زمانہ میں یہی حال ہے:

بوئے جنسیت کند جذب صفات

لیکن عاجز تو فائدہ و نقصان وغیرہ کسی چیز کی فکر نہیں کرتا کیونکہ الہامات میں جب کسی بشر کا دخل نہ ہو تو پھر وہ جیسے ہوں، ہوں۔ ہم تو فرمان بردار ہیں مالک خالق خواہ کسی کو فائدہ پہنچا دے یا نقصان اس کا اختیار ہے۔

مابندگان عبودیت شعاریم

فتح و شکست کار نداریم

و بقول سید عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ:

بندہ خدمت گارم و باقبال و ادبار کہ در قدرت و اختیار قادری مختار است کار ندارم۔

ہمارا دخل ہی کیا ہے؟ اپنی فضیلت و شیخی جتانے کو آگے کیوں بڑھیں۔ ہم حسب الحکم و حسب استطاعت و اطاعت و خدمت میں دست بستہ حاضر ہیں آگے وہ جانے اور اس کا کام۔ خود ہمارے

ہاوی علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کو جب اس نے فرمایا:

لست علیہم بمصیطر (تو ان پر داروغہ نہیں)

قل لست علیکم بوکیل (کہہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں)

انک لا تہدی من احببت و لکن اللہ یہدی من یشاء (تحقیق تو جس کو چاہے ہدایت

نہیں دے سکتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)

و ما انت علیہم بوکیل (تو ان پر وکیل نہیں)

ما انت بہا دی العمی عن ضلا لتہم - ان تسمع الا من یو من بآ یا تنا فہم

مسلمون۔ (اور تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت کرنے والا نہیں، تو اسی کو سنا سکتا ہے جو ہماری

آیتوں پر ایمان لائے اور وہ مسلمان ہیں)

لیس علیک ہدا ہم و لکن اللہ یہدی من یشاء فان اعرضوا فما ارسلناک

علیہم حفیظاً (تجھ پر ان کی ہدایت کا ذمہ نہیں لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے پس اگر وہ

اعراض کریں تو ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا)

ان علیک الا البلاغ (تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے)۔ تو پھر کسی اور کی کیا حقیقت ہے

﴿ حقائق و معارف کا بیان کئی جگہ ہو چکا ہے۔

﴿ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

میرے عزیز دوست توجہ الی اللہ کی طرف زیادہ ترقی کریں کہ جیسی جیسی دل کی صفائی

بڑھے گی ایسا ہی الہامات میں فصاحت کی صفائی بڑھے گی یہی بھید ہے کہ قرآن کی وحی

دوسرے تمام نبیوں کی وحیوں سے علاوہ معارف کے فصاحت بلاغت میں بھی بڑھ کر

ہے۔ وغیرہ (الی) بیعت ایک خرید و فروخت کا معاملہ ہے میرا یقین ہے کہ اگر یہ معزز

دوست زیادہ توجہ فرمائینگے تو جلد تران کے الہامات میں ایک کامل رنگ پیدا ہو جائیگا۔

جواب۔ عاجز کی توجہ الی اللہ کا جو محض اسی واہب العطیات و ارحم الراحمین کی عطا و بخشش

ہے مرزا صاحب کو یہ اثر ہوا کہ آپ ایسے ناراض و برہم ہوئے کہ اس کے رد میں یا اس کی ناچیزی

ثابت کرنے کو یہ رسالہ قریباً دو جزو کا تحریر فرما کر بنام نہاد نصیحت شائع فرمایا ہے پس اب اگر عاجز

حسب ارشاد ان کے زیادہ توجہ کرے اور جو کچھ بفضلہ تعالیٰ اس کا زیادہ نتیجہ ہو، اس پر خود بدولت بھی

حسب دستور زیادہ رد فرما کر کوئی زیادہ حجم والا رسالہ شائع فرمانے کا قصد فرماتے ہوں گے؟ جو

ایسی نصیحت عاجز کو فرماتے ہیں۔ ہاں اگر مرزا صاحب نے الہامات مندرجہ ہذا ملاحظہ فرما کر اظہار خوشی فرمایا تو عاجز انشاء اللہ العزیز تعظیم ارشاد میں بعونہ تعالیٰ و تقدس سعی کرے گا۔

﴿ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں کہ قرآن کی وحی تمام نبیوں کی وحیوں سے فصاحت میں بڑھ کر ہے اور عاجز کے الہامات اکثر آیات قرآن ہی ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ، تو پھر محض اظہار فضیلت خود بدولت کیلئے ان کی فصاحت و صفائی پر نکتہ چینی کیوں کرتے ہیں؟ شاگرد مرزا صاحب نے کبیدہ خاطر و برہمی مزاج کی حالت میں ان الہامات کو سنا لہذا خیال نہیں کیا کہ یہ کیسے ہیں؟

﴿ مرزا صاحب کے نوٹ کی عاجز تصدیق کرتا ہے جس دن سے اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے مرزا صاحب کی اصلی حقیقت سے مطلع فرما کر ان کی طرف داری و حمایت چھوڑنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس دن سے رنگ عمدہ اور کچھ اور ہی ہو گیا ہے وہ ناشائستگی و غیرہ کا نقص جاتا رہا ہے جو پہلے کچھ بھی قبض و تحیر کی حالت لاحق تھی وہ مبدل بہ بسط و اطمینان ہو گئی ہے فالحمد للہ یہ بھی غنیمت ہے کہ توجہ الی اللہ کو ترقی فصاحت کی صفائی اور کامل رنگ کا موجب فرمادیا

﴿ ہے ورنہ جو کچھ مرزا کا عمل درآمد اور جس کا دن رات اعلان ہے وہ تو یہی ہے کہ کل ترقی و صفائی اور کامل رنگ و غیرہ نعمائے اسی کے لئے خاص ہیں جو ان کی غلامی و چاکری میں اپنے نفس کو معہ لوازم آپ کے ہاتھ پر بیچ دے۔ اس کو ہاتھ میں ہاتھ ملانے میں سب کچھ زبانی فوراً مل جاتا ہے گو اس کا ثبوت اور نمونہ کبھی دیکھا نہیں گیا۔ اور مرزا یہ تو فرماویں کہ اپنے مقابلہ پر تو آپ کسی دوسرے کی توجہ الی اللہ کی کچھ حقیقت نہیں جانتے تو پھر خود بدولت کے الہامات میں اس قدر عرصہ دراز کے بعد بھی فصاحت اور کامل رنگ کیوں پیدا نہیں ہوا؟ جس کے باعث علماء و مولوی غلطیاں نکالتے ہیں۔

﴿ ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۹ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ جس قدر ہمارے دوست فاضل مولوی عبدالکریم وعظ کے وقت قرآن کے حقائق معارف بیان کرتے ہیں مجھے ہرگز امید نہیں کہ انکا ہزارواں حصہ بھی میرے عزیز دوست کے منہ سے نکل سکے۔ اسکی یہی وجہ ہے کہ الہامی طریق ابھی ناقص اور کسبی طریق بلکہ متروک نہ معلوم کسی محقق سے قرآن سننے کا بھی موقع ہوا یا نہیں۔

جواب۔ ابھی صفحہ ۲۸ ضرورۃ الامام پر حلف اٹھا کر بیان کیا، اب پھر حلف، تعجب ہے کہ مرزا صاحب بدعویٰ اسلام و قرآن دانی ارشاد خداوندی و لا تجعلوا اللہ عرصةً لا یمانکم (اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ) کی پرواہ نہ کر کے اتخذوا ایما نهم جنة فصدوا عن سبیل

اللّٰهُ اَنْتُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے پس روکتے ہیں اللہ کے رستے سے، تحقیق برا ہے جو کچھ کرتے ہیں) والوں میں کیوں داخل ہوتے ہیں؟ اور پھر پیروان و متبعان قرآن کے سامنے بار بار قسمیں اٹھانے میں و لا تطع کلّ حلا ف مہین پر کیوں خیال نہیں کیا؟ مرزا صاحب بے ضرورت حلفوں کی تکلیف نہ کریں، عاجز بلا حلف ہی اس امر کو تسلیم و قبول کر لیتا ہے کیونکہ عاجز نے بطاقت لسانی ذہن آزمائی کی مشق تو درکنار کبھی اس کو چہ میں پاؤں بھی نہیں رکھا اور نہ کبھی خیال کیا بخوف حکم من قال فی القرآن برأیہ فلیتنبؤا مقعدہ من النار (جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے وہ اپنی جگہ دوزخ میں تیار کر لے)

من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطی (جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کہے اور صواب کو پہنچے تو بھی خطا کار ہے)۔

اور حضرت معاذؓ والی حدیث کا آخری حصہ بھی مد نظر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا:

تکلثک امک یا معاذ هل یکتب الناس فی النار علی و جوہم او علی مناخرہم الا حصائد السننہم (لوگ آگ میں مونہوں اور تھنوں کے بل اپنی زبانوں کی کاٹ کے سبب سے ہی گرائے جائیں گے)۔

مرزا صاحب تو ہزار مر حصہ فرماتے ہیں عاجز کی کیا مجال کہ لاکھواں بلکہ کروڑ مر حصہ کے بیان کرنے کا بھی دعویٰ کرے اور عاجز کو اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں کہ آپ عاجز کے الہامی طریق کو بزبان خود اپنے مرید کے مقابل ناقص کہہ کر کسی طریق کو بگلی متروک کہیں۔ گو مولوی صاحب کو خود اپنے ملہم ہونے کا یقین نہ ہو کیونکہ آج تک عاجز نے ان کا دعویٰ الہام یا کوئی الہام ان کا نہیں سنا۔ ہاں مولوی صاحب کی چونکہ مرزا صاحب خود نہایت خاطر تواضع خدمت و مدارات کرتے رہتے ہیں لہذا مولوی صاحب بھی اس کے عوض نہ میں ہر خطبہ و موقعہ پر مرزا صاحب کی گونا گوں مدح و ثنا کرنے میں حتی الوسع نہایت ہی مصروف و مبالغہ کرتے رہتے ہیں کیونکہ اس کام کے سوائے اور کوئی خدمت بھی بظاہر مولوی صاحب کے ذمہ نہیں اور یہی کام مرزا صاحب کو نہایت پسند خاطر و مرغوب طبع ہے لہذا اسی کو حقائق و معارف جانتے اور اسی کی تعریف کر کے کہتے ہیں کہ ان کا ہزار مر حصہ بھی عاجز کے منہ سے نہیں نکل سکتا، اور یہ کہنا مرزا کا صحیح و درست ہے۔ عاجز پر کیا موقوف کوئی مخلص مومن اپنا مشغل ذکر اللہ عز و جل و عبادت الہی ترک کر کے محض خاطر تواضع کے سبب مرزا کی خلاف واقعہ غیر صحیح مخالف شریعت مدح و ثنا میں مصروف ہو کر اپنی تصبیح اوقات و عمر را نگاں کیوں کر

کر سکتا ہے؟ مولوی صاحب کے حقائق و معارف کا ذکر باب سوم میں آتا ہے۔

﴿ ہاں مرزا نے بھی خود بدولت کا عرفی کسی سلسلہ کبھی نہیں بیان فرمایا کہ کس بزرگ سے یہ کمال کسب فرما کر حاصل کیا ہے جس طرح کہ عاجز اپنے امام و پیر و مرشد سید عبداللہ غزنویؒ کے فیض صحبت و تعلیم کا مقرر و مشکور ہے اور اسی طرح دوسرے فقراؤں میں بھی اپنے اپنے مشائخ و سلسلہ کے قائل و مداح ہیں۔ اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ کوئی عرفی کسی سلسلہ نہیں بلکہ، خواندم دردبستان محمد، اور براہ راست تعلیم دبستان کریم سے ہے جیسا کہ شہادۃ القرآن کے صفحہ ۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ: خدا تعالیٰ نے میرے دل کو دنیا سے پھیر دیا ہے اور اپنی محبت سے بھر دیا نہ میری کوشش سے بلکہ اپنے فضل و کرم سے،۔

تو اس صورت میں دوسرے عاجزوں کے واسطے اس کو کیوں محال و مسدود خیال فرماتے ہیں؟ کیا ضرور ہے کہ اس شہنشاہ عالی جاہ کی رحمت محدود و خرچ ہو چکی ہوئی خیال کریں یا کہ الہام عاجز قل لو کنتم تملکون خزائن رحمت ربی اذا لا مسکتتم خشية الا نفاق کے مرزا صاحب بار بار خواہ نخواہ مصداق بنیں۔ ایسے تفاخر بلند پروازی و شیخی کے الفاظ کے مقابلہ پر براہ مہربانی عاجز کے الہامات:

انّی مہین لمن اراد اہانتک (جو تیری اہانت کا ارادہ کرے میں اس کو ضرور ذلیل کرنے والا ہوں)

ہجّ تو مے را خدا رسوا نکرد تا دلے صاحب دلے نامد بدرد

انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم (تحقیق اللہ قوم کی نعمتوں

میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنے حالات نہ بدلے)

وغیرہ پر توجہ فرمائیں۔ مرزا صاحب تحقیر فرما کر ان کو ناقص فرمائیں لیکن جب عاجز روز بروز ان کو اسی طرح پورا واقع ہوتا دیکھتا ہے تو عاجزان کو ایسا کیوں کر خیال کر سکتا ہے؟ اور کسی طریق سے مرزا صاحب کی یہی مراد معلوم ہوتی ہے کہ ان کی بیعت کر کے حاصل کیا جائے۔ سو اس میں معذوری ہے کیونکہ عاجز طرح طرح سے اس سے روکا جاتا ہے۔

﴿ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے محض اپنے فضل و کرم سے الہاماً اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اکثر پڑھایا جاتا ہے کئی سورتیں اور کتنا ہی حصہ پڑھ چکا ہوں۔ اگرچہ اول بھی کچھ کچھ اپنے شیخ مرحوم کی صحبت میں پڑھا تھا جو اپنے وقت میں امام اہل قرآن تھے.. دوسرے کسی محقق سے قرآن مجید سننے

کا کیا عرض کروں مرزا کو اختیار ہے جو چاہیں فرمائیں لیکن اس ارشاد و من لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض و لیس له من دونہ اولیاء اولئک فی ضلال مبین (جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کو قبول نہ کرے پس وہ زمین میں عاجز کرنے، بھاگنے، والا نہیں اور اسکے واسطے اللہ کے سوا کوئی والی نہیں اور وہ لوگ گمراہی ظاہر میں ہیں) پر بھی ضرور غور فرمائیں

❖ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہم انکار نہیں کرتے کہ آپ پر علم لدنی کے چشمے کھل جائیں مگر ابھی تو نہیں۔ خوابوں اور کشفوں پر استعارات و مجازات غالب ہوتے ہیں مگر آپ نے اپنے خواب کو حقیقت پر حمل کر لیا۔

جواب۔ الحمد للہ کہ کسی کے انکار و اقرار کی لدنی علم میں کچھ مداخلت نہیں۔ ثم الحمد للہ کہ یہ نعمت بلکہ ہر نعمت اس مالک علیم نے اپنے ہی قبضہ قدرت میں رکھی ہوئی ہے۔ اگر کسی ایسے بخیل و ممسک تنگ دل و تنگ چشم کا دخل و اختیار ہوتا جو کسی دوسرے پر نعمت الہی دیکھ نہیں سکتا تو اذا الامسکتکم خشية الانفاق والا ہی معاملہ کرتا۔

❖ مرزا صاحب کا مگر، ابھی نہیں، کہنا تب معقول و بجا تھا کہ مرزا صاحب نے سوائے اپنے مریدوں کے کسی دوسرے غریب مسلمان پر لدنی علم کے چشمے کھلے ہوئے قبول فرمائے ہوتے۔ لیکن جس حالت میں سوائے خود بدولت کے کسی اور کو اس کا مستحق و مستفیض خیال ہی نہیں فرماتے اور نہ امید کہ بایں حالات و دعاوی آئندہ کو بھی کسی دوسرے کیلئے جائز رکھیں تو پھر یہ قول ہی فضول ہے خیر آپ سے اتنا بھی غنیمت ہے کہ عاجز پر لدنی علم کے چشمے کا دروازہ بالکل بند نہیں فرمادیا بلکہ اس کے قابل امیدواروں میں گو، ابھی نہیں، داخل تو کر لیا ہے۔

❖ بے شک خوابوں اور کشفوں پر استعارات و مجازات غالب ہوتے ہیں اور اسی لئے عاجزان کو جب تک کتاب اللہ و سنت کے موافق نہ پاوے ان پر ہرگز اعتبار نہیں کرتا۔ یہ مرزا صاحب ہی ہیں کہ خود بدولت کے ذرہ ذرہ خیالات و اوہام کو بھی الہام و وحی کا درجہ دیتے ہیں۔ بنا براں اخیر پر ان کو ندامت و شرم سے تاویلیوں کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

❖ مرزانے یہ کیونکر فرمایا، عاجز نے تو خواب کو ہرگز حقیقت پر حمل نہیں کیا۔ یہ تو آپ کے مریدین ہیں کہ مجازات و استعارات تو درکنار خود الہام میں بھی فرق نہیں کر سکتے اور تس پر بھی خود بدولت انکے اشتہاری سرفیکمیوں کو جو آپ کے تراش خراش و درستی کے بعد طبع ہوتے ہیں بسر و چشم

فخر قبول کر لیتے ہیں اور ان پر یہ خیال ہرگز نہیں آتا کہ خوابوں کو حقیقت پر کیوں حمل کر لیتے ہیں۔
 ﴿ مرزا صاحب کے مخالف عاجز کے بہت الہامات ہیں اور ہوتے رہتے ہیں اور جس حالت میں کہ وہ خواب تصدیق اور بعینہ پورا ہو گیا، تو اب اگر اس کو حقیقت پر بھی حمل کریں تو کیا مضائقہ کیونکہ وہ اسی طرح واقع ہو چکا۔ عاجز نے اپنا خواب صرف خواب ہی کے طور پر بیان کیا تھا جس کے آپ خود مقرر ہیں، تو لازم تھا کہ آرام سے آپ اس کی تعبیر فرماتے، نہ کہ جوش میں آکر اپنی فضیلت کے اظہار کے لئے رسالہ لکھ مارتے۔

مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ پر قادیانی اتہامات

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

مجدد صاحب سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے طفیل خلیل اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہ نے دیکھا تھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے مگر انہوں نے باعث بسط علم کے وہ خیال نہ کیا جو آپ نے کیا، بلکہ تاویل کی۔

جواب۔ امام ربانی مجدد الف ثانی نے یہ الفاظ تو نہیں فرمائے جو آپ نے ان کی عبارت سے نکال کر فرمائے ہیں اور نہ انہوں نے کوئی تاویل کی ہے بلکہ جہاں اس امر میں کچھ تحریر فرمایا ہے وہاں صاف موجود ہے:

چہ آں فردایں کمال را بختا بعت آن نبی یافتہ است و بطفیل او بایں دولت رسیدہ۔ پس آں کمال فی الحقیقت از ان نبی ست و نتیجہ متابعت اوست و آن فرد بیش از خادم او نیست کہ از خزائن او خرچ کردہ لبا سہائے مزیت طیار کردہ می آرد کہ باعث حسن و جمال مخدوم میگردد و در عظمت کبریائی اومی افزائد۔ الخ۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ان ہی معارف امام ربانی کی شرح میں اول بہت کچھ تحریر فرما کر پھر فرمایا ہے:

واگر تحقیق دانشمندانہ در حل این اشکال سردہیم میتوانیم گفت کہ غرض شیخ اثبات اصل خلت است آنحضرت ﷺ در اول امر بغیر توسط و اثبات توسط خود در فیضان خلت بر بنی آدم بان معنی کہ بتوسط او بعد ہزار سال مردماں حصہ از ان خلت یافتند و در این جا

خدا شہ نئی آید زیرا کہ فضائل اضافیہ مثل مقتداء و متبوع عجم شدن بتوسط خلفاء متحقق شدہ است و ہم چنین ہر عالمے کہ بسبب اوجہی مہندی شوند و اتباع حضرت خاتم الانبیاء ﷺ درست کنند آں عالم واسطہ عموم دعوت و مقتداء بودن آنحضرت ﷺ مرآن قوم را خواهد بود انکار آن مکابرہ است و الحمد للہ۔

ایسا ہی شاہ ولی اللہؒ کو تعلیم کے طور پر بیعت کرنے کا طریق اگر آنحضرت ﷺ نے سکھایا تو یہ بھی کوئی تاویل طلب امر نہیں۔ فیوض الحرمین میں شاہ صاحبؒ نے کئی جگہ اس تعلیم کا حال لکھا ہے چنانچہ مشہد ۷ میں فرمایا کہ:

مجھ کو سا لک بنا یا خود آپ ﷺ نے اور آپ نے تربیت فرمائی میری۔ پس میں اویسی ہوں اور شاگرد ہوں رسول اللہ ﷺ کا بلا واسطہ کسی کے۔

مشہد ۱۸ میں فرمایا کہ:

عطا کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے کالبد اپنے رستہ کے سلوک کا بواسطہ رسول اللہ ﷺ کے اور باعث عطا کا ہوئی ان کی روح مکرم۔

مشہد ۲۶ میں فرمایا:

فیض صحبت رسول اللہ ﷺ سے مجھ پر کھل گئے بہت علوم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے۔

مشہد ۲۸ میں فرمایا:

افاضہ ہوئی مجھ پر جناب مقدس رسول اللہ ﷺ سے کیفیت بندہ کی ترقی کی اپنی چیز سے چیز قدس کی طرف۔ الخ

مشہد ۳۳ میں فرمایا: مستفید ہوا میں جناب نبی ﷺ سے۔

اور انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مفصل تحریر فرمایا ہے:

در عالم باطن ارتباط این فقیر از جہت بیعت و صحبت و خرقة و فیض توجہ و تلقین بجناب عالی حضرت پیغمبر ﷺ است و تفصیل این اجمال آنکہ فقیر در واقعہ دید کہ بخدمت آنحضرت ﷺ رسیدہ است و مقابل آنحضرت ﷺ نشستہ نخست آنحضرت ﷺ صورت مثالیہ افاضہ فرمودند۔

اس جگہ بعد تشریح مراتب و حالات کے فرمایا:

چوں ایں معرفت جلیلہ بجا طرم جا گرفت آنحضرت ﷺ متبسم کناں سراز جیب مراقبہ

بیرون بیرون آوردند و دودست خویش برداشتند و اشارت فرمودند بہ بیعت و مصافحہ ایں فقیر برخواست و زانو بزانو متصل ساختہ دودست خود در میان دودست آنحضرت ﷺ نہاد و بیعت کرد و بعد از فراغ از بیعت چشم فرو بستند و ایں فقیر نیز در حضور مبارک چشم بستہ متوجہ شد انگاہ ہماں نسبت خاصہ کہ سابقاً علم آں دادہ بود ندعطا فرمودند فاحطت بھا علما و حاشا دریں واقعہ بیچ کلمہ و کلام در میان نہ بود و افاضہ روحانیہ بود با اشارت و فعل۔

و چون ایں فقیر بزیاارت مدینہ منورہ رسید و مدتے بر قبر مبارک متوجہ شد مراتب جذب و سلوک ہمہ از ابتداء تا انتہاء در نظر آنحضرت ﷺ طی کر دآنگاہ ایں فقیر را بزکی و حکیم ملقب ساختند و طریقہ عنایت فرمودند و آنچه در علم مشکلات داشتیم پرسیدیم جواب باصواب اکثر آں چیز ہا در رسالہ فیوض الحرمین نوشتہ ام و بیان طریقہ در رسالہ ہمعات میرشد؟

شاہ ولی اللہؒ نے تو اپنی بیعت کا ذکر اس طرح لکھا ہے جو بیان ہوا اور مرزا نے لکھ دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اگر اسی بیعت بیان فرمودہ شاہ صاحب کو مرزا صاحب نے اس پیرایہ عبارت میں بہ لیاقت سلطان القلمی و امانت و دیانت امام الزمانی ڈھالا ہے تو بجز انا لله و انا الیہ را جعون پڑھنے کے اور کیا کہا جاوے۔

﴿ امام ربانی مجدد الف ثانی و شاہ ولی اللہ ہر دو صاحب کمال تابع کتاب اللہ و سنت تھے اور اس لئے حیلہ و فریب نفس و شیطان سے بفضلہ تعالیٰ و تقدس خوب ماہر و واقف تھے لہذا انہوں نے ہر موقع پر عبودیت ہی کو مدنظر رکھا۔ اگر خدا نخواستہ مرض تعالیٰ و تفاخر و ہم چومن دیگرے نیست میں مبتلا ہوتے تو شاید حالات و کمالات پر خیال کر کے مثل ناواقفوں و خود پسندوں کے کچھ کا کچھ بن بیٹھتے لیکن نہیں بنے۔ اور یہ ہی راتخین فی العلم و اہل کمال کی شان ہے۔ مرزا بھی اس پر توجہ فرماویں۔

﴿ مرزا صاحب نے ان ہر دو حضرات کی بسطت علم کا اقبال و اعتراف فرمایا ہے تو ان کی نصائح و اقوال متبرکہ پر بھی توجہ فرمائیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی کے نصائح کا ذکر کئی جگہ اس کتاب میں ہوا ہے۔ خاص کر فضیلت مرتبہ عبودیت قابل ملاحظہ مرزا صاحب ہے کہ اس کو اپنے تفاخر و تعالیٰ و بلند پروازی سے موازنہ کریں کہ کس قدر بعد المشرقین ہے۔

﴿ امام مہدوح نے اپنے مکتوب میں شیخ عبد اللہ کو کتاب تبصرۃ الرحمن بعد مطالعہ واپس

فرماتے وقت تحریر فرمایا:

مصنف اس کتاب خلیہ میل بزم فلاسفہ دارد و وزد یک است کہ حکماء را عدیل انبیاء سازد۔ آیتہ در سورۃ ہود بنظر درآمد کہ بیان آن را بطرز حکماء کہ خلاف طور انبیاء است علیہم الصلوٰۃ والتحیات کردہ است و تسویہ در میان انبیاء و حکماء ارادہ و گفتہ است در میان کریمہ اولئک الذین لیس لہم فی الآخرة الا النار باتفاق الحکماء الا النار المحسسی باوجود اجماع انبیاء اتفاق حکماء چہ گنجائش دارد؟ و در عذاب اخروی قول شانرا چہ اعتبار است؟ علی الخصوص کہ مخالف اقوال انبیاء بود۔ فلاسفہ کہ عذاب عقلی اثبات می نمایند مقصود دفع عذاب حسی است کہ اجماع انبیاء بر ثبوت آن واقع شدہ است۔ در مواضع دیگر آیات قرآنی را موافق مذاق حکماء بیان میکند ہر چند مخالف مذہب مسکین نبود مطالعہ اس کتاب بے ضرر ہائے خفیہ بلکہ جلیہ نیست انظہار اس معنی لازم دانستہ بچند کلمہ متصدع گشت۔ والسلام فقط۔

مکتوب بست و سوم میں فرمایا کہ انبیاء عالمیان کے لئے رحمت ہیں۔ انہی بزرگوں کی بعثت کے ذریعہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہم ناقص عقلمان و قاصر ادراکان کو اپنی ذات و صفات سے خبر دے کر باندازہ فہم کو تہ اپنے کمالات ذاتیہ و صفاتیہ مراضی و نامراضی پر اطلاع بخشی۔ اگر ان کے وجود شریف کا تو سل نہ ہوتا تو عقول بشری اثبات صانع تعالیٰ سے عاجز اور ادراک کمالات او سبحانہ میں ناقص و قاصر رہتیں۔ قدام فلاسفہ جو اپنے آپ کو اکابر اباب عقول سمجھتے ہیں منکر صانع گزرے ہیں اور اشیاء کو نقصان عقل کے سبب دہر پر منسوب کرتے۔ چنانچہ مجادلہ نمرود بادشاہ کا محضرت خلیل اللہ در اثبات خالق السماوات والارض مشہور ہے اور قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے۔ بالجملة عقل اس دولت عظمیٰ کے اثبات میں قاصر ہے اور بدون ہدایت انبیاء اس دولت سرانگ اس کی رسائی نہیں۔ جب انبیاء کی دعوت بخدائے خالق زمین و زمان بتواتر شہرت پا کر ان بزرگوں کا کلمہ بلند ہوا تو ہر زمانہ کے صفہاء جن کو ثبوت صانع میں تردد تھا اپنے تیج پر مطلع ہو کر بے اختیار وجود صانع کے قائل ہو گئے۔ یہ نور انوار انبیاء سے مقتبس ہوا اور یہ دولت انہی کے خون سے ظاہر ہوئی اسی طرح جو تبلیغ انبیاء سے ہم کو پہنچا نسبت صفات کمال واجبی جل سلطانہ بعثت انبیاء، عصمت ملائکہ، حشر و نشر، وجود بہشت و دوزخ، تنعم و تعذیب دائمی وغیرہ جن پر شریعت ناطق ہے عقل اس کے ادراک میں قاصر ہے اور بغیر سماع ان بزرگوں سے ان کے اثبات میں ناقص وغیر مستقل۔

جس طرح طور عقل، طور حسی کے علاوہ ہے کہ جو کچھ جو جس سے مدرک نہ ہو عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے، اسی طرح طور نبوة علاوہ طور عقل کے ہے جو عقل سے سمجھا نہیں جاتا بتوسل نبوت سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اور جو کوئی سوائے طور عقل کے اور کوئی طریقہ معرفت اثبات کا نہیں مانتا فی الحقیقت وہ منکر طور نبوة و مصادم بداہت کا ہے۔ پس وجود انبیاء سے چارہ نہیں تاکہ شکر منعم جل سلطانہ جو عقلاً واجب ہے اس کی طرف دلالت کریں اور تعظیم مولیٰ جل و علا جس کا تعلق علم و عمل سے ہے اسی سے معلوم کر کے ظاہر کریں کیونکہ تعظیم او تعالیٰ جو او سبحانہ سے مستفاد نہ ہو وہ اس کے شکر کے شایان نہیں اس لئے کہ قوت بشری اس کے ادراک میں عاجز ہے۔ اغلب ہے کہ غیر تعظیم او سبحانہ کو تعظیم اور عالی سمجھ کر شکر سے جھوکی طرف چلے جاویں۔ طریق استفادہ و تعظیم آنحضرت جل شانہ از آنحضرت تعالیٰ و تقدس مقصور بر نبوة و منحصر بہ تبلیغ انبیاء کے ہے اور الہام اولیاء انوار نبوت سے مقتبس ہے اور برکات و فیوض متابعت انبیاء سے۔ اس امر میں اگر عقل ملکی ہوتی تو فلاسفہ یونان جنہوں نے عقل کو اپنا پیشوا بنایا ہوا تھا وہ بادیہ ضلالت میں نہ رہتے اور حق سبحانہ کو سب سے زیادہ شناخت کرتے حالانکہ وہ جاہل ترین مردم ذات و صفات واجبی جل سلطانہ میں ہیں کہ حق سبحانہ کو بے کار و معطل جان کر اپنے پاس سے عقل فعال تراش کر حوادث کو خالق سماوات و ارض سے علیحدہ کر کے اس سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ حق سبحانہ اپنے آپ کو خالق السماوات و الارض رب المشرق و رب المغرب فرماتا ہے۔ ان سفیہوں کو اپنے زعم فاسد میں حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے کوئی احتیاج نہیں اور نہ اس ذات پاک سے کچھ سرنیاز۔ ان کو چاہیے کہ اضطرار و احتیاج کے وقت بھی اپنی عقل فعال کی طرف ہی رجوع کریں اور اسی میں اپنی قضاء حاجت چاہیں کیونکہ معاملہ کو جو اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ عقل فعال جب ان کے نزدیک موجب ہے نہ مختار تو قضاء حاجت اس سے چاہنا بھی معقول نہیں انّ الکافرین لا مولیٰ لہم (تحقیق کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں)۔ عقل فعال کی کیا حقیقت کہ سرانجام اشیاء و حوادث اس پر موقوف ہو؟ اس کے خود نفس و وجود و ثبوت میں ہزار سخن ہیں کیونکہ اس کے تحقیق و حصول کی بنا مقدمات زرا ندودہ فلسفہ پر ہے جو بمقابلہ اصول فقہ اسلامیہ کے نا تمام و نافر جام ہیں۔ ابلیہی و بے عقلی ہوگی کہ اشیاء کو قادر مختار جل شانہ سے الگ کر کے ایسے امر موہوم کی طرف نسبت کریں بلکہ اشیاء اپنے عدم پر راضی و خورسند ہو کر ہرگز موجود ہونے کی آرزو نہ کریں گے اس لئے کہ ان کے ظہور و وجود کی نسبت ایک سفسطی کی تراشیدہ شے کی طرف کی جائے اور وہ سعادت انتساب بقدرت قادر مختار جل سلطانہ سے ممنوع ہوں کبرت کلمۃ

تخرج من افوا هم ان یقولون الّا کذباً (بڑی بات ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، یہ نرا جھوٹ بولتے ہیں)

کفاردارالحرب باوجود بت پرستی ہاں جماعت سے اچھے ہیں کی تنگی کے وقت حق تعالیٰ سبحانہ سے التجا کرتے اور بتوں کو وسیلہ شفاعت کا پیش کرتے ہیں۔ عجب ہے ان سفہاء کو حکماء کہتے ہیں اور حکمت منسوب کرتے ہیں اور اکثر احکام ان کے خصوصاً الہیات میں کہ مقصد اسی سے ہے کہ ذہبہ ہیں اور مخالف کتاب و سنت۔ باوجود سراسر جہل مرکب کے جو ان کے حصہ میں ہے اطلاق حکماء ان پر کس اعتبار پر کیا جاوے؟ مگر برسبیل تحکم و استہزاء کہا جاوے و یا جیسا اطلاق بصیر کا اعمیٰ پر ہوتا ہے؟ ان سفہاء میں سے ایک جماعت نے جو بغیر التزام طریق انبیاء کے بتقلید صوفیا الہیہ جو ہر عصر میں متبعان انبیاء سے ہوتے رہے ہیں طریق ریاضت و مجاہدات اختیار کیا اور اپنے وقت کی صفائی پر مغرور ہو کر اپنے خواب و خیال پر اعتماد کیا اور کشف خیالی کو اپنا مقتداء بنا کر گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ صفائی صفائی نفس ہے جو ضلالت کی طرف لے جاتی ہے برخلاف صفائی قلب کے جو در پیچہ ہدایت کا ہے اور صفائی قلب وابستہ بتنابعث انبیاء کے ہے اور تزکیہ نفس کا مربوط بصفائی قلب اور اس کی سیاست کے ہے جو خاص نفس کیلئے ہو۔ بالجملہ طریق ریاضت و مجاہدات درمنگ؟ طریق نظر و استدلال تب قابل اعتبار و اعتماد ہوتا ہے جب مقرون بتصدیق انبیاء ہووے جو وہ حق جل و علا کی طرف سے تبلیغ کرتے ہیں اور بتائید اور سبحانہ مؤید ہیں۔ ان بزرگواران کا کارخانہ بزول ملائکہ معصومین کید و مکر دشمن لعین سے محفوظ ہے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں) ان کے نقد وقت ہے اور دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی اور نہ دام نافر جام لعین سے رہائی متصور تا وقتیکہ التزام متابعت انبیاء کریں اور انہی کے اثر قدم پر چلیں

حال است سعدی کہ راہ صفا تو ان رفت جز در پے مصطفیٰ

عجب معاملہ ہے عقول ناقصہ فلاسفہ گویا در طرف نقیض بطور نبوتہ پڑی ہیں مبدا اور معاد دونوں میں، اور ان کے احکام مخالف احکام انبیاء ہیں، ان کا نہ ایمان باللہ درست اور نہ ایمان بالآخرة۔ قدم عالم کے قائل ہیں حالانکہ حدوٹ عالم کبھیج اجزا پر اجماع نہیں ہے اسی طرح انشقاق سماوات و انتشار کواکب و اندکا ک جبال و انفجار بحار جو بروز قیامت موعود ہیں اس کے بھی قائل نہیں۔ حشر اجساد و نصوص قرآنی کے منکر۔ ان کے متاخرین جو اپنے کوزمرہ اسلام میں داخل کرتے ہیں وہ بھی

اسی طرح اصول فلسفہ پر راسخ ہیں اور قدم سماوات و کواکب وغیرہ کے قائل اور ان کے عدم فنا و ہلاک پر حکم کرتے ہیں ان کا زور تکذیبِ نصوصِ قرآنی پر اور ان کے حصہ میں انکارِ ضروریاتِ دین ہے۔ عجب مومن ہیں کہ خدا تعالیٰ و رسول ﷺ پر لائے لیکن جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا وہ قبول نہیں:

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفیہ پس کل آن ہم سفیہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است انہوں نے ایسے آلہ کے تعلیم و تعلم میں جو خطائے فکری سے بچانے والا تھا اپنے کو مصروف تو کیا اور اس میں باریکیاں بھی نکالیں چونکہ قصدِ اقصائے ذات و صفاتِ افعالِ واجبی علی سلطانہ نہ تھا (گویا نیت صحیح و درست نہ تھی) لہذا اپنے ہاتھ و پاؤں کو کھو بیٹھے اور آلہِ عاصمہ کو چھوڑ کر خطبوں میں پڑ کر مہلک بیابانِ ضلالت میں رہ گئے۔ مثل اس شخص کے جو سال ہا سال آلاتِ حرب طیار کرے اور بوقتِ حرب اپنے ہاتھ و پاؤں کھو کر ان کو کام میں نہ لائے۔ لوگ علومِ فلسفہ کو منسق و منتظم جان کر خطا و غلطی سے محفوظ خیال کرتے ہیں بر تقدیر تسلیم یہ بھی ان علوم میں صادق ہوگا کہ ان میں عقل کو استقلال ہے جو خارج از بحث و داخل دائرہ مالا یعنی ہیں۔ اور ان کا آخرت سے جو دائمی ہے کچھ کام نہیں اور نجاتِ اخروی کا ان سے کچھ ربط نہیں۔ بات تو ان علوم میں ہے کہ عقل ان کے ادراک میں عاجز و قاصر ہے اور وہ طورِ نبوت سے مربوط ہیں اور نجاتِ اخروی ان سے وابستہ ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رسالہ منقذ من الضلال میں فرماتا ہے کہ علمِ طب و علمِ نجوم کو فلاسفہ نے کتبِ انبیاء سے سرقتہ کیا اور خواصِ ادویہ وغیرہ جن کے ادراک میں عقل قاصر ہے، ان کو صحف و کتبِ منزلہ بانبیاء سے اقتباس کیا۔ علمِ تہذیبِ اخلاق کتبِ صوفیہ الہیہ سے جو ہر عصر میں ہر امت پیغمبر میں ہوتے رہے فلاسفہ نے اپنی اباطیل کے رواج دینے کیلئے چرایا۔ پس یہ تینوں معتبر علوم تو ان کے چرائے ہوئے ہیں اور جو خطبہ علمِ الہی، ذات و صفاتِ واجبی جل سلطانہ میں انہوں نے کیا ہے اور ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ میں جو مخالفتِ نصوصِ قرآنی سے کی، اس کا کچھ ذکر ہو چکا ہے۔ باقی رہا علمِ ہندسہ و مثل اس کے جس کو ایک طرح کی ان سے خصوصیت ہے اگر وہ بھی منسق و منتظم ہووے تب بھی وہ کس کا رآمد اور کس عذاب و وبالِ آخرۃ کو دور کر سکتا ہے، علامۃ اعراضہ تعالیٰ عن العبد اشتغاله لا یعنیه (بندہ کا لغو امور میں مشغول ہونا، یہ علامت ہے اللہ کے اعراض کی اس سے)۔ جو کچھ آخرت میں بکار نہ آوے لایعنی ہے۔ منطبق جو علمِ الہی ہے اور اس کو خطا سے بچانے والا کہتے ہیں وہ ان کے کام نہ آیا اور مقصدِ اصلی میں غلطی اور خطا سے ان کو نہ نکالا، تو دوسروں کے کس کا رآمد ہو سکتا ہے اور خطا

سے بچا سکتا ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب۔ (اے ہمارے رب اپنی ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، تحقیق تو یہی عطا فرمانے والا ہے)

بعض آدمی ناواقف جو تسویلات (سخن آرائی) فلاسفہ کے گرویدہ ہیں وہ ان کو حکماء جان کر انبیاء کے ہم پلہ جانتے ہیں بلکہ قریب ہے کہ ان کے کا ذہبہ علوم کو صاف دقتہ جان کر شراعیع انبیاء پر مقدم کریں۔ اعاذنا للہ سبحانہ عن هذا الاعتقاد (ایسے اعتقاد سے اللہ ہم کو اپنی پناہ میں رکھے) جب کہ ان کو حکماء جانتے اور ان کے علم کو حکمت کہتے ہیں تو ناچار اس بلا میں پڑے کیونکہ حکمت عبارت علم شے سے ہے جو مطابق نفس الامر ہو اور جو علم اس کے مخالف ہو گا وہ غیر مطابق نفس الامر کے ہو گا۔ بالجملہ ان کے اور ان کے علوم کی تصدیق مستلزم تکذیب انبیاء و تکذیب علوم انبیاء ہے کیونکہ یہ ہر دو علوم ایک دوسرے کے نقیض پڑے ہیں ایک کی تصدیق دوسرے کی تکذیب کی مستلزم ہے۔ پس جو چاہے ملت انبیاء کا التزام کر کے حزب حق جل و علا اور اہل حیات میں سے ہو اور جو چاہے فلسفی بن کر گروہ شیطان میں داخل و خاسر و خائب ہو قال اللہ تعالیٰ: فمن نشاء فلیؤمن و من نشاء فلیکفر (جو چاہے مؤمن بنے اور چاہے کفر کرے)

انا اعتدنا للظالمین نارا.. الخ۔ (ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے) و السلام علی من اتبع الهدی و التزم متابعة المصطفیٰ علیہ و علی جمیع اخوانہ من الانبیاء الکرام و الملائکة العظام الصلوات و التسلیمات اتمھا و اکملھا

ان حالات و مقالات طیبہ کی دیکھا دیکھی مرزا صاحب بھی پہلے شروع تو اسی طرح ہوئے تھے جیسا ان کی کتاب سرمہ چشم آریہ و اس بیت سے ظاہر ہے:

فلسفی را چشم حق بین سخت نابینا بود گرچہ بیکن باشد و یا بوعلی سینا بود

لیکن تہیدستی قسمت و نامساعدت بخت و نامحرمی سلوک کے سبب اس حالت پر قائم نہ رہے اور اب تو حکماء و فلاسفہ کی تقلید و ان کے مسلمات و اقوال کے ایسے شائق و گرویدہ ہوئے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات کے مقابلہ پر بھی انہی کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ:

نیا و پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ انسان اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہریر تک پہنچ سکے۔

کبھی مرزا صاحب کہتے ہیں:

علم طبعی کی تحقیقاتیں ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں کی ہوا ایسی مضر صحت ہے کہ اس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ انسان سطح زمین سے چھ میل تک صعود کر کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ کبھی کہتے ہیں کہ بہر حال اس بات کو ماننا پڑتا ہے جو ڈریپر نے بیان کی ہے۔

اور تفسیر اور اپنے حقائق معارف بھی خلاف سلف صالحین حسب مذاق حکماء فلاسفہ بے بصیرت ہی کرتے ہیں۔ غور کریں کہ جن اہل اللہ کے بسطت علم و بزرگی کے آپ قائل ہیں ان کے فلسفہ و فلسفیوں کی نسبت کیا خیالات ہیں؟

امام ربانی مجدد الف ثانی کا مکتوب صدم بھی نہایت قابل توجہ ہے جو آپ نے ملا حسن کشمیری کے سوال پر تحریر فرمایا جب ملا صاحب نے پوچھا کہ شیخ کبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں۔ اس کے جواب میں مجدد صاحب نے فرمایا:

مخدوم فقیر راتاب استماع امثال این سخناں اصلا نیست، بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجہ آن نمیدہد۔ قائل آں سخنان شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی۔ کلام محمد در کارست نہ کلام محی الدین عربی و صدر الدین قونوی و عبد الرزاق کاشی۔ مارا بالنص کاراست نہ بنفس۔ فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ مستعنی ساختہ است۔ حق تعالیٰ در کلام مجید خود را بعلم غیب خود می ستاید و خود را عالم الغیب می فرماید۔ نفی علم غیب کردن از وسبحانہ بسیار مستفح؟ و مستنکر است و فی الحقیقت تکذیب است مر حق را سبحانہ را غیب را معنی دیگر گفتن از شاعت نمی برآرد کبرت کلمتہ تخرج من افواہهم۔ فیالیت شعری ما حملہم علی التقوہ با مثال ہذہ الکلمات الصریحہ فی خلاف الشریعہ (بڑی بات ان کے منہ سے نکلی ہے، افسوس ہے کیا شے ان کو ایسے کلمات صریح شریعت منہ سے نکلنے کی محرک ہوئی) منصور اگر انا الحق گوید و بسطامی سبحانی معذور اند و مغلوب اند در غلبات احوال اما میں قسم کلام مہنی براحوال نیست تعلق بعلم دارد و مستند بتاویل است عذر رانمی شاید و بیچ تاویلہ دریں مقام مقبول نیست فان کلام السنکاری یحمل و یصرف عن الظاہر لا غیر (تحقیق اہل سکر کا کلام ظاہر سے پھیرا جاتا ہے) و اگر متکلم اس کلام مقصود از

انظار میں کلام ملامت خلق داشته باشد و نفرت اینها آں نیز مستکره است و مستجن از برائے تحصیل ملامت خلق را ہا بسیار است بچہ ضرورت کے تابسر حد کفر رساند۔ الخ
دیکھئے ایک تو یہ مجدد زمان تھے کہ خلاف شریعت شیخ عبدالکبیر یعنی، شیخ اکبر محی الدین عربی، صدر الدین قونوی و عبدالرزاق کاشی، اور ان کی کتب فصوص و فتوحات مکیہ کی بھی بمقابل ارشاد قرآن مجید و ارشاد محمد ﷺ کچھ پرواہ نہ کرتے اور ایک اب بزبان خود مرزا صاحب مجدد ہیں کہ بمقابلہ قرآن مجید و حدیث شریف کے فلاسفہ کے اقوال اور محرف و بے سند کتب کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں اور ڈپر و غیرہ کے قول کو قبول کر کے سنداً اپنی کتب میں درج کرتے ہیں۔

﴿ یہ تو امام ربانی مجدد الف ثانی کے باوجود بسط علم کے معتقدات بیان ہوئے۔ اب ایک فتویٰ شاہ ولی اللہ محدث کی طرف بھی توجہ فرمائیں جو مرزا صاحب کی امامت کے بالکل موافق حال ہے وہ یہ ہے کہ شاہ صاحب اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں:

و یکی از جو ابہا کہ در فیوض الحرمین مرقوم نیست ایں جانوشہ شد۔ ایں فقیر در جناب آنحضرت ﷺ عرض کرد بوجہ از کلام روحانی کہ آنحضرت ﷺ چہ میفرمائید در فرقہ شیعہ کہ محبت اہل بیت دعویٰ می کنند و باصحاب آنحضرت ﷺ عداوت دارند افاضہ فرمودند کہ مذہب ایں جماعت باطل است و بطلان مذہب ایشان از تامل در تعریف امام کہ ایشان مقرر کردہ اند ظاہر خواہد شد۔

بعد از افاقت از اں حالت در معنی امام تامل کردہ شد۔ معلوم گشت کہ ایشان میگویند کہ امام معصوم مفترض الطاعت میباشد۔ و وحی باطنی کہ عبارت از القائے حکم الہی بر باطن است بطریق اجتہاد یا الہام با امن از خطا در اں مسئلہ اور اثبات می کنند۔ و میگویند اورا خدا تعالیٰ نصب کردہ است برائے مردمان تا ایشان را احکام الہی رساندہ۔ و بحقیقت معنی نبوت بہمیں خصال رجوع می کنند زیرا کہ بعثتہ اللہ لتبلیغ الاحکام۔ حاصلش ہمیں نصب و افتراض طاعت است پس بہ حقیقت ایشان قائل بہ ختم نبوت نیستند و آئمہ راضی اللہ عنہم معنی نبوت اثبات میکنند۔ اگرچہ نام نبوت نمی گویند و ہل عقیدہ اقبیح من ذلک (یعنی اس عقیدہ سے بھی کوئی اور بدتر عقیدہ ہے؟) انتہی۔

اب مرزا توجہ فرمائیں کہ خود بدولت بھی اپنی امامت کو بعینہ ایسا بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر قرار دیتے اور بیان فرماتے ہیں۔ اپنے آپ کو معصوم عن الخطا قرار دیتے ہیں (گوسال ہا سال

کے بعد ایام الصلح میں کچھ قدرے قلیل اپنی غلطی وغیرہ کا اعتراف بھی کیا ہے) جیسا کہ اپنے پاک الہامات کا شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہونا۔ صفحہ ۱۳ میں اور الہامی عبارت کا غلطی سے پاک ہونا صفحہ ۱۸ میں اور اپنے الہامات سے باقی الہامات کی صحت ثابت ہونا صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے۔ مفترض الطاعت ایسے بنتے ہیں کہ جو شخص پیروی و بیعت میں داخل نہ ہو اس کو خدا اور رسول کی نافرمانی کر نیوالا اور جہنمی کہہ کر مرزا صاحب کہتے ہیں:

بعد از یم ہر آنچہ پسند نہیج نیست بد قسمت آنکہ در نظرش ہیج محترم
وحی باطنی و القائے حکم الہی بر باطن بطریق اجتهاد یا الہام کیسا بلکہ صریح وحی کے مہبط بن کر
مرزا صاحب نے کہا ہے:

من می زیم بوحی خدائے کہ با من ست پیغام اوست چون نفس روح پرورم
بلکہ علانیہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ خدا کا کلام جو میرے پر (مرزا پر) نازل ہوا اس کے یہ
الفاظ ہیں.. الخ جیسا کہ اشتهار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۳ پر لکھا ہے۔ امن از خطا در مسائل کے ایسے مصرکہ
اپنی خطا کسی امر میں مانتے ہی نہیں جیسا ضرورۃ الامام میں فرمایا:
اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اس کی رائے کے مخالف ہو تو حق امام کی
طرف ہوتا ہے۔

اور الہامات میں تو حضرت مسیحؑ و سید عبدالقادر جیلانیؒ کو شیطانی الہامات ہونے بیان
کئے ہیں لیکن اپنے الہامات کو دخل شیطانی سے مبرا گنا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بہ لیاقت ہائے
بے شمار امامت پر مقرر ہونے کے ثبوت میں رسالہ ضرورۃ الامام بھر دیا ہے اور دوسری جگہ کہا ہے:

ایک منعم کہ حسب بشارات آدم عیسیٰ کجا است تا جہد پابمہنرم
مامورم و مراچہ دریں کار اختیار ردایں سخن گو بخداوند آمرم
مخلوق الہی کو احکام الہی تبلیغ کرنے میں مرزا صاحب کہتے ہیں:
حکم است از آسمان بز میں می رسانمش گر بشنوم نگوئش آزا کجا برم
اب مرزا صاحب فرمادیں کہ حسب قول شاہ ولی اللہ صاحب اس سے بڑھ کر اور کیا
حقیقت و معانی نبوت کے ہیں؟

اور مرزا صاحب کے دعویٰ کے موافق یہ فتویٰ شاہ صاحب ممدوح والا کہ جو ایسا اعتقاد
کرے وہ درحقیقت ختم نبوت کا قائل نہیں اور اس عقیدہ سے اور کوئی بدتر عقیدہ نہیں، فقط۔ یہ فتویٰ

مرزا صاحب کی امامت کے بعینہ حسب حال ہے کہ نہیں؟

﴿ ختم نبوة سے انکار کا فتویٰ تو شاہ ولی اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے مستفیض ہو کر فرمایا۔ اب دیگر دعویٰ مثل غیب کو چابک سوار کی طرح ہر پہلو سے اپنے قبضہ میں کرنے وغیرہ کا فتویٰ کسی خدا خوف و عاقبت اندیش مولوی سے مرزا صاحب دریافت فرمائیں کیونکہ اپنے مجسم و محبوب عیوب آدمی کو خود نظر نہیں آتے جیسے سرمہ کی سلائی آنکھ میں جا کر۔

﴿ مولوی نور الدین بھی شاہ ولی اللہ کے اس فتویٰ کا ذکر فرمایا کرتے ہیں وہ ہی براہ مہربانی ذرہ تامل وغور فرما کر اور خالق مالک الارض والسموات کا خوف کر کے انصاف سے آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ
 أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ
 بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ إِنْ تَعَدَّلُوا وَإِنْ تَلَوَّاءُ تَعْرَضُوا فَإِنَّ اللَّهَ
 كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (اے ایمان والو! اللہ کے واسطے شہادت دینے میں انصاف
 کے ساتھ قائم ہونے والے بنو، اگرچہ شہادت تمہاری جانوں یا ماں باپ یا قریبیوں کے
 مخالف ہو اور خواہ وہ غنی یا فقیر ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بہت مہربان ہے۔ عدل کرنے
 میں خواہش کی تابعداری نہ کرو اور اگر پھرو اور اعراض کرو تو تحقیق اللہ جو تم عمل کرتے ہو ان
 سے خوب خبردار ہے)

کو مدنظر رکھ کر فرمادیں کہ آیا شاہ صاحبؒ والا یہ انکار ختم نبوة کا فیصلہ یا فتویٰ مرزا
 صاحب کی امامت ادعا سے پر من و عن چسپاں ہے یا نہیں؟ بیوقوف تو جروا۔

﴿ باقی رہا مرزا کا فرمان کہ، مگر انہوں نے (یعنی مجددؒ و شاہ صاحبؒ نے) وہ خیال نہ کیا جو
 آپ نے کیا۔، سو بجواب عرض ہے کہ عاجز خاکسار نے تو اس پر کچھ بھی خیال نہیں کیا تھا مجرد اپنا
 خواب آپ کو سنایا تھا جو بالکل اسی طرح صحیح و پورا ہو گیا۔ آپ آرام سے ٹھنڈے دل سے اس کی
 تعبیر بتلاتے نہ کہ مجرد لے دے و لتاڑ وغیرہ سے اس روایا عاجز کی تصدیق یعنی سید عبد اللہ غزنویؒ
 کی تحقیر شروع کر دیتے جو بالکل خلاف متانت و ثقاہت تھی جس پر عاجز حیران و متعجب تھا کہ یا الہی
 یہ کیا معاملہ ہے یہ دعویٰ کمال نیابت نبوة اور یہ حوصلہ؟ لیکن حق تو یہ ہے کہ حق کو کون روک سکتا ہے۔
 ﴿ اس مضمون یعنی مجدد صاحبؒ و شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اختتام پر عاجز کو بحالت منام
 اول غیب سے آواز آئی، السلام علیکم۔ اس کے جواب میں وعلیکم السلام، کہنے پر عاجز کو خطاب ہوا۔

سنا جی میاں دین محمد، اور اس کے بعد الہام ہوا انا لننصر رسلنا (ہم خود اپنے بھیجے ہووں کی مدد ضرور کرتے ہیں) کلاً بل تحبّون العاجلہ (تم تو جلدی کرتے ہو)۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو حالات و مقالات ان ہر دو اکابر کے اس جگہ درج ہوئے ہیں وہ ہی حقیقتاً دین محمدی ہیں و بس۔ باقی الہام کا مطلب اظہار احسان ہے جو اس مضمون کے بہم پہنچانے میں ہوئے کیونکہ عاجز جلدی کے مارے اس کی تلاش سے اکتا تا تھا۔

مرزا قادیانی کی معذرت

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

آپ برائے خدا ناراض نہ ہوں اب تک بیعت کی حقیقت نہیں سمجھی کہ اس میں کیا دیتے ہیں اور کیا لیتے ہیں۔

جواب۔ مرزا بے ضرورة و بلا وجہ ناراضگی پر بار بار زور دیتے ہیں۔ عاجز اپنے محسن خالق کا نہایت شکر گزار ہے کہ اس نے فضل و کرم سے ذرہ ذرہ بات پر ناراض ہو کر طیش و غضب میں آ کر جلتے پلتے رہنے اور دن رات انتقام کے فکر میں لگے رہنے والوں میں عاجز کو داخل نہیں کیا و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے) اور ناراض ہونے یا برا ماننے کی بات ہی کیا ہے۔ ہاں جو چیزیں بظاہر خلاف اسلام و غیر سبیل المؤمنین معلوم ہوں اس میں خواہ نخواستہ خلاف ارشاد لا یكلف اللہ نفساً الاّ وسعها (اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ کام نہیں ڈالتا) ہاں میں ہاں ملانے سے باز رہنے کو ناراضگی کوئی نہیں کہتا۔

بیعت کا ذکر کچھ تو پہلے ہو چکا اب اس قدر اور عرض ہے کہ مرزا نے بے ضرورت اس کی حقیقت کو پیچیدہ و مشکل بنا کر لین دین کا سودا بنا دیا ہے۔ مرزا کی بار بار بیع و شرا پر زور دینے سے نہ معلوم کیا مدعا ہے؟ کیا آپ کا منشاء و مقصود کہیں آیت ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسهم و اموالهم (اللہ نے خرید لئے ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور مال) کے مصداق بننے کا ہے؟ اور کھول کر کہنے سے اس لئے جھکتے ہیں کہ مبادا لوگ یہ دعویٰ سن کر یک لخت درہم برہم ہو جاویں اور اگلی تراوت بھی جاتی رہے؟ لیکن ایسا سودائے خام پکانے کے پہلے اپنی کائنات ہستی عجز و ضعف و ناتوانی پر بھی خیال رکھیں کہ اتنی قدرت بھی نہیں ہے کہ اپنی منکوہ آسمانی پرہی قبضہ کر سکیں۔

بھلا یہ تو فرمائیں کہ جس جنس، اُغنی دعا و تعلیم حقائق و معارف قرآن مجید، کی دکان خود بدولت نے کھولی ہے تو ان کی بیع و شرا اسلامی شریعت میں کہاں جائز و درست ہے؟ کیونکہ قرآن تو صاف نبی فرماتا لا تشترُوا بآیاتی ثمنًا قلیلًا و آیای فالتقون (تم میری آیتوں کے عوض مول تھوڑا مت لو، دنیا کی محبت سے دین نہ چھوڑو، مجھ ہی سے ڈرو)۔ لیکن مرزا صاحب ایسے صاحب حوصلہ ہیں کہ اس کمائی پر فخر فرماتے، اور کرامت کا اثر ٹھہراتے ہیں۔ کیا اس لئے کہ مرزا صاحب کو اعمالِ ماسئنت کا پروانہ مل چکا ہے؟

طرفہ تریہ بات ہے کہ لوگ تو پیر و مرشد اس لئے پکڑتے ہیں کہ دعاؤں وغیرہ کی توجہ سے پیر ہمارے مشکلات و مہمات میں کام آویں اور یہاں اس کے برعکس ہے کہ آئے دن بیچارے مریدین پیر کی خلاصی و حل مشکلات کے لئے پریشان۔ مقدمات میں وکلاء کی تقرری و فراہمی چندہ وغیرہ میں دن رات حیران و سرگردان پھرتے ہیں ایسی پیری مریدی بے شک نادر الوجود اور ایسا بیوپار بھی دنیا سے نرالا ہے۔ اللہ تعالیٰ عاجز بندگان کو ایسے خسر الذنیا و الآخرہ کے سودے سے بچاؤے اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

بیعت کی حقیقت صاف و ظاہر ہے کہ اللہ نے اس کی تعریف قرآن مجید میں فرمائی، رسول اللہ ﷺ کو اس کا حکم دیا اور انہوں نے بیعت کی۔ صحابہ کرام کرتے رہے۔ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس میں بنظر ارشاد اللہ عز و جل و سنت رسول مقبول ﷺ بہت فوائد و منافع ہیں کیونکہ منیہات شرعی کے ترک کا عہد و گناہوں سے توبہ کرنا تو ہر وقت انسان پر فرض ہے۔ یہی اس کی حقیقت ہے اور کیا ہے؟ اور جو شخص اس کو ذریعہ معاش و گذران بنائے اور اس سے پیٹ پالنا اور بندگان الہی کو اپنا غلام و چاکر بنانا ہی مقصود رکھے، جیسا کہ مرزا صاحب کی نظم و نثر میں یہی مضمون و آرزو ہوتی ہے چنانچہ انہوں نے قصیدہ الہامیہ میں کہا ہے:

دل خون شد است از غم این قوم ناشناس و از عالمان کج کہ گرفتند چنبرم

گر علم خشک و کورے باطن نہ رہ زوے؟ ہر عالم و فقیہ شدی ہچو چاکرم

وہ خود اپنا نقصان آپ ہی کرے گا فانما حسباہ عند ربہ (پس اس کا حساب، معاملہ، اللہ کے ساتھ ہے)۔ عاجز کے پیر و مرشد شیخ علیہ الرحمۃ کا تو یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ ایک قدیمی مخلص دوست نے بنظر خیر خواہی بسبیل تذکرہ ان سے اس مضمون کی درخواست کی کہ اگر آپ مریدین سے بیعت لے کر ان کو توجہ بھی دیا کریں تو ان کو بہت جلدی دینی فائدہ و سلوک میں ترقی نمایاں ہو، اور ان کی

خدمت سے جناب کے عیال و اطفال کو بھی گذران میں سہولت و آرام ہوا کرے۔، اس بات کے سنتے ہی آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور دوست خیر خواہ سے توبہ کرا کے تجدید ایمان کرائی اور فرمایا کہ سوائے اللہ عز و جل کے کسی غیر پر کسی قسم کا بھروسہ رکھنا یا کوئی کام سوائے حصول رضائے الہی کرنا یا کسی سے کسی قسم کے حصول فائدہ کی امید رکھنا، یہ شرک ہے اور تم ایسے خیالات کی موجودگی میں ہرگز کبھی کسی سے بیعت مت لیا کرو کہ جو شخص کسی دنیوی مفاد کے لئے یہ طریق و عمل اختیار کرے وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اتھی

غور فرمادیں کہ امام اور بیعت لینے والے ایسے ہوتے ہیں، نہ ایسے کہ بیعت کر کے بندگان الہی غریب مخلوق کی جان و مال و ہر چیز کے مالک و خدا بن بیٹھیں وغیرہ۔ اور آئے دن مباحین سے طرح طرح کے چندے وصول کر کے جائدادیں و زیور بنائیں۔

مدح مولوی نور الدین پر ایک نظر

ضرورتاً الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

ہماری جماعت میں اور میری بیعت کردہ بندگان خدا میں ایک مرد ہیں جو جلیل الشان فاضل ہیں اور وہ مولوی حافظ حاجی حرمین نور الدین صاحب ہیں جو گویا تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزار ہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے اگر آپ کو فی الحقیقت بیعت لینے کی فضیلت دی گئی ہے تو ایک قرآن کا سپارہ ان ہی کو مع حقائق معارف کے پڑھا دیوں۔ یہ لوگ دیوانہ تو نہیں کہ انہوں نے مجھ سے ہی بیعت کر لی اور دوسرے ملبہوں کو چھوڑ دیا۔ اگر آپ حضرت مولوی صاحب موصوف کی پیروی کرتے تو آپ کے لئے بہتر ہوتا آپ سوچیں کہ فاضل موصوف خانمان چھوڑ کر میرے پاس آ بیٹھے اور کچے کوٹھوں میں تکلیف سے بسر کرتے ہیں۔ کیا وہ بغیر کسی بات کے دیکھنے کے دانستہ اس تکلیف کو گوارا کئے ہوئے ہیں؟

جواب۔ مرزا صاحب نے جو مولوی صاحب کی تعریف فرمائی ہے عاجز کو بھی قبل از تجربہ و توقف بر اصل حقیقت سماعی بنیاد پر حسن ظن سے ایسا ہی گمان تھا، لیکن جوں جوں حالات سے آگاہی ہوتی گئی بفضلہ تعالیٰ و تقدس اس غلط حسن ظن سے بھی نجات ہوتی گئی مثلاً۔

۱۔ سب سے اول تو اس حسن ظن میں فرق ڈالنے والا مولوی صاحب کا وہ حلفی اشتہار ہوا جو انہوں نے عبد اللہ آتھم کے بارہ میں پیش گوئی پورا ہو جانے کا دیا۔ باوجودیکہ اس اشتہار سے پہلے ایک شخص کے استفسار پر تحریری شہادت دے چکے تھے کہ وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

۲۔ مولوی صاحب کے علم و فضل کا جو نمونہ خط و کتابت مندرجہ رسالہ خلاف بیانی میں موجود ہے وہ جیسا عبرت ناک و پردہ برانداز ہے، محتاج بیان نہیں کہ اول ایک خط بدرخواست ترک مخالفت اور برس چھ ماہ تک نشان دیکھنے کے لئے خاموش رہنے کے واسطے لکھ کر بھیجا، پھر انکار کر دیا کہ ایسا کوئی خط نہیں لکھا۔ بعد میں جب وہ خط ظاہر ہونے لگا اور آرنہ خط نے وہ خط لا کر پہنچا دینے کا لوگوں کے روبرو اقبال کر دیا تو پھر وہی خط مشتہر کر دیا۔

۳۔ مولوی صاحب نے بجا لفت قاضی سلیمان صاحب اپنے خط موسومہ نور الدین مطبوعہ اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۸۹۹ء میں ایسا اندھیر کیا اور اپنی لیاقت و دیانت کا ایسا ثبوت دیا کہ اپنے فضل و کمال کے بارہ میں کسی قسم کی حسن ظنی کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ بتوں اور مندروں کے پجاریوں کو نعوذ باللہ سچے نبی کہا اور پھر اپنے امام صاحب کی حمایت میں ان کی پیش گوئیوں کو جھٹلایا ہے۔ اور ایسے بدیہی البطلان و غلط حوالہ جات سے کام لیا ہے کہ الامان۔ مشن سکول کے طالب علم بھی ان کی توراہ دانی و کج فہمی پر حیران ہیں۔ اور مولوی صاحب نے باوجود اپنی اس ستیم الحالی کے الٹا قاضی صاحب کو خلاف دیانت و امانت دھوکہ دہ و ٹھوکر کھانے والا کہہ کر ان کے اتہ من سلیمان (تحقیق وہ سلیمان کی طرف سے ہے) کا مصداق بننے کو (جو آیت قرآن مجید قاضی صاحب نے اپنی کتاب کے سرورق پر تبرک لکھی ہے) محل طعن قرار دیا ہے بایں وجہ کہ وہ سکھ ریاست میں نوکر ہیں حالانکہ مذہبی آزادی میں اس ریاست جیسی کوئی دوسری ریاست نہیں کیونکہ علاوہ اس کے انتظامی اراکین مسلمان ہونے کے اس کا رئیس مسجد کا بانی و خادم اور وہاں تعطیل کا دن بھی جمعہ ہی مقرر رہا۔ لیکن مولوی صاحب کے فہم پر کچھ ایسا سرپوش آیا کہ انہوں نے اس تحریر کے وقت اتنا نہ سوچا کہ ہم بمقابلہ قاضی صاحب حق پوشی کر کے اور ایسی ریاست میں سال ہا سال رہ کے جہاں دینی آزادی کا نام و نشان تک نہ تھا کیونکہ حق نما و نور الدین بنے رہے؟ سبحان اللہ نور امامت نے کیسا انکاس کیا ہے کہ صاف جگہ پر تو تینکے نظر آتے ہیں اور جہاں شہتیر اور لٹھوں کے ڈھیر لگے ہیں ان کی خبر ہی نہیں۔

اول تو تمام کی جہاں تفاسیر رکھنا ایک خلاف واقعہ امر ہے جو مبالغہ سے مرزا نے ان کی تعریف میں لکھ دیا ہے اور وہ بھی خوش ہوتے ہوں گے۔ پھر اگر کوئی تمام جہاں کی تفسیریں اور

کتابیں درحقیقت اپنے پاس بھی رکھے تو کیا مجرد رکھنے ہی سے وہ خدا رسیدہ معارف و حقیقت شناس لطائف و نکتہ رس، معانی سنخ، حقائق و رموز دان، عالم باللہ، ولی الرحمن، روحانی، سینٹ، مہا آتما، فوق العادت خارق اعجازی شخص بلا عمل ہی بن جاتا ہے، کہ مرزا نے ان کی تفاسیر داری پر ایسا فخر و ناز کیا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو آ یہ قرآن مثل الذین حملوا التوراة ثم لم يحملوها کمثل الحمار یحمل اسفاراً (جن لوگوں پر توراة اٹھوائی گئی، دی گئی، پھر انہوں نے اس کو برداشت نہ کیا، یعنی اس پر کار بند نہ ہوئے، ان کی مثال بعینہ گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لدھی ہوں) کے کیا معنی ہیں۔ اور اس کی شان نزول کیا ہے؟ کتاب داری تو تب ہی قابل قدر ہوتی ہے کہ جب تعمیل احکام و اطاعت خیر الانام میں اس کا پیروکار ہو کر اپنی صحت فہم، درایت، حقیقت و حقیقت دانی کا علمی و عملی نمونہ دکھلاوے ورنہ جمال کی طرح بار برداری و طوطی کی طرح حفظ کرنے و رٹنے سے کیا فائدہ؟

معارف کا ذخیرہ جو مولوی صاحب میں مرزا صاحب بتلاتے ہیں وہ مرزا صاحب ہی کو نظر آتا ہوگا اور وہ ہی اس ذخیرہ سے فیض یاب ہوتے ہوں گے۔ یا خود مولوی صاحب اس کے ذائقہ و سرور سے محظوظ و مسرور رہتے ہوں گے۔ دوسروں پر جو مولوی صاحب نے اس عرصہ دراز میں بطور مشتے ازخروار ذخیرہ معارف منتشر فرمایا ہے اس میں سے تو یہی نکلا و ظاہر ہوا ہے کہ

۱۔ مولوی صاحب خط مندرجہ خلاف بیانی میں دریافت کرتے ہیں کہ دو ملہموں کے مخالف الہامات میں کس معیار سے ہم تفرقہ کریں؟ گویا ان کو اب تک یہ معلوم ہی نہیں کہ اسلام میں کتاب و سنت ایسے کامل اکمل معیار ہیں جن سے حق و باطل صحیح و غلط راست و کج خوب کما حقہ پرکھا جاسکتا ہے خواہ کوئی کسی بھیس میں روپ بدل بدل کر مدعی الہام و وحی و نبوت و رسالت وغیرہ ہو کر آوے۔

۲۔ خوبی قسمت سے فہم و علم بائبل میں جو ان کو کمال ہے وہ یہ ہے کہ بتوں و مندروں کے پجاری و سچے نبی میں ان کو امتیاز نہیں اور ایک کا دوسرے سے فرق نہیں کر سکتے۔ پھر طرفہ یہ کہ چار سو پجاریوں کو سچے کہہ کر پھر ان کی پیش گوئی کو جھوٹا کہیں، تو جناب الہی کے شان میں کوئی بڑے نہیں لگتا۔ لیکن اگر مرزا صاحب کے کسی مخالف کو سچا الہام ہو تو اس میں نعوذ باللہ جناب الہی کے شان میں بڑے لگتا ہے اور اسلام کا سرچور ہوتا ہے جیسا کہ خط مندرجہ رسالہ خلاف بیانی میں لکھا ہے۔

۳۔ آیت شریف و لو کان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً (اگر اللہ کے سوا کسی دوسرے کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے) کے معنی و تفسیر معلوم مولوی صاحب نے کہاں سے یہ سیکھے ہیں کہ جس عبد الرحمن کو مولوی صاحب کے وہمی و فرضی و خود تراشیدہ

اعتقادات کے مخالف الہام و کشف ہو وہ اس اختلاف میں داخل ہے جیسا کہ انہوں نے خط امی حافظ محمد یوسف صاحب مطبوعہ الحکم ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء میں ظاہر فرمایا ہے جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ وہ آیت شریف کے اصل معنی سے بے خبر ہیں جو عام فہم اور معمولی سمجھ کے لئے بھی سہل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے جس سے صاف و صریح طور پر ظاہر و باہر ہے کہ جو کلام نفیض و متضاد باتوں و افراط و تفریط سے ایسا پر ہو جیسا مرزا صاحب کی تحریر ہوتی ہے تو وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس پر مصرعہ: دروغ گو را حافظہ نباشد، صادق آتا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی عیاں ہے کہ جو کلام، الہی و ربانی تعلیمات یعنی شرع نبوی ﷺ کے مخالف ہو وہ بھی اسی بنا پر بالکل مردود و مطرود ہے۔

﴿ دو شخصوں کے الہامات میں اختلاف ہونے کو لو کان من عند غیر اللہ .. الخ کے نیچے لاکر مرزا صاحب کی حمایت میں بلا دلیل ان کے مخالف کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ اسی مخالف کی نسبت کامل یقین سے سچے اور مفتری علی اللہ نہ ہونے کی خود بکمال وثوق اخبار الحکم ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء میں اپنی شہادت مشہر کرتے ہیں۔ پس اب مقتضائے راستی و دیانت یہ ہے کہ مولوی صاحب جن لوگوں کو کامل یقین سے مفتری علی اللہ ہرگز نہیں جانتے تو ان کے الہامات کو بھی جو بالکل متفق و یک زبان ہیں تسلیم و قبول کر لیں۔ ہاں اگر کوئی الہام کا مدعی یہ کہے کہ مجھ کو یہ الہام ہوتے ہیں کہ حج ملوئی کرو، زکوٰۃ کا مصرف ایسے غنی کے حوائج سمجھو جس پر پانچ سات ہزار روپے کی آمدنی کے سبب انکم ٹیکس تجویز ہو (خواہ وہ بعد میں عذر داری و حسب مدعا شہادت پیش کر کے معاف ہی کرالے)۔ غیر سبیل المومنین اپنی طرح طرح کی تصویر اتروا کر شغل بت پرستی کی بنیاد رکھنا جائز ہے، بلا ضرورت و بلا حاجت عمارات بلند گھنٹہ گھر و یادگاری مینار جس کے نیچے جلسہ کا کمرہ ہو برخلاف تعلیم و حکم رسول اللہ ﷺ غریبوں سے چندہ کر کے بنواؤ وغیرہ، تو مولوی صاحب اس کی تائید و تصدیق سے بلا تامل پر ہیز و حذر کریں اور مخالف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ ہونے کے باعث ان الہامات کو قبول نہ کریں بلکہ ان کی تردید کو فرض سمجھیں، نہ یہ کہ دوسرے بے بناوٹ غریب مومنین کے الہامات حقہ و منفقہ کو محض مرزا صاحب کے خلاف عقل و نقل دعاوی کے مخالف ہونے کی وجہ سے ان کی مخالفت پر کمر باندھیں اور حق سے روگردانی کریں۔

﴿ باوجود ان اوصاف کے مولوی صاحب کی کتاب فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب کا نام خلاف محاورہ عربی و غلط ہونے پر جو اعتراض ہو اس کا مولوی صاحب اب تک کچھ جواب نہیں

دے سکے۔ نظر بریں حالات ایسا ذخیرہ معارف جس قدر کے لائق ہے وہ ظاہر و عیاں ہے۔ غرض یہ مولوی صاحب کے معارف کا نمونہ ہے جس کے لئے مرزا صاحب نے بھی بعینہ مخالفین اسلام کی طرز پر خود بدولت کی شان و فضیلت بڑھانے کے لئے ان کو مبالغہ سے ایسے عالی خطابات سے متصف فرمایا ہے کیونکہ یہ تو مخالفین اسلام کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی مسلمان مرتد ہو کر ان کے ساتھ جا ملے تو ان کو اسلامی فضیلت کے خطابات دینے میں ضرور مبالغہ کرتے ہیں اسی طرح مرزا صاحب بھی اپنے مریدین کو محدث، حافظ، حاجی، مولوی، عالم، فاضل اور بالکل ناخواندوں کو امام فخر الدین رازی وغیرہ کے القاب عطا فرماتے رہتے ہیں جس کے واسطے خلاف واقعہ اور بموجہ تعلیم رسول اللہ ﷺ مدح و ثنا باعث خرابی و ضرر ممدوح ہونے کے اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ نظائر مرقوم الصدر سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے کہ مولوی صاحب کیسے معارف دان فاضل و سلیم العقل ہیں اور ان کا ذخیرہ علم و معارف غبطہ کے لائق ہے یا ایسا ہے جس کے لئے رسول کریم ﷺ نے دعا اللہم انی اعوذ بک من علم لا ینفع و من قلب لا یخشع .. الخ (اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جو خوف نہ کرے) تعلیم فرمائی ہے؟

مرزا صاحب تو مولوی صاحب کو ایک سپارہ پڑھانا طنزاً فرماتے ہیں۔ گو عاجز تو واقعاً و مطلقاً کچھ چیز و حقیقت نہیں لیکن اگر کسی وقت میرے قادر قدر مولیٰ و محسن کو یہ کام بھی لینا منظور ہوا اور اس کا حکم آیا تو ایک سپارہ کیا کل قرآن مجید، قرآن مجید والے کے حکم و فضل سے پڑھاوے گا۔ بارہا الہام تو ہوا ہے واللہ یجتبیک ربک و یعلمک من تاویل الاحادیث۔ واللہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون (اللہ تجھے برگزیدہ کریگا اور باتوں کی تاویل سکھا دے گا اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اور کیا عجب کہ مولوی صاحب کو پڑھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور جیسے عاجز کے پیرسید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تھی کہ ان کی صحبت با برکت میں اکثر احباب کو بغیر سلسلہ و مشقت تعلیم و تعلم خود بخود پڑھنا پڑھانا و حقائق و معارف بفضل اوسبحانہ و تعالیٰ آجاتے تھے اسی طرح مولوی صاحب کو بھی خود بخود اس مالک علی کل شیء قدر کے فضل و کرم سے سب کچھ آجاوے اور موجودہ ردی خیالات اور فاسد توہمات ان کے صفحہ دل سے زائل و محو ہو جائیں و ذالک علی اللہ یسیر و هو علی کل نشئی قدیر (اور یہ اللہ پر آسان ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے) مرزا صاحب خواہ تعجب کریں، عاجز کے نزدیک تو یہ امر بالکل سہل اور ذرا بھی محل تعجب نہیں۔ ایام گذشتہ میں تو عاجز حسب استدعاء

مولوی صاحب ان کے واسطے دعا کرتا رہا ہے جو شاندا نکویاد ہو اور آئندہ کی علیم وخبیر کو خبر ہے کہ کون کون بندگان اللہ تعالیٰ عز وجل عاجز سے آن کر ملیں گے کیونکہ ایک دو دفعہ اس خبر کی الہاماً اطلاع تو ملی ہے قال آمنتقم بہ قبل ان آذن لکم (کہاتم میرے اجازت دینے سے قبل ہی اس پر ایمان لے آئے ہو) لیکن ابھی معلوم نہیں کہ اس کا ظہور واقعہ کس طرح ہوگا۔

﴿ مولوی صاحب کا سب دیگر ملہمین راشدین سالکین تربیت یافتہ حسب سنت رب العالمین و طریقہ سید الاولین والآخرین کوچھوڑ کر مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا مولوی صاحب کے اسی قول صادق کے موافق معلوم ہوتا ہے جو وہ خود فرمایا کرتے ہیں کہ، بعض پنہانی قصور و گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ مرتکب کو کسی صادق کی صحبت میں ٹھہرنے نہیں دیتے۔

سو معلوم کس پنہانی جرم و قصور کی پاداش میں مولوی نور الدین صاحب کو باوجود بہت سے اولیاء اللہ صادقین مستغفرین ذکر اللہ تعالیٰ کی صحبت کی میا خالصیت میسر آنیکے بھی ان کو ان بزرگان عارفان باللہ کی خدمت میں (جن کی انہوں نے لمبی فہرست بیان فرمائی ہے) ٹھہرنا و مستفیض ہونا نصیب نہیں ہوا؟ اور مکھن کے بال کی طرح کورے صاف نکل کر چلے آئے اور آخر ایک ایسی دلدل میں آن کر پھنس گئے جس سے رہائی کے واسطے اگر صدق دل سے انابت الی اللہ تو بہ استغفار نہ کریں گے تو عاقبت محمود معرض خطر میں ہے۔ اور اسلئے مولوی صاحب کی خدمت میں خیر خواہانہ و مخلصانہ نصیحت ہے کہ وہ آیت شریف الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذر اللہ (کیا مومنوں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر کرنے پر ان کے دل ڈریں) پر جو ایک دفعہ عاجز کو خاص ان کیلئے الہام ہوئی تھی بغور تدبر و تفکر فرمائیں اور اپنے حسن خاتمہ کا فکر کریں۔

﴿ مولوی نور الدین کی دیوانگی خانماں چھوڑ کر مرزا صاحب کے پاس رہنا، کچے کوٹھوں میں بسر کرنا کچھ نیا نہیں۔ اول تو ان کا خانماں عیال و اطفال اکثر سب ان کے ساتھ ہی ہے۔ دوم، مرزا اور مولوی صاحب کا مذاق ملتا ہے کیونکہ مولوی صاحب میں مرزا صاحب سے پہلے ہی باتباع یا بموافقت سرسید بالقابہ مسیح علیہ السلام کے مرنے مارنے اور ان کی قبر کھودنے کا خط موجود تھا۔ اب ان کو ایک مددگار وہم خیال مل گیا۔ بلکہ اکثر تو اس بات کے قائل ہیں کہ یہ چھیڑا انہوں نے ہی چھیڑی اور مرزا صاحب نے اس کو اپنے مفید مطلب سمجھ کر اس کی تکمیل کا بیڑہ اٹھالیا اور شاندا اور تعلقات بھی باعث ہوں۔ اس لئے وہ مرزا صاحب کے گرویدہ ہیں۔ اسی طرح بموجب عام قاعدہ کے

دوسرے ہزاروں بلکہ لاکھوں مرید اپنے اپنے پیروں پر باعث ہم مذاقی وہم جنسی کے فدا ہیں یہ کچھ تعجب و اچنبہ نہیں، کند ہم جنس با ہم جنس پرواز، مشہور مقولہ ہے۔

مولوی صاحب کا ڈیرہ لگانا تو ذرہ بھی تعجب خیز نہیں ان کی طبیعت و عادت قدیم سے ہی ایسی ہے۔ کیا مرزا صاحب کو یاد یا خیال نہیں رہا کہ عمر گذشتہ میں انہوں نے کس کس جگہ ڈیرہ نہیں لگایا۔ رام پور میں لکھنؤ میں حکیم علی حسن صاحب کی خدمت میں۔ حتیٰ کہ سرسید آنجنمانی کے بھی جو مرزا کے دعاوی کے کبھی موافق نہیں ہوئے محبت و معتمد رہ کر نہ صرف خود ہی ان کو مضامین و روپے سے امداد دیتے رہے بلکہ دوسروں کو بھی ان کی موافقت و امداد کی دعوت و ہدایت امداد اسلام سمجھ کر کرتے وغیرہ۔ انکے علاوہ دیگر مقامات و اشخاص بھی ہیں جن کا ذکر مولوی صاحب نے اپنے خط امی عاجز میں کیا ہے۔ غرض صرف حسن عقیدت سے سب کچھ آرام آسائش رونق آمدنی وغیرہ فراموش کر کے ڈیرہ لگانا تو درکنار ان پر خوبی قسمت سے مادہ حسن ظنی ایسا غالب تھا کہ اس کے سبب یا غلبہ فطرت کے باعث عمداً مکار دغا باز و فریبیوں کے فریب میں بھی آجاتے رہے اور ان کے کہنے کی تعمیل دھوکہ کھا کر بعد تجربہ بھی کرتے رہے ہیں جیسا انہوں نے کئی مواقع خود بیان فرمائے ہیں اور اس لئے یہ بات سب میں ان کے دوستوں تک مشہور ہے کہ ان میں مادہ مردم شناسی ہرگز نہیں ہے۔ اور ان کی اس عالی حوصلگی اور نیک طبیعت کا (بشرطیکہ بے اختیاری نہ ہو) عاجز قائل ہے جزا اللہ خیر الجزاء۔ وہ تو سبھی مقامات طبیعت و مذاق پسند پر ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور ابھی بشرط زندگی خدا جانے آئندہ کیا کچھ کریں گے پھر مرزا کے پاس کچھ کوٹھوں میں رہنا کیا تعجب و انوکھی بات ہے؟

یہ امر ضرور غور طلب و قابل لحاظ ہے کہ مولوی نور الدین کو مرزا صاحب کی صحبت سے کیا فیض اور کس قدر روحانی ترقی ہوئی۔ سو درحقیقت اس کا اصل حال تو خود مولوی صاحب ہی کو معلوم ہوگا سو اس کے دوسرا جو کوئی کہے گا وہ ظاہری حال پر نظر و قیاس کر کے کہے گا۔ سو ظاہری حال سے تو کچھ روحانی ترقی دکھائی نہیں دیتی بلکہ بجائے ترقی کے ان کی پہلی حالت مسکنت کہ باوجود وسعت کے بھی ریل کے سوم درجہ میں بہ معیت غرباء سفر کرنا، فروتنی ایسی کی بیماریوں وغیرہ سے نہایت رفیق و خلق سے پیش آنا، زہد بظاہر ایسا کہ خور و نوش لباس وغیرہ کی کچھ پرواہ نہ کرنا۔ انا بت الی اللہ و اخلاص ایسا کہ ان کی ہر امر و حالت و عظم وغیرہ میں اس کا نمایاں اثر جو صدق کا خاصہ ہے ظاہر ہونا، طالب علموں پر ایسی شفقت کہ ان کو اپنے پاس سے امداد فیس و پارچا دینا اور ان کے سخت سست کہنے پر بھی تحمل و بردباری سے پیش آنا وغیرہ۔ سواب بظاہر تو ان سب اخلاق حسنہ میں کمی

دکھائی دیتی ہے کہ بجائے مسکنت کے طبیعت میں ایسی تعلیٰ شروع ہوگئی ہے کہ،

۱۔ مخلص و خادم دوستوں کو احقنا نہ رنگ والے کہہ دیتے ہیں ذرا سے خلاف نفس پران کی سب خدمات و احسانات فراموش کر کے ان لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے ترک ملاقات کرتے ہیں گو وعظ خوش اخلاقی اور اچھی طرح ملنے کی تاکید کرتے ہیں۔

۲۔ طالب علموں سے بجائے نرمی کے سختی سے پیش آتے و جھڑکتے ہیں۔

۳۔ جواب کے لئے ٹکٹ ملفوف کرنے و جوابی کارڈ بھیجنے پر بھی مسائل کا جواب مشکل سے دیتے ہیں اور دیتے ہیں تو نا تمام و بصیغہ بیرنگ۔

۴۔ ایک شخص نے تصویر کا مسئلہ پوچھا تو کہا کہ یہ آسان ہے اور کاغذ کی کمی کا عذر کر کے ٹال دیا۔

۵۔ معاملات میں صفائی و قسط کے عاملین و حق العباد ادا کرنے کی فکر کرنے والوں سے ان کے دل کو رنج پہنچتا ہے۔

۶۔ اللہ جل جلالہ نے قرآن مجید میں جو فرمایا ہے:

اعدلوا هو اقرب للتقوی و اتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون (عدل کرو وہ تقوی کے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، جو تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے) و اذا قلتما فاعدلوا و لو کان ذا قریبی و بعهد اللہ او فوا۔ (اور جب بات کہو انصاف کرو اگر چہ قریبی ہی ہو اور اللہ کے عہد وفا کرو)

ان اللہ یا مر بالعدل و الاحسان .. (اللہ حکم فرماتا ہے عدل و احسان کرنے کو)

ان کے عمل در آمد و صفت عدل و احسان میں باوجود روز قرآن مجید پڑھنے کے مولوی صاحب نے یہ ترقی کی ہے کہ جو شخص مرزا کی مخالفت میں سختی و درشتی و تیز کلامی کرے اس کو تو کچھ نہیں کہتے، لیکن جو نرمی و ملائمت سے مرزا کو حضرت و جناب خطاب کر کے مہذبانہ مدلل آیات قرآنی و احادیث ان کے دعاوی کی حقیقت و اصلیت ظاہر کرے تو ایسی مہذب مدلل و ملائم تحریر پر ناراض و خفا ہو کر ان کی مخالفت پر مستعدی ظاہر کرتے ہیں، جیسا کہ غایت المرام مصنفہ قاضی سلیمان کی نسبت اور شمس الہدایہ مصنفہ پیر مہر علی شاہ کی نسبت مولوی صاحب نے کیا ہے۔ شمس الہدایہ کے دیکھنے کا اتفاق عاجز کو بھی اخیر جولائی ۱۹۰۰ء میں ہوا ہے، نہایت متانت و نرمی سے بادلائل محققانہ لکھی ہے لیکن نہ معلوم مولوی صاحب بجائے ویسا ہی مدلل و مقبول جواب دینے کے ناراض کیوں ہوتے ہیں؟

صدقت اخلاص اور معرفت کے اثر کا یہ حال ہے کہ مولوی نور الدین صاحب نے ۲

جولائی ۱۹۰۰ء کو لاہور میں مضمون امساک باراں پر وعظ میں اول تو رجماً بالغیب ایک مدعی امام الزمائی مفتی علی اللہ کے صادق ہونے کی نسبت بہت قسمیں کھا کر بعد لمبی چوڑی تقریر کے کہا کہ جب تک تمام مسلمان مرزا صاحب کو امام وقت نہ مانیں ہرگز بارش کا منہ نہ دیکھیں گے اور کئی اور بلیات کا نشانہ بنیں گے، جیسا کہ اخبار لائل پور گزٹ ۱۶ جولائی ۱۹۰۰ء صفحہ ۳ پر بعنوان، ہر فرعون نے راموسی، معتردید درج ہے۔

سو اس کی نسبت مختصراً یہ عرض ہے کہ ارحم الراحمین نے اپنی عاجز مخلوق کو مولوی صاحب کے اغوا و تذبذب سے بچانے کو ایسا فضل و کرم کیا کہ مولوی نور الدین کے لاہور سے رخصت ہوتے ہی باران رحمت کا نزول شروع ہو گیا اور الحمد للہ علی احسانہ کہ ان کی اس وعظ و تشریف بری کے بعد اخیر جولائی تک چھ مرتبہ بارش ہوئی اور زیادہ فضل و رحمت الہی کی امیدواری ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ مولوی صاحب نے اپنی تذکیر میں رحمت الہی کی نفی کا پہلو لیا اگر اس کے برعکس فرماتے تو شاید غریب عاجز مخلوق کو تکلیف ہوتی۔ کیونکہ ان کے امام کے خلاف کتاب اللہ و سنت دعاوی کے سبب ان کی اکثر باتیں الٹی ہی ظہور پذیر ہوتی ہیں چنانچہ سال گذشتہ میں مرزا صاحب نے جو اشتہار دیا تھا کہ بارش ہوگی اگر بارش نہ ہوئی تو ہمارے مریدوں پر رحمت نازل ہوگی،۔ اس کا بھی الٹا ہی اثر ہوا تھا کہ بارش کا خوب امساک ہوا اور مریدوں پر یہ رحمت ہوئی کہ ڈپٹی کمشنر لاہور کے نوٹس پر رات بھر اشتہار مرہم عیسیٰ کو بازاروں گلیوں و کوچوں سے اتارنے میں حیراں و سرگرداں رہے۔ اسی طرح طاعون سے بھی جس کی اشتہاری معیاد انتہائی مقررہ مرزا صاحب سرما گذشتہ میں ختم ہوگی بفضلہ تعالیٰ و تقدس امن و امان رہی۔ لہذا اگر مخلوق الہی کی خیر خواہی کے مخالف ہی بیان فرمایا کریں تو بحق مخلوق بظاہر مفید ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ اپنی عاجز مخلوق کو ضلالت سے بچانے کی خاطر کذاب و مفتی کے خذلان کے لئے برعکس ہی اس کے امور ادعائیہ کا ظہور فرماتا ہے۔

بلکہ ان کی حالت کا تنزل تو اسی سے عیاں ہے کہ باوجود مولوی عالم فاضل مفسر محدث مصنف مناظر حافظ قاری حاجی حکیم (یعنی طیب) وغیرہ لقب پانے کے ان کو آیت شریف اتخذوا احبا رحم و رھبا نھم اربا بآمن دون اللہ.. الخ (ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں مشائخ کو خدا بنا کھڑا کیا ہے) کے مشہور و معروف معنی و تفہیم کی طرف توجہ و التفات ہی نہیں رہی۔ چہ جائیکہ حدیث شریف من رأی منکم منکراً فلیغیرہ ببیدہ فان لم یستطع فبلسا نہ فان لم یستطع فبقلبه و ذالک اضعف الايمان (جو شخص تم میں سے خلاف شرع کام

ہوتا دیکھے تو اس کو ہاتھ سے ہٹا دے، اگر طاقت نہ رکھے تو زبان سے، اور اگر طاقت نہ رکھے تو دل سے، اور یہ نہایت ضعیف ایمان ہے) پر ان کو عمل کی جرأت ہو۔ عاجزان کے ادب پر معاذ اللہ اعتراض نہیں کرتا، کیونکہ عاجز کو تو خود الہام ہو چکا ہے:

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از لطف رب

مگر وہ ہی ادب اور اسی قدر جیسا ہادی علیہ السلام نے تعلیم فرمایا ہے اور جس کی تعمیل و پیروی کر کے سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب (جن کی اولاد میں ہونے کا مولوی صاحب کو دعویٰ و فخر ہے) عالی مدارج پر فائز المرام ہوئے اور جیسا ادب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتاً فوقتاً وہ کرتے رہے، امید کہ مولوی صاحب کو معلوم ہوگا۔ ہاں باطن کا عالم الغیب والشہادۃ واقف و داننا ہے کسی دوسرے کو کیا خبر کہ مولوی صاحب قبل از ملاقات و صحبت مرزا صاحب اپنی نورانی و روحانی حالتیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اب ترقی کر کے انخفاء حال کی خاطر جو بعض فقراء ملامتیہ کی حالت ہوتی ہے (گو سلسلہ تعلیم نبوی میں جس کا مرزا صاحب کے ہاں دعویٰ ہے اس انخفاء حال کی کچھ ضرورت نہیں) مولوی صاحب بھی اسی طرح اس فیض و برکت وغیرہ کو جو مرزا صاحب کی صحبت سے حاصل فرمایا ہے بروقت سفر اس جگہ قادیان میں چند عرصہ کے لئے چھوڑ آتے ہوں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال و المال۔

اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کا ہادی ہو اور امید کہ وہ غفور و شکور ان کے اخلاص کو ضائع نہ کرے بشرطیکہ وہ ذخیرہ معارف کی تعریف کا علمی گھنٹہ چھوڑ کر صدق دل سے ارشاد الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذلک اللہ کو نصب العین رکھ کر قرآن مجید و حدیث شریف کی تفسیر و تشریح میں صحابہ تابعین و سلف صالحین کا اتباع مدنظر رکھیں اور فلسفیانہ و حکیمانہ مذاق کی مدخلت نہ کریں۔ نیز مسیح علیہ السلام کی تحقیر بے ادبی و کاوش سے جس کے درپے ہیں بازرہیں اور اپنے سینہ کو اس کدورت سے پاک و صاف کریں۔

چونکہ مولوی نور الدین صاحب کی عاجز سے بھی چندے محبت رہی ہے عاجز کو دعا کرنے کے واسطے زبانی کہتے اور خطوط بھیجتے رہے جن کی عاجز تعمیل کرتا رہا۔ اور اب یہاں بھی جو کچھ لکھا ہے اسی ملاقات و محبت کے سبب اخلاص سے مولوی صاحب کی خیر خواہی و مخلوق الہی کی نفع رسانی کی نظر سے لکھا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی حکم ہے:

انّ احدکم مرأۃ اخیه فان رای بہ اذی فلیمط عنہ (تحقیق ایک تمہارا

اپنے بھائی کا آئینہ ہے اگر اس کی ایذا دیکھے تو چاہیے کہ اس سے دور کرے)

المومن مرأة المومن اخو المومن يكف عنه ضيعته ويحوطه
من وراءه مومن مومن كآئنه ہے اور مومن مومن کا بھائی ہے روکتا ہے اس سے ہلاکت
اس کی اور حفاظت کرتا ہے اس کے پیٹھ پیچھے)

اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

رحم اللہ امرأ اهدى الينا عيو بنا (اللہ رحم کرے اس پر جو ہمارے عیب بتلائے)
ابو طالب سے مروی ہے:

انّ عمر خطب النّاس فقال انشد اللّٰه عبداً علم في عيباً الا
اخبرني به (تحقیق حضرت عمرؓ نے خطبہ میں لوگوں سے کہا کہ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اس
کو جو مجھ میں کوئی بھی عیب دیکھے تو ضرور مجھ کو اس سے مطلع کرے)

لہذا مولوی صاحب کو بدعویٰ عمری النسب حسب روش و عادت سیدنا عمرؓ کا جز کی اس خیر خواہی و
خدمت پر خوش و راضی ہونا چاہیے اور اگر کوئی لفظ یا جملہ مولوی صاحب کو ناگوار یا باعث ناراضی
خاطر ہو تو عا جز کو اس کے جائز و شرعی معافی کا خواستگار ہونے میں کچھ تامل نہ ہوگا انشاء اللہ العزیز۔
قادیان میں جب عا جز کے الہامات مطالعہ فرما رہے تھے تو فرماتے تھے کہ میں دیکھتا
ہوں کہ خطابات موسوی و عصا تو الہامات میں ہیں لیکن ان کا پتہ نہیں (نشان و اثر نظر نہیں آتا) لہذا
مولوی نور الدین صاحب کا یہ تردد رفع کرنے کیلئے عا جز عرض پرداز ہے کہ مولوی صاحب عا جز و
رفیق عا جز کی لیاقت و استعداد علم سے تو خوب واقف ہیں کہ خیر ہی خیر ہے۔ پس اب اس کتاب
عا جز پر نظر عمیق ڈال کر غور فرمادیں کہ یہ کام اور یہ تحریر عصا موسوی علیہ السلام کا کام ہے یا نہ؟ یعنی جو
عصا موسوی علیہ السلام عا جز نے ایک رویا میں اپنے ہاتھ میں دیکھا تھا، کیونکہ بے بضاعتی، عادت
خاموشی خلوت پسندی نفرت شہرت، رغبت گمنامی، کے سبب عا جز کو تو اپنے و رفیق جیسے ہیچ کارہ و
نالائق سے اس قدر و ایسی تحریر ہونا عجائبات و قدرت الہیہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

مرزا صاحب جب مولوی نور الدین کو ایسا جلیل الشان فاضل تمام جہان کی تفسیریں
اپنے پاس رکھنے والا اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزار ہا قرآنی معارف کا ذخیرہ جانتے اور بیان
فرماتے ہیں اور خود بدولت کا دعویٰ بھی اشاعت قرآن مجید و اعلاء کلمۃ اللہ و فیض رسانی خلق اللہ کا
ہے تو پھر مرزا صاحب مولوی صاحب کو قرآنی حقائق و معارف سنانے اور قرآنی فیض رسانی کے
لئے لاہور آن کر قرآن مجید پڑھنے و پڑھانے کی اجازت کیوں نہیں عطا فرماتے؟ حالانکہ لاہور

والے شائقین کئی دفعہ علی التواتر اس فیض کے لئے متعدد درخواستیں و عرائض بھی ارسال خدمت کر چکے ہیں اور آپ نے وعدے بھی فرمائے، مگر نہ معلوم کہ ان کو قلیل عرصہ کے لئے بھی مولوی صاحب کی غیر حاضری و مفارقت کیوں گوارا نہیں؟ باوجودیکہ دعویٰ یہ ہے کہ فراہمی و کثرت جماعت کے واسطے کسی دوسرے کی موجودگی و توسل کی آپ کو کچھ پرواہ نہیں۔

﴿ پھر مرزا کا مولوی صاحب پر ایک احسان یہ ہے کہ ان کی رعایت سخن و پاس خاطر سے یوز آسف یعنی فرضی مسیح کی قبر کو جس کی تشریح قاضی فضل احمد نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی میں خوب لکھی ہے اور جس کو اولاً مرزا نے بلا دشام میں قرار دیا تھا اب بخلاف تحریر سابقہ خود اس کو کشمیر میں ہی رہنے دیا اور اپنی زبانی قوت جاذبہ و قدرت کاملہ سے اس کو مثل منارہ دمشقی قادیان میں نہیں کھینچ لیا ورنہ ایسا کرنا کیا مشکل تھا کیونکہ روپہ جس پر بزعم مرزا صاحب کھیلوں کا مدار ہے بقول مرزا صاحب اب بہت آتا ہے۔ ان کی قبر کو بھی اگر کسی جگہ قادیان میں قرار دے دیتے تو گواہ بہت پیدا ہو جاتے۔ کتبہ بھی نکل آتا بلکہ ان سے بڑھ کر شائد بتدبیر مرزا خود صاحب قبر بول اٹھتے کہ ہاں میں مسیح ابن مریم ہوں اور آپ میرے جانشین ہیں۔ اور پھر اس معجزہ یا کرامت مرزا میں چون و چرا کی گنجائش بھی بہت نہ ہوتی کیونکہ تاریخ یونان و ہندوستان میں اس امر کے ثبوت کیلئے کئی نظائر موجود ہیں۔ بہت آدمی مطلق خواب کی بنا پر بزرگوں کی خانقاہیں جہاں چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں جن سے ان کی اپنی اور عام لوگوں کی اوقات بسری بھی ہونے لگتی ہے چنانچہ عاجز نے پچشم خود ایسی قبریں اپنے سامنے بنتی دیکھی ہیں اور یہاں تو کسی موجودہ قبر کا فقط نام ہی بدلنا پڑتا۔

﴿ مولوی نور الدین فرماتے تھے کہ ان کا عقیدہ دربارہ ولادت مسیح علیہ السلام سرسید والا ہی تھا لیکن اس وقت مرزا صاحب کے عدم اتفاق کے باعث وہ گویا تقلیداً سکت ہیں تو اس لئے پاس خاطر مولوی صاحب کیا مرزا صاحب ضروری نہیں سمجھتے کہ خود بدولت بھی اپنے عقیدہ ولادت مسیح کو مولوی صاحب کے ساتھ موافق فرما کر عوام کا اس پر اظہار فرماویں؟ تاکہ ان کی پیدائش میں خلاف نیچر بے پردی کی خصوصیت نہ رہ کر ان کی موت کے ساتھ مطابق ہو جائے اور ان کی حالت ولادت و وفات میں مرزا صاحب کے نزدیک کوئی خصوصیت و نقیض نہ رہے؟ جب مرزا صاحب ایسا کریں گے تو پھر امید ہے کہ مولوی صاحب علاوہ زن و فرزند روپہ آبرو جان بٹماہ آپ کا ملک کرنے کے باقی رہا سہا دین ایمان بھی خود بدولت پر قربان کر دیں گے اور ایسی ہی اطاعت موافقت و خدمات پر خیال کر کے مرزا صاحب نے نشان آسمانی صفحہ ۴۶-۴۷ پر مولوی صاحب کی غلامی و

عطیہ ۳۰۰۰ روپہہ خوش ہو کر مشاعران مولوی صاحب کی تعریف کر کے فرمایا ہے :

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دین بودے ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقین بودے
مرزا صاحب کی خوشی تو اس میں ضرور ہے کہ ہر ایک نور دین جیسا خادم اور جان و مال
سے ہماری خدمت کرنے والا ہی ہو لیکن خالق مالک نے مخلوق کو و قد خلقکم اطواراً (تحقیق
پیدا کیا تم کو طرح طرح کا) خلق کر کے ہر امر میں مساوات نہیں رکھی اور اس لئے جہاں مولوی نور
الدین صاحب جان و مال سے خدمت کرنے والے ہیں وہاں ایسے بھی ہیں کہ صرف باتیں بنا کر
اور اہا ہا کہہ کر اپنی خدمت ہی کرائیں اور خرچ کوڑی نہ کریں۔ و قد خلقکم اطواراً کے اول
اللہ جل جلالہ کیا عمدہ ارشاد فرماتے ہیں ما لکم لا ترجون للہ وقاراً جس کا صاف مطلب
ظاہر ہے کہ تم فانی اشیاء و فانی انسانوں پر کیا تمنی و امیدیں کرتے ہو کہ وہ ایسے ہوتے تو کیا خوش
ہوتا۔ تم کو کیا ہو گیا کہ تم اللہ عز و جل علی کل نشیء قدیر کا و قریوں نہیں کرتے جو سب کچھ کرا
کر دینے والا ہے؟ مرزا صاحب اس پر توجہ فرمائیں۔

﴿ اس وقت عاجز کی نظر نشان آسمانی صفحہ ۴۸ کی ضروری گزارش پر جا پڑی جس میں لکھا
ہے کہ آگے تو ہمارے صرف بیرونی مخالف تھے اور فقط بیرونی مخالفت کی ہمیں فکر تھی اور اب وہ لوگ
بھی جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ مولوی و فقیہہ کہلاتے ہیں، سخت مخالف ہو گئے ہیں،۔

اس کے مطالعہ سے مرزا صاحب کا الہام لا تنریب علیکم الیوم (آج کے دن
تم پر کوئی سرزنش نہیں) جو غالباً انہوں نے بمقام ہشیار پور ۱۸۸۶ء میں بتلا کر فرمایا تھا کہ اس کے معنی
یہ ہیں کہ مخالف اب موافق ہو جائیں گے، یاد آ گیا اور خیال آیا کہ اب جو دس برس کے بعد بخلاف
الہام ۱۸۸۶ء، جنوری ۱۸۹۶ء کی چھپی ہوئی کتاب میں مرزا صاحب نے سخت مخالفت کا اقرار کیا ہے
اور اس وقت الہام کی سند پر کہا تھا کہ اب مخالف موافق ہو جائیں گے، تو یہ پیش گوئی و تفہیم بھی مرزا
صاحب کی کیسی پوری صحیح ہوئی؟ مرزا صاحب اپنی تفہیمات پر غور فرمائیں کہ کیسی درست اور صحیح ہوتی
ہیں کہ آپ مغرب کو مشرق ہی سمجھتے ہیں۔

﴿ مرزا صاحب کا اخیر پر مولوی صاحب کی پیروی کرنے کی نصیحت فرمانے سے ان کی
مراد بیعت و مریدی میں داخل ہونا ہی معلوم ہوتا ہے، سو اس کی نسبت پہلے عرض کر چکا ہوں کہ
بباعث ممانعت شرعی و الہامی منامی و وجدانی معذوری و مجبوری ہے۔ طرفہ تر یہ کہ طالبان مولیٰ عز و
جل و شانقان دین متین تو اپنے اطمینان و نجات کی خاطر خود پیر و مرشد کے خواہاں و جو یاں ہوتے

ہیں لیکن یہاں برعکس اس کے مرزا کو مریدان و طالبان کی دن رات طلب و تلاش و فکر ہے۔
 ﴿ ضرورتاً الامام کے صفحہ ۲۹-۳۰ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں :

ہمارے عزیز اور دوست ملہم صاحب یاد رکھیں کہ وہ ان خیالات میں سخت درجہ کی غلطی میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ اپنی الہامی طاقت سے پہلے مولوی صاحب موصوف کو قرآن دانی کا نمونہ دکھلا دیں اور اس خارق عادت کی چکار سے نور دین جیسے عاشق قرآن سے بیعت لیں تو پھر میں اور میری تمام جماعت آپ پر قربان ہے۔ کیا چند ناشناختہ الہامی فقروں کے ساتھ کہ وہ بھی اکثر صحیح نہیں یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے تئیں امام الزمان خیال کر لے۔ عزیز من امام الزمان کے لئے بہت سی شرائط ہیں تب ہی تو وہ ایک جہاں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

ہزار نکتہ باریک ترز مواں جاست نہ ہر کہ سہر بتر اشد قلندری داند

جواب۔ سخت درجہ کی غلطی تو بخیاں مرزا صاحب ان سے عدم موافقت ہے جس میں عاجز معذور ہے الہامی طاقت سے قرآن دانی کا نمونہ دکھلانے کا سوال بھی ایسا ہی ہے جیسا اور لوگ مرزا صاحب پر کیا کرتے ہیں اور اس کو خود بدولت ناپسند فرمایا کرتے ہیں لیکن یہاں ارشاد:

و الَّذِي نَفْسِي بِبَيْدِهِ لَا يُوْ مِنْ عِبَادًا حَتَّىٰ يَحِبَّ لَا خِيَهَ الْمَسْلَمَ مَا يَحِبُّ لِنَفْسِهِ (قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ ایمان والا نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہ شے دوست نہ رکھے جو اپنے نفس کے لئے دوست رکھتا ہے)

کو نظر انداز کر کے عاجز پر وہی سوال بلا تامل فرمادیا۔ مرزا صاحب یہ تو فرماویں کہ الہام و غیرہ الہی امور اپنے اختیاری ہیں کہ مدار یوں کی طرح جو کسی نے کہا اور مانگا فوراً کر دکھایا؟

آیات طلبی و جنگ مقدس کا ذکر

﴿ کبھی مرزا صاحب عاجز کو ایک جلسہ میں سورۃ اخلاص کے حقائق و معارف بیان کرنے جس سے ہزار درجہ بڑھ کر خود بدولت بیان نہ کر سکیں اور کبھی مولوی عبدالکریم کے حقائق معارف کے ہزار حصہ کے برابر بیان کرنے میں عاجز کو عاجز جاننے میں حلف اٹھاتے اور کبھی مولوی نور الدین کو ایک سپاہی پڑھانے اور کبھی الہامی طاقت سے قرآن دانی کا نمونہ دکھلانے کو اور کبھی

خارق عادت کی چمکار سے بیعت لینے کو فرماتے ہیں۔ جائے غور ہے کہ یہ طلب آیات کے مشابہ ہے یا نہیں؟ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ نے طلب آیات والوں کے قول نقل فرمائے ہیں مثلاً:

لولا انزل علیہ آیات من ربہ (اس پر اللہ کھیرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں)

وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ينبوعاً او تكون لک جنة من نخيل و عنب فتفجر الا نهار خلا لها تفجيراً او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفاً او تاتي باللہ و الملا ثكة قيلاً او تكون لک بيت من زخرف او ترقى في السماء و لن نؤمن لرقيبك حتى تنزل علينا كتاباً نقرأه (اور کہتے ہیں کہ ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں تا وقتیکہ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ بہا نکالو۔ یا کھجوروں اور انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اس کے بیچ میں تم نہریں جاری کر دکھاؤ۔ یا جیسا تم گمان کرتے تھے آسمان کے ٹکڑے ہم پر لاگراؤ۔ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرو، یا کوئی تمہارا طلائی گھر ہو، یا آسمان میں چڑھ جاؤ، اور جب تک ہم پر کتاب اتار کر نہ لاؤ کہ ہم اس کو آپ پڑھ لیں بے شک ہم تمہارے چڑھنے کو باور کرنے والے نہیں)

ان کے جواب تو ماشاء اللہ مرزا صاحب کو امید کہ معلوم ہوں گے کیونکہ آیات طلبی پر جنگ مقدس تاریخ ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۰ میں آپ نے قلا ا لآیات عند اللہ (کہہ سوا اس کے نہیں کہ نشانیاں اللہ کے پاس ہیں) سے شروع کر کے پھر صفحہ ۲۱ و ۲۲ میں لکھا ہے کہ:

نشان دکھلانا اقتداری طور پر انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اور پھر یہ کہہ کر: میرا دعویٰ نہ خدائی کا ہے اور نہ اقتدار کا، اور میں ایک مسلمان آدمی ہوں جو قرآن شریف کی پیروی کرتا ہوں،

وہی انجیل متی باب ۱۲ آیت ۳۸-۳۹، باب ۱۶ آیت ۳ و ۴ والے انجیلی جواب ہی دے کر ان کو ٹالنا تھا جس میں کہا ہے کہ:

اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں.. الخ۔

لیکن یہاں عاجز مسلمان متبع قرآن مجید پر ویسے ہی اقتداری نشان دکھلانے کو بار بار زور ڈالا، یہ عجیب انصاف ہے۔ خیر یہ بھی غنیمت ہے کہ مرزا صاحب نے ارنا اللہ جہرۃ والا جو سوال حضرت موسیٰ پر ہوا تھا، ابھی نہیں کیا۔ اگرچہ اس کا جواب بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔

﴿ مرزا صاحب خود بدولت کی الہامی طاقت اور خارق عادت کی چمکار کی طرف بھی خیال و غور فرمائیں کہ عاجز اور عاجز کے رفیقان کے واسطے خود بدولت نے سال ہا سال سے کس قدر توجہ کی اور زور لگایا اور عاجز کو پیغام بھی اپنے خاص مریدوں کی معرفت بھجوائے کہ:

تمہاری علیحدگی بیعت کے باعث اور بہت سے لوگ بھی رکے ہوئے ہیں۔

اور مولوی نور الدین بھی ہمیشہ انجن کے ساتھ گاڑی ملانے کی بہت ہی تاکید فرماتے رہے اور ملاقات گذشتہ ستمبر ۱۸۹۸ء پر جس کا نتیجہ و ظہور رسالہ ضرورۃ الامام ہے مرزا صاحب نے عاجز کے مطیع کرنے کو بہت ہاتھ پاؤں مارے اور زور و لیاقت خرچ کرنے میں کچھ کسر نہ رکھی۔ پھر فرمائیں کہ اس کا نتیجہ و اثر کیا ہوا؟ اور عاجز تو کسی قسم کا دعویٰ نہیں رکھتا لیکن مرزا صاحب کرامات اقتدار و اجابت دعوات کے کیسے مدعی ہیں کہ بظاہر دنیا میں کوئی ایسا نہیں۔

﴿ یہاں پر اپنے صادق الحال شیخ (سید عبداللہ غزنویؒ) کا حال یاد آ گیا کہ جب بوجہ جوڑ مخالفین کے شہر سے باہر چلے تو وہاں لوگ انواع انواع چیزیں لے کر جوق جوق حاضر ہوتے تو اس وقت آپ نے دعا کی کہ:

یا اللہ من از تو تراسی خواہم بندگان رانے خواہم

اور مرزا قادیانی کا عمل یہ کہ اپنی جمیعت بنانے کے لئے لوگوں کو درغلانے اور پھسلانے میں خود بھی ہمہ تن مصروف رہیں اور دلاؤں کو بھی مقرر فرما کر لوگوں کے پیچھے لگائے رکھیں۔

﴿ الہامی طاقت و خارق عادت کی چمکار خاص کر پیش گوئیوں کو (اپنی قرار داد مندرجہ براہین احمدیہ کے مخالف) بڑا کمال قرار دے کر ان کے دیکھنے دکھانے کے مرزا صاحب عاشق تو بہت ہیں لیکن تقدیر الہی سے ان بناوٹی امور میں اکثر ناکام ہی رہتے ہیں۔ دوسرے اہل اللہ کے نزدیک یہ دیکھنے دکھلانے و شیخی بھگانے کے کام معصیت و شرک ہیں لہذا وہ کبھی ایسے خلاف اخلاص و لغو امور کی طرف توجہ نہیں کرتے چنانچہ عاجز کے شیخ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے کہ، ایں کار جو گیاں است۔، اور سوائے نیت حصول رضارب العالمین کسی اور فضول شغل سے ممانعت فرماتے۔ اس کے مطابق مرزا صاحب کو یاد ہوگا کہ جب لدھیانہ میں ایک مرتبہ سید عبداللہ غزنویؒ کے مرید حافظ صاحب کو مرزا نے بطلب امداد بعض امور کے انکشاف کیلئے توجہ و دعا کرنے کو کہا تھا اور انہوں نے مرزا کا کہنا مان کر توجہ کی تو ان کو فوراً معلوم ہوا اور جواب ملا کہ یہ شرک ہے، جو انہوں نے اسی وقت مرزا سے کہہ دیا تھا۔ مرزا صاحب خود ہی براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھ چکے ہیں کہ:

اہل اللہ پیش گوئیوں سے نہیں بلکہ معرفت اپنے توکل خارق عادت سے کامل محبت، انقطاع تام، صدق و ثبات، انس باللہ، شوق و ذوق، غلبہ خشوع و خضوع، تزکیہ نفس، ترک محبت دنیا، لاثانی تقویٰ و طہارت، انشراح صدر وغیرہ سے شناخت کئے جاتے ہیں پیش گوئیاں ان کا اصل مطلب نہیں۔ ملخصاً۔

اور حق بھی یہی ہے کیونکہ اگر پیش گوئیاں و امثال آں پر دینداری و تقرب الی اللہ کا مدار ہوتا تو جنم پتری بنانے والے پنڈت جوتشی، جوگی، حال سادھو وغیرہ بھی عارفان باللہ و مقربان الہی ہوتے کیونکہ ان میں بروئے حساب، ہندسہ، قیافہ، قیاس، عمل مثلث، غلاف نفس وغیرہ وسائل ناجائز پیش گوئیوں کا مادہ و سامان اکثر ہوتا ہے اور مرزا صاحب کی نسبت ان کی پیش گوئیاں بدرجہا بہتر زیادہ معتبر نکلتی ہیں جیسا کہ یہ امر بہت انسانوں و عاجز کا تجربہ شدہ ہے اور یہ امور کچھ قابل قدر بھی نہیں ہیں۔ اس جگہ ان امور و واقعات سے بحث نہیں ہے جن کو اللہ ذات علیم وخبیر و علی کل شیء قدر خود بخود اپنے فضل و کرم سے اپنے عاجز بندگان پر بلا درخواست کشف فرماوے اور کھول دے کیونکہ ان میں نہ ان بندگان کی کچھ درخواست و آرزو ہوتی ہے اور نہ ان کا کچھ دخل تراش خراش۔ لہذا اس میں کسی کی کیا شیئی؟

عاجز تو بندگان الہی کو اپنے اوپر قربان ہونے دینا ہرگز ہرگز گوارا نہیں کر سکتا بلکہ حد سے زیادہ تعظیم و تکریم مرزا صاحب کی جو ان کے مریدین کرتے ہیں اور مرزا صاحب عالی حوصلگی و خوشی سے ارشاد و ہدایت قرآنی کو نظر انداز کر کے اس غلو و تعظیم کو پسند و گوارا فرماتے اور ان کے نفوس کو مع لوازم کے اپنا ملک اور خود بدولت کو ان کا مالک قرار دیتے ہیں عاجز ایسی تعظیم کو خلاف شرع ہونے کے باعث اور بندگان الہی کے نفوس کی مالکی کو شرک و ناجائز قرار دے کر اس سے بہت متنفر ہے کیونکہ یہ مخالف و منافی نسبت عبودیت ہے۔

مرزا نے ابھی ضرورۃ الامام کے صفحہ ۲۷ و ۲۸ پر حقائق معارف و آسمانی برکات کے عوض اپنا ہاتھ دینے و خود مع جماعت کے بیعت کرنے کی مستعدی ظاہر کی اور اعراض کرنے والے کو بدذات کہا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور اب یہاں یہ شرائط پیش کرتے ہیں کہ پہلے مولوی نور دین کو ایک سپارہ پڑھاؤ، قرآن دانی کا نمونہ دکھلاؤ۔ و خارق عادت کی چکار سے اس سے بیعت لو وغیرہ۔ سبحان اللہ کیسی استقامت راست بازی نیک نیتی ظاہر ہو رہی ہے۔

الہامات جب آیات قرآنی ہوں، مزید براں اسی طرح پورے واقع بھی ہوتے رہیں

بلکہ مرزا خود ان کی عملاً تصدیق بھی کریں اور ہوں بھی بے شمار، پھر ان کو چند ناشائستہ الہامی فقرے وغیر صحیح وغیرہ کہنا کیونکر صحیح ہوا۔ کیا اس لئے کہ وہ سوائے مرزا کسی اور عاجز کو ہوئے؟ ہاں عرصہ کے بعض الہام (یعنی ملاقات ستمبر ۱۸۹۸ء سے پہلے ۱۸۹۷-۱۸۹۸ء کے) کچھ من وجہ ناشاختہ تھے جیسے:

ان تصبک حسنة تسؤهم (تجھ کو بھلائی پہنچے تو ان کو بری لگتی ہے)

کا نواقو ما عالین۔ (یہ جماعت غلو کرنے والی ہے)

انّ اللّٰه لا یغیّر ما بقوم حتی یغیروا ما با نفسهم

سا وریکم آیاتی فلا تستعجلون (عنقریب میں تم کو اپنی نشانیاں دکھلاؤنگا ونگا جلدی مت کرو)

سینا لهم غضب علی غضب (قریب ہے کہ پہنچے ان کو غضب پر غضب)۔ (یہاں لفظ

ظلموا بڑا غور طلب ہے قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے انّ الشّرک لظلم عظیم، بے شک شرک بڑا ظلم ہے،

مرزا صاحب نے جس قدر شرک فی الالوہیت وشرک فی النبوت میں غلو کیا ہے محتاج بیان نہیں)۔

قل ای وربّی لتنبئنون بما عملتم (تو کہہ ہاں اپنے رب کی قسم ہے ضرور تم کو تمہارے عملوں

کی خبر دی جائے گی)

تا اللّٰه لا کیدن اصننا مکم (میں تمہارے بتوں کے ساتھ ضرور چال کرونگا)

قل هل ننبئکم بالاحسین اعمالاً الخ

انہا لشر ذمۃ قلیلون (تحقیق وہ جماعت تھوڑی سی ہے)

ما قدر و اللہ حق قدرہ، (انہوں نے اللہ کا قدر اس کے حق قدر کے موافق نہ کیا)

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پا کاں برد

خادم کو مخدوم نہیں بنانا چاہیے۔

پھر الہام انّ اول بیت و وضع للناس بیکہ مبارکاً جس سے ظاہر ہے کہ اول

واصل قبلہ تعظیم و توجہ و مرجع خلاق جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ وہی ہے جو مکہ مبارکہ میں ہے نہ

کسی اور جگہ جیسا کہ مرزا صاحب نے اس اصل بیت و قبلہ مکہ معظمہ والے کو فراموش کر کے مرزا اور

ان کے مکان کو قبلہ و کعبہ قرار دیا ہے۔ اس میں بھی مرزا صاحب کے اعتقادات وغیرہ کی طرف

ملفت ہونے سے ممانعت ہے۔

یہ سب اور دیگر چند الہامات جو اول عاجز کو بایں وجہ کچھ ناشاختہ تھے کہ حسن ظنی سے

ان کا محل تعلق و مخاطب مرزا صاحب کو کہنے میں تا مل تھا لیکن اب مرزا صاحب نے مہربانی و احسان

فرما کر عند الملاقات اول اپنی تقریر میں اور پھر رسالہ ضرورۃ الامام وغیرہ میں سب کا خود بدولت کو مخاطب محل اور مصداق ہونا ثابت و ظاہر فرما دیا جس سے یہ سب ناشاختہ سے شناختہ ہو گئے۔

﴿ امام الزمان کسی اور عاجز کا ہونا مرزا صاحب تو بے شک سخت ناپسند فرماتے ہیں لیکن فحوائِ ارشاد الفضل بید اللہ یؤتیه من یشاء و اللہ واسع علیم یختص برحمته من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔ خالق و مالک قادر عز و جل کے کارخانہ میں کس کو دخل ہے؟ یہ سب اس کے ہاتھ میں اس کو اختیار ہے جس کو چاہے بنا دے اور سرفراز فرما دے اور بنے ہوئے کو اس کی نالائقی تکبر و تعلیٰ وغیرہ جرائم کے سبب بگاڑ دے۔ عاجز تو ہر طرح راضی ہے، کسی طرح کا کچھ عذر نہیں اگر کسی کی غلامی میں ڈال کر راضی ہووے تو وہ بادشاہت اور سلطنت تمام جہان سے بدرجہا اعلیٰ و اولیٰ ہے۔ عاجز کو الہاماً ارشاد بھی ہوتا ہے تعزّ من تشاء و تذلل من تشاء بیدک الخیر انک علی کلّ شئیء قدید۔ مرزا صاحب کے ایک ہم خیال کے ساتھ مقابلہ کرنے ذکر آئندہ ہوگا۔

﴿ اخیر پر جو مرزا صاحب نے لکھا ہے:

ہزار نکتہ باریک تر زمو این جاست نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند
اس پر مرزا صاحب توجہ کریں کہ زبانی دعاوی فضل و کمال کبھی مثیل کبھی موعود کبھی کچھ کبھی کچھ بن بیٹھنے سے کچھ نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسان اپنی عبودیت مد نظر رکھ کر سراپا عجز و انابت سے بدل و جان مطیع و فرمان بردار کتاب اللہ عز و جل و سنت رسول اللہ ﷺ نہ بنے۔

قادیا نی ملہمین

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۳۰ پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

میرے عزیز ملہم اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ فقرات الہامی اکثر ان پر وارد ہوتے ہیں۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میری جماعت میں اس قسم کے ملہم اس قدر ہیں کہ بعض کے الہامات کی ایک کتاب بنتی ہے، سید امیر علی شاہ ہر ایک ہفتہ کے بعد الہامات کا ایک ورق بھیجتے ہیں۔ بعض عورتیں میری مصدق ہیں وغیرہ (یہاں مبالغہ سے صیغہ جمع عورتیں کہہ کر پھر فقط ایک کا ذکر کیا کہ اس کے الہام میں آپ کی نسبت غلطی کم ہوتی ہے۔ اور یہ لیہ والی مائی سلطان باہو صاحب کے خاندان قادر یہ سے متعلق ہیں اور مرزا صاحب سے کبھی ان کو ملاقات بھی نہیں ہوئی اور نہ ان سے کچھ تعلق ہے اور معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اب اس کو بھی مرزا صاحب کے مخالف الہام ہوتے ہیں جن کو مرزا صاحب کا مرید شائع نہیں ہونے دیتا۔ الہی بخش) ایسا ہی کئی ملہم ہماری جماعت میں موجود ہیں۔ ایک لاہور میں تشریف رکھتے ہیں مگر کیا ایسے الہامات سے کوئی شخص امام الزمان کی بیعت سے مستغنی ہو سکتا ہے۔ (ملخصاً)

جواب۔ اگرچہ مرزا صاحب کے مریدین کے خوابوں والہاموں کی کیفیت و ماہیت کسی قدر عاجز کو بھی معلوم ہے کہ مجاز اور استعارات والہام کی تمیز سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ان کو خواہ وہ از روئے کتب تعبیر کیسی ہی صریح مخالف کیوں نہ ہوں بمتابعت ہوا و ہوس خود حقیقت پر ہی حمل کرتے ہیں اور نعوذ باللہ اپنے اضغاث احلام کو قسمیہ الہام الہی کہنے کی جسارت کرتے ہیں حالانکہ امیر المؤمنین و امام المہمین عمرؓ جیسے جلیل الشان اکابر اسلام و صحابہ عظام اپنے الہامات کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے سے حذر فرماتے تھے جس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن مرزا صاحب کے مرید بیچارے بھی معذور ہیں کیونکہ ان کو خوبی قسمت سے پیر ہی ایسا ملا ہے جو بے رہبر و بلا پیر ہی کام چلاتا ہے بایں ہمہ کثرت ملہمین سے دل ماشاد چشم ماروٹن اللہ تعالیٰ جل شانہ عم نوالہ کرے کہ اور زیادہ ہوں مگر حد و شریعہ اسلامیہ کے پابند ہوں اور یہ دولت سارے جہان کو نصیب ہوتا کہ زمین ظلمت و فساد اور غفلت و عناد سے پاک ہونا عین علت غائی و مراد دلی ہے۔ معاذ اللہ عاجز خواہ نحوہ حسد کر کے حدیث شریف: اَیَا کُم وَ الحسَدُ فَانَّ الحسَدَ یَا کُلَّ الحسَنَاتِ کَمَا یَا کُلَّ النَّارِ الحطَبِ (تم اپنے تئیں حسد سے بچاؤ کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو) کی وعید کے نیچے کیوں آوے۔

عاجز کو یقین کامل ہے کہ اس قدر قدر کی رحمت ختم ہونے والی نہیں اور نہ کسی ایک ہی شخص کو بطور ٹھیکہ عطا ہو کر اوروں کو اس سے محروم کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب کو اختیار ہے ایسا خیال فرمائیں۔ عاجز کا تو ایمان ہے:

ما يفتح الله للناس من رحمته فلا ممسك لها وما يمسك وما
 يمسك فلا مرسل له من بعده وهو العزيز الحكيم (اور اللہ لوگوں کے
 واسطے جو رحمت کھولے اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا اور جو بند کرے تو بند کرنے کے بعد کوئی کھول
 نہیں سکتا۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے)

اور عاجز کو کسی کے مقابلہ سے کیا غرض؟ بقول

لنفسى ابكى لست ابكى لغيرها لنفسى فى نفسى عن الناس شاغل
 (میں اپنے نفس کے لئے روتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں روتا، اور اپنے نفس کی فکر میں اپنے
 نفس میں لوگوں کی طرف سے مشغول ہوں)

عاجز نے تو اپنے الہامات بتفصیل مرزا کو سنائے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باعث
 ناگوار گزرنے و تغیر حالت کے مرزا ان کو توجہ سے نہیں سن سکے تا کہ صحت و مقابلہ کا موازنہ صحیح ہوتا
 ﴿ مرزا قادیانی نے لاہور میں صرف ایک ہی ملہم کا تشریف رکھنا فرمایا ہے حالانکہ لاہور
 کے مریدین میں نصف درجن سے زیادہ مدعیان الہام ہیں.. اگر وہ بھی واقعی راست باز ملہمین ہیں
 جیسے کہ مرزا صاحب اپنی جماعت کی بارہا تعریف فرما چکے ہیں تو پھر ان کو فہرست ملہمین میں قبول و
 شامل کیوں نہیں فرمایا گیا۔ کیا ان پر کسی قسم کا شک ہے۔

﴿ آخر پر مرزا صاحب کی بیعت سے استغنا کا باعث تو الہامات ہیں جن کی مخالفت سے
 مرزا خود ڈراتے ہیں کہ اس صورت میں انسان کا خاتمہ بدھونے کا خوف ہے،۔ پھر سال ہا سال کی
 ملاقات و معاملات و تجارت بھی مانع ہیں۔

قادیانی کو دس مضامین کی تعلیم کی پیش کش

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اور مجھے تو کسی کی بیعت سے عذر نہیں مگر بیعت سے غرض افاضہ علوم روحانیہ اور تقویت
 ایمان ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ بیعت میں کون سے علوم سکھائیے اور کون سے

قرآنی حقائق بیان فرمائیں گے۔ آپ آئے اور امامت کا چہرہ دکھلائیں ہم سب بیعت کرتے ہیں

حضرت ناصح گرائیں دیدہ و دل فرس راہ پر کوئی مجھ کو تو سمجھائے کہ سمجھائیں گے کیا جواب۔ اللہ اکبر! مرزا کو کسی کی بیعت سے عذر تو درکنار خواب کی حالت میں بھی جو بے اختیاری سے کسی عاجز مخلص کا بے تکلف و بے ساختہ مجرد کہنا کہ مرزا بیعت کر لیں، پسند تو کہاں اس کا مطلق سننا بھی گوارا نہیں ہوا، چہ جائے کہ خواب سمجھ کر اس کی تعبیر کیلئے ذرہ تامل و صبر کرتے اور آرام و محبت سے فرماتے۔ صرف اسی بات پر ایسے ناخوش اور برا فروختہ ہو کر غیض و غضب فرمایا کہ اسی ایک خواب کے جملہ پر رسالہ لکھ کر طرح طرح سے لتاڑا اور دھمکا یا۔ کبھی اپنے مقابلہ پر، کبھی اپنے مرید کے، اور کبھی مولوی نور الدین کو سپارہ پڑھانے کے واسطے لاکارا۔ اور اب بھی اخلاص سے رضائے الہی کیلئے نہیں بلکہ امامت کا جو ہر دیکھنے کیلئے منکرین و مقابلین حق فاتنا بتنا تعدنا کہنے والوں کی طرح کہہ دیا کہ اپنی امامت کے جو ہر دکھائے (جس کا جواب قرآن مجید میں ہے قال انما یا تیکم به اللہ ان شاء و ما انتم بمعجزین (اگر اللہ کو منظور ہو تو وہی عذاب تم پر نازل ہو)۔ اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے تو کسی کی بیعت سے عذر نہیں۔ سبحان اللہ واللہ اکبر۔

مرزا صاحب توجہ سے آیات قرآن مجید:

لم تقولون ما لا تفعلون ، کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کے ارشاد و نیز رَبِّکَ یَعْلَمُ مَا تَکْفُرْهُمُ و ما یعلنون ، و ما من غائبة فی السماء و الارض الا فی کتاب مبین (جو باتیں لوگوں کے دلوں میں مخفی ہیں اور جو علانیہ کرتے ہیں تمہارے رب کو خوب معلوم ہیں اور آسمان و زمین میں ایسی کوئی بات مخفی نہیں جو کتاب واضح میں نہ ہو) اور حدیث شریف:

علیکم بالصدق فان الصدق یهدی الی البر و ان البر یدھی الی الجنة .. الخ و اذا کذب العبد تباعد عنه الملک میلاً من نتن ما جاء به (لازم پکڑو سچ بولنے کو کیونکہ یہ نیکی کی طرف کھینچتا ہے اور نیکی بہشت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ جھوٹ کی بدبو کے مارے اس سے ایک میل پرے ہٹ جاتا ہے)

پر غور فرمائیں۔ اسلام میں صدق و راستی بکار ہے ایسی بناوٹ کی بات و چال کی ضرورت نہیں۔

﴿ سبحان اللہ عجیب قدرت الہی ہے مولوی عبدالرحمن (لکھوی) مرحوم جنہوں نے مدینہ میں ایسی مرض سے جس میں موت فُجوائے حدیث شریف شہادت ہے جان بجان آفریں سپرد کر کے قرب و جوار رسول ﷺ میں قیام تا قیامت کر کے اپنی محبت و اتباع رسول ﷺ کا بین ثبوت دیا، ان کا الہام، مرزا صاحب فرعون، بھی کیسا صحیح و حق ثابت ہوتا ہے جس کے معنی و تشریح یہ ہے:

۱۔ باضافت صاحب طرف فرعون کے جس کا معنی ہوا کہ مرزا سا تھی فرعون کا ہے جیسا کہ مرزا صاحب کی تعلق و تقاخر و تکبر و خود ستائی سے ظاہر ہے۔

۲۔ الہامی عبارت کل کو عربی کہا جاوے مرزا صاحب فرعون، مرزا مبتداء، صاحب فرعون اس کی خبر ہے، جس کا ترجمہ یہ ہوا، مرزا، صاحب فرعون کا ہے۔

۳۔ یا بر طریق ماضی لفظ صاحب کا واقع ہوا ہے جس کے معنی ہوئے کہ مرزا نے فرعون کی ہمراہی کی ہے۔

پھر ایسے ہی مضمون کے الہام جس میں مرزا صاحب کے تقاخر تعلق شیخی کی خبریں ہوتی ہیں عاجز کو بھی ہوتے ہیں جن کا ذکر سابقاً ہو چکا ہے۔ اور عجب تر یہ کہ ادھر مرزا صاحب بھی اپنی تقریر و تحریر میں ان الہامات کی تصدیق میں وہی تعلق تقاخر و تکبر والی فرعونی نسبت کو ضرور باصرار ظاہر کرتے ہیں مثلاً دیکھ لیجئے کہ مرزا صاحب کا:

۱۔ اپنی فضیلت، جائداد، آسودگی و کثرت جماعت وغیرہ کا فخر کرنا یا قوم لیس لی ملک مصر و ہذہ الانہار تجری من تحتی (اے میری قوم کیا ملک مصر اور یہ نہریں جو اس کے نیچے بہتی ہیں میرا ملک نہیں) کے کیسا مشابہ ہے۔

۲۔ عاجز کو حقائق معارف کے بیان کرنے میں در ماندہ اور خود بدولت کو ہزار درجہ بڑھ کر بیان کرنا بلکہ حلفاً کہنا کہ، امید نہیں بمقابلہ ہمارے مرید کے ہزارواں حصہ بھی (الہی بخش کے) منہ نکل سکے۔، یہ بھی قول انا خیر من هذا الذی ہو مہین و لا یکا د بیبین (میں اس سے بہتر ہوں جو ایک ذلیل ہے اور اچھی طرح بیان بھی نہیں کر سکتا) کے کیسا ہم شکل و ہم معنی ہے۔

۳۔ پھر عاجز کو الہامی طاقت سے قرآن دانی کا نمونہ دکھلانے کو سپارہ پڑھانے کو، خارق عادت کی چکار سے بیعت لینے کو، معجزانہ اثر والی برکات دکھلانے کو کہنا قول فلو لا القی علیہ اسورۃ من ذہب و جاء معہ الملائکۃ مقترنین (پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے جمع ہو کر آتے) کے ساتھ کیسا ہو بہو ہے؟

مرزا و مریدین اسپر بہت غور سے توجہ کریں اور دیکھیں کہ عاجز غرباء منیب بندگان الہی کے الہامات کیسے سچے ثابت ہوتے ہیں کہ ملزم خود اپنی زبان و قلم سے طرح طرح سے ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اور توجہ و فکر کر کے اس فرعونی تکبر و تعلیٰ والی نسبت و عمل درآمد سے توبہ و استغفار کر کے صادق و صحیح نسبت ربّ انّی لما انزلت الّٰی من خیر فقیر (اے میرے رب جو کچھ مجھ کو اپنی نعمتوں سے عطا فرمائے میں اس کا حاجت مند ہوں) کہنے والے کے پیرو ہو کر ظاہر و باطن متبع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ ہوں جس میں فلاح دارین یقینی ہے۔ آگے اپنے اپنے نصیب۔

۳۔ دوسرا امر کہ بیعت میں کون سے علوم سکھلائیں گے، وغیرہ، سو اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ عاجز کے پاس سوائے ہدایت و ارشاد مولیٰ خبیر و علیم تعلیم رسول رؤف رحیم ﷺ کے اور کیا شے ہے؟ ہاں اس کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز:

۱۔ بحکم لا تتخذوا من دونی اولیاء (میرے سوا کسی کو دوست نہ پکڑو)۔

ما لکم من دون اللّٰہ من ولی ولا نصیر (سوائے اللہ تمہارا کوئی دوست و مددگار نہیں)
ربّ المشرق و المغرب لا الہ الا هو فاخذہ و کلباً (رب مشرق و مغرب کا اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اسی کو اپنا کارساز بناؤ)

لا تشرک باللّٰہ انّ الشّرک لظلم عظیم (اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو تحقیق شرک بڑا ظلم ہے)
واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئاً (اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ)۔
توحید الہی کے مقابل تمام عالم و عالمیان کو بیچ سمجھنا اور اسی کو اپنا والی و کارساز جیسا کہ وہ حقیقتاً ہے، جاننا اور اس کی ذات و صفات میں بحالت عمر و یسر و مقدمات وغیرہ کبھی کسی کو شریک نہ بنانا کسی پر بھروسہ نہ کرنا اور نہ کسی کی خوش آمد کرنا۔

۲۔ بحکم من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ (جس نے رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کی اس نے اللہ کی تابعداری کی)۔

من یطع اللّٰہ و رسوله یدخلہ جنات تجری من تحتھا الا نھار خالدين فیھا
ذالک الفوز العظیم (جو اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرتا ہے اللہ اسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ بہشت میں رہے گا اور یہ بڑا مراد پانا ہے)۔

و من یعص اللّٰہ و رسوله و یتعدّد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیھا و له عذاب
مہین (اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے گزرے اللہ اس کو آگ

میں داخل کرے گا اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ ذلیل کرنے والا عذاب ہے) (ما آتاکم الرسول فخذوه و ما نہا کم عنہ فانتهوا) (جو کچھ تمہیں رسول ﷺ عطا کریں وہ لے لو جس سے روکیں اس سے رک جاؤ)۔

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (اللہ کی معصیت میں مخلوق کی تابعداری نہ کرو)
اطاعت اللہ عزوجل، ورسول اللہ ﷺ میں کسی اہل دنیا کی پرواہ نہ کرنا۔ شارع ﷺ کے مفسر احکامات و تعلیمات میں خود غرضی و خود رائی کو دخل نہ دینا اور اس کی امر و نہی میں بحکم ما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امران یتکون لہم الخیرة من امرہم و من یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضللاً مبیناً سر تسلیم خم کرنا۔
پابندی رسوم غیر شرع بحکم من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فہو ردّ
وخواہش نفس کی حسب ارشاد و لا تتبع الهوی فیضلک عن سبیل اللہ۔ ان الذین یضلّون عن سبیل اللہ لہم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب تابعداری نہ کرنا
۳۔ بہ تعظیم ارشاد:

وللّٰہ العزّة و لرسولہ و للمؤمنین و لا کنّ المنافقین لا یعلمون۔
لا نفرّق بین احدٍ منّ رسلہ۔
و یل لکلّ ہمزة لّمزة۔ ن الذی جمع ما لا وعددہ۔
لا یغتب بعضکم بعضاً۔

بحسب امری من الشّر ان یحقّر اخاہ المسلم،

انبیاء و اولیاء سلف صالحین و بزرگان دین متین میں سے کسی کی بھی عیب چینی توہین و تحقیر نہ کرنا، ذرا سے خلاف پر مسلمانان مولویان و فقراء کوسب و شتم و تبرا بازی کرانے کے واسطے کسی دریدہ دہن و ناپاک زبان کو اسی کام کے لئے نان و پارچہ پر اپنے پاس رکھنے کو خلاف شرم و حیا سمجھنا اور نہ فکر حصول مال میں نادہندگان و ناموافقان کے لئے اپنی مجلس کو غیبت گاہ بنانا بلکہ بحکم لیحجزک عن النّاس ما تعلم من نفسک (چاہیے کہ تجھے لوگوں کے عیب بیان کرنے سے روکے وہ چیز کہ تو اپنے نفس میں جانتا ہے) کے اپنے نفس کے فکر سے بھی غافل نہ ہونا۔

۴۔ حسب الحکم:

ان تؤدّ الا مانات الی اهلہا (امانتوں کو ان کے اہل کی طرف ادا کر)،

فان امن بعضکم بعضاً فلیؤد الذی اتمن اما ننتہ (پس اگر تم میں سے کسی کے پاس کوئی امانت رکھے تو امانت دار کو چاہیے کہ امانت ادا کرے)۔

والذین ہم لا ما ناتھم وعھد ہم راعون (جو لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت رکھتے ہیں) امانت میں امین ہونا اور جس طرح ہو سکے اس کو ادا کرنا اور بے محل صرف سے باز رہنا اور جس محل پر خرچ ہونے کو روپیہ آوے اس کو اسی محل پر خرچ کرنا، کسی اپنی نفسانی حاجت کو ہرگز مقدم نہ کرنا۔

۵۔ بموجب حکم:

او فوا بالعهود (اقراروں کو پورا کرو)

او فوا بالعهود ان العھد کان مسئولاً (اقرار پورا کرو اسلئے کہ عہد یعنی اقرار کی باز پرس ہوگی) کے ایفاء عہد و وعدہ کا پابند رہنا خواہ مشکل ہو یا آسان ہرگز اس کا خلاف نہ کرنا اور بنظر تعمیل حکم:

و لا تا کلوا اموالکم با لباطل و تدلوا بها الی الحکام لتا کلوا فریقاً من اموال الناس با لاثم و انتم تعلمون (اور آپس میں ناحق ایک دوسرے کا مال خورد برد نہ کرو اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ گردانو، کہ لوگوں کے مال سے، جو کچھ ہاتھ لگے، جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ)

کے بے گانہ مال کھانے و خورد برد کرنے میں حق العباد کے مواخذہ سے ڈرنا اور جس طرح ہو سکے اس کو ادا کر کے سبک دوش ہونا۔

۶۔ قل ما اسئلکم علیہ من اجر و ما انا من المتکلفین (کہہ میں تم سے مزدوری نہیں مانگتا اور نہ مجھ کو تکلف کرنا آتا ہے)

و ما امروا الا ليعبدوا اللہ مخلصین له الدین حنفاء..... الآیۃ (اور ان کو یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں یک رنے ہو کر)

کے موافق اپنی فضیلت و بزرگی قائم و ثابت کرنے کو حیلہ حوالہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ ایسی گھات اور فکر میں لگے رہنا کہ کسی طرح کوئی پیچ ایسا لگے جس سے اپنی قدرت نمائی کا پرتو لوگوں پر پڑے جیسا کہ الہام غثم غثم والا جلی قلم سے لکھ کر مرزا صاحب کی مسجد و مکانوں میں چسپاں اور مریدوں میں مشتہر کیا گیا اور اخیر پر اس کی تصدیق و تکمیل معافی ٹیکس پر مرزا نے عاجزان

کے روبرو بیان فرمائی، تو اس کی وہی مثل ہوئی

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

۷۔ بحکم فلا تزگوا انفسکم هو اعلم بمن اتقى۔

وله الكبير يا في السما وات و الارض و هو العزيز الحكيم۔ (اس کے لئے ہی بڑائی

ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ غالب دانا ہے)

انّ اللّٰه لا يحبّ كلّ مختال فخور۔

الكبر يا ردائي و العظمة ازارى فمن ناز عنى و احدىٰ منهما ا دخلته النار۔

لا يدخل الجنّة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر

تعلىٰ و تقاخر و کبر یا ئیٰ کو خاصہ الوہیت جان کر اس سے حذر کرنا، عبودیت کو ہمیشہ مد نظر

رکھنا اپنی بقا کے لئے طرح طرح کی اپنی تصویریں مریدین میں تقسیم کرنا اور اپنے یادگاری مینار گھنٹہ

گھر وغیرہ بنوانے کو غیر سبیل المؤمنین سمجھ کر ایسے امور سے پرہیز کرنا اور ان سے دور بھاگنا۔

۸۔ بحکم لا تشتروا با یا تى ثمنًا قليلاً (میری آیتوں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل نہ کرو)۔

الا للّٰه الذّٰين الخالص (خبردار اللہ کے لئے دین خالص چاہیے)۔

الذّٰع امخّ العبادة (دعا عبادت کا مغز ہے)،

عبادت یعنی دعا وغیرہ کے لئے تقرری و تقاضائے اجرت و نذرانہ میں اصرار نہ کرنا اور

نہ طمع کر کے اپنے اوقات صافیہ کو اس غرض سے ایک برس کے واسطے وقف کرنا۔ بلکہ جو کچھ کرنا

بلا طمع خالص بہ نیت رضاء الہی کرنا۔

۹۔ بحکم یا ایہا الذّٰين آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللّٰه ان

تقولوا ما لا تفعلون۔

یستخفون من النّاس و لا یستخفون من اللّٰه و هو معهم اذ یبیتون ما لا

یرضی من القول و کان اللّٰه بما یعملون محیطاً

تجدون شرّ النّاس یوم القیامة ذو الوجہین الذّٰی یأتی ہؤلّا بو جہہ و ہؤلّا

بو جہہ ،

قول و فعل یکساں کرنا، کوئی بات دورخی پہلودار بناوٹ کی نہ کرنا، ظاہر باطن یکساں

رکھنا اور اپنی مطلب براری کی خاطر ناجائز حیلہ حوالہ نہ کرنا، اور اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ

سے کوئی امر پوشیدہ نہیں ہے۔

۱۰۔ بحکم و اذکر اسم ربک و تبتّل الیہ تبتیلاً۔

وَالَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ .. الخ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔

و اذکر ربک فی نفسک تصرّعاً و خیفہ و دون الجهر من القول بالغدوة و

الأصال و لا تکن من الغافلین۔ و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا

مدام ذکر و توجہ الی اللہ میں مشغول و مستغرق رہ کر اس کی رہنمائی کا طالب رہنا وغیرہ

وغیرہ جیسا کہ ارحم الراحمین و رؤف و رحیم نے محض اپنے فضل و کرم سے عاجز کو سکھایا اور امتثال

اور امر واجتناب نواہی کے لئے جو ارجح اپنے قابو و حفظ و امان میں رکھے۔

سو امید ہے کہ انشاء اللہ عاجز کے روحانی متعلقین و متوسلین میں بھی یہی ملکہ رسوخ بفضلمہ و

کرمہ پیدا ہو جاوے گا۔ اس کے سوا فقیر عاجز مسکین بے بضاعت کے پاس اور کیا ہے؟

اور مرزا صاحب غور فرمائیں کہ یہ سب امور افاضہ علوم روحانیہ اور تقویٰ ایمان کے

واسطے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کافی و وافی ہیں یا نہیں؟

﴿ مرزا صاحب نے جو اپنے ہم قوم مرزا غالب کا شعر نقل کیا ہے

حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرس راہ پر کوئی مجھ کو تو سمجھائے کہ سمجھائیں گے کیا

اس کی نسبت عرض ہے کہ عاجز کا کیا مقدر کہ اس بے بضاعتی سے مرزا کے ناصح ہونے

کا فخر کرے، لیکن اس مولیٰ محسن ہادی کے کرم و فضل پر امید ہے کہ اگر مرزا ظاہر و باطن یکساں فرما کر

اس احکم الحاکمین کی حصول رضا کیلئے دیدہ و دل فرس راہ بناویں گے، تعالیٰ و تقا خرفاظی و شاعرانہ

گھمنڈ کو دور فرما کر حصول روشنی کیلئے اپنی کھڑکیوں کے کواڑ کھول دینگے تو وہ ارحم الراحمین، غفور شکور

ہے کسی کی سعی و اخلاص کو ہرگز ضائع کرنے والا نہیں وہ مالک قادر ضرور بالضرور حسب وعدہ و ارشاد

وَالَّذِينَ جَاءُوا هُدًى لَّنَهْدِيَنَّهُمْ سَبَلَنَا (جن لوگوں نے ہمارے دین میں کوشش کی ہم ان کو

ضرور اپنے رستے دکھائینگے) مرزا کو جیسا مناسب اور ان کے حسب حال ہوگا سمجھانے کا سامان بہم

پہنچائے گا۔ ورنہ کسی دوسرے کی کیا طاقت کہ مرزا کو سمجھاوے اور آج کل وہ کسی عاجز کی عرض و

سمجھانے پر بایں خیالات بلند پروازی التفات ہی کب فرماتے ہیں۔

معرفت میں بیٹھنا ہونیکا قادیانی دعویٰ

ضرورۃ الامام کے صفحہ ۳۰، ۳۱ پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

میں نقارہ کی آواز سے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ سب بطور نشان امامت ہے جو شخص اس نشان امامت کو دکھلائے اور ثابت کرے کہ وہ فضائل میں مجھ سے بڑھ کر ہے، میں اس کو دست بیعت دینے کو تیار ہوں، مگر خدا کے وعدوں میں تبدیلی نہیں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا آج سے قریباً بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں یہ الہام درج ہے الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ - لَتَنْذِرُنَّ قَوْمًا مَّا اَنْذَرْنَا بَاءَهُمْ وَ لَتَسْتَبِينَ سَبِيلَ الْمَجْرَمِینَ - قُلْ اِنِّیْ اَمْرًا وَاِنَّا اَوَّلُ الْمُسْلِمِینَ - اس الہام کی رو سے خدا نے مجھ پر علوم قرآنی عطا کئے ہیں اور میرا نام اول المؤمنین رکھا اور مجھے سمندر کی طرح معارف اور حقائق سے بھر دیا ہے اور مجھے بارہا الہام دیا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی معرفت الہی اور کوئی محبت الہی تیری معرفت اور محبت کے برابر نہیں۔

جواب - بے شک مرزا صاحب کی محنت و ہمت و سر توڑ سعی جو آپ نے اشاعت معارف میں صرف کر کے اپنی فضیلت دور دراز بمبئی مدراس وغیرہ تک پہنچانے میں ظاہر فرمائی بینظیر ہے کیونکہ کسی ربانی بزرگ عبد صالح و اہل اللہ سے بذات خود اظہار فضیلت میں اس قدر محنت و سعی سننے میں نہیں آئی۔ البتہ یہ تو سنا اور پڑھا ہے:

و عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا احب عبداً دعا جبریل فقال انی احب فلاناً فا حبه قال فيحبه جبریل ثم ينادی فی السماء فيقول ان اللہ يحب فلاناً فا حبه فيحبه اهل السماء ثم يو ضع له القبول فی الارض (ترجمہ گدرچکا)..

و اذا ابغض عبداً دعا جبریل فيقول انی ابغض فلاناً فا بغضه قال فيبغضه جبریل ثم ينادی فی اهل السماء ان اللہ يبغض فلاناً فا بغضوه قال فيبغضونه ثم يو ضع له البغضاء فی الارض (اور جب کسی بندہ سے نفرت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر کہتا ہے کہ مجھ کو فلاں شخص سے نفرت ہے تو اس سے نفرت کر۔ پس جبریل اس سے نفرت کرتا ہے اور آسمان والوں میں منادی کرتا ہے کہ اللہ فلاں شخص کو مبغوض جانتا ہے تم بھی اس کو مبغوض جانو۔ پس وہ اس کو مبغوض جانتے ہیں

پھر اس کے لئے خدا کی زمین میں بغض رکھ دیا جاتا ہے)

مدعا یہ کہ اللہ تعالیٰ الودود اپنے محبوبین سے محبت کر کے ان کی شہرت و قبول فی الخلق خود فرماتا ہے۔ ان کو اپنی فضیلت و بزرگی کا نہ خود خیال ہوتا ہے نہ وہ اس میں جان کنی کر کے کسی قسم کی محنت و مشقت اٹھاتے ہیں۔ مصروفیت ذکر اللہ و طلب رضاء الہی سے ان کو فرصت کہاں کہ نقارہ کی طرح بجنے میں دن رات کمر بستہ و دہن کشادہ رہیں۔

چونکہ اللہ جل جلالہ کسی کی محنت و سعی ضائع نہیں فرماتا جیسا کہ فرمایا:

نولہ ما تولی۔ من کان یرید حرث الآخرة نزلہ فی حرثہ و من

کان یرید حرث الدنیا نزلہ منها و مالہ فی الآخرة من نصیب۔

اسی کے موافق اس خالق مالک نے مرزا کو اس آواز پہنچانے میں مثل دیگر تجاران و اشتہار دہندگان کچھ کامیاب کیا اور اطراف و جوانب سے آپ کے نقارہ کی آوازیں سن کر جیسا کہ عوام الناس کا دستور ہے بمصدق: آوازہ دہل ہے خوش آئند دور کا۔ لوگ مرزا کے پاس آگئے۔ لیکن تعجب یہ کہ نزدیک والے واقفین و محرم رازوں سے کوئی شاذ ہی اور وہ بھی کسی ضرورت و سبب سے یہ آوازیں مرزا کی طرف ملتفت ہوا۔ اس جگہ وہ مقولہ تو ہرگز موافق مثال و چسپاں نہیں ہو سکتا کہ: نبی اپنے ملک میں عزت نہیں پاتا اور دوسرے لوگ اور ملک والے ہی اس کے گرویدہ و مطیع ہوتے ہیں۔

ہم کو کسی دوسری نظیر کی ضرورت نہیں ہمارے سید و مولی ﷺ کی مثال ہی کافی ہے کہ ایذاء و تکالیف بدنصیب مخالفین پر بحکم مالک قادر جب دوسرے شہر میں تشریف لے گئے تو ملک والے واقف حال و محرم راز غلاموں کی طرح حلقہ بگوش ہو کر ساتھ گئے۔ چیدہ و سربر آوردہ جو ملک کے روح رواں بلکہ سب ملک و شہر والوں کے برابر بلکہ ان سے اعلیٰ و اولیٰ تھے وہ سب کے سب ہی حاضر ہو گئے۔ عزت آبرو ملک و وطن جائیداد وغیرہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ شیفٹہ والہ ہو کر ذرہ بھر غیر حاضری و علیحدگی برداشت نہ کر سکے اور السنا بقون الا و لون من المہاجرین (سبقت کرنے والے سب سے پہلے مہاجرین) کے عالی شان خطاب و القاب سے معزز و سرفراز ہوئے، لیکن مرزا صاحب کے یہاں اس کا پانسنگ بھی موجود نہیں کیونکہ جو چند لوگ نو وارد ہیں تو وہ شمار میں کتنے ہیں؟ اور کیا یہاں کوئی مولوی عالم طالب حق نہ تھا جو آپ کی بیعت و صحبت کو غنیمت و سعادت عقبی سمجھ کر شامل ہو جاتا؟ پھر ساتھ دینے والوں میں سے بھی جوں جوں کوئی واقف و محرم راز ہوتا

جائے، بشرطیکہ خالص طالبِ رضائے مولیٰ ہو اور کسی تعلقِ حاجتِ مندی و معیشت و غیرہ کی زنجیر میں گرفتار نہ ہو، تو وہ رفتہ رفتہ مرزا صاحب سے رخصت ہو جاتا ہے جس پر مرزا صاحب و مریدین موجودہ کو غور کرنی چاہیے۔

نقارہ کی آواز کی مثال مرزا صاحب نے کچھ عمدہ سوچ سمجھ کر نہیں دی یا قدرت قادر نے ہی حق الامر کے موافق بھجا دی۔ بہتر ہوتا اگر کوئی شرعی مثال درج فرماتے کیونکہ اس ملک میں تو بیچارے تنگی کے مارے بوالہوس و شوریدہ حال دھوکہ دہی و عجبہ نمائی سے پیٹ پالنے والے ایسے ایسے لوگ ہی مثل بازی گر، مداری، ڈھولی و غیرہ لغو تماشا کرنے والے اپنے تماشا بیوں کو جمع کرنے اور ان سے ایک ایک دودو پیسہ وصول کرنے کی خاطر ہی نقارہ کی آواز لوگوں کو سنایا کرتے ہیں۔

مرزا فرماتے ہیں: کوئی دکھلاوے اور ثابت کرے کہ وہ فضائل میں مجھ سے بڑھ کر ہے، غور فرماو میں کہ بمقابلہ ایک خاکی نژاد انسان مگر محبوب و برگزیدہ رحمن کے پہلے پہل کس بدنصیب نے دعویٰ اپنی فضیلت و بہتر ہونے کا کیا تھا؟ اگر اس پر بھی دل میں کچھ فکر پیدا نہ ہو تو خیال کریں کہ دکھلانے اور ثابت کرنے پر تو وہ آمادہ ہو جسکو مرزا صاحب کی طرح اظہارِ فضیلت و بزرگی کا جوش و عشق ہو یا وہ جو انا خیر منہ والی نسبت سے مغلوب ہو۔ دوسرا کوئی غریب مسلمان عبودیت و عاجزی کی نسبت والا جو ریا و دکھانے کو شرک و گناہ جانتا ہو وہ کیوں اس طرف خیال کرنے لگا؟ پھر اگر کوئی مرزا کا ہم مذاق دکھلانے اور ثابت کرنے کو آمادہ بھی ہو تو کس کے سامنے ثابت کرے اور دکھلاوے؟ کیونکہ مرزا تو سوا خود بدولت کے کسی دوسرے کی فضیلت کے قائل ہی نہیں۔ بہتر و افضل تو کجا کسی کو اپنے برابر بھی ہرگز نہیں جانتے لہذا اگر کوئی ثابت کرنے پر مستعد بھی ہو تو فائدہ کیا؟ اور پھر مرزا آخر اپنے نشانوں کو بھی نظرِ عمیق سے دیکھیں کہ کیسے ثابت ہوئے اور مانے گئے؟ اور ان اپنے خیالات و مقالات پر غور کریں کہ اہل اللہ اور ربانیوں کی یہی شان ہے؟

باوجودیکہ عاجز کو مرزا صاحب کے بہت الہام یاد و معلوم ہیں جن میں ان کی تفہیم کے خلاف و برعکس واقعات کا ظہور ہوا ہے جیسا مرزا نے عرصہ دراز کے بعد ایامِ صلح میں کچھ خود ہی قبول فرمایا تاہم چونکہ عاجز میں مادہِ تفاخر ہم چوں من دیگرے نیست والا نہیں ہے لہذا بدظنی نہیں کرتا لیکن یہ ظاہر ہے کہ مرزا کا مسلک بسبب بے رہبر ہونے کے سلف و خلف صالحین امت محمدیہ ﷺ کے مخالف ہے۔ مرزا صاحب اپنے اوہام و خیالات کو بھی الہاماتِ الہیہ کہتے و سمجھتے ہیں اور پھر تراش تراش کا بھی مضائقہ نہیں جانتے اور دوسری طرف عاجز.. باتباع کبراء امت ان کو کتاب اللہ و سنت

رسول اللہ ﷺ پر عرض کر کے مطابق احکام شرعیہ ان پر عامل و کار بند ہوتا ہے۔ نیز ان میں تصرف و ترمیم کے خیال کو بھی معصیت و انفرآء سمجھ کر نہایت ڈرتا و حذر کرتا ہے اور شہرت کیلئے اشتہار و غیرہ دینے تو کجا۔ یہ مرزا کی ہی فراخ حوصلگی ہے کہ مریدوں تک کے خواب جس کو وہ الہام کہیں اس کو بھی اپنی مرضی کے موافق درست کر دیتے ہیں چنانچہ عاجز نے مرزا کے دستخطی خط میں ایک دفعہ پڑھا تھا کہ ایک راسخ الاعتقاد مرید جو ان کے مقدمات کی پیروی میں بھی بہت سرگرم رہا اس کی تحریر پر اس کے الہامی لفظ مزد کو عضد سے بدل دیا۔ یعنی م کو عین سے اور ز کو ض سے بدل کر مزد کو عضد بنا دیا جس کے معنی اگر کچھ ہو سکیں تو بظاہر برعکس ہو گئے۔ خیال فرمائیے کس قدر فرق عظیم ہو گیا اور مرزا نے ترمیم کی وجہ شائد یہ رقم فرمائی تھی کہ تمہاری تفہیم میں غلطی ہوئی ہے۔

ان ہی اسباب سے مرزا کے ساتھ موافقت کرنے سے روکا و ڈرایا جاتا ہے۔

مرزا صاحب اپنے نشانوں و کرامات و غیرہ کا ذکر بار بار کرتے ہیں لہذا اس کے متعلق کچھ مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

۱۔ یہ سب کائنات زمین آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں طرح طرح کی مخلوق انسان نیک و بد، حیوان مفید و مضر وغیرہ جو ظاہر و پوشیدہ ہے، اس کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے جس نے اس کو پیدا کر کے ایک محکم مضبوط قانون اس کے لئے مقرر فرمایا ہے جس پر یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ چونکہ مخلوق عاجز ضعیف محدود العقل والفہم تھی لہذا اس کو اپنا قانون و منشاء و رضا سمجھانے کا بھی اپنی رحمت سے آپ ہی سامان فرمایا جس کے واسطے :

الحمد لله الذى هدانا لهذا وما كنا لنهتدى لولا ان هدانا الله (اللہ کا

شکر ہے جس نے ہم کو اس کا راستہ دکھایا اور اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے)

لقد جاءت رسل ربنا بالحق و ختمهم بافضلهم و اكملهم محمد

ﷺ الذى جاء بالصدق (تحقیق ہمارے رب کے پیغمبر حق کے ساتھ آئے اور ان کا

خاتمہ ان میں سے افضل و اکمل محمد ﷺ کے ساتھ کیا جو حق کے ساتھ آیا)

کہنا بالکل صحیح اور ضروری ہے۔

۲۔ اس مخلوق کی دو حقیقتیں ہیں۔ اول حقیقت کو نبی یعنی خلق ہو کر موجود ہونا۔ دوم حقیقت دینیہ امریہ یعنی عمل درآمد جو جب حکم خالق۔ دنیا میں چونکہ انسانوں و جنوں کو باعث عطا ہونے عقل و فہم و ادراک اور دیگر مختلف حواس و قوے کے مکلف ہونا لازمی و عند العقل واجب ہے اور دوسری

ایسی مخلوق جس کو ایسا فہم و ادراک وقوی وغیرہ نہیں ملے جس سے وہ مکلف باحکام ہونے کے لائق ہوتے اور نہ وہ مکلف و مخاطب احکام کئے گئے، لہذا اس کا ذکر چھوڑ کر صرف مکلف باحکام مخلوق انسان وغیرہ کا ہی ذکر ہوگا۔

۳۔ حقیقت کونہیہ میں تو سب کائنات و مخلوق داخل ہے لیکن اس کا فرق نیک و بد، اچھا و برا وغیرہ تفاوت باہمی حقیقت دینیہ امریہ سے پیدا و ظاہر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم و رحمت سے اپنے قانون و کتاب مبارک میں مفصل بیان فرمایا ہے جو صاف و صریح مطابق عقل اور فہم و فطرت انسانی ہے اور وہ یہ کہ جو کوئی صدق دل و ایمان و اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے قانون و احکام مقرر کے مطابق اس سے محبت و تعظیم و تکریم و اس کی اطاعت کرے، اس کی ناراضی و غضب سے ڈرے، اس کی رضا کا طالب ہو کر وہی عمل کرے جو اسکو پسند اور اس کی رضا کا باعث ہیں اور اسی حالت پر اس کا دنیا میں اخیر و خاتمہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء و متقین صالحین پیارے و برگزیدہ بندگان میں سے ہے۔ اور ایسے ایمان داروں و استقامت والوں پر فرشتے نازل ہو کر جنت کی خوش خبری سناتے اور سلام کرتے ہیں۔ وغیرہ۔ ان کو اولیاء الرحمن کہتے ہیں لیکن جو کوئی اس خالق و مالک کے حکم و قانون مقررہ کی باوجود استطاعت پیروی و اطاعت نہ کرے بلکہ بہم جو دگی عقل و فہم کے مخالفت کر کے وہ عمل کرے جو باعث کراہت و ناراضی و غضب اس ذات تعالیٰ و تقدس کے ہیں اور ایسی حالت میں اس کا دنیا میں اخیر و خاتمہ ہو تو وہ اس حکم الحاکمین کے مخالفوں، نافرمانوں، سرکشوں باغیوں دشمنوں میں سے ہے اور شیطان نافرمان لعین کا دوست ہے، جو شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتا ہے اور شیاطین ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں، یہ اولیاء شیطان کہلاتے ہیں۔ اور یہ ایسا بدیہی امر و مسئلہ ہے کہ عوام بھی اسے فکر و تامل سے سمجھ سکتے ہیں۔

۴۔ جب یہ امر ہر طرح سے ثابت و ظاہر ہے کہ اللہ کے مطیع و فرمانبردار اس کے اولیاء دوست پیارے ہونے چاہئیں اور ہیں، اور اسکے نافرمان، سرکش، باغی اس کے دشمن و اعداء ہونے چاہئیں اور ہیں، تو ان ہر دو کے حالات کا یعنی جو کچھ باعث خوش نودی و رضا مندی خالق و مالک اولیاء اللہ پر انعام و اکرام اور باعث ناخوشنودی و نارضا مندی نافرمانوں و دشمنان الہی پر جزو توخی و غیرہ ہو، کیا اس (موجودہ) جہان اور کیا اس (آنے والے) جہان میں یا جو کچھ ان سے سلوک ہو یا ہوگا، ان سب کا مختلف و جدا جدا ہونا بھی لازمی اور ضروری و مقتضائے عدل و انصاف ہے تاکہ ان ہر دو میں ماہہ الامتیاز ہو۔ اور چونکہ دنیا میں عاشقان دنیا چالاک و دھوکہ دہ انسان ایسے بھی ہوتے رہتے

ہیں کہ شعبہ سحر حضرات وغیرہ عجائب نمائی و زبانی تقریروں سے بلا اوصاف کے ربانی نبی رسول مجدد محدث وغیرہ اولیاء اللہ بن کر لوگوں سے خدمات و مال لینے کا سلسلہ و طریق جاری کرتے ہیں یا نادانی و ناواقفی علوم دینی سے شیطان و نفس و جن کے دھوکے میں آ کر بغیر صحیح فرمان برداری احکام الہی و پوری اطاعت رسول اللہ ﷺ کے اپنے آپ کو صاحب مناصب و اولیاء الرحمن جاننے لگتے ہیں لہذا اکابر اہلسنت نے اس مضمون پر عمدہ و قابل قدر تصانیف فرما کر فرق درمیان اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان خوب وضاحت سے ظاہر کر کے مخلوق الہی کو خبردار کیا ہے۔ شکر اللہ سععیہم

۵۔ مجر دکثرت مال اولاد جماعت جائداد تن آسانی خوش گذرانی دنیوی آسودگی وغیرہ جن کو مرزا نشان کرامت و اولیائی کہہ کر اس پر فخر کیا کرتے ہیں یہ امور تو ہرگز رضائے خالق مالک کے نشان و علامات نہیں ہو سکتے کیونکہ دنیا میں اکثر آسودہ حال ہی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت سے منحرف بلکہ بعض بالکل ہی اس ذات مجمع صفات حی قیوم خالق مالک سے منکر سرکشی کرنے والے گذرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں۔

پس بندگان مطیع و فرمان بردار اولیاء اللہ اگرچہ بظاہر بلحاظ دنیا کچھ آسودگی و جائداد نہ رکھیں تاہم ان کی حالت انس و محبت، ذوق و شوق، مصروفیت ذکر اللہ عز و جل طمانیت خاطر جو وابستہ و لازمہ ذکر ہے حسب ارشاد الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ ورضا برضائے الہی وغیرہ ایسی عجیب و غریب و راحت بخش اعلیٰ و ارفع ہوتی ہے کہ دنیوی بادشاہوں حکمرانوں دولت مندوں کو اس کا پانسنگ بھی کبھی خواب و خیال میں نہیں آیا۔ اور دوسرے انعام و اکرام بارگاہ رب العزت سے ان بظاہر غریبوں و خستہ حالوں پر ہوتے ہیں ان کا عشر عشیر بھی دنیاوی دولت مندوں کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ لیکن یہ سب کچھ موقوف و وابستہ اطاعت و فرمان برداری احکام خالق مالک الحکم الحاکمین ارحم الراحمین ہے و بس۔ متکبر خود پسند زبانی چینس و چنناں شیخی و تعلق والوں کو ہرگز نصیب نہیں تا وقتیکہ توبہ و استغفار کر کے ایسے ہی منیب و فرمان بردار نہ بنیں۔

۶۔ عباد الرحمن میں سے سب سے اول، اعلیٰ و اولیٰ درجہ کے انعام و اکرام تو ان پر ہیں جن کو خالق مالک نے اپنے دوسرے محدود العقل و ضعیف الفہم مخلوق کی ہدایت رہنمائی اور پیشوائی کے منصب پر خود مقرر کر کے بھیجا ہے جیسا کہ انبیاء و رسل جنہوں نے مطابق ارشاد خالق و مالک کے اپنی تمام عمر اطاعت اللہ و ہمدردی، بہتری و خیر خواہی و نفع رسانی مخلوق اللہ میں صرف کی۔ لہذا ان کے حالات نشان و برہان بھی سب دوسری مخلوق سے اعلیٰ و ارفع و اولیٰ ہیں۔ اور ان کو برہان آیات و معجزات کہا

جاتا ہے۔ انبیاء و رسل کے بعد ان کے فیض صحبت و تعلیم یا فتگان اصحاب کرام کا درجہ ہے اور پھر آگے ان کے شاگردان و پیروان و غیرہ اولیاء اللہ ہیں جو اسی طرز و طریق پر مطابق قانون و احکام الہی کے ایمان اخلاص و صدق دل سے وہی چال و راہ چلے اور چلتے ہیں۔ جس کام کے کرنے کا حکم ہو اس کو کرتے اور جس سے منع ہو اس سے باز رہتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ خالق و مالک فرشتوں اور روح القدس سے ان کی مدد کرتا اور ان کے دلوں میں اپنے انوار ڈالتا اور کرامات سے اپنے اولیاء متقیین کی تکریم و عزت کرتا ہے اور یہ اس کا قدیمی قانون ہے سبحانہ و تعالیٰ۔ اور سب اولیاء الرحمن ان انعام و اکرام پر کبھی غراہو کر تکبر شیخی و تعالیٰ و خود ستائی میں مصروف نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ خائف و ڈرتے ہی رہتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے:

(ترجمہ) قسم اللہ کی میں نہیں جانتا، قسم اللہ کی میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول اللہ ہوں کہ مجھے کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔

نبی عائشہؓ نے آیت قرآن و الذین یؤتون ما اتوا و قلوبہم و جلة کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا وہ شراب پینے والے اور چوری کرنے والے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ وہ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقات خیرات کرتے ہیں اور پھر ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے اعمال (کسی نقص کے سبب) قبول نہ ہوں۔ فرمایا کہ کہ یہی لوگ یسارعون فی الخیرات (جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں) ہیں۔ مرزا ذرا ان احکام و تعلیم اسلامی کو اپنے فخر و تعالیٰ سے موازنہ کریں۔

۷۔ برگزیدہ اولیاء اللہ کی کرامات دین کے حجت یا واسطے حاجات مسلمین کے ہوتی ہیں اور مثل معجزات انبیاء کے۔ اور یہ کرامات اولیاء محض برکت اتباع اپنے رسول ﷺ سے ہیں اور فی الحقیقت معجزات رسول اللہ ﷺ میں ہی داخل ہیں جیسے:

معجزات خاتم النبیین ﷺ

شق القمر جس کا ذکر سمرہ چشم آریہ مصنفہ مرزا قادیانی میں ہے۔

آپ ﷺ کے ہاتھ میں سنگریزوں کا تسبیح کہنا۔

آپ ﷺ کے پاس درخت کا چل کر آنا۔

راستہ میں پہاڑ و درخت کا السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ کہنا۔ اور آپ کی صداقت پر شہادت دینا۔

تہ درخت کھجور کا آپ ﷺ کی مفارقت میں روناگریہ کرنا۔

آپ ﷺ کا شب معراج بیت المقدس کے حالات سے خبر دینا۔
دوسرے امور گذشتہ و آئندہ کی خبریں دینا جو اسی طرح بموجب فرمودہ واقع ہوئیں۔
کتاب العزیز قرآن مجید مبارک و بے مثل کا لانا۔

کئی دفعہ طعام اور پانی کا بڑھ جانا، جیسے کہ خندق کے دن ایک ہزار لشکر ایک ہنڈیا سے سیر کر دیا اور ہنڈیا میں کچھ کمی نہ ہوئی۔

دوسرے موقعہ پر جب لوگوں نے اونٹوں کے ذبح کرنے کا قصد کیا تو جوان کے پاس تھا جمع کر کے اللہ سے دعا کی تو ایسی برکت ہوئی کہ تمام لشکر نے (جو ایک ہزار تھا) طعام و زاد سے اپنے برتن بھر لئے غزوہ خیبر میں ایک برتن پانی سے تمام لشکر سیر کر دیا اور اس میں کچھ کمی نہ ہوئی۔
غزوہ تبوک میں لشکر تقریباً تیس ہزار تھا تھوڑے طعام سے سب کو سیر کر دیا۔
حضرت انسؓ جو چند گھر سے چند نان جویں بغل میں دبا کر حضرت ابو طلحہؓ و حضرت ام سلیمؓ سے لے گئے تھے ان ہی سے اسی (۸۰) آدمی سیر ہوئے اور پھر کھانا بچ رہا۔

ایک بکری کی بلیجی سے ایک سو تیس آدمیوں کو کھانا کھلانا اور پھر بھی بچ رہنا۔
حضرت انسؓ جو کچھ کھجوریں گھی و پنیر ملا، ایک برتن میں لے گئے تھے، آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ مبارک رکھ کر کچھ پڑھا، پھر دس دس آدمیوں کو فرماتے کہ بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ تین سو آدمیوں کے سیر ہونے کے بعد بھی کھانا اسی طرح تھا۔

آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کی انگلیوں سے کئی مرتبہ حاجت کے وقت پانی چشمہ کی طرح جاری ہونا حتیٰ کہ آپ کے ہمراہیوں کو جو ۱۴ یا ۱۵ سو غزوہ حدیبیہ میں تھے کافی ہوا (اور ایک نیابت نبوة کے دعویدار مرزا صاحب ہیں کہ آئے دن چندوں سے طعام مہمان داری وغیرہ کے نام سے مریدوں کی کھلوی اتارنے پر مان کرتے ہیں اور ہل من مزید ہی کہتے رہتے ہیں)۔

حضرت قتادہؓ کی جب دو آنکھیں رخسارے پر گر پڑیں تو آپ کے دست مبارک سے رکھ دینے پر پہلے سے بھی بہتر ہو گئیں۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ کا جب پاؤں ٹوٹ گیا تو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک لگانے سے صحیح و سالم ہو گیا اسی طرح حضرت عبداللہ بن عتیک کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک لگانے سے صحیح ہو کر بالکل شکایت نہ رہی۔

ایسا ہی حضرت سلمہؓ بن الاکوع کی ساق کو ایسی ضرب بروز خیر لگی کہ لوگوں نے کہا کہ مر گیا لیکن رسول اللہ ﷺ کے تین مرتبہ دم کرنے پر بالکل تندرست و صحیح ہو گیا (اور ایک خوارق کے دعویدار مرزا ہیں کہ ایک خاص الخاص مریدان رات مدح و ثنا کے گیت گانے والے کی ایک آنکھ اور ایک ٹانگ بھی آسمانوں میں شور ڈالنے والی تقدیریں بدلنے والی دعا کر کے درست نہیں کراتے اور نہ لاف و گزاف سے باز آتے ہیں)

حضرت عبداللہؓ والد جابرؓ جب غزوہ احد میں شہید ہوئے تو ان پر ایک یہودی کا تیس و سق قرض تھا۔ جابرؓ نے اس یہودی سے کہا کہ اس قرضہ کے عوض سب کھجوریں لے لے لیکن اس نے نہ مانا تو جابر نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ نے سب قرض ادا کر دیا اور سترہ و سق بچ بھی رہیں۔ جابرؓ کہتے ہیں میں راضی تھا کہ میرے والد کا قرض ادا ہو جائے خواہ ایک کھجور بھی ہم کو نہ ملے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ایسی برکت ہوئی کہ جب میں بڑے انبار کو جس پر نبی ﷺ بیٹھے تھے دیکھا تو ایسا تھا کہ ایک کھجور بھی اس میں سے کم نہیں ہوئی۔

(ایک مدعی افضلیت برصحابہ، مرزا صاحب ہیں کہ قرض و حق العباد لے کر ہضم کر جانا یا تو کرامت سمجھتے ہیں یا قرض خواہ کو چندہ خیرات وغیرہ سے خود ہی اپنا روپیہ وصول کرنے پر بڑا عقل مند خود بدولت کا خیر خواہ و دیدار تصور کرتے ہیں۔ اور قرضہ کی صفائی و حساب کو زور پرست نبیوں بقالوں کا کام ہونے کے اشتہار دلاتے ہیں)۔

یوم حنین جب جنگ زور میں تھا تو آپ نے ایک مشت سنگریزہ یا خاک اٹھا کر مخالفین کی طرف پھینک کر کہا قسم ہے رب محمد ﷺ کی انہز موا (بھاگ گئے)۔ بجز اس فرمانے کے دشمنان پیٹھ دے کر بھاگ گئے اور ہر ایک کی آنکھیں خاک سے بھر گئیں (مرزا صاحب مقابلہ کے وقت سب و شتم و لعنتوں کے تیر چلاتے ہیں اور حیلہ و حوالہ کر کے میدان چھوڑ دیتے ہیں)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ مشرکہ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں کچھ بے ادباناہ کہا۔ حضرت ابو ہریرہؓ روتے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی ہدایت کی دعا کرائی۔ آپ کے دعا کرنے پر وہ فوراً مخالفت چھوڑ کر مسلمان ہو گئی (مرزا خلق عظیم کے مدعی ہو کر ایسے موقع پر مخالفوں کے حق میں بجائے دعا کرنے کے ان سے قطع رحم کرنے کا حکم دیتے اور موت و ذلت کی پیشگوئیوں سے دھمکاتے و ڈراتے ہیں)

ایام قحط میں بروز جمعہ خطبہ میں ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہو گیا اور عیال بھوک سے تنگ آپ اللہ تعالیٰ دعا فرمائیں۔ اس پر آپ نے ہاتھ اٹھائے اور اس وقت کوئی بادل نہ تھا۔ آپ نے ابھی دعا سے ہاتھ نیچے نہ کئے کہ پہاڑوں کی طرح بادل آگئے اور ابھی آپ منبر سے نہیں اترے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور لگا تار دوسرے جمعہ تک ہوتی رہی۔ پھر

اس اعرابی یا کسی دیگر نے کہا یا رسول اللہ مکان گر گئے اور مال غرق ہو گیا اللہ تعالیٰ سے آپ دعا کریں تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا، یا الہی ہمارے گرد نیلوں پہاڑوں اور جنگلوں پر برسے ہم پر نہ برسے۔ پس اسی وقت بادل کھل گیا اور دھوپ میں لوگ چلنے پھرنے لگے اور باہر سے بھی بارش کی ایسی ہی خبریں آئیں (ایک بزبان خود رحیم پر شفقت مہربان امام الزمان مرزا صاحب ہیں کہ لوگوں کی بلاکت و عذاب کے ہی خواہاں ہیں اور اگر بھول چوک کر کبھی بارش و رحمت الہی کا جوش والہام مشتہر فرمایا ہے تو ان کے خذلان کے لئے الٹا ہی ظہور ہوتا ہے)۔

ایک اعرابی جنگلی نے جب کہا کہ اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک اور آپ کے رسول اللہ ہونے کی اور کون شہادت دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ درخت۔ پھر اسکو بلایا اور وہ زمین چیرتا ہوا سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور تین مرتبہ شہادت دے کر پھر اپنی اصل جگہ جا کھڑا ہوا۔

اسی طرح ایک اور اعرابی نے کہا کہ ہم کس طرح پہچانیں کہ آپ نبی ہیں؟ اس پر آپ ﷺ کے بلانے سے ایک شاخ کھجور ٹوٹ کر آپ کی طرف گری اور پھر آپ کے فرمانے سے اپنی اصلی جگہ جا کر پیوند ہو گئی اور وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔

ابو ہریرہؓ نے اکیس دانہ کھجور لے جا کر آپ سے برکت کی دعا کرائی تو آپ نے ان کو ہاتھ مبارک لگا کر دعا فرما کر فرمایا کہ ان کو ڈال رکھو، ضرورت پر ہاتھ ڈال کر لے لیا کرو، اور ان کو باہر نہ پھیلاؤ۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ان میں سے کئی وقت فی سبیل اللہ دیں اور آپ بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے رہے وہ جگہ کبھی خالی نہ ہوئی حتیٰ کہ بروز قتل و شہادت عثمانؓ وہ ختم ہوئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن پہلے رسول اللہ ﷺ نے کفار بدر کے گرنے و موت کی جو جگہ انشاء اللہ فرما کر ہم کو نشان دی و دکھلائی تھی اس حد سے ذرہ تجاوز نہ ہوا (ادھر مرزا ہیں کہ بایں دعادی فضیلت جو کچھ دعوے سے کہتے و بتلاتے ہیں وہ کبھی پورا نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس ہی ظہور ہوتا ہے)۔

جب رسول اللہ ﷺ مع ابی بکر صدیقؓ، عامر بن فہیرہ، اور عبد اللہ اللہیؓ مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں ام معبد کے خیمہ کے کنارے ایک در ماندہ بکری کو جو دودھ دینے کے لائق نہ تھی، اس کو ام معبد سے اجازت لے کر اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لے کر دعا دے کر دوہا، تو اس نے اس قدر دودھ دیا کہ ام معبد نے سیر ہو کر پیا۔ آپ ﷺ کے ہمراہیان نے سیر ہو کر پیا، سب کے بعد آپ ﷺ نے پیا اور پھر دوہ کر دودھ سے برتن پر کر کے اس کو چھوڑ دیا اور روانہ ہوئے۔

غرض معجزات بہت ہیں۔ قریب ایک ہزار کے تو شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم نے جمع کئے ہیں اور اسی طرح آپ کے اصحاب اور تابعین وغیرہ سائر المسلمین کی کرامات تو بہت ہی کثرت سے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

کرامات صحابہ

حضرت اسید بن حذیرؓ کے سورہ کہف کی تلاوت کے وقت آسمان سے سائبان، جو مثل چراغاں کے تھا، اتر اور وہ فرشتے تھے جو ان کی قرآن سننے کے لئے نازل ہوئے تھے۔

حضرت اسید بن حذیرؓ و حضرت عباد بن بشرؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس باتیں کرتے دیر ہوگئی۔ جب وہ وہاں سے نکلے تو رات بہت اندھیری تھی دونوں کے ہاتھوں میں چھڑیاں تھیں ایک کی چھڑی کا کنارہ روشن ہو گیا اور اس کی روشنی میں چلے۔ جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو دوسرے کا عصا روشن ہو گیا اور ہر ایک روشنی میں اپنے اہل تک پہنچا۔

یوم احد حضرت جابرؓ کے والد عبد اللہؓ نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے میں اول قتل ہوں گا۔ چونکہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے تم ہی مجھ کو عزیز ہو، پس میرا قرض ادا کرنا اور میری وصیت کے موافق بہنوں سے نیک سلوک کرنا۔ صبح کو اول وہی شہید ہوئے اور عمرو بن الجوح جو ان کے دوست تھے ان کے ساتھ اکٹھے دفن ہوئے۔

حضرت خبیب بن عدیؓ جب مشرکین مکہ کے پاس قید تھے تو خلاف موسم خوشہ انگور کھایا کرتے تھے حالانکہ مکہ معظمہ میں اس وقت انگور نہ تھا۔

سفینہؓ مولیٰ رسول اللہ ﷺ جب ارض روم میں راستہ بھول کر لشکر سے علیحدہ پڑ کر لشکر کی تلاش میں تھے، کہ ناگہاں ایک شیر مل گیا، اس سے کہا ابا الحارث میں رسول اللہ ﷺ کا مولیٰ ہوں اور راستہ گم ہو گیا ہے۔ اس پر شیر دم ہلا کر ان کے ساتھ ہولیا اور لشکر تک پہنچا کر واپس ہوا۔

خالد بن الولید نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو محصورین نے کہا کہ تم یہ زہر پی لو تو ہم اسلام قبول کرتے ہیں۔ انہوں نے زہر پی لی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نے کچھ ضرر نہ کیا۔

حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک لشکر بھیجا، اس پر ایک شخص ساریہ نام کو امیر کیا۔ ایک روز حضرت عمرؓ خطبہ کہتے ہوئے پکارنے لگے یا ساری الجبل یعنی اس پہاڑ کو اپنی پیٹھ پیچھے کر لو۔،

جب لشکر سے قاصد آیا تو اس نے بیان کیا کہ یا امیر المؤمنین ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا، تو انہوں نے ہم کو پسپا کیا۔ اس اثنا میں ایک پکارنے والے کی آواز سنی یا ساری الجبل۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پیٹھوں پیچھے کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی۔

مدینہ میں قحط ہوا، لوگوں نے بی بی عائشہؓ سے شکایت کی تو آپؓ نے کہا کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک سے آسمان کی طرف ایک روشن دان ایسا کرو کہ درمیان قبر مبارک اور آسمان کے کوئی سقف نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، تو ایسی بارش ہوئی کہ گھاس بہت ہوا اور اونٹ خوب موٹے تازے ہوئے اور اس سال کا نام عام الفتح ہوا۔

پھر فرقان میں اولیاء الشیطان کے حالات کرامات گونا گوں بہت بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

احوال شیطانیہ

عبداللہ بن صیاد کا حال جو زمانہ نبی ﷺ میں ظاہر ہوا تھا اور بعض صحابہ نے گمان کیا کہ وہی دجال ہے، نبی ﷺ نے بھی اس کے امر میں توقف فرمایا حتیٰ کہ بعد میں آپ کو ظاہر ہوا کہ وہ دجال نہیں بلکہ کاہنوں کی جنس سے تھا۔ لکھا ہے کہ آخر وہ تو بہ کر کے مسلمان ہو کر مرا، اور احادیث میں اس کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس سے پوچھا کہ تو میرے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ آپ امین کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ دخان دل میں رکھ کر اس سے فرمایا کہ میں نے تیرے لئے ایک بات چھپائی ہے، اس نے کہا ہو الدخ۔ آپ ﷺ نے فرمایا دور ہو، تو اپنے قدر سے ہرگز نہ بڑھ سکے گا۔ آپ کی مراد تھی کہ تو کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے اور کاہنوں میں ہر ایک کے لئے شیطانوں میں سے ایک قرین ہوتا ہے جو اس کو اکثر غیب کی خبریں دیتا ہے جو (ملائکہ سے) سن کر اور اس میں جھوٹ بچ ملا کر آبتلاتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ عنان (سحاب) میں اترتے ہیں اور آپس میں جس امر کی قضا آسمان میں ہوتی ہے اس کی بات چیت کرتے ہیں اور شیطان چوری سے کان لگا کر سن کر کاہنوں کو وحی کرتے ہیں اور وہ اپنے پاس سے سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے ہے کہ نبی ﷺ چند انصار میں بیٹھے تھے، ناگہاں ایک تار ٹوٹ کر روشن ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم ایام جاہلیت میں اس کو کیا کہتے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کہتے تھے کہ کوئی بڑا

آدمی مرے گا یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کسی کی موت و حیات کے لئے یہ ستارے نہیں پھینکے جاتے لیکن ہمارا رب جب کسی امر کی قضا فرماتا ہے تو حاملان عرش تسبیح پڑھتے ہیں پھر ان کے متصل آسمان والے (ملائکہ) پھر ان کے متصل والے، یہاں تک کہ اس آسمان والوں تک تسبیح کی نوبت پہنچتی ہے بعدہ ساتویں آسمان والے حاملان عرش سے دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا فرمایا؟ تو وہ ان کو خبر دیتے ہیں۔ پھر نوبت بنوبت آسمان والے خبر پوچھتے ہیں یہاں تک کہ اس نچلے آسمان دنیا والے ملائکہ کو خبر پہنچتی ہے تو شیطان سنی بات کو اچک لیتے ہیں تو ان کی طرف ستاروں کا شعلہ پھینکا جاتا ہے پھر شیطان اس بات کو اپنے دوستوں کے کانوں میں ڈالتے ہیں۔ پس جو بات ٹھیک لے آتے ہیں وہ اسی طرح سچ ہوتی ہے لیکن وہ اپنی طرف سے اس میں بڑھا لیتے ہیں۔

پھر شیخ الاسلامؒ نے اور بہت سے حالات شیطانہ بیان فرمائے ہیں مثلاً کوئی شیطانی حال سے آگ میں داخل ہوتا ہے، یا سیٹیوں اور تالیوں کے سماع میں شیطان اس پر نازل ہو کر اس کی زبان پر کلام کرتا ہے اور بعض حاضرین کو اس کے دل کی بات بتلا دیتا ہے (بعض سنگ ابرق چھلکہ سنگترہ و روغن مینڈک بدن پر مل کر یا کسی اور ترکیب طیبہ سے بھی آگ میں داخل ہوتے ہیں) شیطان کسی کے پاس روپے پیسہ طعام میوہ جات وغیرہ جو وہاں دست یاب نہ ہوں لے آتا ہے بعض کو بیت المقدس وغیرہ اور بعض کو شب عرفہ عرفات لے جا کر اسی رات واپس لے آتا ہے۔ میقات حد مقررہ پر پہنچ کر احرام نہیں باندھتا اور نہ لیک کہتا ہے نہ مزدلفہ کا وقوف نہ بیت اللہ کا طواف نہ صفا مردہ میں سعی نہ رمی جمار کرتا ہے اپنے معمولی لباس میں عرفات میں ٹھہر کر واپس آ جاتا ہے۔ اور باتفاق مسلمین یہ شرعی حج نہیں ہے بلکہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص جمعہ میں حاضر ہو کر بغیر وضو کے قبلہ کے سوا کسی اور طرف نماز پڑھے۔ شیطان کسی مردہ کی صورت میں اسکے مرنے کے بعد آ کر قرض و امانتیں متعلق میت ادا کر جاتا ہے حالانکہ وہ مردہ آگ میں جلا دیا گیا ہوتا ہے لیکن وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ موت کے بعد زندہ ہو گیا ہے۔ کسی کو ہوا میں ایک تخت اور اس پر نور دکھائی دیتا ہے۔ آواز سنتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اگر وہ شخص اہل معرفت سے ہوتا ہے تو جان لیتا ہے کہ یہ شیطان ہے، پس اس کو دھمکاتا ہے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو شیطان دور ہو جاتا ہے۔ کسی کا خواب میں سر مونڈ جاتا ہے کپڑا پہنا جاتا ہے اور صبح کو ویسا ہی سر منڈا ہوا اور کپڑا موجود ہوتا ہے اور یہ جن کا کام ہوتا ہے۔ بعض اسماء اللہ یا بعض اس کی کلام کو نجاست سے لکھنا یا سورۃ فاتحہ الکتب سورہ اخلاص یا

آیت الکرسی وغیرہ سورتوں کو الٹا کرنا یا نجاست سے لکھنا یہ سب شیطانی حالات والوں کے کام ہیں۔ جن بھی کافر فاسق خطا کار مسلمان یہودی نصرانی بدعتی وغیرہ ہوتے ہیں۔ ان سے تعلق رکھنے والا شخص جیسا ہوتا ہے ویسا ہی وہ اس سے معاملہ کرتے ہیں۔ جب کوئی کافر جنوں کی موافقت کرتا ہے تو وہ اس کی مدد بھی کر جاتے ہیں۔ پانی کو زمین میں خشک کر دیتے ہیں۔ ایک جگہ سے نقل کر کے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ کبھی کسی عورت و لڑکے کو جس کو وہ چاہے ہو میں اٹھا کر یا دھکیل کر مجبور کر کے اس کے پاس لے آتے ہیں۔ وغیرہ بہت امور ہیں جن پر ایمان لانا... جادو اور طاغوت شیطانی پر ایمان لانا ہے۔ بعض سورج چاند و ستارہ پرستوں اور ان کو پکارنے والوں پر شیطان اتر کر ان کو خطاب کرتا اور بعض امور کی ان کو خبر دیتا ہے اور وہ لوگ اس کا نام روحانیت الکو اکب رکھتے ہیں حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے (مرزا صاحب بھی روحانیت الکو اکب اور ان کے اثر کے بڑے قائل و مقرر ہیں جس کے لئے توضیح حرام میں بہت کچھ لکھا ہے)۔ پھر فرقان میں فرمایا کہ میں اس کو جانتا ہوں جس سے زمین کی نباتات اپنے منافع و خواص اس کو بتلاتے ہیں، اور درحقیقت شیطان ان میں گھسا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو بھی جانتا ہوں جس کو پتھر و درخت کہتے ہیں: مبارک تجھ کو یا ولی اللہ۔ پھر جب وہ آیت الکرسی پڑھتا ہے تو یہ کرشمے دور ہو جاتے ہیں۔ اس کو بھی جانتا ہوں جو کسی پرند کے شکار کا قصد کرتا ہے تو چڑیا وغیرہ پرندے اس کو کہتے ہیں کہ مجھ کو پکڑ لے تاکہ فقراء لوگ کھائیں۔ ان میں بھی شیطان گھسا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ انسانوں میں گھس کر ایسی باتیں کرتا ہے۔ اس کو بھی پہچانتا ہوں جس کو کہنے والا کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے امر سے ہوں تو مہدی ہے جس کی بشارت نبی ﷺ نے دی ہے۔ اور اس کے لئے پرندوں میں تصرف کرنے کے خوارق ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً اس کے خیال میں گزرے کہ ہوا میں پرندے کٹڑی ٹڈی دہنے بائیں جاوے تو جدھر کا ارادہ کرتا ہے ادھر ہی چلی جاتی ہیں۔ اور جب اس کے دل میں بعض مواشی کے کھڑے ہو جانے یا سو جانے یا چلے جانے کا ارادہ آتا ہے تو اس کے موافق بغیر حرکت ظاہری کے ہو جاتا ہے۔ کبھی اسے اٹھا کر مکہ معظمہ لے جاتے ہیں کبھی اس کے پاس خوبصورت اشخاص لا کر کہتے ہیں کہ یہ کروبی ملائکہ ہیں ان کو آپ کی زیارت کا شوق تھا۔ جب وہ دل میں کہتا ہے کہ یہ بے ریش لڑکوں کی صورت کیونکر بن گئے، پھر سر اٹھا کر دیکھتا ہے تو ان کو ریش دار پاتا ہے۔ اور اس کو کہتے ہیں کہ تیری مہدی ہونے کی یہ علامت ہے کہ ایک مستاتیرے بدن پر نکلے گا۔ تو وہ نکل پڑتا ہے اور وہ اس کو دیکھتا ہے۔ اور اس کے سوا اور بھی بہت کچھ۔ اور یہ سب شیطانی مکر ہیں۔ کوئی گھر کے اندر بیٹھا ہوتا ہے اور دروازہ بند ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس گھر

دروازے سے باہر دیکھتا ہے یا اس کے برعکس، اور ایسا ہی شہر کے بند دروازوں میں اس سے واقعہ ہوتا ہے۔ دراصل یہ جن کا کام ہوتا ہے جو اسے جلدی سے دروازہ بند کے اندر لے جاتا ہے اور کبھی باہر نکال لاتا ہے۔ یا اس کو انوار دکھاتا ہے۔ یا جس کو چاہے اس کو لا حاضر کرتے ہیں۔ یہ سب حرکات شیطانیہ ہیں اور آیت الکرسی بار بار پڑھے تو دور ہو جاتے ہیں۔ بعض مشائخ نے بیان کیا کہ کوئی روشن چیز پانی یا آئینہ کی طرح جن مجھ کو دکھلاتے ہیں اور جو کوئی مجھ سے کچھ پوچھتا ہے اس کی صورت اس میں کھینچ دیتے ہیں، تو میں لوگوں کو بتلا دیتا ہوں۔ اور ان میں سے جب کسی کو آشکارا ہو گیا کہ یہ شیطان سے ہیں، تو جن کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیتا ہے وہ توبہ کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بات اس قدر وسیع ہے کہ جو کچھ اس کے متعلق ہم نے دیکھا اور سنا اگر وہ لکھیں تو اس میں گنجائش نہیں اور ایک بڑی جلد کی ضرورت پڑے۔

فرمایا کہ شیطانی احوال ان ہی کو حاصل ہوتے ہیں جو کتاب اور سنت سے باہر نکلتے ہیں اور ان کا یہی حال ہے کہ جب ان کے پاس شیطانوں کے دور کرنے والا ذکر جیسے آیت الکرسی پڑھا جاتا ہے تو شیطان انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں کیونکہ ابو ہریرہؓ والی حدیث (جس ذکر گذر چکا) سے ثابت ہو چکا ہے کہ بار بار بصدق دل اس کا ورد احوال شیطانیہ کو باطل و زائل کر دیتا ہے کیونکہ توحید شیطان کو دفع کرتی ہے اسی لئے جب شیطانی حال والوں سے کوئی ہوا میں اٹھایا گیا جب اس نے کہا لا الہ الا اللہ، تو گر پڑا۔ کبھی کسی کو شیطان اٹھا کر ہوا میں لے جانے کو گھر سے باہر لایا تو ایک نے اولیاء اللہ میں سے حاضر ہو کر اس کے شیطان کو بھگا دیا تو وہ گر پڑتا ہے۔ چنانچہ یہ ماجرا کئی ایک کو پیش آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر انسان ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ و اصحابہ کا مطیع ہو تو شیطانوں کی طاقت نہیں کہ اسکے کام میں دخل دیں یا اس کے ساتھ میل جول رکھیں۔

(یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خاص ذکرین مسلمانوں پر بہ سبب ان کی مصروفیت ذکر اللہ تعالیٰ لا حول ولا قوۃ الا باللہ، آیت الکرسی وغیرہ پڑھنے سے مرزا کے منتر و انفسوں تدابیر و جیل گونا گوں کچھ اثر نہ کر سکے)

پھر لکھا ہے کہ کرامات اولیاء اللہ میں اور احوال شیطانیہ جو ان کے مشابہ ہیں، ان کے درمیان کئی طرح کے فرق ہیں۔ ایک تو یہ کہ اولیاء اللہ کی کرامت کا سبب ایمان و تقویٰ ہوتا ہے اور احوال شیطانیہ کا سبب وہ امور ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے (جیسے تصاویر کھینچنی و کھجوانی، خلاف شریعت مسائل نکالنے بتلانے وغیرہ)۔ یہ بھی فرمایا کہ خوارق شیطانی والوں میں لا بد ہے کہ جہل سے یا دیدہ دانستہ دروغ گوئی بھی ہو،

اب مرزا وان کے مریدین تامل سے اپنے عمل درآمد خلاف شریعت، دروغگوئیاں پیش کرنا، جن کا ذکر آئندہ بذیل ذکر نیابت نبوت آتا ہے، پیش گوئیوں پر زور دینے، طاعون، موت، ذلت و رسوائی کی دھمکی دینی سب کو سب و شتم، لعن و طعن کرنے وغیرہ پر غور کر کے نیز اس کو ذہن میں رکھ کر کہ اولیاء اللہ سلف و خلف کبراء امت میں سے کبھی بھی کسی نے باوجود کثرت خوارق و کرامات رحمانیہ وغیرہ دیگر انعامات الہیہ کے مرزا کی طرح شیخی و تکبر کر کے اپنے آپ کو لاثانی کہہ کر اظہار فضیلت و شہرت کے لئے ایسی تدابیر اشتہار بازی کی کی ہے، یا کسی ولی اللہ مامور من اللہ یا عام منیب مومن سے بھی اتباع نفس میں دربارہ نکاح ایسی خط و کتابت ہوئی ہے جیسے مرزا کی خط و کتابت بنام، مسیلمہ قادیانی کا مکرم شیطانی یا نکاح آسمانی کے راز نہانی، چشمہ نور پریس امرت سر میں ۱۶- اگست ۱۹۰۰ء کو طبع ہو کر غلام احمد کی طرف سے بلا قیمت شائع ہوئی ہے۔ ان سب امور پر نظر کر کے انصاف کریں کہ آپ کن اولیاءوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔

اور آپ کی کرامات جن کا وجود نام و نشان سوائے آپ کی زبان و قلم کے اور کہیں بھی نہیں اگر کچھ مثل حیل وغیرہ کے ہوں بھی تو وہ تلیسیات شیطانیہ سے مشابہ ہیں یا کرامات رحمانیہ سے؟
اصل کرامات اولیاء اللہ کی نسبت فرمایا:

چونکہ اکثر خوارق ایسے ہوتے ہیں جن سے انسان کا درجہ ناقص ہو جاتا ہے اسی لئے اکثر صالحین ایسی باتوں سے توبہ کرتے رہے ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے بخشش مانگتے رہے ہیں جس طرح کہ زنا و چوری سے توبہ کی جاتی ہے۔ بعض صالحین پر یہ خوارق پیش کی جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے دور ہونے کا سوال کرتے ہیں اور سب صالحین اپنے مرید سا لک کو فرماتے رہتے ہیں کہ ان خوارق پر ٹھہرنے جاوے اور ان کو اپنا اصلی مقصود نہ ٹھہراوے اور ان پر خوش نہ ہو۔ باوجودیکہ وہ ان کرامات کو کرامات ہی خیال کرتے ہیں پس (جب واقعی کرامات پر مغرور و خوش ہونا درست نہیں تو) جب شیطانوں کی طرف سے دھوکہ دینے والے حالات ہوں تو ان پر غرہ ہونا کیوں کر درست ہے؟ فرمایا کہ غایت درجہ کی کرامت یہ ہے کہ شریعت پر مستقیم رہے اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں کہ اللہ اپنے بندے کو ان امور کی توفیق دے جن کو وہ چاہتا اور جن سے وہ راضی ہے اور ایسے اعمال زیادہ کرے جو اس کو اللہ تعالیٰ کے قریب کریں اور اس کے درجات بلند ہوں، اب مرزا صاحب اہل اللہ کے ان عالی خیالات پر غور کریں اور پھر اپنے سطحی خیال خود فروشی، خود نمائی و ہر دم اظہار فضیلت کی دھن کو دیکھ کر باہم موازنہ کریں۔

معجزات انبیاء و کرامات اولیاء الرحمن مذکورہ بالا سے بخوبی ظاہر ہے کہ ان انعامات الہیہ کا ظہور یا تو بہتری و خیر خواہی و حاجت روائی مخلوق اللہ کے لئے ہوا، یا محض اظہار انعام و احسان الہی کے طور پر ہوا، اور بسا اوقات بلا کسی کی آرزو و بغیر کسی کے مقابلہ و تحدی کے، لیکن مرزا کے یہاں چونکہ دہل خالی کی طرح محض زبانی آواز ہی ہے اور دراصل مطلق کچھ نہیں، لہذا موقعہ پر عبدالکریم کی آنکھ و ٹانگ کی صحت کی درخواست پر اشتہار نور الابصار میں تحدی بالمقابل کی شرط گھڑ کر اپنی طرف سے لگادی اور خشیت و انصاف مد نظر رکھ کر یہ نہیں خیال کیا کہ قتادہؓ کی آنکھیں، حضرت محمد بن مسلمہؓ کا پاؤں، اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عتیک کی پنڈلی اور حضرت سلمہؓ بن الاکوع کی ساق جو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ لگانے سے فوراً شفا ہو کر یہ سب صحیح و سالم ہو گئے تھے، بھلا وہاں تحدی مقابلہ و انکار وغیرہ کہاں تھا؟ افسوس مخلوق الہی کو دھوکہ دینے کیلئے خوف اللہ عزوجل چھوڑ کر کیسے کیسے اصول تراشے جاتے ہیں؟ پھر بطور تنزل اگر شرط تحدی مان بھی لیں تاکہ مرزا صاحب کی ضد ٹوٹے تو لیجئے تحدی بھی مولوی حافظ حاجی عبدالحق غزنوی کے اشتہار جولائی ۱۹۰۰ء میں موجود ہے جس میں انہوں نے اعلان دیا ہے کہ:

مرزا مع فرضی تعداد میں ہزار حواریان کے عبدالکریم کی ایک آنکھ و ٹانگ کی صحت کے لئے دعا کریں اور ہم مخالفت پر دعا کریں گے کہ اے اللہ سچ کو غالب کرنے والے اور باطل کو مٹانے اور جھوٹوں کو ذلیل کرنے والے اس کو تاحین حیات اسی طرح کا نا و لنگڑا ہی رکھ۔ (اور لکھا ہے کہ) ہم آپ کی شرط کے موافق چالیس روز پیشتر ہی نام لے کر پیش گوئی کرتے ہیں کہ عبدالکریم تاحین حیات ایسا ہی رہے گا۔ الخ۔

اب دیکھئے کیا یہ تحدی نہیں؟ پھر ملا محمد بخش صاحب نے بھی اپنے اشتہار میں ضمیمہ جعفری ۸۔ اگست ۱۹۰۰ء میں تحدی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ لیجئے تحدیاں بھی ہو گئیں۔ اب بھی اپنے دعویٰ و شیخی کے مطابق کچھ کر کے دکھادیں۔

فرقان میں فرمایا ہے کہ خوارق عادت امور میں لوگ تین قسم ہیں۔

اول وہ ہیں کہ سوائے انبیاء کے اور کسی کیلئے ان کے وجود کے بالکل انکاری ہیں۔ کبھی مجملاً مان بھی لیں تو جب بہت لوگوں سے ان خوارق کا صادر ہونا ان سے ذکر کیا جاوے تو انکار کر دیتے ہیں اس لئے کہ وہ لوگ ان کے نزدیک اولیاء اللہ میں سے نہیں ہیں۔

دوم ایسے لوگ ہیں کہ جس کسی سے کوئی امر خوارق عادت ہو اس کو ولی اللہ مان لیتے ہیں

اور اسی لئے کہتے ہیں کہ مشرکین و اہل کتاب کے ساتھ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو مسلمانوں سے لڑنے اور مقابلہ کے وقت ان مشرکین وغیرہ کی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں اول انکاری و دوسرے ذرا سا اچنبا دیکھ کر سب کو ولی اللہ مان لینے والے خطا پر ہیں۔

سوم، قول صحیح و صواب یہ ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کے ساتھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو مسلمانوں پر ان کی نصرت و امداد کرتے ہیں لیکن وہ انہی کے ہم جنس ہوتے ہیں، ہرگز اولیاء اللہ نہیں ہوتے۔ شیطان انکے قرین ہوتے ہیں اور ان کے مناسب حال ان سے خوارق صادر ہوتے ہیں۔

آج کل بھی اسی قسم کے لوگ ہیں۔ بعض انگریزی خوان فلسفہ مزاج لوگ برکات و نورانیت اسلام سے ناواقف باتباع حکماء فلاسفہ معجزات و کرامات اسلامیہ سے انکاری و منکر ہیں بلکہ تمام اخبار ماضیہ و امور گذشتہ کو اس لئے کہ وہ ان کے مشاہدہ میں نہیں آئے، یا ان کی رسائی عقل سے بالا ہیں ان کو بے اعتباری حقارت و ہنسی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور نہیں مانتے۔ اگرچہ اس میں کسی مومن کا کچھ حرج تو نہیں لیکن ان منکرین کو خیال کرنا چاہیے کہ کیا جو شے مشاہدہ میں نہ آوے، اپنے سامنے موجود نہ ہو، یا جس کا حواس خمسہ ظاہری سے ثبوت نہ ملے، تو کیا وہ سب ناقابل اعتبار ہے؟ ظاہر ہے کہ اس قاعدہ کی پابندی فرض ضروری ہے تو اس سے نہ صرف کل اہم واقعات تاریخی اور جو ان سے فوائد و نتائج انسانی بہبودی و کمالیت کے حاصل ہوئے ہیں وہ کل کے کل ستیاناس و نیست و نابود ہوتے ہیں بلکہ یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ انسان اپنی پیدائش، ماں باپ وغیرہ قریبی رشتہ داروں و متعلقین پر اسی لغو بنیاد پر شک و اعتراض کرے اور نہ مانے اور اس طرح نہ کوئی کسی کی جائداد کا وارث بنے اور نہ قرار دیا جائے۔ اور اس لغو قاعدے و قانون سے جو فتور و فساد نظام دنیا میں واقعہ ہوگا وہ عیاں ہے۔ امید کہ کوئی شخص دنیا میں بموجودگی ہوش و حواس و عقل اس کو کبھی پسند و جائز نہ رکھے گا اور چار و ناچار کوئی قاعدہ و قانون ایسی بے اعتباری کرنے والوں کو وضع و قائم کرنا پڑے گا جس سے اخبار ماضیہ و امور و واقعات گذشتہ کو قبول کیا جاوے و مانا جاوے تاکہ انتظام و کاروبار دنیا قائم رہے اور چلے۔ پس جو قاعدہ اس میں کوئی مقرر کر لے یا آج تک جو قواعد ضروریات کے سبب عقلاء زمانہ نے مقرر کر رکھے ہیں ان سب قواعد و قوانین سے بڑھ چڑھ کر بدرجہا بہتر و احسن ان معجزات انبیاء و کرامات اولیا کرام کے ثبوت و تصدیق کے لئے اسلام میں ایسا قاعدہ موجود ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ و بہتر ہونا ہرگز ممکن نہیں ہے۔

مرزا قادیانی کشتی کے میدان میں

ضرورۃ الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

پس بخدا میں کشتی کے میدان میں کھڑا ہوں جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا عنقریب وہ مرنے کے بعد شرمندہ ہوگا اور اب حجۃ اللہ کے نیچے ہے۔

جواب - کشتی کے میدان میں کھڑے ہونے میں بظاہر رونق و گرم بازاری اور چپ چاپ میں سرد بازاری تو لازمی ہے اور اسی لئے جب ایک دو ماہ چپ چاپ گزر جانے پر کچھ چرچا سرد ہو جاتا ہے تو مرزا کوئی نہ کوئی تدبیر سوچ کر ایک ایسا اشتہار شائع کر دیتے ہیں جس پر چرچا و گفتگو شروع ہو کر گرم بازاری ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ حالات عاشقان دنیا و دنیا پرستوں کیلئے ہوتے ہیں، اہل اللہ کی یہ شان نہیں۔ لہذا عشاق شہرت و ناموری کے شیدا دلوں پر مقناطیسی اثر کا حکم رکھتے ہیں

مرزا صاحب میدان میں آنے اور بلا لحاظ موافق و مخالف و دوست و دشمن سب کے ساتھ مقابلہ کو زبانی و دکھلانے کو تو ہر طرح سے آمادگی و تیاری ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ تو ظاہر ہو کہ کسی میدان میں کبھی بھی ان سے کچھ بن پڑا ہے یا بمقابلہ مخالفین کبھی عہدہ برآ ہو سکے ہیں؟ اور جب کوئی مقابلہ پر آکھڑا ہوا تو حیلہ حوالہ شرائط پیچیدہ و عذرات لا طائل سے اپنی جان چھوڑا کر اپنے گھر میں بیٹھ کر مضامین تراش کر اپنی فتح کے خلاف واقعہ اشتہارات شائع کرنے پر زور آزمائی کرنے کے سوا مرزا صاحب نے کبھی اور کچھ کیا ہے؟ ہرگز نہیں جیسا کہ مرزا صاحب کا عمل درآمد کاروائی مباحثہ لودھیانہ، دہلی، سیالکوٹ وغیرہ سے عیاں ہے۔

ان دنوں میں بھی نہ معلوم کسی کی صلاح و مشورہ پر یا خود ہی یہ خیال کر کے کہ پیر مہر علی شاہ چشتی سجادہ نشین گولڑوہ عالم و فاضل ہیں لیکن معمور الاوقات مصروفیت ذکر اللہ کے سبب مقابلہ منظور نہ کریں گے مرزا صاحب نے ان کے واسطے خصوصاً صامح ۸۵ کس دیگر علماء و فضلاء و مولویان و غیرہ کے مقابلہ کے واسطے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو ۱۴ صفحہ کا اشتہار دے دیا اس میں اول ہی صفحہ پر ان کو علم قرآن و حدیث سے بے بہرہ بالکل پست و محدود خیالات والے کہہ کر لکھا کہ: وہ اپنے تمام ذخیرہ لغویات میں ایک بھی ایسی بات پیش نہیں کر سکے جس کے اندر کچھ روشنی ہو۔

پھر کہا:

کسی حدیث سے حضرت عیسیٰ کا مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جانا یا کسی آخری زمانہ میں مع جسم عنصری نازل ہونا ثابت نہیں اگر لکھا ہے تو کیوں ایسی حدیث پیش نہیں کرتے

پھر مرزا نے شرائط مقرر کیں کہ بحث لاہور میں ہو۔ مولوی عبداللہ پرو فیسر، مولوی عبدالجبار غزنوی و مولوی محمد حسین بنا لوی شہادت کیلئے مجھے منظور ہے کہ منتخب ہوں۔ دوسرے مولوی مقابلہ والے چالیس سے کم نہ ہوں۔ اگر میں حاضر نہ ہوا تب بھی کاذب سمجھا جاؤنگا۔ وغیرہ۔

پیر صاحب بحث و مباحثہ و مقابلہ کے شائق و مذاق والے تو نہ تھے مگر قدرت الہی و تحریک ربانی سے ایسے آمادہ ہوئے کہ حسب اشتہار مرزا اول اشتہار منظوری مقابلہ و شرائط مرزا شائع کرا کر بروز جمعہ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء کو مع کثیر جماعت علماء و مولویان کے جن کے نام اکثر مرزا کے اشتہار میں درج تھے مع انبوه کثیر مخلوق اللہ کے لاہور آ پہنچے۔ مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی عبد اللہ ٹوکنی پرو فیسر بھی آ موجود ہوئے۔ بعد انتظار مرزا کے ایک بڑا بھاری جلسہ علماء فضلاء و کلاء و رؤساء و دیگر باشندگان شہر اور جوہر و نجات سے آئے ہوئے تھے شاہی مسجد لاہور میں ہوا۔ افسوس کہ اس موقع پر مرزا لاہور نہ آئے۔ پیر مہر علی شاہ لاہور میں مقیم رہے اور مرزا کے مریدین اس اثنا میں پیر صاحب کے انکار و فرار کے اشتہارات گلی کوچوں میں چسپاں کرتے رہے اور آخر جب پیر صاحب ۲۹ تاریخ کو بعد انتظار لاہور سے واپس چلے گئے تو مرزا کا ایک اشتہار زرد رنگ (علامت زرد روئی و ہزیمت) بلا تاریخ نکلا کہ پیر صاحب نے ہمارا طریق فیصلہ منظور نہیں کیا اور چال بازی کی۔

چونکہ مرزا صاحب فن حیل میں بڑے استاد مشاق و تجربہ کار ہیں لہذا ایک اور اشتہار بہ سرخی آخری حیلہ، شائع کیا۔ اس کی تاریخ طبع قادیان تو ۲۹۔ اگست ۱۹۰۰ء ہے لیکن وہ لاہور میں پیر صاحب کی تشریف بری کے کئی روز بعد تقسیم ہوا۔ اس میں مرزا صاحب نے اس امر کی بہت شکایت کی ہے کہ پیر صاحب نے جو ابی اشتہار میں پہلے نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے مباحثہ ہونا کیوں لکھا ہے،۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے یہ اعتراض و شکایت کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ ہم نے خود ہی تو اول ان کو علم قرآن و حدیث سے بے بہرہ، محدود خیالات و لغویات وغیرہ کے ذخیرہ والا کہہ کر حدیث رفع و نزول عیسیٰ کا ان سے مطالبہ کیا ہے کہ پیش کریں۔ پس اگر پیر صاحب نے مرزا صاحب کی غلط بیانی ثابت کرنے کو اپنا علم قرآن و حدیث، و بلندی خیالات، ذخیرہ معارف کا ثبوت دینے و آیات قرآن مجید و حدیث دربارہ رفع و نزول عیسیٰ پیش کرنے کے لئے اول نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے مباحثہ ہونا لکھ دیا تو کیا بیجا کیا؟ بلکہ انہوں نے عین مرزا صاحب کے الفاظ و مطالبہ کی موافقت کی، لہذا مرزا صاحب کی یہ شکایت صحیح نہیں۔ علاوہ ازیں پیر صاحب کی طرف سے اشتہار ۲۱۔ اگست ۱۹۰۰ء میں کل شرائط مقررہ مرزا منظور ہو کر ۲۵۔ اگست کو جانین کالاہور میں

پہنچ جانا قرار پا چکا تھا جس کے بعد مرزا صاحب کی طرف سے کوئی عذر و حیلہ باقی نہ تھا۔ اگر مرزا یہ عذر کریں کہ پیر صاحب نے اپنی شرط چھوڑ کر ہماری ہی کل شرائط منظور کرنے کا اشتہار اپنے نام سے نہیں دیا، تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ مرزا نے بھی پیر صاحب کے اشتہار منظوری مباحثہ کے جواب میں اپنے نام سے کب مشتہر کیا تھا کہ ہم اپنے ہی مخصوصہ شرائط پر مقابلہ کریں گے اور پہلے جو ہم نے پیر صاحب کے علم و احادیث رفع و نزول کا مطالبہ کیا تھا اس کو اب ہم واپس لیتے ہیں۔

پھر اگر مرزا صاحب کہیں کہ ہمارے مرید کا اشتہار ہمارا ہی اشتہار ہے، اس میں شرط تقریر زبانی سے انکار درج ہے۔ تو مرزا صاحب انصاف کریں کہ پھر پیر صاحب کے مرید حکیم سلطان محمود کا اشتہار جس میں لکھا ہے کہ:

اگر مرزا صاحب کی خرق عادت و تائید آسمانی کا انحصار صرف بحث تحریری میں ہی ہے اور مرزا صاحب کی الہی و آسمانی طاقت مباحثہ تقریری کے وقت ان کو جواب دے جاتی ہے (اگرچہ تمام انبیاء مرسلین و مامورین علیہم السلام کی تقریر زبانی ہی سنت رہی ہے) اور مرزا صاحب کی علمی عملی کمزوریاں ان کو اپنی گھڑی ہوئی شرطوں کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں اور اسی پر ضد ہے تو تمہاری سب شرطیں بعینہ منظور ہیں۔

وہ اشتہار کیوں پیر صاحب کا اشتہار نہ مانا جاوے؟ مرزا صاحب کے مرید کا اشتہار معتبر و حجت ہو اور پیر صاحب کے مرید کا اشتہار قابل التفات نہ ہو، یہ کیسا انصاف ہے (نور الابصار کے صفحہ ۴ پر مرزا صاحب کے سربر آوردہ مرید نے اپنے اظہار فضیلت میں پیر صاحب کو جن کے مقابلے پر آنے سے ان کے امام صاحب تو حیلے حوالے ہی کرتے رہے لیکن یہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں مناظرہ تحریری کے لئے مستعد و آمادہ ہوں۔ اگرچہ آپ کو اپنا مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔، مگر کیا کیجئے

باہم مردماں ببايد ساخت چہ تو اں کرد مردماں ايند

سجان اللہ واللہ اکبر تعالیٰ و تقاخر و انا خیر منہ کہنے والی نسبت و ہمت کسی اہل اللہ مخلص مصروف الذکر طالب رضاء الہی میں نہ دیکھی نہ سنی اور مرزا صاحب کے تمام خاص و عام مریدین میں اس کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں۔

مرزا صاحب نے اشتہار میں لکھا ہے کہ:

میں بہر حال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور ایسا ہی لاہور میں اکثر سفلف و کمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں گالیاں دیتے پھرتے ہیں، مخالف مولوی وعظ کر رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔

بعض کار ڈگندی گالیوں کے مجھے پہنچے ہیں جو چوہڑوں چماروں کی گندی گالیوں سے زیادہ ہیں۔

اس میں اکثر حصہ تو خلاف واقعہ و پراز مبالغہ ہے جس کا کچھ وجود نہیں اور پھر تعجب ہے کہ مرزا صاحب باوجود اللہ تعالیٰ کو اپنا حافظ ناصر حمایتی مددگار جاننے اور نصرت الہیہ کے از بس زبانی دعویدار ہونے اور قرآن مجید کی آیات و اللہ یعصمک من الناس (اور اللہ تمہیں لوگوں سے بچائے گا)۔ و مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الما کرین (اور انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے) وغیرہ کے عامل و معارف دانی کے مدعی ہونے کے پھر موقع وقت پر کیسے کر جاتے اور اپنا پردہ فاش کرتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب صادق ہوتے تو ان ارشادات قرآن مجید سے اعراض کر کے ایسے خائف و لرزاں کیوں ہوتے؟ اور ایسے لا طائل بے بنیاد نامقبول بے ہنگام عذرات نہ گھڑتے۔ لیکن اگر ایسا نہ کرتے تو لوگوں پر ان کے کذب کی زیادہ حقیقت کیوں کر کھلتی اور عاجز کے الہام (جو ۲۰۔ اگست ۱۹۰۰ء جمعہ کو قبل از استماع خبر آمد پیر صاحب ہوئے)، رفعت شان رفت براوج فلک، جو بحق پیر صاحب ہوا، اور بعدہ الہام کا لعھن المفوش (مثل اون دھنی ہوئی) جو بحق مرزا صاحب ہوا، ان ہر دو کی حقیقت و صداقت کیونکر ظاہر ہوتی؟

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ میں دو امر کا خواہش مند ہوں جن پر میرا لاہور پہنچنا موقوف ہے۔ ایک پیر صاحب بوجہ ایک شرط زیادہ لکھنے کے اپنے نام سے اشتہار مصدقہ پانچ معزز ارکان لاہور شائع کریں۔ دوم میرے لاہور پہنچنے کے لئے تین رئیس ایک تحریر بالاتفاق اس ذمہ داری کی شائع کریں کہ پیر مہر علی شاہ کے مریدوں ہم عقیدوں (جو قریباً تمام مسلمان مرزا کے مخالفین ہیں) وہم جنس مولویوں کی طرف سے کوئی گالی یا کوئی وحشیانہ حرکت ظہور میں نہ آئے گی۔

سبحان اللہ! یہ خوب انصاف ہے کہ خود بدولت مرزا صاحب تو کسی کی ایک شرط بھی قبول نہ کریں اور آپ شرائط پر شرائط بڑھاتے جائیں اور وہ بھی ایسے ناممکن العمل کہ کبھی ہونہ سکیں۔ بھلا تین رئیس تمام دنیا کے مسلمان وغیرہ مخالفین مرزا صاحب کے الفاظ و حرکات کے کیونکر ذمہ وار ہو سکتے ہیں۔ اور ان کو غرض ہی کیا ہے کہ اس درد سری میں مبتلا ہوں؟ باوجودیکہ وہ مرزا صاحب کی چال تدبیر و حیلہ حوالہ سے بھی بخوبی ماہر و واقف ہوں۔ جب مرزا صاحب لاہور آنے سے ایسے ہراساں و ترساں تھے تو اول خود ہی اشتہار دے کر انہوں نے اپنی جان کو اس خلیجان میں کیوں ڈالا؟ افسوس مرزا صاحب پر عادت حیلہ سازی نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ پچھار جیلوں بہانوں کے سوا بات ہی

نہیں کرتے اور سیدھے راستے سے یوں نہیں فرماتے کہ و قذف فی قلوبہم الرعب (اور ڈالا ان کے دلوں میں رعب) والا معاملہ ہمارے ساتھ ہوا اس لئے ہم لاہور نہیں آسکے۔

کسی دوسرے کی گالیوں کی شکایت مرزا کس طرح زبان پر لاسکتے ہیں؟ ذرا اپنی بدزبانی سب و شتم لعن طعن مذکور برصفت سابق، ملاحظہ فرمائیں۔ پھر مرید خاص واحد العین کی زبان درازی کو، جس سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا، پھر اسی مرید جس کو فاضل جلیل القدر مولوی سید محمد ث اور فقیہہ زرداشتہار میں کہہ کر لکھا ہے کہ انکے ساتھ بحث کرنا پیر صاحب کیلئے فخر تھا، ذرا ان کی تحریروں کو بھی غور سے دیکھیں کہ ماشاء اللہ خوبی قسمت سے باوجود ضعیف العمری سید کہلانے وغیرہ اوصاف عطیہ مرزا و فیض صحبت زبانی امام الزمان کے اب تک تمسخر نہی دوسرے مومنین کو برا بھلا کہنے و لکھنے سے سیر ہو کر انابت الی اللہ و خشیت الہی کی فکر اپنے پاس پھٹکنے ہی نہیں دیتے۔ جب کل جماعت کی زبان درازی و تبرا بازی کی یہ نوبت ہو تو پھر مرزا کو دوسروں کی شکایت کرنا کب زیبا ہے؟ اور پھر طرفہ یہ کہ اب شکایت کرتے وقت بھی اپنی اس بدگوئی کی عادت سے نہیں چوگے۔

پھر کہا ہے کہ اس فتنہ و اشتعال کے وقت بجز شہر کے رئیسوں کی پوری طور کی ذمہ داری کے لاہور میں قدم رکھنا گویا آگ میں قدم رکھنا ہے۔ کیا شرع و عقل فتویٰ دے سکتی ہے کہ پر جوش و مشتعل لوگوں کے مجمع میں بغیر کسی پورے قانونی بندوبست کے جانا مضائقہ نہیں؟

مرزا صاحب یہ تو فرمائیں کہ اس مجمع کا باعث و محرک سوائے خود بدولت کے اور کون ہے؟ خود ہی تو تمام دنیا کو مقابلہ کے واسطے بلانے کی دعوت کرتے و اشتہار پر اشتہار دیتے ہیں اور جب جمعیت حکم خود بدولت وہ لوگ آن کر جمع ہوں تو پھر گھبرا کر کہتے ہیں کہ ایسے مجمع میں جانا گویا آگ میں قدم رکھنا ہے۔ ذرا اس کو بھی غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادے و مرسل تو سچ مچ دیکتی آگ میں بھی ڈال دیئے گئے اور وہ نار ان کے لئے بحکم حافظ حقیقی بردا و سلا ما ہو گئی جیسا کہ سیدنا ابراہیمؑ کا معاملہ ہوا۔ پھر مرزا کیسے مرسل من اللہ ہونے کے دعویدار ہیں کہ اپنی ہی سلگائی ہوئی وہی آگ سے ایسے خائف و بدحواس ہوتے اور اللہ خیر الحافظین و خیر الناسرین کی حفاظت و نصرت و توکل کو بالائے طاق رکھ کر اس سے ایسی بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں کہ گویا آپ کو اس ذات لا تأخذہ سنۃ و لا نوم۔ و لا یؤدہ حفظہما و هو العلیٰ العظیم، کی حفاظت پر اعتماد نہیں یا اس حی و قیوم کی خبر ہی نہیں۔

خیر پر مرزا صاحب نے سہل طریق فیصلہ یہ لکھا ہے کہ بعد ذمہ واری رئیسان لاہور کے

مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین بھی ہوں تین گھنٹہ اپنے دعویٰ کے دلائل میں سناؤں پھر پیر مہر علی شاہ صاحب قرآن و حدیث سے نزول مسیح کا ثبوت دیں۔ ،

اس کا جواب ظاہر ہے کہ پیر صاحب تو فقط اسی غرض سے ہی حسب اشتہار مرزا لاہور آئے تھے اگر مرزا بھی ذرہ حوصلہ کر کے اللہ کے حافظ و ناصر ہونے کا یقین رکھ کر آجاتے تو اس کا فیصلہ ہو جاتا۔ مگر پیر صاحب کے سفر دور دراز کر کے مح علماء آئے پر آپ کے ہراساں ہو کر پہلو تہی کرنے اور ادھر رخ بھی نہ کرنے سے یہ تصفیہ رہ گیا اور مرزا کے دعاوی کی نسبت ایک بین و آسانی نشان ظاہر ہو گیا یعنی وہی جو مرزا نے کہا تھا کہ، اگر میں حاضر نہ ہوتا تب بھی کاذب سمجھا جاؤنگا۔

مرزا صاحب کے اس سہل طریق سے بھی سہل طریق شیخ عبدالرحمن بازار کشمیری لاہور کے اشتہار میں لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

مرزا صاحب لاہور میں مسجد شاہی میں محراب و منبر کے سامنے کھڑے ہو کر علماء اسلام کے رو برو ویسی ہی قسم کھائیں جو مرزا صاحب نے علماء محکمین کے واسطے تجویز کی ہے پھر آخر میں کہیں، الہی اگر میں جھوٹا ہوں اور اس منصوبے سے بالکل بری و بے لوث نہیں ہوں تو سال بھر کے عرصہ کے اندر مجھ پر کوئی عذاب نازل کر کہ اہل اسلام کے لئے حجت قائم ہو جاوے اور کوئی میرے دام فریب میں نہ پھنسے۔ ،

پھر اس قسم کے بعد اگر ان پر ایک سال خیریت سے گذر گیا اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر کوئی بلا نازل نہ ہوئی تو ہم (مشترک اشتہار) ہزار روپے نقد دیں گے۔ اور یہ ایسا فیصلہ ہے کہ مرزا صاحب ہی کا تجویز کردہ ہے کوئی اس پر بحث بھی نہیں کر سکتا مرزا صاحب اسی طرح اپنے مخالفین کو قسم کھانے کے لئے بلایا کرتے ہیں اور سال کی میعاد لگایا کرتے ہیں۔ ،

اس تدبیر پر اگر مرزا صاحب عمل کریں تو وہ جو آسمانی گواہی و نشان کے تین سال میں ظہور کا مرزا صاحب نے اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۸ء دیا ہوا ہے جس کی معیاد دسمبر ۱۹۰۲ء تک ہے اس کا بھی اس طرح ایک ہی سال میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔

حفاظت کے لئے مخلوق کی ذمہ داری لینے اور اس پر بھروسہ کرنے کے جا بجا اگر مرزا صاحب خیر الحافظین و خیر الناصرین کی حفاظت و حمایت پر اعتماد کریں تو اسلامی طریق و عمل درآمد کے موافق و مطابق ہے۔ بیچاری مخلوق جب خود فانی ہے اور اپنے نفع و نقصان کی مالک نہیں تو وہ پھر

کسی دوسرے کے نفع و نقصان کی کیونکر ضامن و ذمہ دار ہو سکتی ہے۔ یہ مرزا کے کشتی میں کھڑا ہونے کے حالات ہیں جن سے ان کے دعویٰ کا صدق یا کذب نصف النہار کی طرح روشن ہے۔

﴿ کیا خوب و عمدہ ہو اگر مرزا صاحب کا میدان کشتی میں کھڑا ہونا مخلصانہ و طلب رضائے الہی کی خاطر ہو... ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جاد لهم بالنتی ہی احسن و غیرہ کے مطابق ہو اور باعث بہبودی و منفعت خلق ہو کہ وہ کشتی قابل تحسین ہو۔ لیکن یہ تب ہو سکتا ہے جب مرزا صاحب موجودہ پہلو تقاضا تعلقاً و پندار والا بدل کر توبہ و استغفار کے بعد اطاعت اللہ و اطاعت رسول اللہ ﷺ والا طریق اختیار فرمائیں۔

﴿ یہ امر تو مرزا صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کشتی میں بہادری اسی کا نام نہیں کہ ہر ایک کو ہر امر میں جس طرح ہو سکے اپنے مقابلہ میں اپنے گھر بیٹھ کر بیچ پوچھ حقیقہ و لاشئے سمجھ کر.. خود اپنی ہی افضلیت و شہنی اور فوقیت بیان کئے جائیں جیسے مرزا صاحب کی عادت ہے اور جس کا مظہر رسالہ ضرورۃ الامام ہے۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب کو بایں دعاوی و مراتب انا خیر منہ والی مہلک مرض و نسبت سے بچنے کیلئے ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین والی نسبت حاصل کرنے کا کبھی فکر و خیال نہیں آتا، ہمیشہ اپنی مشیخت و انا نیت و بے نظیری ظاہر و ثابت کرنے کی تدابیر و دھن میں مستغرق رہتے ہیں۔

﴿ عاجز کو تو سر دست مقابلہ و کشتی کے میدانوں سے پرہیز کرنے کیلئے.. و تعلماً الہام ہوتا ہے بادوستان تلطف بادشمنان مدارا۔ آئندہ جیسا ہوگا اس کی تعمیل کو توفیقہ و احسانہ حاضر ہے۔

﴿ مرنے کے بعد شرمندہ ہونے کی بھی عمدہ و عجیب دھمکی ہے۔ اول مرزا صاحب کا اپنے دعاوی میں صادق ہونا تو ثابت ہو پھر یہ امر بھی قابل غور و لحاظ ہو سکتا ہے اور مرزا غور فرمائیں کہ جن لوگوں نے یہاں ان کو قبول نہیں کیا بلکہ قبول و سکوت تو بجائے خود، خوب عمدہ طرح سے مقابلہ کیا مقدمات کئے اور مخالفت میں تحریراً و تقریراً کسی طرح کوتاہی نہیں کی جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی جن کو مرزا صاحب منذر الہاموں سے ڈراتے اور دھمکاتے بھی رہے، قاضی محمد سلیمان منصور پوری مولوی اسماعیل صاحب، مولوی عبداللہ صاحب امر وہی، منشی سعد اللہ لدھیانوی، مولوی محمد بشیر سہوانی، شیخ حسین بن محسن مصنف الفتح الربانی، مولوی صوفی عبدالحق غزنوی، قاضی فضل احمد لدھیانوی، مولوی عبداللہ صاحب، پیر مہر علی شاہ مصنف شمس الہدایۃ، سید یاسین ہزاروی مصنف منور الایمان؟، سلطان محمود خاں مشتہر اشتہار واجب الاظہار، مولوی محمد شفیق، مولوی محمد

غازی، مولوی غلام احمد مصنف مسیلمہ قادیانی کا مکشریطانی، مولوی صاحب پنج گرائیں، ملا محمد بخش وغیرہ، تو کیا جیسے یہ لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اسی طرح دوسرے قبول نہ کرنے والے مرنے کے بعد شرمندہ ہوں گے یا اس سے بھی زیادہ۔ پھر جن لوگوں کو مرزا نے ایسا دھوکا یا اور ایسی خبریں سنائیں ان کا اب تک کیا بگڑا ہے اور کیا شرمندہ ہو رہے ہیں۔ مرزا صاحب اس کے سمجھانے میں ایسا شرعی طریق اختیار کریں کہ مخلوق الہی سمجھ کر ایسے لوگوں کے حال سے عبرت پکڑ کر خود بدولت کی غلامی میں داخل ہونے کی فکر کرے۔

﴿ جب مرزا صاحب کی دنیوی وزینی پیشگوئیوں کا یہ حال ہے جیسا مختصراً اس میں عرض ہوا ہے تو آسمانی و عقبی کے حالات کی خبروں کا اسی پر قیاس ہو سکتا ہے۔
﴿ حجت الہی اگر ثابت ہو تو پھر انکار کرنے والا بد بخت ہے۔ مگر یہاں تو برعکس نہند نام زنگی کا فوراً معاملہ ہی ہے اور بس۔

اختتامی خطاب بہ الہی بخش اور جواب خطاب

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی (منشی الہی بخش کو مخاطب کر کے) لکھتے ہیں:
اے عزیز کوئی کام دنیا کا ہو یا دین کا بغیر لیاقت کے نہیں ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ انگریز حاکم کے پاس ایک خاندانی شخص پیش کیا گیا کہ اس کو تحصیل دار بنا دیا جائے اور جس کو پیش کیا گیا وہ محض جاہل تھا اور وہ بھی نہیں آتی تھی۔ اس انگریز نے کہا کہ اگر میں اس کو تحصیل دار بنا دوں تو اس کی جگہ مقدمات کون فیصلہ کرے گا میں اس کو پانچ روپے مذکورہ اور کوئی نوکری نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے اللہ یعلم
حيث يجعل رسالته۔

جواب۔ لیاقت کی نسبت اول عرض ہو چکا ہے مرزا اس پر بار بار زور دیتے ہیں یہ تو فرماویں کہ کل لیاقت اس شہنشاہ عالی جاہ مالک الملک حی و قیوم، علی کل شئیء قدیر، و ما من شئیء الا عنده خزائنه فرمانے والے کے خزانہ عامہ سے خرچ ہو چکی ہے اور اب اور کسی کو کچھ نہیں مل سکتی؟ معاذ اللہ۔ وہ ذات پاک ایسے بخیلانہ و بے ادبانہ خیال سے پاک و منزہ و اعلیٰ ہے بل یداہ مبسو طتان اس کی شان دانگی ہے اور ابدال اباد تک رہے گی۔

﴿ مرزا صاحب نے جو انگریز حاکم و ناخواندہ خاندانی شخص کے تحصیلدار یا مذکورہ بنانے کی مثل تراشی ہے اول تو اس کو بحث مانحن فیہ سے کچھ تعلق نہیں۔ علاوہ براں دنیوی حاکموں کی ہی کئی ایسی مثالیں و نظیریں موجود ہیں کہ ادنیٰ اردلیوں اور چپراسیوں وغیرہ سے تحصیل دار کیا ڈپٹی اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر بنائے گئے۔ کئی ڈپٹی ناخواندہ اور محض دستخط ہی کر سکتے تھے دیکھنے میں آئے ہیں بلکہ اب بھی آنریری مجسٹریٹوں میں جن کی مجسٹریٹ کے ماتحت کئی گاؤں ہیں بحالت ناخواندگی مقدمات کا فیصلہ کر رہے ہیں، یوں مرزا کی تراشیدہ مثال نیست و نابود و کا عدم ہو جاتی ہے۔

﴿ جہان کے حاکم چونکہ اول حصول علم و لیاقت کے واسطے مصیبت و محنت برداشت کر کے مغز زنی و مشقت کی تکلیف شب و روز اٹھا کے پھر کسی حکومت کے حاصل کرنے میں بارادہ الہی کامیاب ہوتے ہیں لہذا اگر وہ کسی ناخواندہ و نالیاقت شخص سے کچھ کام نہ لے سکیں تو کچھ عجب نہیں لیکن جو حاکم ہمہ قدرت ہمہ علم الحاکمین ارحم الراحمین ایسا ہو جس کی شان :

و هو علی کلّ شیء قدير ، (وہ ہر چیز پر قادر ہے)

و اللہ عزیز حکیم (اللہ غالب حکمت والا ہے)،

ان ربک هو القوی العزیز (تیرا رب قوی اور غالب ہے)۔

و ما ذالک علی اللہ بعزیز (اور یہ اللہ پر مشکل نہیں)۔

و انّ الفضل بید اللہ یؤتیه من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم (فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے)۔

و اللہ یختص برحمته من یشاء (اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے) وغیرہ ہو جس کے سہارے و فضل پر ان سب حاکموں بلکہ کل مخلوقات کی کامیابی کا حصر ہے اور جو ناخواندہ و اونٹ بکری چرانے والوں کو ایک آن میں امر کن سے کل لیاقت و جہلتیں بخش کر تحصیل دار و ڈپٹی کیا تمام دنیا کی بادشاہت بلکہ اس کے ساتھ عاقبت کی بادشاہت بھی بخشا رہا ہو، اس کو کیا ضرور ہے کسی کی ناخواندگی و نالیاقتی کا اپنے کاروبار چلانے میں فکر کرے۔ کیا جس طرح پہلے وہ قادر قدیر ان ناخواندہ اونٹ بکری چرانے والوں سے اپنے اہم و ارفع دینی و دنیوی خدمات لیتا رہا ہے تو اب اس سے ادنیٰ درجہ کی خدمت بھی کسی سے نہیں لے سکتا؟ یا معاذ اللہ اسکے اختیارات محدود ہو گئے ہیں، چھن گئے، یا اس نے اقرار کر لیا اور اعلان دے دیا کہ اب کسی قسم کی بخشش و عطا کسی پر نہیں کرونگا؟ معاذ اللہ۔ افسوس کہ ایسے محسن ما لک الملک با اختیار کی تشبیہ کیسے بے

اختیار حاکم سے دی گئی اور بمقابلہ ارشاد قرآن مجید فلا تضر بواللہ الامثال (پس نہ بیان کرو اللہ کے لئے مثالیں) کیسی لغو و ردی مثال گھڑی اور تراشی گئی۔

سچ ہے جب اللہ کا غضب آتا ہے تو ناک کان کاٹ کر صورت ہی مسخ نہیں کرتا بلکہ دل کو مسخ کر دیتا ہے جس سے مغضوب علیہ اس کی ذات و صفات کا انکار کرنے لگتا ہے۔ سومرزا فکر و غور کریں کہ کہیں صفت خالقیت مرغی کے حوالہ کر دیتے ہیں، کہیں اس کے اختیارات حکومت کو محدود کرتے ہیں، کہیں نعوذ باللہ قرآن مجید کی غلطیاں نکالنے لگتے ہیں، کہیں اس کی آیتوں و عبارت کو الٹ پلٹ کرتے ہیں، تو کیا اس سے انجام کار یہ خوف معلوم نہیں ہوتا کہ کہیں اس واجب الوجود کو آخر ہستی سے جواب دینے پر آمادہ ہوں جیسا کہ اکثر خود بین متکبرین شیخی خوروں کا حال ہوا۔

مرزا صاحب تو بدعوی علم و فضل اللہ يعلم حیث یجعل رسالۃ کو بصیغہ مضارع تحریر فرماتے ہیں لیکن عاجز اس کو بصیغہ فعل التفضیل اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ جیسا کہ قرآن مجید سورہ انعام الجزء الثامن رابع اول میں ہے، پڑھتا جانتا اور اس پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ مرزا صاحب اپنی نسبت تو اس آیت شریفہ کو لے لیتے ہیں لیکن دوسروں نے کیا گناہ کیا ہے کہ ان کے واسطے بغیر کسی وجہ کے اس کو محال خیال فرماتے ہیں۔

ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

کیا جسکے پاس ہزاروں دشمن دوست سوالات و اعتراضات لے کر آتے ہیں اور نیابت نبوت اس کے سپرد ہوتی ہے اس کی یہی شان چاہیے کہ صرف چند الہامی فقرے اس کی بغل میں ہوں اور وہ بھی بے ثبوت۔ کیا قوم اور مخالف قوم اس سے تسلی پکڑ سکتے ہیں۔

جواب۔ بعد الہامی دعا اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلاً و ارزقنا اجتنابہ کے عرض ہے کہ اول ہم بزعم خود مرزا صاحب کے منطقی و فلسفیانہ دلائل کو بمقابلہ معترضین اسلام و انگریزی طالب علموں کے بڑا کام سمجھتے تھے، سو الحمد للہ کہ اس حکیم علیم نے اس تعجب و غلطی کو دور فرمایا، الہام ہوا:

اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد کمن آمن باللہ و الیوم الآخر (کیا تم نے سمجھا ہے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد تعمیر کرنا، اس شخص کے برابر جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا) جس سے صاف و صراحتاً ظاہر ہو گیا کہ جھگڑا لو اور معترضین کو جواب دینا، ان کے جوش اعتراض کو آب دلائل سے فرو کرنا، اور ضعیف اور بد اعتقادوں کی بوسیدہ عمارت کی خود تراشی شدہ

اوزاروں سے بیچ کاری کرنا، (جو امام فن مناظرہ اور سرسید وغیرہ بھی کرتے رہے) یا یوں کہو کہ اپنی ہی مسجد علیحدہ بنانا (کیونکہ یہاں الہام میں لفظ الحرام، مسجد کے ساتھ نہیں فرمایا) یہ سب کچھ ایمان باللہ و بالیوم الآخر سے والوں سے کبھی برابری نہیں کر سکتا۔ اور یہ الہام بھی ہوا۔

گر باستدلال کار دین بدی فخر رازی راز دار دین بدی

اسی آیت کریمہ اجعلتم سقایة الحاج .. الخ کے بعد اللہ جل جلالہ خود بھی فرماتا ہے لا یستوون عند اللہ (اللہ کے نزدیک برابر نہیں) اور آ من باللہ و الیوم الآخر والوں کا بمقابلہ دوسروں کے توظف و کرم سے کئی جگہ تعریف سے ذکر فرمایا جیسا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقا موا .. الخ (تحقیق جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور پھر مستقیم رہے)۔

تلك الدار الآخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا .
قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی بل تو ثرون الحیوة الدنیا و الآخرة
خیر و ابقی . فما او تیتم من شیء فمتاع الحیوة الدنیا و ما عند اللہ خیر و
ابقی للذین آمنوا و علی ربہم یتوکلون -

لہذا اب عاجز رڈ و قدح بحث و مباحثہ و خشک تقاریر والوں کو بمقابلہ کمن آ من باللہ و الیوم الآخر والوں کے ہرگز ترجیح و وقعت نہیں دے سکتا۔

﴿ پھر مرزا صاحب غور فرمائیں کہ انہوں نے معترضین کے کیا اعتراضات دور کئے ہیں؟ مباحثہ عیسائیاں میں، پھر سراج دین کے جو اعتراضات دور کرانے کیلئے عرصہ تک قادیان میں مرزا صاحب کی صحبت میں رہا۔ پھر عام علماء و مولویان کے جو مرزا کے نئے تراشیدہ مسائل و عقاید پر بدلائل قرآن مجید و حدیث شریف اعتراضات کرتے ہیں، کہاں دور کئے ہیں۔

﴿ نیابت نبوت کی ذیل میں مرزا صاحب مسائل ذیل پر غور سے توجہ فرمائیں۔

۱- قرآن مجید میں ارشاد ہے و الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و اللہ یحب المحسنین . و اصفح الصفح الجمیل . و لیعفوا و لیصفحوا . الا تحبون ان یرحمکم اللہ لکم . و لمن صبر و غفر ان ذلك لمن عزم الامور

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے الرّاحمون یرحمهم الرّحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السّماء (رحم کرنے والوں پر رحمان رحمت کرتا ہے تم ان پر جو زمین میں ہیں رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے)

ان اللہ رفیق یحب الرفق۔ (اللہ رفیق ہے اور رفیق کو دوست رکھتا ہے)

رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستقيظ.. الخ (قلم تین آدمیوں سے اٹھائی گئی ہے سوئے ہوئے سے یہاں تک کہ جاگ اٹھے) اور یہاں مرزا صاحب بدعوی مسیحیت و نیابت نبوة ایسے بے صبر و مشدد و سخت گیر کہ ایک خفیف کلمہ خواب کو (کہ مرزا صاحب بیعت کریں) جس پر بموجب حدیث شریف موصوفہ کچھ مواخذہ نہیں ہو سکتا، اس کو خود بدولت نے ایسا سخت پکڑا اور ایسا جوش کیا کہ ایک کتاب تحریر فرما کر شائع کر دی، یہ کیسی نیابت ہوئی۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے بارہا احادیث شریف میں لعن طعن سب و شتم سے منع فرمایا کہ یہ مومن کی شان نہیں ہے جیسا سابقاً ذکر ہوا ہے اور مرزا صاحب کی کتب میں لعن و طعن و سب و شتم کا حد و حساب نہیں۔ بعض جگہ ہزار تک لعنتیں پوری کر کے تحریر فرمائی ہیں۔ اور نہ صرف مخالفین اسلام کو بلکہ عوام و خاص مسلمانان کلمہ گو یاں، اہل قبلہ پابند صوم و صلوة حج و زکوٰۃ ذاکرین اللہ عز و جل، مولویان فقراء و سجادہ نشینان، خادمان اسلام معلمان قرآن و حدیث کو بھی نہیں چھوڑا حالانکہ حدیث میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ یہ کیسی نیابت نبوت ہے۔

۳۔ ایسا ہی مرزا صاحب اپنے دعویٰ کے انکار کے سبب کو ہلاکت و عذاب کی وعید سناتے رہتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے اذا قال الرجل هلک الناس فهو اهلکهم۔

عن ابی ہریرہ قال قیل یا رسول اللہ ادع علی المشرکین قال انی لم ابعث لعاناً و انما بعثت رحمةً (کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ مشرکین کیلئے بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا نہیں میں تو رحمت بھیجا گیا ہوں)

اس کے برعکس مرزا صاحب کا جو عمل ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

۴۔ آیات المنافقین میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذا او تمن خان و اذا حدث کذب و اذا عاهد غدر (اخلف) و اذا خاصم فجر (جب امانت دی جاوے خیانت کرے جب بات کہے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو خلاف ورزی کرے، الخ)۔

ليطبع المو من على الخلال کلها الا الخيانة و الکذب (مومن خیانت اور جھوٹ کے سوا تمام خصلتوں پر مطبوع ہوتا ہے)۔

اب مرزا صاحب غور فرمائیں کہ اذا او تمن خان میں جو روپہ سراج منیر (۱۴ سو روپہ کی لاگت والی) و براہین کی قیمت میں آیا اس کو دوسری جگہ اپنی خانگی و نفسانی حاجات میں خرچ

کرنا داخل ہے یا نہیں؟ رسالہ سراج منیر کے چندہ دینے والے و براہین کے خریدار کئی تو مر گئے اور بہت باقی ہیں جو حسب وعدہ ہائے مرزا صاحب ہر دو کتب کے منتظر و امیدوار ہیں۔ نیز وہ روپے جو مرزا صاحب کے حساب میں بایں غرض جمع کیا گیا تھا کہ جب رسالہ موعودہ مسٹر الگزیٹڈ روبر امریکہ والا تیار ہوگا تو اس روپے سے ترجمہ کرایا جائے گا، سو وہ رسالہ تو وعدہ وعید میں نابود ہو گیا، اور اس کے ساتھ ہی وہ روپے بھی خرد برد ہوا۔ پھر جو روپے مسجد کے واسطے جمع ہوا، وہ کہاں گیا؟ براہین کی نسبت شائد یہ عذر پیش کریں کہ ہم نے واپسی روپے کا اشتہار دے دیا ہے اسلئے بری الذمہ ہو گئے۔ لیکن اس میں یہ عرض ہے کہ اولاً تو پہلے ہی ایسی کوئی شرط نہ تھی، ثانیاً وہ اشتہار سب روپے دہندگان کے پاس کہاں بھجا گیا؟ فقط اپنے مریدین میں ہی اس کی اشاعت کافی سمجھی گئی تھی۔ ثالثاً اس اشتہار میں بھی ایسا فن، حکمت و چالاکی کی کہ بے چارے شرم و لجا ظالم سے مطالبہ روپے کی جرأت نہ کریں اور اگر کریں بھی تو مرزا صاحب کے کسی معتبر کارٹیفکیٹ پیش کریں۔ ایک آشنا نے مجھ سے پوچھا کہ بقیہ براہین احمدیہ خدا جانے کب آوے؟ میں نے جواب دیا کہ اس کی بظاہر کوئی امید نہیں کیونکہ مرزا صاحب اسکی قیمت واپس کرنے کا اشتہار دے چکے ہیں، وہ بولا ہم کو تو خبر ہی نہیں ہوئی۔ بھلا اب روپے مل جاوے گا؟ میں نے کہا ہاں اگر آپ روپے دینے کا سرٹیفکیٹ دے دیں۔ تب اس نے کہا کہ جس کی معرفت ہم نے روپے دے کر کتاب منگوائی ہے وہ تو مر گیا،

فقط اسی پر دوسرے بے چارے خریداروں کا قیاس کر لینا چاہیے۔ پھر جن لوگوں نے براہین کے واسطے سینکڑوں روپے دیئے تھے، وہ اشتہار ان کے پاس بھی نہیں پہنچا۔ اگر مرزا صاحب کی نیت بخیر ہوتی تو جیسا کہ عاجز کو ایک دفعہ فرمایا، یا لکھا تھا، کہ ہم نے روپے دہندگان کے نام و روپے کی کتاب کھولی ہوئی ہے، تو اس کو قائم رکھتے اور اس کے موافق سب کو روپے واپس دیتے۔ اگر کوئی لینے سے انکار کرتا تو پھر آپ کا مال تھا۔ یا اول روپے دہندگان و خریداران کو حسب ضابطہ رسید ہی دی ہوتی تا اس کو پیش کر کے روپے وصول کر سکتے۔ یہ حق العباد تھا اس بارہ میں جس قدر سعی اور اہتمام ہوتا ثواب و عبادت میں داخل تھا۔ خیر یہ تو براہین کے روپے کا حال ہوا، باقی سراج منیر و مسٹر الگزیٹڈ روبر والے روپے کا کیا عذر ہے؟ علیٰ ہذا القیاس اور بہت رقوم جو کہیں کی کہیں خرچ ہوئیں یہ سب کیوں اذا اوتمن خان میں داخل نہیں؟

۵۔ اذا عاهد غدیر (اخلف) میں جو وعدے نسبت براہین احمدیہ جلد اول اعلان سرورق جلد اول و دوم میں کہ ضخامت سو جزو سے زیادہ ہوگی۔ قیمت اول پانچ پھر دس پھر پچیس اور اقرار کہ اس

کی طبع میں آئندہ کبھی توقف نہیں ہوگی۔ جلد سوم کے سرورق پرفرمایا کہ اب کتاب تین سو جزو تک پہنچ گئی ہے۔ اور اخیر صفحہ پر اس کی قیمت ایک سو روپہہ قرار دے کر فرمایا کہ اگر اس کے عوض دس یا ۲۵ روپہہ ہی مسلمان پیشگی نہ دیں تو پھر کام کے انجام سے خود مانع ہوں گے۔ (اس فقرہ کی تحریر سے مرزا صاحب کے اپنے رئیس اعظم صاحب جان داد ہونے اور ہزار بارو پٹوں کے اشتہارات دینے کی حقیقت و ماہیت بھی خوب ظاہر ہوتی ہے کہ جو کچھ ملے پیشگی ملے)۔ جلد چہارم میں آخر کار فرمایا کہ

اب اس کا متولی ظاہر اوباطنأرب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ و مقدار تک اس کو پہنچا وے گا اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام ظاہر کئے ہیں اتمام حجت کے لئے یہی کافی ہیں زندگی کا اعتبار نہیں۔۔۔

انسوس راستی موجب رضائے خداست، پر خیال کر کے یہ نہ فرمایا کہ اب اندوختہ ختم ہو چکا ہے اور جو ہم نے تین سو دلائل کا قید تحریر میں آ کر طیار ہونا لکھا تھا، غلط تھا اس لئے آئندہ تولیت سے دست بردار ہوتے ہیں اور روپہہ وصول شدہ حق العباد کی عباد اللہ سے معاف چاہتے ہیں۔، پھر وعدہ طبع رسالہ سراج منیر جس کا ۱۴ سو روپہہ کے خرچ سے طبع کا اعلان ۱۳۰۴ھ میں سرورق شدہ حق پر ہوا تھا جس کے لئے کئی مقامات سے خاطر خواہ چندہ آ گیا تھا اور جس کی نسبت خاکسار نے (جب مرزا صاحب انبالہ میں تشریف رکھتے تھے) بذریعہ خط وعدہ خلائی کی شکایت کی تھی تو مرزا صاحب اس پر درہم برہم ہو کر خفا ہوئے تھے یہ ۱۸۸۶ء کا ذکر ہے جب سرمہ چشم آریہ چھپا تھا اور اس کی قیمت ایک روپہہ بارہ آنہ عام سے اور خاص ذی استطاعت سے جو بطور امداد دیں اس مشروط وعدہ پر مقرر کی کہ سراج منیر اور براہینا حمد یہ کے لئے اسی قسم سے سرمایہ جمع ہو کر اس کے بعد رسالہ سراج منیر پھر اس کے بعد پنجم حصہ براہین احمدیہ چھپنا شروع ہوگا۔ پھر وعدہ اجراء رسالہ ماہواری قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ آخر جون ۱۸۸۷ء کی بیس تاریخ سے ماہ بمابہ نکلا کریگا۔ نیز رسالہ تجدید دین یا اشعة القرآن۔ پھر ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء جس کو سات برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے نشان آسمانی کے صفحہ ۴۲-۴۳ میں ضروری گزارش باہمت دوستوں کی خدمت میں امداد کے لئے کی اور اس کی سرخی۔ اے مردان بکوشید و برائے حق بجوشید، لکھ کر فرمایا کہ:

پختہ ارادہ و خواہش ہے کہ اس رسالہ (نشان آسمانی و شہادۃ الہمین) کے چھپنے کے بعد رسالہ دافع الوسوس طبع کرا کر شائع کیا جاوے۔ (سواً بنیہ کمالات اسلام کا دوسرا نام دافع الوسوس رکھ کر مرزا صاحب اس سے تو بری الذمہ ہو گئے) اور بعد اس کے بلا توقف رسالہ

حیات النبی و ممامۃ المسیح جو یورپ و امریکہ کے ملکوں میں بھی بھیجا جاوے گا، شائع اور اس کے بعد بلا توقف حصہ پنجم براہین احمدیہ جس کا دوسرا نام ضرورت قرآن رکھا گیا ہے، ایک مستقل کتاب کے طور پر چھپنا شروع ہو (یہ مطلب ہے کہ اس کی قیمت علیحدہ ہوگی۔ براہین کی قیمت دینے والے اس پر اپنا حق قائم نہ سمجھیں) لیکن اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے یہ احسن انتظام خیال کرتا ہوں کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو، میرے ذی مقدرت دوست اس کی خریداری سے مجھ کو بدل و جان مدد دیں۔

پھر مرزا صاحب نے فرمایا:

اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر بوجہ املاک و اموال و زیوات وغیرہ کے زکوٰۃ فرض ہو، تو ان کو سمجھنا چاہیے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی بھی نہیں اور زکوٰۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع میں وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کا فر ہو جائے۔ پس فرض ہے جو اسی راہ میں اعانت اسلام میں زکوٰۃ دی جائے زکوٰۃ میں کتا میں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔ اور میری تالیفات بجز ان رسائل کے اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں جیسے احکام القرآن، اربعین فی علامات المقربین اور سراج منیر اور تفسیر کتاب عزیز لیکن چونکہ کتاب براہین احمدیہ کا کام از بس ضروری ہے اسلئے بہ شرط فرصت کوشش کی جائے گی کہ یہ رسائل بھی درمیان طبع ہو کر شائع ہو جائیں آئندہ ہر ایک امر اللہ جل شانہ کے اختیار میں۔

کیفیت جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کے صفحہ ۲۴ پر درخواست چندہ (قابل توجہ احباب) میں کہا کہ تین قسم کی جمعیت کی ہمیں سخت ضرورت ہے جس پر ہمارے کام اشاعت حقانی معارف دین کا سارا مدار ہے۔ اول دو پریس، دوم ایک خوش خط کاپی نویس۔ سوم کاغذات۔ ان تینوں مصارف کے لئے اڑھائی سو روپے ماہواری کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ ہر ایک دوست بہت جلد بلا توقف اس میں شریک ہو اور چندہ ہمیشہ ماہواری تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہیے۔ یہ تجویز ہوئی ہے کہ بقیہ براہین اور ایک اخبار جاری ہو اور آئندہ حسب ضرورت وقتاً فوقتاً رسائل نکلتے رہیں۔

اب مرزا نے عذر داری ٹیکس میں سالانہ آمدنی ۴۰۰۰ (جو تقریباً ۳۳۳ روپہ ماہوار ہوئے) اقبال کیا ہے اور اوسط سالانہ آمدنی جو چار ہزار قبول کی ہے اس کی ماہوار اوسط بھی ۳۳۳ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے اس کے علاوہ مرزا کی اپنی زمین و باغ وغیرہ کی آمدنی علیحدہ ہے۔ پریس بھی کئی

موجود ہیں، خوش خط کا پی نو لیس مریدین حاضر لیکن بقیہ براہین وغیرہ کا اب تک نام و نشان ندارد ہے۔ دوسری جو کتاب نکلتی ہے اسکی قیمت بھی اس قدر بڑھ کر ہوتی ہے کہ لاگت سے تنگنا چوگنا منافع ہو۔ اب فرمادیں کہ یہ سب وعدے اس وعید اذا عاهد اخلف میں کیوں داخل نہیں؟ واضح رہے کہ یہ فقط وہ وعدے ہیں جو تحریراً پبلک تک پہنچ چکے ہیں زبانی و پرائیویٹ وعدے علیحدہ رہے۔

﴿ اذا حدث كذب في مرزا کا اپنے انکار و مخالف کو خواہ اس بے چارہ کا اخلاص و نیک نیتی پر ہی مدار ہو، بے ایمان و حرامزادہ صراحتاً یا پیچیدہ الفاظ میں کہنا کیوں داخل نہیں؟ کیونکہ تشخیص ایمان جو دلی حالت ہے اور تشخیص نطفہ، یہ ہر دو نیبی امور ہیں جن پر محیط ہونا سوائے عالم الغیب کے ناممکن ہے۔ نیز اپنی پیش گوئیوں کے عدم ظہور پر خلاف واقع دلائل و عذرات پیش کرنا، اپنے مضمون و خطوط دوسروں کے نام سے لکھوانا، اپنے مریدوں کی تعداد بڑھا کر کچھ کا کچھ بتلانا، پھر ایک طرف تو مسلمانوں کو دم دینا کہ ہمارا سب کام حمایت اسلام کے لئے لوجہ اللہ ہے اور دوسری طرف گورنمنٹ کو پیٹی دینا کہ ہماری سب کاروائی گورنمنٹ کی خیر خواہی و خدمت کے لئے ہے۔ ان دو باتوں میں ایک قول تو ضرور کذب ہے۔ اگرچہ قاضی فضل احمد نے (جن پر خفیہ خفیہ نیش زنی کرنے و ایذا رسانی کے واسطے مرزا صاحب نے کوئی منصوبہ و دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا) اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی میں اپنی تحقیق سے اصل حال ظاہر کر کے گورنمنٹ سے اس کا صلہ بھی پایا ہے۔ پھر ادھر تو اعلان دینا کہ میں کسر صلیب کے لئے مامور ہوں اور کسر صلیب کر رہا ہوں ادھر اسی صلیبی گورنمنٹ کو بذریعہ اشتہارات جتانا کہ میں قیام سلطنت کے واسطے دعائیں کرتا ہوں اور میری وجہ سے یہ سلطنت قائم ہے، اس میں بھی ایک تو ضرور کذب ہے کیونکہ اجتماع ضدین محال ہے۔ پھر کسی کی گرفت صحیح اعتراض پر حیلہ و بہانہ بنا کر ٹالنا جیسا منشی فضل حق صاحب المعروف بابو میراں بخش سے عندالمطالبہ سراج منیر کے مرزا صاحب نے عاجز کے مکان پر کیا تھا وغیرہ مثل ذلک۔ یہ سب کیوں کذب میں داخل نہیں۔ علی ہذا القیاس ذوالوجہ یعنی دورخی بلکہ سرخی باتیں کرنا جن کی مثالیں بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ پھر باوجود عدم استطاعت و عدم قدرت کے ہزار ہا روپے کے اشتہار دینا کذب نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اخبار الحکم جو مرزا صاحب کے مقاصد و مذہب کی اشاعت کا آلہ ہے اور جس میں جہاں تک ظاہر معلوم ہے مرزا کی ہدایت و اجازت سے مضامین شائع ہوتے ہیں چنانچہ ہمارے سامنے مولوی عبدالکریم نے شاید مولوی عبدالقادر والے خط کے چھاپنے کی بھی اجازت مانگی تھی۔ لیکن عدالت میں مرزا نے اس سے اپنی بے تعلقی و برأت بیان فرمائی۔ غرضیکہ اسی طرح کی اور بہت

سی باتیں اگر کذب نہیں تو پھر نہ معلوم مرزا صاحب کی لغت و سبجہ میں کذب کے کیا معنی ہیں؟
 ﴿ اذا خاصم فجر - مرزا کی درافشانی مندرجہ ص ۱۴۲ الغایت ۱۴۶ مع دشنامہائے ذیل کے کیوں داخل نہیں؟

شیطان، دیوگراہ، فرعون، شقی، ملعون، حرام زادہ۔ نیم ملا، بدسرشت، ظالم، کاذب، خبیث القلب، ولد الحرام، کورچشم، دیوانہ، درندہ، ذریت شیطان، غزنی کے ناپاک سکھ (سجان اللہ یہ تو مرزا صاحب کی قرآن مجید و حقائق معارف دانی آیت مبارکہ وکان ابوصالحا کانهایت ہی عمدہ نمونہ ہے) وغیرہ

بلکہ ان سب سے بڑھ کر لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ .. الخ (تم ان لوگوں کو گالی نہ دو جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں) نظر انداز کر کے غیر مذہب والوں کے معبودوں کی بھی خوب خبر لی ہے اور نو مسلموں کو جنہوں نے خالصتہ لہذا اپنے خویش و اقارب و اموال و نعماء دنیا کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا، ان کے اظہارِ عیب کے لئے ہندو زادہ استعمال کرتے ہیں۔ تو اب اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر ذرہ انصاف سے فرمائیں کہ جو شخص ایسی گالیوں و ناشائستہ الفاظ کا فوارہ و گنجینہ ہو اس کو رحمۃ للعالمین کہنا چاہیے یا زحمتہ للعالمین۔ اور ایسے مشہر متکلم و معلم دشناموں کو سوائے امام الفاسقین و الفاجرین کے اور کیا کہنا چاہیے؟ عاجز کے شیخ حضرت سید عبداللہ غزنویؒ جو بلا دعویٰ تبع و جاں نثار سنت آنحضرت ﷺ تھے، وہ اپنے دشمنوں و ایذا رسانوں کے واسطے بھی دلی خیر خواہی سے دعا فرماتے۔ اگر کوئی کہتا کہ: فلاں مولوی درحق شمایں طور بد میگوید۔ تو حسن ظن سے جواب دیتے کہ: برائے خدا می گوید دعا کنید کہ اللہ تعالیٰ حق ظاہر کند۔ اور ایک مرزا صاحب فضائل و کمالات بے نہایت کے دعویٰ دار ہیں جن کے حال کی گواہی کے واسطے الفاظ مرقوم الصدر کافی ہیں۔

﴿ فراہمی و محبت مال متاع الدنیا و طول اہل میں جو مرزا صاحب کا عمل اس کتاب عصائے موسیٰ میں سابقاً ذکر ہوا وہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ کیسی نبوت ہے۔

﴿ اعظم رکن اسلام یعنی حج کی نسبت جو احکام اس نبی کریم ﷺ نے پہنچائے اور جو اس کے مقابلہ پر مرزا صاحب کا عمل درآمد ہوا، وہ بھی اس کتاب میں درج ہو چکا ہے۔ خود بدولت بھی باوجود استطاعت مال و جائداد ہزار ہا روپیہ کی کبھی اس کی تیاری نہیں فرماتے اور دوسرے طالبانِ رضائے الہی نے جب کبھی مستعد ہو کر اس کے لئے صلاح و مشورہ طلب کیا تو ان کو بھی مانع ہوئے تو یہ بھی خوب نیابت نبوت ہے۔

﴿ اوصاف لیلۃ القدر و صفات ملائکہ اور ان کے نزول کی کیفیت جو آنحضرت ﷺ اور

صحابہ کرامؓ نے بیان فرمائی اور جو کچھ اس کے مخالف مرزا صاحب نے تحریر فرمایا وہ اس کتاب میں سابقاً درج ہو چکی ہے۔

﴿ قرآن مجید کی عبارت و تفسیر میں جناب کے تصرف و تحلیل حرام و تحریم حلال کا بھی کچھ بیان اس کتاب عصائے موسیٰ میں سابقاً حوالہ قلم ہوا۔

﴿ دعا جو مَحَّ العبادۃ ہے، اس کو اور توجہ الی اللہ کو مرزا صاحب کا بیچنا یعنی ان کا مول لے کر اپنے اوقات صافیہ کو وقف کرنا، یا روزہ جو خاص الہی عبادت ہے وہ کسی دنیوی یا مالی غرض کے واسطے رکھ کر مراقب ہونا، ان کی نظیریں اور اس بارہ میں قرآنی حکم بھی اس کتاب میں سابقاً ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے۔

﴿ زکوٰۃ۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اس کے مصارف کا حکم قرآن مجید

أَمَّا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبِهِمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ -

پہنچا کر اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر تمام صدقات و زکوٰۃ کے مال کو کثافت و میل قرار دے کر حرام فرمایا۔ اور یہاں یہ نیابت و اتباع ہوا کہ مرزا نے دین اسلام کو یتیم و غریب و بے کس قرار دے کر اور اس کو اپنے جسم میں مجسم کر کے ان صدقات کا خود بدولت کو محل و مصرف و مستحق ٹھہرا دیا جیسا ابھی ذکر ہوا ہے۔ اگرچہ اسلامی امام و حاکم جو بیت المال کا امین ہو وہ صدقات زکوٰۃ وغیرہ فراہم کر کے اپنی تجویز سے ان کے صرف کرنے کا مجاز ہے لیکن یہاں امانت صدق راستی و دیگر لوازم شرائط و علامات امامت کہاں ہیں؟ جو روپہ وعدہ ہائے گونا گوں کر کے لیا گیا اس کا تو پتہ کہیں نہیں۔ اگر بیت المال سپرد و اختیار میں ہو تو اس کا کیا حال ہو؟

﴿ قرآن مجید میں اللہ پاک نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کی بہت تاکید فرمائی ہے جیسا کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (تحقیق رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں عمدہ نمونہ ہے)۔ و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو) وغیرہ۔ اور رسول اللہ ﷺ نے نصیحت و تاکید فرمائی کہ اپنے حق میں کبھی بددعا نہ کرو جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے:

قال رسول اللہ ﷺ لا تدعوا علی انفسکم ولا تدعوا علی اولادکم

ولا تدعوا على اموالكم لا توافقوا من الله ساعة يسأل فيها عطاء
فليستجب لكم - مسلم - (رسول اللہ نے فرمایا اپنی جانوں اور اولاد اور مالوں
پر بددعا نہ کرو...)

اب مرزا صاحب فرمائیں کہ اس نصیحت و تاکید کے مخالف خود بدولت نے کس حکم کے
موافق اپنی کتاب حقیقت مہدی میں یہ دعا مانگی ہے:

گرتومی بنی مرادرفق وشر گرتودیداستی کہ ہستم بدگھر
پارہ پارہ کن من بدکار را شادکن این زمرہ اغیار را
آتش افشان بردرودیوار من دشمنم باش وتباہ کن کار من

شاید مرزا صاحب کہیں کہ ہم نے اگر کالفظ شرطیہ لگا دیا ہے اور اپنی صداقت کے بھروسہ
اور اس کو ثابت کرنے کے واسطے ایسا کہا ہے، تو اس میں سوال یہ ہے کہ آپ کو تو دعویٰ نیابت نبوت
ہے لہذا اس امر میں منیب ﷺ کی کوئی نظیر یا کوئی حکم اپنے حق میں ایسی بددعا کر نیکا بیان فرماویں۔
تعجب اور افسوس کہ پیغمبر ﷺ تو فرماویں کہ اپنی جان، اپنی اولاد، و مال کے واسطے بددعا مت کرو
، بلکہ اپنے دین و دنیا کی بہتری و فلاح و عافیت اور اللہ سے فضل کا سوال کرو جیسا اللہ نے خود قرآن
میں ارشاد فرمایا ہے **واَسئَلُو اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ** (اور اللہ سے
اس کا فضل مانگو، تحقیق اللہ ہر شئی کو جانتا ہے) اور **رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ
حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** (اے ہمارے رب ہم کو دنیا و آخرت میں نیکی عطا فرما اور آگ کے
عذاب سے بچا) وغیرہ بہت دعائیں تعلیم فرمائیں اور حدیث شریف میں بہت ادعیہ مروی ہیں چنانچہ
اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ (اے اللہ مجھے بخش اور رحم کر
اور ہدایت کر اور عافیت دے اور رزق دے)۔

اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتَّقٰى وَالعِفَافَ وَالعَنٰى (اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور
تقویٰ اور پارسائی اور تو نگری مانگتا ہوں)

اور صبح و شام فرماتے: **اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ** . **اللّٰهُمَّ اِنِّيْ
اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ فِي دِيْنِيْ وَ دُنْيَايْ وَ اَهْلِيْ وَ مَالِيْ** . **اللّٰهُمَّ اسْتِرْ
عَوْرَاتِيْ وَ اَمِنْ رُوْعَاتِيْ**

اللّٰهُمَّ اَحْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْ وَ مِنْ خَلْفِيْ وَ عَنْ يَمِيْنِيْ وَ عَنْ شِمَالِيْ وَ مِنْ فَوْقِيْ

و اعوذ بعظمتک ان اغتال من تحتی یعنی الخسف -

اور عند الکرب فرماتے: لا اله الا اللہ العلیّ العظیم لا اله الا اللہ ربّ العرش العظیم لا اله الا اللہ ربّ السماوات و ربّ العرش الکریم اور زوال نعمت و عافیت سے پناہ مانگتے اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَ تَحْوُلِ عَافِیَتِکَ وَ فِجَاءَةِ تَقَمَّتِکَ وَ جَمِیْعِ سَخَطِکَ

اور مرزا صاحب ان احکام و ہدایات کی مخالفت کر کے ان بے نصیب مخالفین اسلام ابو جہل وغیرہ کے اقوال کی پیروی و اتباع کریں جس کا قرآن پارہ ۹ رکوع ۱۸ میں اس طرح ذکر ہے
و اذ قالوا اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او نثنا بعدا ب الیم (جب کافروں نے دعائیں مانگیں اے اللہ اگر یہ دین حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور دردناک عذاب نازل کر) اور پارہ ۲۳ رکوع ۱۱ میں:

و قالوا ربنا عجل لنا قطننا قبل يوم الحساب (اور انہوں نے کہا اے

رب ہمارے جلدی ہمارے عذاب کا حصہ روز حساب سے پہلے ہم کو دے)

غور فرمائیے یہ کیسی نیابت نبوت ہوئی؟ مومن تو ہمیشہ اللہ جل جلالہ کے فضل و کرم کے حاجت مند ہیں اور ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار کا ورد کرتے ہیں مقولہ مولوی رومی صاحب:

یا کریم العفو لم یزل یا کثیر الخیر شاہ بے بدل

آتنا فی دار دنیانا حسن آتنا فی دار عقبی ناسن

مرزا کی اس دلیری و جرأت سے اپنے لئے بددعا کرنے کی اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے یہ سمجھ کر کہ اتنی مدت دشمنوں کیلئے ہضرع و زاری مضطر بانہ تہاء و بمعیت مریدین مل کر بددعا کرنے کیا نتیجہ ہوا، جو اب اس ظاہر داری کی دعا کا کچھ خوف و اندیشہ ہو؟ ورنہ ایسی دلیری کسی مسلمان سے کب ہو سکتی ہے۔ خصوصاً جب شرائط استحقاق عذاب، یعنی فسق و شر و ایزاد ہی مخلوق اور غبن حق العباد اور ہر ایک سے دنگہ فساد وغیرہ، بھی موجود ہوں؟ کیونکہ احکام رب عزیز ملک العلام و شریعت رسول خیر الانام ﷺ کی مخالفت سے بڑھ کر اور کیا فسق و شر وغیرہ ہو سکتا ہے؟ بلکہ ایسی بیباکی تو فقط وہی شخص کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر و حاضر و ناظر ہونے پر ایمان نہ رکھتا ہو اور

اللہ جل شانہ کی قدرت اجابت و نکیرین کا قائل و معتقد نہ ہو اور اس کو علیٰ کل شیء قدیر نہ جانتا ہو۔
 ﴿ تاثیر کو اکب - صحیحین میں ہے کہ حدیبہ میں رسول اللہ ﷺ نے بارش کے بعد نماز صبح پڑھائی تو صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ بولے کہ اللہ اور اس کا رسول اچھا جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے اور کوئی کافر ہوتا ہے۔ پس جس نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں سے منکر ہے اور جس نے کہا کہ بارش فلاں فلاں سبب سے ہوئی ہے وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانیوالا ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنی برکت نازل فرماتا ہے تو ایک فریق اس سے کافر ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ستارے کے فلاں فلاں سبب سے ہوئی۔ ان احکام کے مخالف مرزا نے لکھا ہے کہ تمام سیارات کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کیلئے ہمیشہ مشغول ہیں تمام نباتات و جمادات و حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔

﴿ اب مرزا صاحب اپنے دعویٰ نیابت نبوت کو اور دوسری طرف اپنے عمل درآمد کو جو حرف بحرف اور لفظ بلفظ مخالف و ہدایات رسول اللہ ﷺ ہے دیکھیں اور انصاف سے سوچیں کہ یہ نیابت نبوت ہے یا سراسر مخالفت و بغاوت و مقابلہ نبوت ہے اور جب منیب کے ہر حکم و ہدایت کی سب کچھ خلاف ہی کیا جاوے تو اس کو نیابت کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔

﴿ مرزا کہتے ہیں: صرف چند الہامی فقرے اس کی بغل میں ہوں اور وہ بھی بے ثبوت۔،
 تعجب و افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو طریق سلف صالحین کبراء امت طالبان رضا الہی کا،
 ،اعنی الہامات و کشف پر غرہ نہ ہونا، ان کو ذریعہ معاش و خوش گذرانی دنیا و شہرت، و فضیلت خود نہ بنانا،
 بلکہ جو الہام و کشف مخالف احکام کتاب و سنت ہو اس کو بے ثبوت و شیطانی و سوسہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا، وغیرہ پسند خاطر نہیں، اس لئے الہامات کو پوشیدہ بغل میں رکھنے کو عیب جان کر
 کراہت کرتے ہیں۔ بیچارے کیا کریں۔ ریا، سمع، و آفات شہرت جن کا ذکر قرآن مجید و احادیث میں مفصل ہے ان سے واقف نہیں کیونکہ ایسے امور کا سیکھنا و حاصل کرنا ابتداء ہی سے خیال: ہم چو من دگرے نیست، متمکن ہونے کے سبب ان کو نصیب نہیں ہوا۔ پھر مرزا صاحب کے ایسے فقرات
 مومنین منیبین کی توہین و تحقیر کے جواب میں عاجز کو جو الہام ہوا ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواہم مرزا صاحب اس پر بھی غور و تامل فرمائیں۔ عاجز تو خاکسار ذرہ بے مقدار ہے اور کسی قسم

کا دعویٰ در نہیں لیکن ولہ اسلم من فی السّماوات والارض طوعاً و کرہا والیہ یرجعون (جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ چارونا چار اسی کے حکم بردار ہیں)۔ وللّٰہ یرسجد من فی السّماوات والارض طوعاً و کرہاً وظلالہم بالغدوّ والاصال کے فرمانے والے مالک کی طرف جس کے ارادہ و مشیت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے خیال فرما کر عاجز مخلوق کی توہین و تحقیر سے باز آ کر التّعظیم لامر اللّٰہ و الشّفقة لخلق اللّٰہ پر متوجہ ہوں۔

﴿ مرزا کا فقرہ کہ، کیا قوم اور مخالف قوم اس سے تسلی پکڑ سکتے ہیں، کے جواب میں عرض ہے کہ دوسرے عاجزوں اور ان کے الہامات کی تو مرزا کے سامنے کچھ حقیقت نہیں اور نہ ہی ان کو کسی قسم کا دعویٰ ہے لیکن خود مرزا صاحب کے الہامات و کاروائی سے قوم و مخالف قوم نے جو اطمینان و تسلی حاصل کی ہے اس کا بھی تو کچھ ثبوت و پتہ نشان ہونا چاہیے، تاکہ عوام مخلوق الہی کو معلوم ہو۔ نہ یہ کہ وہ تسلی صرف قادیان میں وہ بھی فقط مرزا کے مقبوضات کی چار دیواری میں ہی محدود و محفوظ رہے۔

﴿ ضرورة الامام میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

اب میں اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور اگر اس میں کوئی گراں لفظ ہو تو ہر ایک صاحب اور نیز اپنے دوست ملہم سے معافی مانگتا ہوں کیونکہ میں نے سراسر نیک نیتی سے چند سطر لکھی ہیں اور میں اس عزیز دوست سے بدل و جان محبت رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کے ساتھ ہو۔ فقط۔

جواب۔ غنیمت ہے کہ مرزا صاحب نے اس بے ضرورت مضمون کو ختم کرنا چاہا۔ اگرچہ عادت مستمرہ کے باعث اس زبانی ارادہ کو پورا نہیں کر سکے جیسا کہ مرزا صاحب کے اس رسالہ کے بعد بھی اس مضمون کے خطوط و اشتہارات وغیرہ شائع کرتے رہنے اور اپنے مریدین سے بھی کراتے رہنے سے ظاہر ہے۔ اور اس میں مرزا صاحب ایک طرح سے معذور بھی ہیں کیونکہ سوائے اس کے ان کو اور کوئی کام و شغل بھی نہیں ہے۔ اور سارے کاروبار و سلسلہ معاش وغیرہ کا مدار بھی اسی کا روئی پر منحصر ہوا۔ ذکر، فکر، مراقبہ، استغراق جانتے ہی نہیں کہ کیا شے ہے۔ قلب نہ چلے تو کیا زبان و ہاتھ بھی نہ چلاویں تو پھر کریں تو کیا کریں؟

﴿ زبانی معافی کا لفظ بولنا اور ایسا ہی واپس لینے کا لفظ کہنا انگریزی فیشن تو ضرور ہے جس کے ساتھ اگر دلی ارادہ و اخلاص نیت نہ ہو، تو اہل اسلام کے نزدیک محض فضول و بے فائدہ بلکہ گناہ ہے، لہذا اسلام میں یہی ہدایت ہے کہ اول ہی حزم و احتیاط کر کے زبان سے اسی قدر نکالے جس کا

شریعت میں حکم و اجازت ہے اور اگر نادانستہ و نادیدہ کچھ سرزد ہو جائے تو اس کے لئے معافی و توبہ و استغفار کا تدارک کرے نہ یہ کہ اول برا بھلا کہتے کہتے بس نہ کرے اور جب نامہ اعمال خوب پر ہو جائے تو بعد میں منافقانہ معافی مانگنا بھی زبان سے نکال دے۔

﴿ مرزا صاحب یقین کریں کہ عاجز نے بھی جو کچھ لکھا ہے خیر خواہی و نصیحت خدمت دینی و اظہار حق کی خاطر ہی لکھا ہے (اور نیت کا حال تو عالم الغیب ہی جانتا ہے) اور وہ اول بوجہ مرزا صاحب کی پتنگ اندازی جس کی ڈور کو عاجز نے بعصائے موسیٰ کھینچ کر بلندی سے پست کیا جس کا ذکر سابقاً ہوا۔ اور دوم باعث بے حد و بے نہایت اصرار و تاکید مرزا صاحب کے بہ مشیت قادر مختار طوعاً و کرہاً حوالہ قلم ہوا۔ ورنہ مرزا صاحب کو خوب معلوم ہے کہ عاجز کبھی ایسے شغل و بحث مباحثہ میں مشغول و مصروف نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی محض بفضل و کرم مولیٰ کریم و رحیم اپنی شہرت و ناموری کی خواہش میں مبتلا ہوا۔ فالحمد لله حمداً کثیراً۔ بلکہ حق الامر یہ ہے کہ مرزا صاحب نے بھی عاجز کی عادت سکوت، نفرت، بحث، مخالفت شہرت، و رغبت گمنامی، و کمپرسی وغیرہ پر قیاس کر کے اس قدر زور دے دیا، کیونکہ ان کو معاملات و تجربہ سے کامل یقین تھا کہ عاجز غلبہ فطرت کے باعث خلاف عادت ہرگز نہیں کرے گا بلکہ نام کے مشتہر ہونے کے ڈر سے گھبرا کر ہماری خوش آمد کریگا جس سے ہم کو لوگوں میں اپنی فوقیت و فضیلت جتلانے کا موقع ہاتھ آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قدرت یخارج الحی من المیت سے بے خبر ہو کر اس طرف مرزا صاحب کا خیال ہی نہ دوڑا کہ:

خاکساران جہاں راجحقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے علو و غرور کو توڑنے کو قادر مطلق نے نالائق بیچ مدانوں سے یہ تحریر اظہار حق و خدمت دین میں کرا لی۔

باب سوم متعلق خط ماحقہ ضرورۃ الامام

مکتوب اور کا تب

☆

یہ خط جو رسالہ ضرورۃ الامام کے ساتھ ملحق ہے عاجز خاکسار کے نام نہیں اور نہ عاجز اس

میں مخاطب ہے۔ وہ خط مرزا صاحب کے مرید نے اپنے ایک دوست کے نام لکھا ہے اس میں اپنے والدین بھائیوں وغیرہ سے علیحدہ ہو کر امام الزمان کی شناخت کے سبب مہینوں سے قادیان میں دھونی رمائے بیٹھنا (ایسے الفاظ اکثر مشرک بت پرست ہندو سادھو بولتے ہیں۔ قرآنی شرعی اسلامی مذاق والے ان مشرکوں کی تقلید ہرگز نہیں کرتے۔ لیکن حق یہ ہے کہ ان کا یہ کام ایسا ہی ہے جو فی الواقع انہی الفاظ میں ادا ہونے کے لائق ہے۔ الہی بخش)، کچھ اپنے اوصاف، متقیانہ زندگی، معائب سے بری ہونا، کتاب اللہ کے معارف اسرار سے بہرہ مند ہونا، پڑھنا پڑھانا، ایک معتد بہ جماعت میں مشارالہ ہونا، کتب تفسیر و تصوف کو پڑھنا وغیرہ، پھر کچھ اپنے خیالی امام الزمان کی مدح و ثنائیان کر کے بالآخر اپنی نیکی سے بھری ہوئی صحبتوں کو ان کی نیک دل اور پاک تیاری کو یاد دلانا کر اپنے مکتوب الیہ صاحب کی ضمیر روشن اور فطرت مستقیمہ کی خدمت میں سوچنے اور وقت بہت نازک ہونے کی اپیل کی ہے اور اخیر پر ہاتھ میں ہاتھ دینے (بیعت) میں توقف کرنے سے خوفناک تبدیلی پیدا ہونے کا خوف ظاہر کر کے کہا ہے کہ: دنیا کا خوف چھوڑو اور خدا کے لئے سب کچھ کھودو کہ یقیناً سب کچھ مل جائے گا۔

گو عا جز کو اس خط سے کچھ تعلق تو نہیں لیکن چونکہ مرزا صاحب نے مناسبت کی وجہ سے اس کو اپنے رسالہ کے ساتھ ملحق فرمایا ہے لہذا اس کے ضمن میں کچھ اس کی حقیقت ظاہر کرنا بھی مناسب ہے۔ سو مختصراً عرض ہے:

﴿گو عا جز تو کا تب خط (مولوی عبدالکریم سیالکوٹی) کے حالات سے واقف نہیں، مرزا کے طفیل ہی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ تاہم وہ ایسے مشہور و معروف ہیں کہ بہت سے لوگ ان سے، ان کے خاندان سے اور ان کے ابتدائی حالات سے، جب کہ ان کا سیالکوٹ مشن سکول سے اور پھر سرسید بالقابہ وغیرہ سے تعلق تھا، خوب واقف ہیں۔ اور اب تو وہ مولوی صاحب کہلاتے ہیں۔ قادیان میں مرزا صاحب کے یہاں جیسا ان کا قدر و منزلت ہے ویسا کسی اور کا نہیں۔ مرزا صاحب و جماعت کے پیش امام وہ ہیں۔ اخبار الحکم وغیرہ (جس میں اکثر انہی کے مضامین ہوتے ہیں) میں مشہور کیا جاتا ہے کہ ان کی دعا و جعلنا للمتقین اما ما (اور ہم کو متقین کے واسطے امام بنا) قبول ہوگئی، گویا وہ امام المتقین ہو گئے۔ مرزا صاحب کے احکام و خطوط نویس وہ ہیں۔ مدیہ مضامین نویس، جو الحکم وغیرہ میں دربارہ تعریف و توصیف امام الزمان و جماعت نکلتے ہیں، وہ ہیں۔ اور پھر مجلس میں مرزا صاحب کے حقائق و معارف کی داد دے کر مدح و ثنا کا بھاری کام بھی انہوں نے سنبھال رکھا ہے۔ جیسا اخبار الحکم مورخہ ۳۰ جون ۱۸۹۹ء میں فرمایا:

اے میرے مرشد، میرے آقا مسیح موعود اللہ تعالیٰ کا سلام تجھ پر ہو۔ اے احمد، اے مسیح، اے مہدی، اے آدم، اے نوح، اے ابراہیم، اے یوسف، اے موسیٰ، اے عیسیٰ، اے فاروق، خدا کی تجھ پر رحمت ہو۔

﴿ بظاہر مولوی (عبدالکریم) صاحب پر بہت کام و محنت ہے اور ان میں ان کا بہت دماغ خرچ ہوتا ہے باوجودیکہ ضعف بصارت، ضعف دماغ اور جسم وزنی ہو جانے سے قیام و رفتار میں تکلیف کی شکایت بھی مزید براں ہے لیکن مولوی صاحب کے جوش تقریر و عشق گویائی کو یہ امور مانع نہیں ہیں۔ ادھر مرزا و جماعت کی طرف سے بھی مولوی صاحب کی خدمت تو واضح، غور و پرداخت میں کسی قسم کی کمی و کوتاہی نہیں۔ الا کچھ تک اگر آدھی رات کو مانگیں تو مرزا خود اپنے ہاتھ سے اسی وقت حاضر کرتے ہیں جیسا کہ عاجز کے روبرو خود مولوی (عبدالکریم) صاحب نے بیان کیا تھا۔ باوجود کہ خدمت گار بھی ان کی خدمت کو ہر وقت موجود رہتے ہیں اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر ان کا حکم مانا جاتا ہے اور یہ شائد اسلئے بھی ہو کہ علاوہ رونق مجلس مداح وغیرہ ہونے کے امام الزمان کے امام بھی تو ہیں اور دیگر ادویہ مقوی دماغ و اعصاب مثل کولو، مرکب فولاد، کونین و کچلہ تریاق الہی وغیرہ کا تو کچھ حد و حساب نہیں کیونکہ مرزا صاحب کو خود بھی اکثر ان کا استعمال رہتا ہے اور مولوی صاحب بھی ہر وقت حاجت مند پاس ہی ہوتے ہیں۔

﴿ چنانچہ عاجز کے سامنے کا ذکر ہے کہ مرزا صاحب نے جب عاجز کے رفیق سفر سے فرمایا کہ یہ انگریزی دوا کولو کے مقوی اعصاب وغیرہ ہونے کی بہت تعریف کرتے ہیں تم بھی پی کر دیکھو۔ اس پر رفیق نے ذرا دیر تا مل کیا، تو مولوی (عبدالکریم) صاحب نے فوراً فرمایا مجھے دو، جس کو ضعف اعصاب وغیرہ کے سبب بہت حاجت ہے۔ اس پر مرزا صاحب نے وہ دوا ان کو پلا دی۔ لاہور میں واپس آ کر اس دوا کے خواص کی بابت اپنے ایک دوست انگریزی دوا فروش سے تفتیش کی تو اس نے کہا کہ، تم اس کو کیوں پوچھتے ہو، اس میں تو شیری شراب ہوتی ہے۔

﴿ ایسا ہی مرزا صاحب کے عقیدت مند مریدین و جماعت بھی ان کی خدمت میں قاصر نہیں بلکہ مرزا صاحب کی خدمت کے ساتھ ہی مولوی صاحب کی بھی خدمت کرتے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب کے واسطے جب پارچاٹ پوشیدنی طیار ہوتے ہیں تو ان کے ہمراہ مولوی صاحب کے واسطے بھی ساتھ ہی ساتھ بنتے ہیں۔ وغیرہ۔ اور شاید انہی خدمات پر قیاس کر کے مولوی صاحب نے اپنے دوست کو لکھا ہے: کہ دنیا کا خوف چھوڑ دو اور خدا کے لئے سب کچھ کھو دو کہ یقیناً سب کچھ

مل جائے گا، کیونکہ مولوی صاحب کا ذاتی تجربہ ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ آیا اس دوست کی موجودہ حالت ویسی ہے جیسی کہ مولوی صاحب کی دھونی رمانے سے پہلے تھی یا کچھ فرق ہے؟ اگر ویسی ہو اور ان کو یقین بھی ہو کہ مولوی صاحب کی طرح ان کی قدر بھی تازہ است ویسی ہی ہوگی تو یہ دعوت قابل قبول ہے بشرطیکہ خوف خدا مانع نہ ہو۔

﴿ مرزا صاحب جس طرح دل سوزی سے یا کسی اور غرض سے مخلوق الہی پر شفقت و مہربانی کر کے ان کو اپنی بیعت و غلامی میں داخل ہونے کے لئے وقتاً فوقتاً دعوت کرتے اور دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں اسی طرح مولوی صاحب نے بھی اپنے دوست مکتوب الیہ کو اپنے ساتھ ہمدرد بننے اور مرزا صاحب کی بیعت و جماعت میں داخل ہو کر زندہ ایمان و گناہ سوز آگ حاصل کرنے کو دعوت کی اور رغبت دلائی ہے اور حق یہی ہے کہ اگر ایسا ایمان حاصل ہو جاوے تو اور کیا چاہیے؟ لیکن مولوی صاحب کو اب جو نعمت و حالت میسر ہے، ظاہر ہے کہ ان کو اپنے گھر سیا لکوٹ میں جہاں وہ بہت قلیل تنخواہ پر مشنری پادریوں کے کئی برسوں تک مخالف اسلام مدرسہ میں ملازم رہے، وہاں یہ حالت آسودگی اور خاطر تواضع ان کو خواب میں بھی نہ آئی ہوگی اور ایسی حالت میں ہو کر جو کچھ دوسروں پر اثر ہو سکتا ہے وہ تو ہوا ہی ہوگا، لیکن حق تو یہ ہے کہ اگر مولوی صاحب اس حالت میں ہو کر جو پسند و معمول بہ ہادی جن و انس ﷺ تھی، جو حالت سیدنا ابو بکر صدیقؓ، سیدنا عمر بن الخطابؓ کی تھی، جو حالت مہاجرین اصحاب صفہ وغیرہ کی بحالت حاضری خدمت اقدس ﷺ تھی۔ یعنی اصحاب صفہ وغیرہ کے بدن پر سوائے ستر عورت کوئی پارچہ نہیں، کوئی مسکن نہیں، کھانے پینے کا کچھ اہتمام نہیں، روزے شروع ہیں تو بس نہیں، نماز قرآن ذکر اللہ غرض سوائے عبادت و حصول رضائے رب العالمین اور کوئی شغل و شئی مد نظر نہیں..

سو اگر مولوی صاحب بھی زیادہ نہیں دو تین برس ہی اس حالت میں گزار کر اور اس رنگ میں رنگین ہو کر دوسروں کو دعوت فرماتے تو لوگوں پر ان کا صدق و اخلاص ظاہر ہو جاتا اور پھر لوگ بھی امید کہ خود بخود ایسے گرویدہ ہوتے کہ بن بلائے ایمانی و روحانی ذائقہ کی چاشنی دیکھ کر دوڑتے چلے آتے لیکن جہاں ان حالات و امور کا نام و نشان بھی نہ ہو تو وہاں مولوی (عبدالکریم) صاحب یہ رنگ کہاں سے لائیں؟ اور اب جس حالت افسری و کمائیری میں مولوی صاحب فی الحال وہاں رونق افروز اور زیب محفل ہیں اور دیگر احباب کو بھی ایسی حالت کے واسطے دعوت کرتے ہیں تو ایسی حالت کے واسطے طالبانِ رضاء الہی و دار الآخرة، جن کی نظر میں آسودگی دنیا کی کچھ حقیقت نہیں رکھتی، کم

راغب ہوں گے، بلکہ نہیں ہوں گے، ہاں عاشقان خوش گذرانی جیسا کہ عام کا حال ہے بیشک ایسی زندگی کو جس میں سوائے تحریری و تقریری مدح سرائی بسور نے و داد دینے کے اور کوئی تکلیف اور کسی قسم کے کھانے پینے وغیرہ کا فکر نہ ہو، کیوں کو ناپسند کرنے لگے؟ بلکہ اغلب ہے کہ فریفتہ ہوں۔

مال دنیا دام مرغان ضعیف ملک عقبی دام مرغان شریف
چشم کودک ہم چو خرد آ خرست چشم عاقل در حساب آ خرست

قادیانی اور عبدالکریم کے باہمی تعلقات

بہر حال اگرچہ مولوی (عبدالکریم) صاحب کی مدارات و خاطر تواضع بھی بہت ہوتی ہے پر مولوی صاحب نے بھی جو کام مرزا صاحب کی حمایت میں تقویٰ و خشیت اللہ کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کو برا بھلا کہنے و گالیاں نکالنے، تہرہ بازی کرنے کا اپنے ذمہ لیا ہوا ہے، وہ بھی کچھ کم نہیں۔ اور یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ ترازو میں کون سا پلہ بھاری نکلے؟ خیر چونکہ عاجز کا ان امور سے کچھ تعلق نہیں لہذا ارشاد و لا تزر وازرة وزر اخری (کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا) کو مدنظر رکھ کر اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن ایک سوال عاجز کے دل میں بار بار کھٹکتا ہے اس لئے معافی مانگ کر در یافت کرتا ہے بایں التجا کہ اس کا جواب ایمان و وجدان صحیحہ کے موافق عطا فرمائیں۔ اور وہ یہ ہے کہ:

﴿ مرزا صاحب کی مولوی صاحب پر کمال درجہ کی نظر عنایت اور محبت ہے اور دوسری طرف مولوی صاحب بھی بظاہر ایسے گرویدہ و مفتون ہیں کہ گویا فانی الشیخ ہو چکے ہیں۔ خدمات بھی بہت ان کے سپرد ہیں جن کو بظاہر وہ نہایت محنت و خوشی سے اپنا کام سمجھ کر بجالاتے ہیں اور خدمات اکثر تو دماغی و نظری ہیں جیسے خطوط و مضمون نویسی تقریر و وعظ وغیرہ اور بعض خدمات جسمی ہیں جیسے امامت و خطبہ وغیرہ جو کھڑے ہو کر کرنے پڑتے ہیں اور ان ہی امور کے لئے مولوی صاحب شکایت کیا کرتے ہیں یعنی ضعف دماغ کیواسطے ادویہ اور ضعف و نقص بصارت کے واسطے چشمہ کا استعمال ہوتا ہے لیکن اس سے اصلی نقص دور نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی ضعف و نقص زیریں حصہ جسم کا حال ہے کہ اس کی شکایت بھی کبھی لاٹھی و عصا وغیرہ کی استعمال سے بلکی رفع ہونے والی نہیں۔ پس یہ ہر دو نقص روحانی طور پر شافی مطلق اللہ جل جلالہ کے فضل ہی سے دور ہو سکتے ہیں۔

☆ قادیانی دعاوی متعلق اقتداری معجزات، واستجابت دعوات

مرزا صاحب قادیانی کو مسیح بن مریم، مہدی، مجدد، محدث وغیرہ ہونے کے علاوہ اقتداری معجزات نصرت الہیہ واستجابت دعوات کا ایسا دعویٰ ہے کہ بہو جب ان کے اپنے قول کے تیس ہزار سے زیادہ تو ان کی دعائیں قبول ہو چکی ہیں اور انکی محبت و فاعزم لاینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں شور پڑ جاتا ہے۔ محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو کر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے۔ ان کے اقبال علی اللہ کی حرارت خدا کی طرف سخت توجہ کی گرمی آسمان پر کچھ بنانا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں الہی ارادے اور رنگ پکڑتے ہیں۔

اور اخیر پر صفحہ ۱۲ ضرورۃ الامام میں فرمایا کہ

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست فانی است و دست اودست خداست

گویا کہ اپنے سے فانی ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کے آگے دعا کرتے ہیں تو ایسی حالت میں قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

ادھر مولوی (عبدالکریم) صاحب نے اپنے مضمون دعا مشترہ اخبار الحکم ۱۔ اگست ۱۸۹۹ء میں لکھا ہے کہ: دعا مضطر کی قبول ہوتی ہے۔

لوگوں کو نصیحت کر کے کہا ہے:

قبولیت دعا کی شرائط کے حصول اور اسباب معینہ معلومہ کے جمع آوری کا نشان کسی شخص میں یہ ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ سے توفیق مل جاوے کہ وہ خلیقۃ اللہ لسان اللہ علیہ السلام کے زیر نظر رہے یہاں تک کہ خود خداوند کریم اس داعی کی توجہ اس کی طرف پھیر دے۔ پھر مرزا صاحب کا فرمان ہے:

دعا نہایت نازک امر ہے اس کے لئے شرط ہے کہ مستدعی وداعی میں ایسا رابطہ مستحکم ہو جاوے کہ اس کا درد اس کا درد ہو جاوے۔

غرض مولوی صاحب تو خود ان امور کے عالم و واقف ہیں اور مرزا صاحب کے زیر نظر بھی ایسے کہ دوسرا کوئی نہیں ہے اور رابطہ بھی مرزا صاحب سے ایسا محکم کہ کسی اور کا ایسا نہیں۔ اور کام بھی وہ مرزا صاحب کی تائید کا بقول مرزا صاحب دن رات دینی خدمت ہی کرتے ہیں۔ جس کے واسطے مرزا صاحب اپنے اندر تحریک پاتے ہیں۔ گویا سب امور مہیا و موجود ہیں۔

پھر آئینہ کمالات اسلام میں مرزا نے اقتداری معجزات کے بیان میں رسول اللہ ﷺ

کے دوسرے معجزوں کے ساتھ ایک یہ معجزہ بھی بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈھیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ اور بھی بہت کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الہی مخلوط تھی۔

پھر مرزا صاحب نے لکھا ہے:

اور ہمارے ہادی و مقتدا ﷺ نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسب ضرورت زمانہ ظہور میں آتا رہے اور اس دنیا کے آخری دنوں تک اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا اور الہی طاقت کا پرتوہ جس قدر اس امت کی مقدس روحوں پر پڑا ہے اس کی نظیر دوسری امتوں میں ملنی مشکل ہے۔

اور اس میں کچھ کلام نہیں کہ مرزا صاحب کو تمام امت سے بلکہ بعض انبیاء سے بھی اعلیٰ افضل و برتر ہونے کا دعویٰ ہے اس لئے الہی طاقت کا پرتوہ بھی ان میں سب سے بڑھ کر ہونا بموجب ان کی اپنی قرارداد کے ضروری ہوا۔ پھر مرزا صاحب نے فرمایا:

اب ان تحریرات سے ہماری غرض اس قدر ہے کہ لقاء کا مرتبہ جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اس مرتبہ کے تموج کے اوقات میں الہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہیں اور ایسے شخص کی گہری صحبت میں جو شخص ایک حصہ عمر کا بسر کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ یہ اقتداری خوارق مشاہدہ کرے گا کیونکہ اس تموج کی حالت میں کچھ الہی صفات کا رنگ ظلی طور پر انسان میں آجاتا ہے یہاں تک کہ اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کا کن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخریف پیدا کرتا ہے ایسا ہی اس کا کن بھی اس تموج اور مدد کی حالت میں خطا نہیں جاتا (مرزا صاحب الہی طاقت کا پرتوہ اور تموج کی حالت میں کن خطا نہ جانا امتیوں اور خود بدولت کے واسطے تو ثابت کرتے ہیں لیکن نبی اولوالعزم مسیح علیہ السلام کے واسطے ان کو مجال جانتے ہیں۔ یہ عجیب سمجھ و عقل ہے۔ الہی بخش) اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ان خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص

شدت اتصال کی وجہ سے خدا عز و جل کے رنگ سے ظلی طور پر رنگین ہو جاتا ہے اور تجلیات الہیہ اس پر دائمی قبضہ کر لیتی ہیں اور محبوب حقیقی جب حائلہ کو درمیان سے اٹھا کر نہایت شدید قرب کی وجہ سے ہم آغوش ہو جاتا ہے اور جیسا کہ وہ خود مبارک ہے ایسا ہی اس کے اقوال و افعال و حرکات و سکنات اور خوراک و پوشاک اور مکان و زمان اور اسکے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے۔ تب ہر ایک چیز جو اس سے مس کرتی ہے بغیر اس کے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہے۔ اس کے مکان میں برکت، اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوئے، اس کے گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے جو ہر دم اس کو مشاہدہ ہوتی ہے۔ اور اس کی خوش بو اس کو آتی ہے۔ جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ مع اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نور کا ساتھ لاتا ہے۔ غرض یہ ایک عجیب انسان ہوتا ہے جس کی کنہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

عبدالکریم کی صحت پر ان دعاوی کا کیا اثر ہے؟

اب ظاہر ہے کہ ان سب مراتب و حالات و درجات کا مصداق مرزا خود بدولت ہی کو قرار دیتے ہیں اور کسی دوسرے کو اپنے برابر یا ان مراتب میں حصہ پانے والا نہیں سمجھتے۔ ادھر مولوی (عبدالکریم) صاحب کی صحت گویا ان کی اپنی صحت ہے۔ اور خدا نخواستہ مولوی صاحب کی صحت کی بظاہر کچھ بہت رڈی حالت بھی نہیں۔ کوئی چیز بالکل مفقود نہیں جو از سر نو پیدا کرنی پڑے۔ اگرچہ بدعوے اعجاز متذکرہ بالا مرزا صاحب کے کسی چیز کا از سر نو پیدا کرنا بھی مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ مولوی صاحب کی صرف ایک آنکھ میں نقص بصارت اور ایسا ہی کچھ خلل فقط ایک ٹانگ میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک طرفۃ العین میں دور ہو سکتا ہے۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کے یہاں جو ان اقتداری حالات کرامات برکات کا دریا بلکہ سمندر موجزن ہے تو کیا وجہ کہ محبت، وفا، عزم لاینفک سے بھری ہوئی، ملاء اعلیٰ میں شور ڈالنے والی دعاؤں، آسمانوں میں دردناک غلغلہ، ملائک میں اضطراب ڈالنے والی تضرعات، اور تقدیریں بدلنے والی اور ارادہ الہی کو دوسرے رنگ میں کرنے والی اقبال علی اللہ کی حرارت اور

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا ست فانی است و دست او دست خدا ست اور کن جو توج و مدد کی حالت میں خطا نہ جانے والا جیسا کہ خدا تعالیٰ کا کن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخریف پیدا کرتا ہے، تو ان سب کے فیض و برکت سے مولوی صاحب بے چارے باوجود اس قدر قرب، محبت، عزیز، منظور نظر، حاضر باش، دستور معظم، نائب بلکہ بحالت نماز امام اور دن رات دینی خدمات میں مستغرق و مصروف ہونے کے کیوں محروم رہیں؟ اور ان شکایات مرقوم الصدر سے بتوجہ و بھوجو گی ایسے امام الزمان عظیم الشان کے جس کے نشان و معجزات بھوجو جب ان کے دعاوی کے سیدنا مسیح علیہ السلام سے بھی کئی درجہ زیادہ و بڑھ کر ہوں جیسا مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ:

مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔، (ازالہ اوہام صفحہ ۲)۔

پھر ایک ہزار روپے انعام دینے والے ایشہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء میں لکھا کہ:

میرا یہ دعویٰ بھی ہے کہ یسوع کی پیش گوئیوں کی نسبت میری پیش گوئیاں اور میرے نشان زیادہ ثابت ہیں۔،

پس ایسے دعویٰ دار امام الزمان کی صحبت میں مولوی صاحب کیوں شفا یاب نہ ہوں؟ اور اس برکت و فیض سے ان کو محروم رکھنا مرزا صاحب کیوں پسند فرماویں؟

حسب ارشاد مرزا صاحب:

اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہو جاتا ہے اور بغیر دعا کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔،

مرزا صاحب کو بلحاظ ان کی خدمات و محبت کے بلا درخواست ان کی ان پر نظر رحم چاہیے تھی تاکہ یہ نقص بصارت و خلل زیریں حصہ جسم دور ہو کر مرزا صاحب کی ظاہری باطنی اتباع و نیابت نبوتہ کا جس کے مرزا صاحب دعویٰ دار ہیں نیز مشابہت معجزہ رسول اللہ ﷺ کا بین نشان ہوتا جس کی نسبت ابھی مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کے ڈھیلے باہر جا پڑے ہوئے اپنے ہاتھ مبارک سے درست کر دیئے تھے۔ اور دوسرا معجزہ متعلق درستی ٹانگ جو مرزا صاحب نے نہیں لکھا وہ مناسبت کی وجہ سے عاجز عرض کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے ایسا کئی مرتبہ ہوا چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہؓ جب رسول اللہ ﷺ کے ایک کام پر گئے اور گر پڑنے سے ان کا پاؤں ٹوٹ گیا تو آنجناب ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ بالکل صحیح و درست ہو گیا۔ اسی

طرح حضرت عبداللہ عتیکؓ کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک لگانے سے بالکل شکایت نہ رہی۔ ایسا ہی حضرت سلمہؓ بن الاکوع کی ساق کو ایسی ضرب لگی کہ لوگوں نے کہا کہ مر گیا لیکن آپ ﷺ کے دم کرنے سے وہ بالکل تندرست و صحیح ہو گئے۔

اور اگر مرزا صاحب کی بوجہ استغراق و اقبال علی اللہ مولوی صاحب کی ان تکالیف پر نظر ہی نہیں پڑی اور اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی (جس کا ایک ہی مکان میں دن رات باہم سکونت کے لحاظ سے ہرگز باور نہیں ہو سکتا کیونکہ مرزا صاحب ادویات بہم پہنچانے کی تکلیف کے علاوہ بعض اوقات اپنے مضامین پڑھ کر جلسوں میں سنانے کے واسطے ان کے لئے دعائیں بھی کیا کرتے ہیں) تو کیا مولوی صاحب بھی ایسے راضی برضائے الہی ہیں کہ اس اپنی صحت و رفع نقص کے واسطے (جو اگر دور ہو جائے تو دینی کام بہ نسبت حالت موجودہ کے زیادہ کر کے زیادہ ثواب کے مستحق ہوں) وہ خود بھی کبھی اس کے خواہشمند و مستعدی نہیں ہوئے؟ نہایت تعجب ہے۔ کیونکہ مومن کامل تو دینی خدمات و حصول ثواب و ترقی درجات سے کبھی سیر نہیں ہوتے۔ پس اگر یہ امر یعنی رفع نقص بتوجہ مدعی مسیحیت امام الزمانی گواہ تک نہیں ہوا لیکن اب بھی ہو جائے تو نہایت خوشی و مسرت کا باعث ہو اور مرزا صاحب کو بھی بہرہ ای دیگر کرامات خود بدولت کے ان کو بھی مشتہر کرنے کا موقع حاصل ہو اور رجوع خلق اللہ بھی جس کے واسطے مرزا صاحب ہر دم فکر تر دو تدابیر و انتظامات کرنے کی تکلیف اٹھاتے ہیں اس سے بھی مخلصی ہو جاوے اور خود بخود لوگ دوڑتے آویں۔ اور ادھر مولوی صاحب بھی مدامی تکالیف استعمال و خرچ ادویہ و حاجت عینک و استعمال عصا سے نجات و مخلصی پاویں۔

عبدالکریم کا مضمون درتردید قادیانی

مولوی صاحب کا موحدانہ مضمون دعاء مندرجہ الحکم ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء بھی بہت غور طلب و قابل داد ہے جہاں انہوں نے مرزا صاحب کے مضمون بلند پروازی مندرجہ آئینہ کمالات اسلام کے مقابلہ پر بلکہ صریح اس پر پانی پھیر کر اس کی تردید و رد میں فرمایا ہے کہ:

بھائیو! کبھی نفس و شیطان کے دھوکے سے مطمئن نہ بیٹھو جب تک اپنے اندر خالص ایمان کی چمک نہ دیکھو جس میں کسی دنیوی غرض کی آمیزش نہ ہو خدا تعالیٰ کے فرستادوں کا کام ہے صراطِ مستقیم دکھا دینا اپنے قول سے، اپنے فعل سے۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کا کام ہے کہ ان کے متوسلین و خدام پر آسمان سے جو قضا و قدر نازل ہوتی ہیں وہ انہیں نال دیا کرتے ہیں۔

مولوی (عبدالکریم) صاحب کو معلوم ہو کہ مرزا صاحب کے کلمات و دعاوی سے جو اوپر درج ہیں جن میں لکھا ہے کہ ان کی دعاؤں سے تقدیریں بدلتی الہی ارادے اور رنگ پکڑتے ہیں اور ان کا کن کبھی خطا نہیں جاتا وغیرہ، جن پر ان کے مریدین نے ایسے خطوط دھڑا دھڑ بھینچنے شروع کر دیئے کہ دعویٰ تو یہ، اور کچھ ہونا ہونا ندارد۔ اور پھر ایسے خطوط کی کثرت پر آپ کو ان کی تسکین کی خاطر یہ چوتھا سرکلر خط لکھنے کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ نہ مرزا ایسی بلند پروازی کے دعویٰ کرتے، نہ مریدان کو دعا قبول نہ ہونے کی شکایت لکھتے۔ نہ آپ کو اس تحریر کی تکلیف کرنی پڑتی۔

مولوی (عبدالکریم) صاحب لکھتے ہیں: اور نعوذ باللہ خدا ان کے کسی منتر جنتز یا کسی عمل و طیفہ کا مسخر و منقاد ہوتا ہے؟ کہ جو چاہا ہیں اور جب چاہا ہیں اس سے کرا لیں؟ یہ مشرکانہ عقائد ہیں جو خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کی عدم واقفیت سے دنیا میں پھیلے ہیں۔

جواب۔ مولوی صاحب! یہ جناب کے امام صاحب ہی نے تو فرمایا ہے کہ وہ اقتداری طور پر بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور آپ ان کے کلمات طیبات کو کاٹ کر ان کی تردید و رد فرما رہے ہیں کہ: خدا تعالیٰ کسی منتر جنتز یا کسی و طیفہ کا مسخر و منقاد نہیں اور یہ مشرکانہ عقائد ہیں جو خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کی عدم واقفیت سے پھیلے ہیں۔ کیا آپ اپنے مرشد امام صاحب کو ایسے مشرکانہ عقائد والا اور ناواقف صفات الہی خیال فرماتے ہیں؟ اخبار الحکم۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں آپ خود مرزا صاحب کی حمایت میں فرما چکے ہیں کہ:

سیاہ ہو وہ منہ جس میں اس کا شکوہ اور گلہ ہو، اور کٹ جائے وہ چبھ (زبان) جو اس کی عیب چینی کرتی ہو۔

تو آپ فرمادیں کہ اب کس منہ اور کس چبھ (زبان) سے بذات خود بیباکانہ عیب چینی کر رہے ہیں؟ ہوش فرمائیے۔

مولوی (عبدالکریم) صاحب لکھتے ہیں:

افسوس بہت حصہ مسلمانوں کا مشرکین اور کفار کی تقلید پر اپنے بزرگوں کی نسبت ایسا ہی خیال کرتا ہے اور اس بنا پر میں دیکھتا ہوں کہ اکثر خطوط میں حضرت مسیح موعود سے اسی قسم کی درخواستیں کی جاتی ہیں اور بہترے ان میں سے ایسے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہیں۔ کاش وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو پڑھیں اور قرآن کریم میں تدبر کریں۔

جواب - یہ سب کچھ آپ کے امام صاحب کی مہربانی ہے کہ اس قدر طول طویل مبالغہ سے فضائل و مراتب کمالات خود بدولت لکھ کر انیس بیس برس کی محنت، جانفشانی و عرق ریزی و اشتہار بازی سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور آپ ان کو مشرک نہ عقائد کہہ کر اس پہلے خیال و عقائد سے جس پر مرزا صاحب نے اتنے عرصہ کی جانکاہی سے بہزار محنت جمایا تھا، مرزا صاحب کے پاس بیٹھ کر اکھاڑنے کی سعی فرما رہے ہیں گویا یخربون بیوتہم باید یہم پر عمل کر رہے ہیں۔ غور فرمائیے۔

اس موحدانہ تحریر مولوی صاحب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ استدعاء کو مشرک نہ عقیدہ و صفات کاملہ باری تعالیٰ کی واقفیت کے مخالف سمجھ کر اپنی صحت کی نسبت مرزا صاحب سے مستدعی دعا نہیں ہوئے۔ اور یہ دو امر سے خالی نہیں۔ یا تو انہوں نے اپنے مرشد مرزا صاحب کے کلمات و دعاوی کو جو انہوں نے دربارہ اقتداری کرامات و حالات و مراتب بیان فرمائے ہیں ان کو مجرد زبانی لاف و گزاف سمجھ کر راست و صحیح نہیں مانا۔ یا کم سے کم اپنے امام کی عملی حالت میں ان اوصاف کا مفقود ہونا مشاہدہ کر کے ان سے اتفاق نہیں کیا اور آخر الامراس طرح نرمی سے موقع وقت میسر آنے پر بغل میں بیٹھ کر حکمت سے رد کر کے ان سب کو ملیا میٹ کر دیا۔ بہر حال مولوی صاحب کا یہ کام جو کچھ بلیاقت خدا داد انہوں نے کیا ہے بہر صورت قابل داد و تعریف ہے کیونکہ یہ تعلیم اسلام و قرآن مجید کے موافق ہے اور اس میں معنوی طور پر عاجز کے الہام کا نلتا رتقاً ففتقنا ہما کی تصدیق بھی مولوی صاحب نے عملی طور پر کر دی جس کے عوض اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دیوے۔

عاجز کے اس الہام کی تصدیق مولوی عبدالکریم صاحب نے سیرت مسیح مطبوعہ جولائی ۱۹۰۰ء میں بھی کی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۰۰ پر لکھا ہے کہ:

میری روح تو کانپ اٹھتی ہے جب اپنے رسول اللہ ﷺ کی نسبت یہ تجویز کروں کہ اس کو خدا تعالیٰ نے قبر میں مدفون کر دیا اور اسرائیلی نبی کو آسمان پر چڑھایا۔ خاتم النبیین کو اللہ تعالیٰ نے ایک تاریک و پر خوف غار ثور میں جگہ دی اور مسیح کو ایسی عزت دی کہ اسے آسمان پر چڑھا کر اپنے داہنے ہاتھ بٹھایا۔ حاشا وکلا کہ میں کسی اسرائیلی نبی کو اپنے نبی

پر کسی امر کی فضیلت میں ترجیح دوں۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۱۰۱ پر کہا ہے:

کس قدر شرم کی بات ہے کہ ایسے کامل مکمل کی نسبت کوئی ایسی بات روا رکھی جائے جس میں ان کی کسر شان ہو یا جس میں کسی اسرائیلی نبی کو ان پر ترجیح ہو۔

مولوی صاحب نے کئی الفاظ میں اسی مضمون کو لکھا ہے جس کا ما حاصل یہی ہے کہ وہ اوپر اور آسمان پر چڑھنے کو عزت فضیلت اور باعث پیار خداوند تعالیٰ جانتے ہیں اور زمین پر و قبر میں ہونے کو کسر شان و منافی فضیلت سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے واسطے ان امور کو روا رکھنا غیر متند مسلمانوں کا کام نہیں سمجھتے، بلکہ شرم کی بات کہتے ہیں۔ یہ تو مولوی صاحب کی فلاسفی ہے، دوسری طرف مولوی صاحب کے مرشد و امام مرزا صاحب اپنے اشتہار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء میں فرماتے ہیں:

جسمانی طور پر کسی کا آسمان پر جا بیٹھنا نجات کے مسئلہ سے کچھ بھی اس کو تعلق نہیں اور نہ کوئی قرب الہی اس سے ثابت ہوتا ہے۔ آج کل تو ثابت کیا گیا ہے کہ آسمان پر مجسم مخلوق رہتی ہے جیسے زمین پر، تو پھر کیا آسمان پر رہنے سے وہ سب نجات یافتہ ہیں؟

دیکھ لیجئے یہاں بھی مولوی صاحب نے اپنے مرشد و امام کے مخالف ہی قلم چلائی ہے۔ وہ آسمان پر جانے کو فضیلت عزت و پیار خداوند تعالیٰ کا باعث کہتے ہیں اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ کوئی قرب الہی اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور فی الحقیقت حق بھی یہی ہے کہ مجرد اوپر اور اونچا اور آسمان پر ہونے سے کوئی فضیلت عزت و ترجیح نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے جملہ انبیاء زمین پر ہوئے، ملائکہ ان سے اونچے آسمان پر، تو کیا کل آسمانی ملائکہ کو مولوی صاحب انبیاء سے افضل و برتر مانیں گے؟ پھر اپنے اپنے وقت پر جو سب انبیاء زمین پر رہ کر چل پھر کر دعوت مخلوق و اعلاء کلمۃ اللہ کرتے اور پرند و طیور چیل و کوئے و باز وغیرہ ان کے سروں پر ان سے اونچے ہوا میں اڑتے رہے، تو کیا مولوی صاحب اپنی تراشیدہ فلاسفی کے موافق ان کو ترجیح دے کر اللہ تعالیٰ کے مقرب مانیں گے؟ بظاہر تو امید نہیں۔ پھر جو لوگ بیلون (غبارے) میں اڑ کر باقی سب انسان سے اوپر چڑھ جاتے ہیں کیا یہ بھی بموجب قاعدہ مولوی عبدالکریم صاحب کے انبیاء سے افضل مانے جانے کے لائق ہو سکتے ہیں؟ معاذ اللہ (مولوی صاحب کے فہم و عقل سے تو اس دکاندار کا فہم و عقل بڑھ کر ہوا، جس سے ایک پادری نے سوال کیا کہ، اوپر والا بڑھ کر ہے یا نیچے والا؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو روز ہی دیکھتے اور جانتے ہیں کہ ترازو کا ہلکا و سبک پلہ (طرف) اوپر کو اونچا جاتا ہے اور جو طرف وزن و قیمت میں دوسرے سے زیادہ ہوتا ہے وہی نیچے کور ہوتا ہے

لہذا نیچے والا ہی بڑھ کر ہے۔

﴿ مولوی صاحب کو معلوم رہے کہ غار ثور میں جانا کچھ کسر شان نہیں ہے وہ تو صریح ظہور قدرت کا درقدیر کا ایک موقع و نظارہ تھا۔ اللہ جل شانہ نے لوگوں کو دکھلا دیا کہ وہ اپنے برگزیدہ رسولوں و بندوں کی اسی طرح حمایت و حفاظت فرماتا ہے، چاہے تو زمین پر ہی رکھے اور دشمن قریب تر پہنچ کر بھی کوئی دست اندازی نہ کر سکیں اور اگر چاہے تو ایسے نازک وقت میں اپنے بندے کو مخالفین سے بچا کر با امن امان آسمان پر پہنچا دے، اس کے نزدیک کوئی مشکل و انہونی نہیں۔ مسیح علیہ السلام کے آسمان پر لے جانے کا اور رسول اللہ ﷺ کو اسی جگہ زمین پر رکھ کر بچا لینے کا، یہ ہر دو کرشمے اپنی قدرت کا ملہ کے دکھا دیئے۔ مسیح علیہ السلام کو عرش پر دینے ہاتھ بٹھانے کا مسئلہ تو مولوی صاحب نے نئے مسیح پر ایمان لانے کے سبب لکھا ہوگا، مسلمان تو چند عرصہ مقررہ تک مسیح علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا مانتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ بموجب احادیث کے وہ آخر نازل ہو کر زمین پر فوت اور مثل دیگر انبیاء زمین میں دفن ہوں گے۔ معلوم مولوی صاحب کی روح مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور چند عرصہ تک وہاں رہنے سے کیوں کا نپتی ہے؟ خود غیور مسلمان اور شرم والے اور اپنے مرشد و امام کو جن کے نزدیک آج کل آسمان پر بھی جسم مخلوق کا مثل زمین کے رہنا ثابت ہے اس کو کیوں غیرت و شرم سے معرا بناتے ہیں؟

﴿ تعجب یہ امر ہے کہ مولوی صاحب کبھی تو مسائل اسلام کے موافق (جیسا کہ ان کا مضمون دعا ہے) اور کبھی اسلام کے مخالف غیر سمیل المؤمنین (جیسا کہ یہ مضمون ہے) بلا تامل لکھ دیتے ہیں اور تحریر کے وقت ایسی جرأت و دلیری ظاہر کرتے ہیں کہ اپنے مسلمہ و مقبولہ مرشد و امام کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے، مضمون پورا کر دیتے ہیں خواہ کچھ ہی ہو۔ امید ہے کہ یہ تو مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ حدیث شریف میں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ، دجال کا نا ہوگا، پھر اس کی خود ستائی کہ اس نے کہا، میں زمین کی چالیس رات میں سیر کرونگا سوائے مکہ شریف اور طیبہ (مدینہ منورہ) کے کوئی جگہ نہ چھوڑونگا، اگر میں تیرا اونٹ، تیرا باپ، تیرا بھائی، مرا ہوا زندہ کر دوں تب بھی تو مجھ کو رب نہ مانے گا، وغیرہ۔ کبھی کبھی کچھ کرنے کا ذکر فرمایا، جس سے ظاہر ہے کہ کانا پن خود ستائی اپنی تعریف کرنا بھی دجالی اوصاف ہیں۔ ادھر مولوی صاحب کو صالح حکیم و قدیر کی قدرت سے شبہہ بھی وہ ہی ملی ہے۔ خود ستائی میں اپنے آپ کو زکی الخس، ہر بات میں کچھ سمجھنے والا، تیز حس، نکتہ رس، اول ہر امر میں ڈوبنے والا اور اس کی تہ سے کام کی بات نکالنے والا، نہ کبھی دل کو

دھوکہ دیا اور نہ دل نے حقیقت کے خلاف روپ بدلا، منازل سلوک طے کردہ، وغیرہ، کہنا۔ اور مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ کہنا کہ:

یسوع مسیح کا نہایت ناقص نمونہ اخلاق میں، اعمال میں، معاشرت میں، سیاست میں، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں.. الخ۔

معاذ اللہ! اور پھر تحریر میں کبھی کبھی کچھ۔ پھر جس کو امام و مرشد ماننا، اسی کے مضامین و تحریر کو مشرکاً نہ عقائد اور اس کو ناواقف صفات الہی، غیرت و شرم سے عاری کہنا، وغیرہ، تو اب حل طلب امر یہ ہے کہ یہ مشابہت دجالی اور یہ سب امور مولوی صاحب سے اضطراراً سرزد ہوتے ہیں، یا مولوی صاحب واحد العینی کے سبب قصداً و عمداً یہ سب امور کرتے ہیں؟

استفتاء بخد مت علماء قادیان

بالآخر یہ استفتاء بھی قابل حل باقی ہے کہ جن لوگوں نے مرزا کو اب تک امام نہیں مانا اور اس امر میں کوشش و سعی کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ظاہر فرماوے، وہ تو ہر طرح سے انشاء اللہ العزیز مامون و بے خوف ہیں اور ان کے ذمہ کچھ مواخذہ نہیں ہے، لیکن جو شخص مرزا صاحب کو امام برحق و مرشد صادق مع ان کے کل دعاوی کے قبول کر کے پھر اس امام مسلمہ و مقبولہ سے مرتد و باغی ہو کر اس کی مخالفت کر کے اس کے مضامین و تحریر کو مشرکاً نہ عقائد بناوے اور اس کو ناواقف صفات الہی و شرم و غیرت سے خالی ٹھہراوے، جیسا کہ مولوی صاحب نے کیا ہے، تو ایسے مرتد و باغی و سرکش امام کے حق میں بموجب شرع شریف اسلامی کے کیا فتویٰ و کیا حکم ہے؟ بینوا و تو جروا۔

باب چہارم متعلق معافی انکم ٹیکس

سعی مرزا قادیانی در بارہ معافی

اس معاملے سے بھی عاجز کا کچھ تعلق نہیں۔ مرزا صاحب نے اس میں طرح طرح سے لکھا ہے کہ نادان دشمنوں اور حاسدوں نے بہت زور لگایا لیکن آخر ان کو شکست ہوئی اور ہم کو فتح

ہوئی۔ سو جنہوں نے مرزا صاحب کی مخالفت کی ہوگی وہ جانیں اور ان کا کام۔ کسوف خسوف و ڈپٹی عبداللہ آتھم وغیرہ کی پیش گوئیوں کی نسبت جو مرزا صاحب نے اس میں لکھا ان کا ذکر دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب ہر امر کو کیسا ہی ردی و فضول کیوں نہ ہو، اپنی صداقت کا نشان گردان لیتے ہیں۔ اس میں بھی کسی کا کیا حرج ہے بشرطیکہ ادلہ شرعیہ سے ثابت ہو جائے۔

﴿ اس کے متعلق صرف اس قدر عرض ہے کہ مرزا صاحب نے تو معافی ٹیکس میں بہت سعی و کوشش کی۔ عذر داری کی۔ وکیل مختار مقرر فرما کر مقدمہ کی پیروی کی تاکہ چند روپے کا نقصان نہ ہو اور آئندہ اس کا راستہ نہ پڑ جاوے۔ گویا باوجود دعویٰ خیر خواہی و خدمت گورنمنٹ مفت کی آمدنی میں سے چند روپے دینے بھی گوارا نہیں ہوئے۔ اخیر پر حسب ضابطہ عدالت مرزا صاحب وان کے مریدین گواہان کے حلفی بیان کے اعتبار پر بجائے ۲۰۰ روپے سالانہ آمدنی کے تخمیناً ۵۴۰۰ روپے آمدنی مقبولہ مرزا صاحب کا مصرف مذہبی امور قرار پا کر ٹیکس معاف ہوا۔

﴿ اسی طرح ہر سال تشخیص آمدنی ہو کر ٹیکس لگتا ہے تو ہزار ہا لوگ عذر داری کرتے ہیں جو حسب ضابطہ تحقیقات ہو کر بغیر کسی وکیل و مختار کرنے کے ہزار ہا لوگوں کے ٹیکس معاف ہو جاتے ہیں چنانچہ فقط پنجاب ہی کا تخمینہ کیا جاوے تو قیاس کیا جاتا ہے کہ مردمان معاف شدگان کی تعداد تخمیناً ۵۰۰۰ کس سالانہ سے کیا کم ہوتی ہوگی، تو گویا اس صورت میں بھی مرزا صاحب پانچ ہزار میں ایک ہوئے۔ اور بہت ان میں سے صاحب کلکٹر کو اسی وقت کہہ دیتے ہیں کہ آپ ٹیکس تو لگاتے ہیں مگر یہ قائم نہیں رہے گا۔، لیکن چونکہ وہ بے چارے گنہگار اپنی کرامتوں کے دعویدار نہیں ہوتے، بلکہ بعض اللہ تعالیٰ کے بھی قائل نہیں ہوتے، تو معافی ٹیکس ان کے نزدیک ایک معمولی بات ہوتی ہے نہ کوئی خاص اور تازہ نشان جس پر غرہ ہو کر اشتہار طبع کرا کر مشہور کریں اور اس بہانہ سے اپنے مخالفوں کی بھی مرزا صاحب کی طرح خوب برا بھلا کہہ کر خبر لیں۔

﴿ مرزا کا بیان حلفی در بارہ رہن جا مداد اور اس کا اثر

تعب امر اس میں مرزا صاحب کا اپنا حلفی بیان ہے جس میں فرمایا کہ اپنا باغ بعوض مبلغ پانچ ہزار روپے اپنی اہلیہ (والدہ محمود) کے پاس گروی رکھ کر چار ہزار روپے کا زیور اور ایک ہزار روپے نقد وصول کیا۔ اس میں صرف یہی تعب ہے کہ وقت نکاح جو کچھ زیور تھا وہ تو اس قدر نہ تھا۔ بہر حال جو کچھ بنا اور آیا اس کے بعد ہی بنا، لیکن جب کل آمدنی مریدین کی بلکہ ان کی اپنی بھی حسب بیان

مرزا صاحب مہمان خانہ، مطبخ، مدرسہ، سالانہ جلسوں و خط و کتابت میں صرف ہو جاتی ہے تو پھر اتنی بچت کیونکر ہوئی کہ اس قدر زیور بنایا گیا؟ اگر مرزا صاحب فرمائیں کہ ہماری اپنی دیگر املاکی آمدنی سے بنایا گیا، تو اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ اول تو مرزا صاحب نے اپنی ذاتی آمدنی باغ و زمین و تعلقہ داری کی جو حلقہ اس مثل میں لکھا ہے وہ اسی قدر ہے جو ان کے خرچ کے کافی ہے، اس قدر وافر نہیں ہے کہ اس سے ہر روز طرح طرح کے زیور تیار ہو سکیں۔ دوم، عاجز کو سلسلہ خط و کتابت میں مرزا کے حاجت مندانہ مضامین پڑھ کر ہمیشہ آپ کے خطاب رئیس اعظم کی نسبت تردد و شک ہی ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ آخر کار وہ شک مبطل یقین ہو گیا چنانچہ ۱۸۸۴ء میں عاجز کے نام ڈیرہ غازیخان جو الہاہی تعریفوں کا خط لکھ کر فرمایا تھا کہ یہ تعریفیں اس کے واسطے ہیں جو ۵۰۰ روپے قرض دیوے اور اگر ایک سے نہ ہو سکے تو دو مل کر دیویں، اس امر کا کافی ثبوت ہے۔ اس پر عاجز کا دل تو بہت لچایا کہ ان تعریفوں کا مصداق بنے لیکن روپے نہ ہونے کے باعث اس نعمت کے حصول سے محروم رہا اور ایک اور دوست نے اس میں سبقت کی، پر وصولی روپے کے لئے اس کو خریدار کتب خود ہی بکمال ہمت و کوشش بہم پہنچانے پڑے اور پیشگی قیمت کتب وصول کر کے وہ رقم قرضہ میں مجرا کرتا رہا اور آخر فیاض دل و مخیر مردمان کے کیسے سے باقی ماندہ قرضہ بمشکل وصول ہوا۔ پھر جب مرزا صاحب نے صدقات کا مطالبہ شروع کر دیا تو سارا معاملہ ہی صاف ہو گیا۔ اس کے بعد اگر کوئی دوسری آمدنی کی صورت ہوگئی ہو تو اس کی سبیل صاف ظاہر ہے۔ اور جب بقول مرزا صاحب سب آمدنی دینی امور میں خرچ ہو جاتی رہی تو پھر اس میں سے اتنی بچت ہو کر زیور بنالینا بھی عمدہ دینیوی دور اندیشی و کفایت شعاری کا نمونہ قابل داد ہے۔

پھر سوال ہو سکتا ہے کہ زمین و باغ بذریعہ رجسٹری رہن کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ مرزا صاحب کی اہلیہ کا مع فرزند ان مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونے کا اشتہار الحکم میں ہو چکا ہے۔ سو اگر صدق دل سے وہ داخل زمرہ مریدین ہوئے ہیں تو جو کچھ ان کا مال ہے وہ مثل دیگر مریدین کے مال کے مرزا صاحب ہی کا مال ہے کیونکہ مرزا صاحب ان کے نفوس کے مع لوازم مالک ہو چکے ہیں جیسا کہ مرزا نے بیعت کی تشریح میں بیان کیا ہے، اس لئے بھی رجسٹری کی حاجت نہ تھی۔ رجسٹری وغیرہ تو وہاں ہوتی ہے جہاں بدگمانی و ایک دوسرے پر بدظنی و بے اعتباری ہو۔ یہ مسئلہ بھی قابل تشریح ہے۔ اور اگر اہل بیت کے جماعت مریدین میں داخل ہونے سے پہلے رجسٹری کی گئی تب بھی ان کو بیعت سے کچھ عرصہ پہلے حسن ظنی تو مرزا صاحب پر ہوگی اور مرزا کے کمالات و

راستی کے ضرور کچھ عرصہ پہلے ہی سے قائل ہوں گے، لہذا پھر بھی ان کو بے اعتباری کر کے رجسٹری کی ضرورت نہ تھی۔ صرف اسلامی حکم قرآن کے مطابق فکا تنبو ہم پر عمل کر لیتے۔ قیمت اسٹام و فیس رجسٹری وغیرہ کے فضول خرچ کا متحمل ہونا کیا ضرور تھا۔ کیونکہ غریب دوستوں سے جب روپے ضرورت پر لیتے رہے ہیں تو کبھی رجسٹری تو کہاں، سادہ نوشت خواندگی بھی نوبت نہیں آئی، تو پھر گھر ہی میں ایسی اور یہاں تک نوبت کیوں پہنچی۔

﴿ یہ بھی قابل غور ہے کہ اس قدر جان نداد، زیور، روپے، عمل درآمد رجسٹری اور یہ میعاد میں سالہ مسیح موعود و مہدی مسعود مجدد و امام الزمانی بلکہ افضلیت بر بعض انبیاء کے دعوے دار کے واسطے جس کو دعویٰ ظاہری و باطنی پیروی و مشابہت رسول اللہ ﷺ کا ہو، از روئے شرع محمدی قرآن مجید و حدیث شریف کے یہ سب امور کہاں تک اس سے مناسبت و موافقت رکھتے ہیں، و بس؟..

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب و صلی اللہ
تعالیٰ و سلم علی محمد سید رسلہ و انبیاء ہ و علی آلہ و
اصحابہ اجمعین

فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی

(مؤلفہ حافظ حکیم محمد الدین ساکن ننگر تحصیل و ضلع لاہور)

☆ مرزا صاحب کی علمی لیاقت

آپ کی ایک تحریر دوسری تحریر کی تکذیب کر رہی ہے۔ دیکھو کہ مرزا غلام احمد اپنے رسالہ دافع البلاء ورق اخیر پر عیسیٰ ابن مریم کی نسبت لکھتے ہیں: ہم مسیح ابن مریم کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم۔

پھر اپنے قول کی آپ ہی تردید کرتے ہیں جو یوں ہے:

یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ اپنے زمانے کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے، یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر راست باز اپنی راست بازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرماتا ہے:

و جیہا فی الدنیا و الآخرة و من المقربین۔

پھر اپنے اور خدا کے قول کی مرزا صاحب خود ہی تکذیب کرتے ہیں: وہ یہ ہے لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام محصور رکھا مگر مسیح کا نام یہ نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام رکھنے سے مانع تھے۔

(پھر مرزا لکھتے ہیں) اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے۔

اپنے رسالہ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

میں مشابہت تام اور مماثلت شدید کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مثیل بھی ہوں۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے اعتقادات مذکورہ بالا

میں دس غلطیاں کی ہیں:-

اول - عیسیٰ بن مریم کو راست باز آدمی بنایا، نہ پیغمبر، حالانکہ خدا تعالیٰ نے ان کے حق میں ورسولاً الی بنی اسرائیل فرمایا ہے۔

دوم - پھر راست بازی کی تردید خود ہی فرمائی۔

سوم - وجیہاً فی الدنیا والآخرۃ و من المقرّ بین، شہادت باری تصدیق راست بازی مسیح میں پیش کی۔ مرزا صاحب کا عجب علم ہے بخیاں خود مسیح کو راست باز آدمی ظنی طور پر مانتے ہیں پھر اپنے قول کی تردید کے لئے مقرب قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔

چہارم - مسیح کو شراب کا بہتان لگاتے ہیں۔

پنجم - مسیح کو فاحشہ عورتوں کا مال کھانے کی تہمت لگاتے ہیں۔

ششم - معاذ اللہ مسیح کو زانی بناتے ہیں۔

ہفتم - معاذ اللہ مسیح کو ولد الزنا بناتے ہیں۔

ہشتم - مریم کو معاذ اللہ زانیہ بناتے ہیں۔

نمبر ہفتم اور ہشتم مذکورہ بالا مرزا صاحب کی عبارت مفصل ذیل سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں اگرچہ یہ عبارت پہلے بھی لکھی گئی ہے مگر دوبارہ رفع شکوک کے لئے لکھی جاتی ہے۔ جس میں مرزا صاحب مسیح کو معاذ اللہ ولد الزنا اور مریم کو زانیہ بتاتے ہیں:

اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے۔

اے ار باب بصیرت! جب حضرت مریمؑ معاذ اللہ مس شیطان سے پاک نہ ہوئی تو حضرت عیسیٰؑ ولد الزنا ٹھہرے۔ نعوذ باللہ منها
نہم۔ مرزا نے جس قدر بہتان نسبت مسیح تحریر کئے ہیں وہ سب کے سب قرآن کے برخلاف، موافق اعتقاد یہود لکھے ہیں۔ بلکہ قرآن میں پروردگار نے مریمؑ کی دو فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔
ایک، برگزیدگی یعنی پاک دامنی۔ دوم برگزیدگی تمام عورات عالمین سے۔
یہ دونوں خطاب کسی عورت کو حاصل نہیں کما قال اللہ تعالیٰ:

انّ اللّٰه اصطفٰك و طہّرٰك و اصطفٰك علی نساء العالمین۔

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ یہودی بھی مریم کو مس شیطان سے پاک نہ سمجھتے تھے چنانچہ آیت ہذا سے ثابت ہے: قالوا یا مریم لقد جنّٰت شیئنا فریاً...۔ مگر بریت مریم بہت

مقامات قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے مثلاً، وَاَمَّهُ صَدِّيقَهُ

الَّتِي احصنت فرجها فنفتحنا فيها من روحنا وجعلناها وابنها آية للعالمين

اس آیت سے تین امر ثابت ہوتے ہیں، حضرت مریمؑ زانیہ نہیں اور حضرت عیسیٰ بن

باپ ہے، حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ خدا تعالیٰ کی قادریت کا نشان ہیں۔

اور حضرت عیسیٰؑ کی نسبت گیارہ اوصاف سورۃ آل عمران میں خدا نے بیان فرمائے

ہیں منجملہ ان میں مقرب اور رسول بھی ہے۔ ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کیا بخیاں آپ کے جیسا

کہ آپ عیسیٰؑ کو بہتان لگاتے ہیں، زانی شرابی حتیٰ کہ ناجائز فطرتی، ایسے شخص کو خدا عالم الغیب

مقرب اور رسول بنا سکتا ہے۔ معاذ اللہ! یہ بہتان تو یہود لگایا کرتے تھے جن کی بریت کے لئے قصہ

حضرت مسیح کا قرآن شریف میں بیان ہوا۔

دہم۔ افسوس ہے مرزا صاحب باوجود بہتان مذکورہ بالا کے پھر لکھتے ہیں کہ مشابہت تام اور مماثلت

شدید کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مثیل بھی ہوں (یعنی مانند)۔

ہم مرزا صاحب سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کہ ایک طرف تو مسیح ابن مریم کو

شرابی، زانی، حرام کا مال کھانے والا، حتیٰ کہ ناجائز فطرتی، اپنی قلم سے لکھتے ہو اور دوسری طرف آپ

لکھتے ہو کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مثیل بھی ہوں۔ فرمادیں آپ کی مشابہت بہتان

مذکورہ بالا میں ہے یا کسی اور بات میں کیونکہ اسمی، پیدائشی، تو فی فعلی تو می ملکی، آپ کی مشابہت عیسیٰؑ

بن مریم کے ساتھ ہرگز ہرگز نہیں۔ اس فیصلہ کے لئے ہم قرآن شریف کو منصف اختیار کرتے ہیں۔

مشابہت اسمی۔ عیسیٰ بن مریم کے قبل از تولد خدا تعالیٰ کی طرف سے تین اسم مقرر

ہیں۔ مسیح خطاب ہے معنی اس کے ہیں: جسکے ہاتھ لگانے سے سخت بیمار اچھے ہوں یا مردہ زندہ ہوں

۔ اور یہی وصف مسیح کے قرآن نے بیان فرمائے ہیں۔

عیسیٰ اسم علم عربی ہے۔ اور ابن مریم کنیت ہے۔

آپ کا علم عربی غلام احمد مگر والدین کا رکھا ہوا۔ لقب مرزا، خطاب خدا کی طرف سے تو

کیا بادشاہ وقت کی طرف سے بھی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عیسیٰ بن مریم کے ساتھ

اسی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سفید جھوٹھ۔

مشابہت پیدائشی۔ عیسیٰ ابن مریم بے شک بے باپ ہے۔ آپ کا باپ مرزا غلام

مرتضیٰ جن کو سب عورتیں قادیان کی جانتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عیسیٰ بن مریم

کے ساتھ پیدائشی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سرخ جھوٹھ۔

مشابہت قولی۔ عیسیٰ بن مریم کا قول خدا تعالیٰ قرآن شریف میں بیان فرماتا ہے کہ عیسیٰ نے یہود کو کہا کہ تحقیق میں رسول ہوں طرف تمہاری، ماننے والا واسطے اس چیز کے کہ آگے میرے ہے تورات۔ (سورۃ صف)۔

آپ کا قول تو کیا بلکہ اسم بھی غلام احمد، قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا۔ پس ثابت ہوا کہ قولی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سیاہ جھوٹ۔

مشابہت فعلی۔ خدا تعالیٰ قرآن میں عیسیٰ کا فعل بیان فرماتا ہے کہ تولد کے روز ہی باتیں کرتا تھا۔ بیماروں کو اچھا کرتا تھا۔ بلکہ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ کا نام قبل از تولد خدا تعالیٰ نے مسیح رکھا۔ آپ (مرزا) نے نہ تولد کے روز باتیں ہی کیں۔ اور نہ کوئی بیمار اچھا کیا۔ اگر کرتے تو مولوی عبدالکریم کو کرتے۔ حضور جب بیمار ہی کو اچھا نہیں کر سکتے تو مردوں کو کس طرح زندہ کر سکتے ہیں؟ پس ثابت ہوا کہ فعلی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ جھوٹ مع دھوکہ۔

مشابہت قومی۔ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی ہیں اور آپ مغل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ قومی مشابہت بھی نہیں بلکہ زرد جھوٹھ۔

مشابہت ملکی۔ عیسیٰ بن مریم شامی ہیں اور آپ ہندی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ملکی مشابہت بھی نہیں بلکہ جھوٹ بیدارغ۔

پس ثابت ہوا کہ تمام تحریرات مرزا اور دعویٰ مسیح موعود آپ کی تحریروں سے ہی غلط ہیں۔ نیز مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مثیل ہوں اور پھر اس کی تردید بھی کرتے ہیں۔ اور اپنا درجہ بخیاں خود مسیح ابن مریم سے زیادہ لکھتے ہیں بلکہ ان کو اپنے غلاموں سے بھی کم درجہ سمجھتے ہیں۔ دیکھو عبارت مرزا صاحب رسالہ دافع البلاء ص ۱۳:

اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا، تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کم تر ہے۔

نیز صفحہ ۲۰ رسالہ دافع البلاء میں مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

ارباب بصیرت پر لازم ہے کہ مرزا صاحب کے اعتقاد پر غور کریں۔ ایک طرف لکھتے ہیں کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم کا مانند ہوں پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ میرا شان مسیح ابن مریم سے زیادہ ہے۔ ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کا نام خدا کی طرف سے قبل از تولد ہے۔ نیز عیسیٰ علم ہے قبل از تولد۔ آپ کا نام غلام احمد ہے۔ اور مسیح موعود آپ ہی اپنا نام رکھنے والے ہو، وہ بھی کب؟ جب یہ دوکان نئے مذہب کا شروع کیا۔ حضرت آپ اپنی تحریروں ہی سے اپنے دعویٰ کو جھوٹا کر رہے ہو، ہمارا تو کوئی تصور نہیں۔

نیز آپ اپنے ایک الہام میں اپنی نسبت ولدیت خدا کا بھی دعویٰ کرتے ہیں دیکھو رسالہ دافع البلاء۔ ص ۶۔ وہ دعویٰ یہ ہے:

انت منی بمنزلة اولادی۔ انت منی وانا منک۔

عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔

ہم مرزا صاحب سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ خدا کے بیٹے مقرر کرتے تھے کما قال اللہ تعالیٰ: و قال للیہود عزیزین ابن اللہ و قالت النصارى المسیح ابن اللہ۔

مگر اس اعتقاد کی تردید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

ذلک قولہم با فواہم۔ یضاهئون قول الذین کفروا من قبل

قاتلہم اللہ انی یؤفکون۔

آیت ہذا سے صاف ثابت ہے کہ یہود اور نصاریٰ خدا کے بیٹے مقرر کرتے تھے۔ اس کی

تردید میں پروردگار نے تین امر بیان فرمائے ہیں۔

اول: یہود اور نصاریٰ اپنے منہ سے کہتے ہیں، کوئی ثبوت نہیں۔

دوم۔ یہود اور نصاریٰ اور بت پرستوں میں کوئی فرق نہیں یعنی کافروں میں۔

تیسرا۔ لعنت ہو اللہ کی یہود اور نصاریٰ پر کیسا برا اعتقاد رکھتے ہیں۔

قرآن شریف میں خدا تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو اس اعتقاد کے بدلے مشابہت کافروں کی دیتا ہے اور آپ باوجود واقفیت قرآن پھر خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں نعوذ باللہ منھا۔ ناظرین مرزا صاحب کے دعووں پر غور کرو۔

نیز مرزا صاحب بخیاں خود رسول بھی ہیں۔ وہ عبارت مرزا صاحب کی یہ ہے:
 براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تاکہ میں
 ان خبیثوں اور شریروں کا منہ بند کروں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔
 (دافع البلاء۔ ص ۹)

نیز مرزا صاحب دافع البلاء صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں:

قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

دعویٰ رسالت مرزا صاحب چار وجہ سے درست نہیں:

اول: رسول اصطلاح اسلام میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نئی شریعت لاوے یعنی وحی اس پر نازل ہو
 اور کتاب الہامی بھی رکھتا ہو۔ مرزا صاحب تو شریعت محمدی ﷺ کے پیرو (ہونے کا دعویٰ کرتے) ہیں۔
 لہذا دعویٰ رسالت صحیح نہیں۔

دوم: مرزا صاحب مثیل مسیح ابن مریم اپنے آپ کو لکھتے ہیں۔ پھر رسول کیونکر ہو سکتے ہیں؟

سوم: مرزا صاحب خود لکھتے ہیں، میں غلام احمد ہوں یعنی غلام، احمد ﷺ کا۔ اگرچہ دعویٰ غلامی بھی
 بخیاں خود مرزا صاحب کرتے ہیں تاہم ان کی رسالت کی نفی کرتا ہے کیونکہ ایک طرف تو احمد ﷺ
 کے غلام بننے ہیں پھر دعویٰ رسالت کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ دعویٰ غلامی احمد ﷺ کی عبارت جو مرزا
 صاحب لکھتے ہیں یہ ہے:

کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا کا بیٹا بنایا اور ہمارے سید و مولا حقیقی شفیع
 ﷺ کو گالیاں دیں اور بدزبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا اس لئے اس مسیح کے
 مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح
 سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد
 رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ
 نہیں کر سکتا۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ مرزا صاحب نے اپنی عبارت میں دو دعویوں کی خود ہی نفی
 کی ہے۔ مثلاً اپنا درجہ بڑھانے سے مثیل ابن مریم نہ ہوئے، اور غلام، احمد ﷺ بننے سے دعویٰ
 رسالت باطل ہو جاتا ہے اور مرزا صاحب نے اپنی عبارت مذکورہ میں علاوہ جمع کرنے نفیض اور
 ابطال دعویٰ دو بڑے جھوٹ لکھے ہیں۔

جھوٹ اول: مرزا صاحب کا یہ لکھنا: اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا اس امت میں مسیح موعود بھیجا۔

معاذ اللہ بخيال خود مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں۔ قرآن شریف میں کہیں مرزا غلام احمد کا نام بھی نہیں آیا۔ لہذا مرزا صاحب کا لکھنا جھوٹ ثابت ہوا۔

جھوٹ دوم: مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میرا نام خدا نے غلام احمد اس لئے رکھا تا اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے۔ مرزا کی عبارت یہ ہے:

اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا کہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے کہ احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ہم مرزا صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ سفید جھوٹ آپ نے کیوں لکھا۔ آپ کا نام غلام احمد آپ کے والدین رکھنے والے ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ۔ حضور اپنے دعووں کو خود ہی باطل کر رہے ہیں اور اجتماع نقیضین لکھنے سے ناظرین کو اپنی علمی لیاقت سے مستفیض کر رہے ہیں۔

وجہ چہارم۔ اگر مرزا صاحب کے لکھنے پر ہی مرزا صاحب کو رسول جانیں تو مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوگا کیونکہ آپ تو خود محمدی شریعت کی پابندی کا دعویٰ رکھتے ہیں اور مسلمان شریعت محمدی کو پہلے بھی مانتے ہیں اسی واسطے اپنا نام مسلمان بھی رکھتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اپنے دعووں سے ہوس نفس کو پورا کر رہے ہیں دعاوی تو بہت ہیں لیکن بفضل خدا ثبوت ایک کا بھی نہیں۔ ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کیا کوئی بوالہوس اپنا نام وائسرائے رکھ لیوے تو کیا اختیار اصل وائسرائے حاصل کر سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ علیٰ ہذا حضور بھی تمام القاب اور خطابات بخيال خود اپنے آپ کو دے رہے ہیں مگر اپنے آپ رسول بننے سے اصل کب بن سکتا ہے۔

نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوتے ہیں۔ لیکن اظہر من الشمس ہے کہ مرزا کے تمام الہامات جھوٹے ہوتے ہیں اس امر کی تصدیق کے لئے شہادت ان کے پچازاد بھائی مرزا امام الدین سلطان العارفین المشہور لال بیگ چوہڑوں کے پیر جو کہ وہ اپنی کتاب گل شگفت صفحہ ۱۸ بابت الہام مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

میں مرزا امام الدین حقیقی پچازاد بھائی ملہم کا ذب قادیانی کا ہوں اور اس کے چال چلن سے ابتداء سے آج تک بخوبی واقف ہوں غیر کہ کو کیا خبر ہے۔ اس خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہتا ہوں جو عالمین ہے کہ جس قدر اس کے دعاوی الہامات ہیں سب غلط اور لچر

پوچ ہیں اگر یہ سچا اور حق پرست ہوتا تو میں اس کا پیرو ہوتا۔ جس مکر کو مکار پورا کرنا چاہتے ہیں تو چار مکار متفق ہو کر پورا کرتے ہیں۔

ہم طوالت کے لئے سب عبارت نہیں لکھ سکتے تین الہام جو مرزا امام الدین سلطان العارفين رسالہ گل شگفت میں لکھتے ہیں ہم ناظرین کو دکھاتے ہیں وہ یہ ہے:

سنو الہام کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا اور نام اس کا انمو انبیل ہوگا اور وہ ایسا ہوگا اور ایسا ہوگا تمام جہان کو فیضان اس کا پہنچے گا۔ بفضل خدا بجائے انمو انبیل کے انمو انبلی ہو گئی۔ پھر مجدد صاحب نے پہلوئے مکر بدل کر جواب دیا کہ میں نے اس حمل سے نہیں کہا تھا۔ دوسرے حمل سے لڑکا تو پیدا ہوا اور پھر دو چند اس لڑکے کی تعریف لکھی یہ ایسا ہوگا ویسا ہوگا۔ وہ بھی لڑکا تین سال زندہ رہ کر مر گیا اور ملہم صاحب کو شرمندہ کر گیا۔ پھر الہام ہوا کہ عبد اللہ آتھم صاحب فلا نے مہینے اور فلا نے روز مرے گا اگر اس روز نہ مرے گا تو میرا منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے پھانسی دلایا جائے۔ وہ بھی بفضل خدا اس تاریخ پر نہ فوت ہوا اور چاروں طرف سے لعنت اللہ علی الکاذبین کی بارش ہونے لگی تو آٹھ روز تک شرمندہ ہو کر گھر سے نہ نکلا۔

پھر الہام ہوا مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی میری زوجہ بنے گی اگر وارثان لڑکی دوسری جگہ نکاح کریں گے تو وہ خاوند اس کا تین سال میں مرے گا (اڑھائی سال میں مرے گا) اور وہ پھر میری زوجہ بنے گی۔ وارث لڑکی آدمی عقل مند تھا اس نے اس کو جھوٹا سمجھ کر موضع پٹی مغلاں میں اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ بفضل خدا وہ لڑکی اب صاحب اولاد ہے اور اپنے خاوند کے گھر آباد ہے۔ پھر ایک لڑکے کے ہندو ساکن قادیان کو کہا گیا کہ تیری نسبت الہام نازل ہوا کہ دو برس کے عرصہ میں اگر تو مسلمان ہو گیا تو بہتر ورنہ مر جائے گا۔ یہ بھی الہام بفضل خدا جھوٹا نکلا اور صد ہا الہام ایسے جھوٹے اور لغو ہیں اور پوچ ہیں۔ اگر ان کو تفصیل سے لکھا جائے تو گویا ایک دفتر چاہیے۔

ہم مرزا صاحب سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کیا حضور سچے مدعی ہیں یا مرزا امام الدین صاحب جو کہ وہ بالمیکی اور لال بیگی اور سلطان العارفين اپنے آپ کو لکھتے ہیں۔ ناظرین اصل میں پنجاب خراب ہے اگر کوئی شخص ایک کام کرنے لگتا ہے تو بیسیوں اور بھی اسی کام کو شروع کر دیتے ہیں گوان کو فائدہ ہو یا نہ ہو مگر دوسرے کے کام میں ہرج ہو ہی جاتا ہے۔ دور نہ جائے پہلے

مرزا غلام احمد نے صاحب نے دعویٰ مجددیت کیا پھر آپ کے حقیقی پچا زاد بھائی مرزا امام الدین لال بیگ بن کر چوہڑوں کے پیر بن بیٹھے۔ پھر مرزا غلام احمد نے دوسرا دعویٰ مہدویت کر لیا حالانکہ پہلے بھی دعویٰ مہدویت ایک شخص سوڈانی نے کیا ہوا تھا۔ اب کوئٹہ اور کابل میں مدعی مہدویت سنے جاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کیا وہ مدعی سچے ہیں یا آپ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے بڑی محنت کی چنانچہ تحفہ گوٹڑو یہ میں حضور نے لکھا ہے کہ ہم نے چالیس کتابیں اور ساٹھ ہزار اشتہار اپنے دعووں کے ثبوت میں دیئے ہیں۔ ہم بھی صد آفرین کہتے ہیں کہ حضور نے اپنے قلم کے زور سے خالص پیتل کو سونے کے نرخ پر فروخت کیا ہے۔ مگر واضح رہے کہ چالیس کتابیں اور ساٹھ ہزار اشتہار جو اپنے دعووں کے ثبوت میں حضور نے دیئے ہیں سب کے سب محض فضول ہیں۔ ہم اس میں آپ کی کوئی لیاقت نہیں سمجھتے بلکہ یہ لیاقت سرسید احمد مرحوم کی ہے کیونکہ حضور کے بعینہ وہی ثبوت ہیں جن کو سید احمد خان تردید اعتراضات مخالفین اسلام کے لئے اپنی تفسیر میں آپ کے دعوے سے پیشتر ہی لکھ چکے ہیں پھر حضور کی کیا لیاقت ہے؟

سرسید احمد کے تفسیری شذوذ اور اعتقادات

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ سرسید احمد خان مرحوم نے چند ایک سیپاروں کی تفسیر بنائی ہے ہم خلاصہ مضمون اس تفسیر کا ناظرین کو دکھاتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

انکار وجود فرشتگان و جنات۔ انکار بہشت و دوزخ۔ انکار ابلیس۔ انکار وجود آسمان۔ انکار تعظیم کعبۃ اللہ۔ انکار معجزات پیغمبران اور جواربہا۔

پھر سرسید احمد مرحوم نے ثبوت کیلئے تیراں وجوہ سے اپنا مدعا ثابت کیا۔ اول۔ قرآن شریف کے حقیقی معنوں کو مجازی معنی ثابت کیا یا برعکس اس کے مجازی معنوں کو حقیقی بنا دیا۔ دوم۔ اختلاف مفسرین۔ ۳۔ حدیث۔ ۴۔ لغت۔ ۵۔ رواج ملک۔ ۶۔ جغرافیہ۔ ۷۔ تاریخ۔ ۸۔ اقوال انجیل۔ ۹۔ اقوال تورات۔ ۱۰۔ اقوال سیاحین عرب۔ ۱۱۔ اقوال سیاحین یورپ۔ ۱۲۔ اقوال فلاسفہ۔ ۱۳۔ نحو۔

اب ہم تفسیر سرسید مرحوم کی غرض بیان کرتے ہیں۔ قرآن میں سات آسمان بیان ہوئے ہیں نئی تحقیقات کے نزدیک آسمان کا کوئی وجود نہیں۔ مخالفین اسلام اس پر طعن کرنے لگے کہ قرآن شریف غلط کلام ہے۔ سرسید احمد مخالفوں کی تردید کیلئے کوئی دلیل پیش نہ کر سکے لہذا قرآن

شریف کے معانی عقل کے موافق اور فلاسفہ حال کے مطابق بیان کر کے مخالفوں کی تردید کی۔ چونکہ یہ تردید علماء کے نزدیک ناجائز تھی اسی واسطے سرسید احمد کو علماء نے کفر کے فتوے بھی دیئے تاہم سرسید کی ہمت پر آفرین ہے کہ مخالفوں کی تردید انہوں نے فرمائی۔ الغرض اعتراضات مخالفین میں سے ایک معجزہ بھی تھا۔ جس کو سرسید احمد نے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی اختیار کر کے ثابت کیا کہ معجزہ نبوت کی کوئی دلیل نہیں۔ جملہ معجزات، عیسیٰ ابن مریم کے معجزے بھی تھے۔ چونکہ کل معجزوں کی سید احمد نے نفی کی لہذا ان کو عیسیٰ بن مریم کے معجزوں کی بھی نفی کرنی پڑی۔

نیز دو امر نسبت عیسیٰ ابن مریم زمانہ قدیم سے ہی مختلف فیہ تھے۔ ایک تو لد عیسیٰ، دوم موت۔ ان دونوں امروں میں سید احمد مرحوم نے بحث کی۔ گو وہ بحث نئی نہیں، ہم اس بحث کو تفصیلاً سمجھاتے ہیں۔ مثلاً تولد عیسیٰ پر زمانہ قدیم سے یہ اختلاف چلا آتا تھا کہ بعض یہود عیسیٰ ابن مریم کو یوسف کا بیٹا جانتے تھے اور بعض ناجائز فطرتی سمجھتے تھے۔ سرسید احمد نے اس بحث میں یوسف کا بیٹا ہی قرار دیا اس لئے کہ بعض نصاریٰ عیسیٰ بن باپ پیدا ہونا معجزہ جانتے تھے۔ چونکہ سرسید احمد نے معجزوں کی نفی کا دعویٰ کیا تھا لہذا بعض یہود کے اعتقاد کو لے کر یوسف کا بیٹا ثابت کیا۔

امردوم، موت عیسیٰ بن مریم۔ اس میں بھی بہت اختلاف۔ بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ پہلے عیسیٰ بن مریم کو سنگسار کر کر پھر سولی دیا گیا پھر قتل کیا گیا اور بعض کہتے تھے پہلے سولی دیا گیا پھر قتل کیا گیا۔ نصاریٰ برخلاف ان کے سولی دیا جانا اقرار کرتے تھے مگر پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ جانا معجزہ ابن مریم کا سمجھتے تھے۔ اس مقام پر بھی سید احمد خان نے ابطال معجزہ کیلئے عیسیٰ ابن مریم کا بعد سولی دیئے جانے اپنی طبعی موت سے مرنا ثابت کیا۔ گو یہ ثبوت بھی سید مرحوم کا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا کیونکہ کوئی ثبوت نہیں دے سکے کہ عیسیٰ بن مریم کی قبر فلاں جگہ ہے۔ مگر تاہم اس اختلاف کو اختیار کر کے اپنے دعویٰ کو ثابت کیا۔

پس ناظرین کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ سرسید احمد خان مرحوم نے اپنے وہم میں تفسیر کا بنانا ثواب سمجھا ہے اور جہاں تک سنا جاتا ہے اور ان کی تحریروں سے بھی پایا جاتا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے تفسیر نیک نیتی اور مخالفوں کی تردید پر تیار کی۔ مگر سرسید مرحوم نے نہ عیسیٰ اور مریم پر بہتان لگائے نہ اور کسی پیغمبر اور نہ بزرگ پر۔ افسوس حضرت مرزا صاحب پر ہے کہ اول تو دعویٰ مثیل مسیح کا قائم کیا، پھر مسیح اور ان کی والدہ پر یہودیوں کی طرح بہتان لگائے اور کشمیر میں قبر عیسیٰ بن مریم کی بنائی حالانکہ یہ خیال سرسید احمد مرحوم نے بھی نہ فرمایا بلکہ یہ اعتقاد کسی یہودی کا بھی نہیں

ہے۔ حضرت مرزا صاحب! ہم بڑے ادب سے آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ نے قرآن شریف کی تکذیب کی ہے۔ دیکھو سورہ بقرہ ہی میں چار دفعہ پروردگار فرماتا ہے کہ کسی پیغمبر کی شان میں فرق نہ کیا جاوے کما قال اللہ تعالیٰ:

و ما اوتی موسیٰ و عیسیٰ و ما اوتی الذبیبیون من ربہم لا نفرق
بین احد منهم و نحن لہ مسلمون۔

اب رہا فیصلہ قرآنی:

چونکہ آپ کے دعویٰ قرآن شریف کے برخلاف ہیں لہذا حضور آیت ہذا کے حکم کے مصداق ہیں: و من لم یحکم بما انزل اللہ فا ولئک ہم الکافرون (مائدہ۔ ۵)

سر سید احمد خان کے اعتقاد پر سرسری بحث

ناظرین پر واضح رہے کہ مذہب مرزا صاحب بعینہ وہی ہے جس کو سید احمد مرحوم نے اپنی تفسیر میں بخیاں نیک نیتی لکھا تھا۔ چونکہ سید مرحوم کے لکھنے سے یہ فساد ہوا کہ مرزا صاحب نے دعویٰ مسیح موعود کر لیا لہذا ہم کو تکذیب قادیانی میں یہ دکھانا پڑا کہ سید مرحوم نے اپنی تفسیر میں عیسیٰ بن مریم کی نسبت اور علاوہ اس کے کیا لکھا ہے۔ اگرچہ تمام رسالہ میں اعتقاد سید مرحوم کی تردید کی گئی ہے تاہم مختصر اعتقاد اور قرآن شریف سے ان کی تردید ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔

یاد رہے کہ تین امروں میں سر سید مرحوم نے عیسیٰ بن مریم کی نسبت اپنی تفسیر میں بحث کی ہے۔ ۱۔ عیسیٰ بن مریم بن باپ نہیں۔ ۲۔ عیسیٰ بن مریم آسمان پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ سولی پر چڑھائے گئے لیکن اپنی طبعی موت سے مرے۔ ۳۔ معجزات عیسیٰ کے بلکہ تمام پیغمبروں کے صحیح نہیں۔

نمبر ۱۔ عیسیٰ بن مریم بن باپ نہیں۔ یہ اعتقاد سید مرحوم کا چھوجہ سے صحیح نہیں۔

وجہ اول۔ زمانہ نزول قرآن شریف میں نسبت عیسیٰ، یہود کے دو اعتقاد تھے۔ بعض عیسیٰ کو یوسف کا بیٹا جانتے تھے اور بعض ناجائز فطرتی۔ برخلاف اس کے بعض نصاریٰ، عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا اور بعض تثلیث پر یقین رکھتے تھے اور قرآن شریف نے ان کی تردید فرمائی۔ الغرض اگر عیسیٰ، یوسف کا بیٹا ہوتا تو قرآن میں اللہ تعالیٰ، عیسیٰ کو ابن مریم نہ فرماتا، حالانکہ ہر قوم

اور مذہب میں ولد، والد کے نام سے نامزد ہوتا ہے جس کو علم کنیت بھی کہتے ہیں۔ پس جب واقعہ عیسیٰ میں کہیں بھی یوسف کے نام پر عیسیٰ نہیں پکارا گیا تو بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے۔

وجہ دوم۔ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ مریم کو پروردگار نے بذریعہ فرشتہ خبر دی کہ تم کو لڑکا پیدا ہوگا میرے حکم سے خطاب اس کا مسیح ہے۔ علم اس کا عیسیٰ، کنیت اس کی ابن مریم ہوگی۔ دیکھو یہی مضمون اس آیت سے نکلتا ہے:

اذ قال للملائكة يا مريم ان الله يبشرك بكلمة منه اسمہ

المسيح عيسى ابن مريم۔

پس اس آیت سے تین امر ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ مریم کو پہلے ہی اطلاع دی گئی۔ دوم، عیسیٰ، خدا کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں امر سوم۔ عیسیٰ کا خطاب مسیح اور علم عیسیٰ اور کنیت ابن مریم ہے۔ یہ تینوں اسماء قبل از تولد خدا کی طرف سے ہیں۔ پس یوسف کا بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے۔

وجہ سوم۔ زمانہ آنحضرت ﷺ میں عیسیٰ کے بارہ میں یہودیوں نے سوال کیا تھا کہ عیسیٰ بن باپ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں خدا نے ان کے اعتراض کو رد کیا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ آدم بغیر والدہ کے پیدا ہوا ہے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ عیسیٰ کی نسبت بحث والد کی طرف سے تھی نہ کہ والدہ کی طرف سے۔ اس اعتبار سے ان مثل عیسیٰ کمثل آدم مخالفین کے لئے کافی جواب ہے۔ نیز سید مرحوم نے آدم کا معنی انسان نطفی پیدائش کا لیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کیوں کہ جہاں پروردگار عام انسان کو نداء کرتا ہے وہاں بنی آدم یا انسان کے لفظ سے پکارتا ہے دیکھو ثبوت اس کا غرض پنجم مکر یہود میں آگے چل کر مفصل بیان ہم نے کیا ہے۔

وجہ چہارم۔ سید مرحوم نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں لکھا ہے کہ انجیل متی و لوقا میں نسب نامہ عیسیٰ کا یوسف ابن یعقوب کے ساتھ ملتا ہے مگر اس میں حضرت سید مرحوم نے بڑی غلطی کی، اگر یہ نسب نامہ صحیح ہوتا تو زمانہ حضرت ﷺ میں جھگڑا کیوں ہوتا۔ غلطی دیگر، اگر یہ نسب نامہ بالفرض مانا بھی جاوے تو وہ اختلاف جو کہ بعض یہود، عیسیٰ کو ناجائز فطرتی سمجھتے تھے معاذ اللہ کیوں نہ مانا جاوے۔ الغرض یہ اعتقاد قرآن شریف کی رو سے صحیح نہیں۔

وجہ پنجم۔ سید احمد مرحوم نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ عیسیٰ کے بن باپ ہونے میں کیا حکمت اور کیا غرض ہے؟ مگر ہم کہتے ہیں کہ تمام نباتات و اشجار میں سے بذریعہ تخم یا شاخ لگانے

سے پیدا ہوتے ہیں برخلاف اس کے اقلیتوں بغیر بیخ نمود کیوں کرتا ہے اور خدا نے اس کو برخلاف نباتات کے کیوں پیدا کیا۔ الغرض ایسے بے ہودہ اعتراض ہو سکتے ہیں جن کا علم سوائے خالق حقیقی کے دوسرے کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ اعتراض سرسید کا قانون قدرت پر ہے نہ علماء مفسرین پر وجہ ششم۔ عیسیٰ کا بن باپ تولد ہونا آیت مفصلہ ذیل سے بدیع امر ہے :

قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنى بشر ولم اک بغیاً

آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول۔ زمانہ نزول قرآن میں یہ اختلاف موجود تھا کہ بعض کہتے تھے کہ عیسیٰ یوسف کا بیٹا ہے اور بعض ناجائز فطرتی سمجھتے تھے لہذا قول مریم لم یمسسنى بشر سے نکاح نہ ہونا مراد ہے اور لم اک بغیاً سے بدکاری سے پاک ہونا مراد ہے امر دوم: اللہ نے قول مریم مذکورہ کی تصدیق فرمائی: قال کذا لک۔ پھر اس کے بعد بن باپ ہونے عیسیٰ کی نسبت کہا میرے اوپر پیدا کرنا آسان ہے قال ربک ہو علیٰ ہین امر سوم۔ مریم کو اس پہلی آیت کے جواب میں پروردگار نے پیدا ہونے عیسیٰ کی علت بیان فرمائی لنجعلہ آية للناس ورحمة منا وکان امرأ مقضیاً۔ ناظرین کو واضح رہے کہ امر سوم میں بن باپ ہونے عیسیٰ کی بابت تین وجہ اللہ نے بیان فرمائی ہیں۔ وجہ اول: عیسیٰ نشان قدرت پروردگار کا ہے۔ وجہ دوم: احسان مریم پر جیسا کہ رحمة منا سے ظاہر ہے۔ وجہ سوم: خدا کے علم میں یوں ہی تھا: وکان امرأ مقضیاً

پس ناظرین کو آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ مریم مس شیطان سے پاک ہے اور عیسیٰ بن باپ ہے اور مریم پر پروردگار کی طرف سے احسان ہے اور تقدیر میں یوں ہی ہونا تھا۔ حقیقت میں تمام اعتراضات یہود اور نصاریٰ بلکہ سرسید مرحوم کی آیات مذکورہ بالا سے ہی تردید ہوتے ہیں۔ افسوس اگر ہم ان آیات سورت مریم کو پورا بیان کرتے، ماقبل و مابعد کے ساتھ تو بہت بڑا ناظرین کو فائدہ پہنچتا مگر طوالت کے خوف سے یہاں نہیں بیان کرتے حسب موقعہ ہر ایک واقعہ کو بیان کیا جاوے گا۔

سرسید احمد مرحوم نے حضرت عیسیٰ کو یوسف کا بیٹا بنانے کے واسطے تھوہلیں کیں مگر آیت لم یمسسنى بشر ولم اک بغیاً کے بیان کرنے پر کافیہ تھیلات آپکا تنگ ہو گیا۔ اس آیت پر آپ یہ لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ غور کے لائق لفظ لم یمسسنى بشر ولم اک بغیاً ہے بلاشبہ یہ

دونوں کلمات نہایت صحیح ہیں اور جس زمانہ میں بشارت ہوئی اس زمانہ میں بلاشبہ حضرت مریم کو کسی مرد نہیں چھو تھا بلکہ غالباً ان کا خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہ ہوا تھا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد بھی یہ امر واقع نہیں ہوا۔

ناظرین ہم سرسید کی مذکورہ بالا عبارت پر بحث کرتے ہیں۔ سید مرحوم کا یہ اعتقاد کہ جب یہ آیت لم یمسسنی .. الخ آئی اس کے بعد خطبہ ہوا ہے یا یوں کہو کہ جب مریم نے یہ بات کہی تھی اس کے بعد مریم کا یوسف سے خطبہ ہوا، بالکل غلط ہے۔ آٹھ دلیلوں سے :

دلیل اول۔ ابتدائے نزول قرآن شریف میں یوسف کے خطبہ کا یہودیوں میں اختلاف موجود تھا۔ قرآن شریف نے اس اعتقاد کی تردید فرمائی ہے۔ اس واسطے قرآن شریف کا نام فرقان ہے بلکہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اکثر یہودیوں کے اختلاف کو قرآن شریف میں بیان فرماتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ: انّ هذا القرآن یقصد علی بنی اسرائیل اکثر الذی ہم فیہ یختلفون۔ چونکہ مریم و یوسف کے خطبہ کا اختلاف نزول قرآن شریف سے پہلے ہی موجود تھا اور قرآن شریف میں بیان ان کی تردید کیلئے نازل ہوا ہے لہذا سرسید احمد کا قول مذکور بالا غلط ثابت ہوا۔

دلیل دوم: کسی عورت کو جس طرح کہ مریم کو بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی گئی ہے پہلے نہیں دی گئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ بن باپ ہی بیٹا پیدا ہونا تھا۔

دلیل سوم۔ پروردگار خود فرماتا ہے کہ میرے پر بن باپ بیٹا کرنا آسان ہے۔

دلیل چہارم۔ عیسیٰ کا بن باپ ہونا خدا کی قدرت کا نشان ہے۔

دلیل پنجم۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ بن باپ پیدا ہونا میری طرف سے مریم پر

مہربانی ہے جیسا کہ ورحمۃ منّا سے ظاہر ہے۔

دلیل ششم۔ پروردگار خود فرماتا ہے کہ ازل میں یوں ہی ہونا تھا جیسا کہ وکان

امراً متقضیاً سے ظاہر ہے۔

دلیل ہفتم۔ مریم کے ذکر کے ما قبل یحییٰ کے تولد کا ذکر ہے جو کہ عیسیٰ کی پیدائش بن

باپ سے اس کی پیدائش کم نہیں کیونکہ یحییٰ کی والدہ اور والد دونوں ناقابل اولاد تھے حالانکہ عیسیٰ کی والدہ تو قابل تولید تھی۔ پھر اگر یحییٰ کی پیدائش کو ہم قدرت سے مانیں تو عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے میں کیا مشکل ہے۔

دلیل ہشتم - سرسید مرحوم نے جو بحث عیسیٰ پر یوسف کے بیٹا بنانے پر کی ہے محض فضول اور لغو ہے، کیونکہ مریم آزاد شدہ تھی جس کو ہمارے ملک میں آج کل تارک بولا جاتا ہے جو کہ زمانہ حال میں بعض خاندانوں ہندو اور مسلمانوں میں لڑکیوں کا تارک بٹھانا رواج موجود ہے۔ گویا یہ رواج اس کے قریب قریب ہے اور یہودیوں میں اس سے بھی بڑھ کر تھا۔ پس جب مریم کو والدین نے آزاد کر دیا تو پھر وہ والدین مریم، یوسف کے ساتھ کیونکر خطبہ کر سکتے تھے حالانکہ یہودیوں میں رواج تھا کہ جو آزاد کیا جاتا تھا وہ پھر تمام عمر بیت المقدس میں ہی اپنی عمر عبادت میں بسر کرتا تھا، نہ یہ کہ شادی کر کے صاحب اولاد ہو۔ اسی واسطے تو مریم کو بہتان لگائے گئے تھے کہ باوجود آزاد ہونے کے اس نے بیٹا بنا۔ برخلاف ان کے جو معتقد مریم ہوئے انہوں نے یہ غضب کیا کہ بعض عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا بیٹھے کیونکہ ان کا کوئی باپ نہ تھا اور بعض عیسیٰ کو خدا بنا بیٹھے کیونکہ جب خدا کا بیٹا ہوا معاذ اللہ تو خدا کے ملک کا وارث ہوا۔ پس اس اعتبار سے وہ خدا کہنے لگے۔ اور بعض نصاریٰ تین خدا بنا بیٹھے کیونکہ جب خدا معاذ اللہ مریم کا خاوند ہوا اور عیسیٰ بیٹا ہوا تو ہر ایک خدائی کا حصہ دار ہوا نعوذ باللہ منها۔ انہیں مذکورہ بالا اعتقاد کیلئے اللہ نے تمام واقعہ مریم بیان کیا تھا۔

نمبر ۲ - عیسیٰ بن مریم آسمان پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ سولی پر چڑھائے گئے لیکن اپنی طبعی موت سے مرے۔ یہ اعتقاد سرسید مرحوم کا بالکل غلط ہے۔ ناظرین اس بحث کو غرض پنجم یہود میں آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں جہاں ہم نے اعتقاد مذکور کی اپنے پوری تردید کی ہے، یہاں ہم ناظرین کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ اگر عیسیٰ سولی دیئے جاتے اور پھر طبعی موت سے مرتے تو پروردگار و ما صلبوہ و ما قتلوہ نہ فرماتا۔ سید مرحوم نے و ما صلبوہ پر یہ تحویل فرمائی ہے کہ بعض یہود یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ عیسیٰ اول سولی دیئے گئے پھر قتل کئے گئے اور بعض یہود یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ پہلے عیسیٰ کو سنگسار کیا پھر سولی دیا پھر قتل کئے گئے لہذا دونوں اعتقادوں کی تردید کیلئے خدا نے و ما صلبوہ و ما قتلوہ فرمایا لیکن تعجب ہے کہ سید مرحوم کی تحویل پر کہ نفی از شئے من کل الوجوہ ہوتی ہے نہ نفی بعض الشئی۔ خدا کے کلام سے تو یہ مفہوم ہے کہ نہ سولی دیئے گئے اور نہ قتل کئے گئے۔ معاذ اللہ اگر حضرت عیسیٰ سولی دیئے جاتے بزرگ سید مرحوم تو کیا خدا تعالیٰ یہ عبارت نہ بنا سکتے تھے کہ عیسیٰ سولی دیا گیا لیکن سولی پر فوت نہیں ہوا اور اپنی طبعی موت سے مر گیا اور فلاں جگہ اس کی قبر ہے، حالانکہ یہ اعتقاد کسی یہود اور نصاریٰ کا بھی نہیں اور نہ کسی انجیل میں لکھا ہے

اور نہ قرآن میں عیسیٰ کی قبر کا کہیں پتا لگایا۔ لہذا یہ اعتقاد سید احمد کا گویا بہار دانش ہے۔

نمبر ۳۔ معجزات عیسیٰ بن مریم بلکہ تمام پیغمبروں کے صحیح نہیں۔ سید احمد خان مرحوم نے اپنی تفسیر میں زیادہ تر آیت مفصلہ ذیل پر بحث کی ہے

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ

اس پر بحث کر کے سید مرحوم نے یہ نتیجہ نکالا کہ لفظ آیات یا بینات دونوں کے ایک ہی معنی ہیں کیونکہ آیات موصوف ہے اور بیِّنات صفت۔ پھر جہاں لفظ صرف بیِّنات کا ہے وہاں موصوف اس کا مقدر ہے۔ اور لفظ آیت کا لغوی معنی نشان آپ نے ثابت کیا ہے۔

ان دونوں امر مذکورہ بالا میں ہم کو بھی کوئی انکار نہیں مگر انکار اس بات میں ہے کہ سر سید احمد مرحوم نے آیات یا بینات کا معنی صرف احکام ہی لئے ہیں حالانکہ لفظ آیت کا معنی فوائے قرآن شریف سے تین ثابت ہوتے ہیں۔ اول حکم، دوم نشان، سوم معجزہ۔ لیکن سید مرحوم چونکہ کل معجزات کی نفی کرتے ہیں لہذا انہوں نے دو معنی لفظ آیت کی طرف توجہ ہی نہیں فرمائی ہے نہ تو لغوی معنی لفظ آیت کا لیا اور نہ لفظ آیت کا معنی معجزہ ثابت کیا۔ پس ہم پہلے بیان کرنے اپنے ثبوت کے سر سید احمد کی عبارت کو ناظرین کے لئے لکھتے ہیں۔ سر سید احمد خان صاحب لکھتے ہیں:

پس جہاں قرآن شریف میں اس لفظ یعنی آیت یا آیات یا بینات یا آیات بینات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے اس سے ہمیشہ وہ احکام یا نصح اور مواضع مراد ہیں جو خدا تعالیٰ نے بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں۔

آخر میں سید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ہم آیات بینات سے جہاں کہ وہ خدا کی طرف سے بولا گیا ہے وہ چیز مراد نہیں لیتے جس کو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہیں۔ ہم اس بحث کو دو قسم پر بیان کرتے ہیں۔ قسم اول، تحقیق معنی لفظ آیت۔ قسم دوم ثبوت

وجود معجزات

قسم اول: ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لفظ آیت کا معنی فوائے قرآن شریف سے تین ثابت ہوتے ہیں۔ اول حکم، دوم نشان، سوم معجزہ۔ لفظ آیت بمعنی حکم دیکھو:

يا اهل الكتاب لم تكفرون بآيات الله وانتم تشهدون

(اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو ساتھ حکماں اللہ کے اور حالانکہ تم گواہ ہو۔)

یہ آیت جس کا ہم نے ترجمہ کیا ہے سورہ آل عمران کے رکوع ۷ میں ہے۔ اس کے ماقبل عیسیٰ کی نسبت اور ابراہیمؑ کی نسبت جھگڑا ہو چکا تھا۔ یہود اور نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم ابراہیمؑی مذہب ہیں حالانکہ یہودی عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا، اور بعض تثلیث کو مانتے تھے، لہذا پروردگار نے اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا:

يا اهل الكتاب لم تكفرون بآيات الله و انتم تشهدون

یعنی اہل کتاب یہودی اور نصاریٰ توریت و انجیل میں پڑھتے ہیں کہ خدا ایک ہے پھر خدا کے ساتھ شریک لاتے ہیں اور قرآن کو منزل من اللہ اور محمد رسول اللہ کو رسول نہیں سمجھتے۔ پس ناظرین کو مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ لفظ آیت کا معنی آیت مذکورہ میں سوائے حکم کے دوسرا نہیں بن سکتا۔ دیکھو نیز آیت سورہ بلد:

ثم كان من الذين آمنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة اولئك

اصحاب الميمنة - والذين كفروا بآياتنا هم اصحاب المشنمة

سے بھی صاف ثابت ہے کہ لفظ آیت بمعنی حکم ہے کیونکہ ایمان لانا اور ایک دوسرے کو نصیحت کرنا اور ایک دوسرے پر رحم کرنا جو کہ پہلی آیت میں گذرا ہے بلاشبہ یہ احکام ہیں پھر و الذین کفروا بآیاتنا ہم اصحاب المشنمة میں جو لفظ آیت کا ہے ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ لفظ آیت بمعنی حکم نہ ہو۔

نیز۔ هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياتنا في جوفهم آيتنا كما آتاهم بلاشبہ اس سے احکام کے ہی معنی ہیں کیونکہ يتلوا عليهم سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ آیت کا معنی حکم ہے نہ نشان اور معجزہ۔
دوم: لفظ آیت بمعنی نشان۔ دیکھو:

وتصريف الرياح و السحاب المسخر بين السماء و الارض لايات

لقوم يعقلون

آیت ہذا میں پروردگار نے اپنے دلائل الوہیت کے وہ بیان کئے ہیں جو کہ طاقت بشریت سے باہر ہیں۔ یعنی ہوا کا چلانا اور بادلوں کا زمین اور آسمان کے درمیان بغیر واسطہ کے رکھنا بلاشبہ عقلمندوں کے واسطے الوہیت کے نشان ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ آیت بمعنی نشان نہیں۔ نیز دیکھو:

انّ اولّ بیت وضع للنّاس للذی ببکّة مبارکاً وهدی للعالمین۔ فیہ

آیات بینات مقام ابراہیم

ناظرین غور کریں کہ آیت ہذا میں دو لفظ یعنی بیت اور مقام ایسے صریح ہیں جس سے ذرا سا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ دو لفظ خانہ کعبہ کی عمارت و دیواریں مراد ہیں۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں خانہ کعبہ کا بیان ہے جس کو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے عبادت کے لئے خدا کے حکم سے تیار کیا تھا پھر بلاشبہ لفظ آیات بینات کا معنی نشان ہوا، کسی وجہ سے حکم کا معنی نہیں بن سکتا بلکہ نشان سے حجر اسود جو کہ کعبہ شرقی و شمالی کو نہ میں پڑا ہے اور حاجی لوگ اس کو تبرکاً بوسہ بھی لیا کرتے ہیں، مراد ہے۔ سید احمد مرحوم نے بھی اس نشان کو اپنی تفسیر نقشہ کعبۃ اللہ میں لکھی ہے۔ مقام ابراہیمؑ عام لوگوں کے نزدیک وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیمؑ نے کھڑے ہو کر کعبہ کی دیوار چینی تھی۔ پس سر سید احمد مرحوم کی مذکورہ بالا عبارت میری تحقیق کو ثابت کرتی ہے کہ لفظ آیت مذکورہ موقعہ پر بمعنی نشان ہے نہ حکم۔

نیز۔ الر۔ تلک آیات الکتاب الحکیم۔

الر۔ تلک آیات الکتاب وقرآن مبین۔ سورہ حجر۔ (ترجمہ۔ الر۔ یہ نشانیاں ہیں کتاب کی یعنی قرآن بیان کرنے والی کی)۔ پس ثابت ہوا کہ پروردگار نے الر کو نشان فرمایا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ عبارت مذکورہ قرآن میں لفظ آیت بمعنی نشان نہیں فرمایا، کون کہہ سکتا ہے کہ اس مقام میں لفظ آیت کا معنی حکم نکلتا ہے۔

سوم۔ لفظ آیت بمعنی معجزہ۔ دیکھو پروردگار قول فرعون کا بیان کرتا ہے:

قال ان کننت جنّت باّیت فات بها ان کننت من الصادقین (کہا فرعون

نے موسیٰ کو اگر ہے تو آیا ساتھ نشانی یعنی معجزہ کے پس لے آس کو اگر تو ہے بچوں سے)۔

پس موسیٰ نے فرعون کے سوال معجزہ پر اپنا عصا ڈال دیا پھر وہ عصا اڑ دھا بن گیا۔ پھر

ہاتھ اپنا نکالا پھر وہ سفید تعجب خیز ہو گیا واسطے دیکھنے والوں کے کما قال اللہ تعالیٰ:

فالقی عصاه فاذا ہی ثعبان مبین۔ و نزع یدہ فاذا ہی بیضاء

للناظرین

پہلی آیت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ سے فرعون نے معجزہ طلب کیا تھا اور

دوسری آت سے صاف ثابت ہے کہ جو فرعون نے معجزہ طلب کیا تھا اس کو موسیٰ نے پورا کیا۔ پھر

بعد اس واقعہ کے پروردگار نے یہ بیان شروع فرمایا ہے :

قال الملاء من قوم فرعون انّ هذا لسا حرّ عليم . يريد ان يخرجكم
من ارضكم فما ذا تا مرون (کہا فرعون کی قوم کے سرداروں نے، تحقیق یہ یعنی موسیٰ
جادوگر ہے بڑا دانا، - چاہتا ہے یہ کہ نکال دے تم کو زمین تمہاری سے۔ پس کیا تجویز سوچتے
ہو۔) (اعراف: ۱۰۹-۱۱۰)

پھر فرعون کے سرداروں کا جواب خدا تعالیٰ بیان کرتا ہے

قالوا ارجه و اخاه و ارسل في المدائن حاشرين يأتوك بكلّ سا حرّ
عليم (کہا اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور بھیج بیچ شہروں کے اکٹھا کرنے والے
لے آویں تیرے پاس جادوگر دانا کو)

آخر جادوگر بلائے گئے اور انہوں نے حضرت موسیٰ کی طرح لاٹھی اور رسیوں کے
سانپ بنائے مگر موسیٰ کا عصا اڑدھا بن کر ان کو کھا گیا تب ساحروں نے کہا ہم ایمان لائے ساتھ
رب عالمین کے جو رب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا ہے۔ بلاشبہ یہ معجزہ مذکورہ بالا میں جو لفظ
آیت آیا ہے اس کے معنی اس مقام پر حکم نہیں ہو سکتا صرف نشان بھی نہیں ہو سکتا بلکہ علانیہ طرز
مباحثہ سے معجزہ ہی ثابت ہوتا ہے۔ نیز

وما تلک بيمينک يا موسى قال هي عصای اتوکوء علیها واهش
بها علی غنمی ولی فیها ما رب اخری قال القها فاذا هي حیة
تسعی قال خذها ولا تخف سنعيدها سيرتها الا ولی و اضمم يدک
الی جناحک تخرج بیضاء من غیر سوء آية اخری

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ آیات مذکورہ بالا سورہ مریم پہلی آیت جو کہ سورہ
اعراف کی جن میں معجزہ لفظ آیت کا معنی نکالا تھا ان کی مصدقہ ہیں کہ لفظ آیت بمعنی معجزہ ہے اور
آیات ہذا سے آٹھ امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول، عصا موسیٰ کا لکڑی ثابت ہونا۔ ۲۔ اس کا اڑدھا
بنا۔ ۳۔ پھر اصلی حالت پر عود کرنا۔ ۴۔ اس سے حضرت موسیٰ کا ڈرنا۔ ۵۔ پروردگار کا حضرت
موسیٰ کو تسلی دینا۔ ۶۔ دست مبارک موسیٰ کا سفید تاجب نیز ہونا۔ ۷۔ دو معجزوں کا حضرت موسیٰ
کو دیا جانا۔ ۸۔ لفظ آیات کا معجزہ پر اطلاق ہونا خدا کی طرف سے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ لفظ آیت سے حکم یا نشان کا معنی نکلتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سید احمد

مرحوم کو دھوکا لگا جو انہوں نے لفظ آیت کا معنی صرف حکم پر ہی حمل کیا ہے۔

قسم دوم۔ ثبوت وجود معجزات

قرآن شریف سے معجزات کا ثبوت بلاشبہ ثابت ہے اگرچہ ہم مذکورہ بالا آیت سے وجود معجزہ ثابت کر چکے ہیں تاہم اسی آیت میں پھر بحث کرتے ہیں دیکھو کما قال اللہ تعالیٰ:

وما تملك بیمینک یا موسیٰ (اور کیا ہے یہ بیچ تیرے ہاتھ کے اے موسیٰ)

یہ پروردگار نے موسیٰ کو کیوں کہا؟ وہ تو عالم الغیب ہے۔ اس لئے کہ پروردگار نے موسیٰ کے عصا کو اژدھا بنانا تھا اور انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ اژدھے سے ڈرتا ہے، سو اسلئے عالم الغیب کو حضرت موسیٰ کے ذہن نشین کرنا منظور تھا کہ یہ لکڑی تمہاری ہے۔ پھر ہم اسی بحث کو لکھتے ہیں حضرت موسیٰ نے خدا تعالیٰ کو جواب دیا کہ یہ عصا ہے۔ جیسا کہ پروردگار حضرت موسیٰ کا قول بیان فرماتا ہے قال ہی عصای۔ آخر پروردگار نے فرمایا کہ موسیٰ نے عصا کو ڈال دیا۔ پھر ناگہاں عصا موسیٰ اژدھا تھا دوڑنے والا دیکھو آیت ہذا: فالقها فاذا ہی حیة تسعی۔ ناظرین اب کون کہہ سکتا ہے کہ عصا لکڑی نہیں ہوتی اور کون کہہ سکتا ہے کہ حیة کے معنی سانپ نہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ تسعی سے مراد حرکت کرنا یا دوڑنا مراد نہیں۔ پھر معجزات سے انکار کرنا تو علانیہ قرآن کا انکار کرنا ہے۔ اب ہم یہ بیضا کی تعریف نہیں کرتے جو کہ مابعد مضمون مذکورہ بالا کے ہے ناظرین خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اب ہم ایک اور نظیر ثبوت معجزات پیش کرتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ:

واتل علیہم نبا ابنی آدم بالحق۔ اذ قربا قربا نأفتقبیل من احدہما

ولم یتقبیل من الآخر۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ آیت ہذا سے چار امر ثابت ہوتے ہیں۔

امر اول: آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا کہ قصہ دونوں بیٹوں کا مخالفین کو سنا۔

امر دوم: یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قصہ دونوں بیٹوں کا تھا۔

امر سوم: یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے قربانی کی۔

امر چہارم: یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک کی قربانی جناب الہی میں قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہے کہ جس کی قربانی قبول ہوئی اس کا وہ قبول ہونا ہی معجزہ ہے اور

یہ قول مقولہ منجانب اللہ ہے۔ پس اس آیت ہذا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ کا رواج آدم سے ہی شروع ہے۔ لہذا آنحضرت ﷺ سے مخالفین اہل کتاب اور کفار اسی قدیمہ رواج مشہورہ کی وجہ سے معجزہ طلب کرتے تھے۔ چنانچہ پروردگار ان کا قول بیان فرماتا ہے:

قالوا لولا اوتی مثل ما اوتی موسیٰ (کہا انہوں نے یعنی مخالفوں نے کیا نہیں دیا گیا یہ پیغمبر یعنی رسول اللہ ﷺ مثل اس کے جو دیا گیا تھا موسیٰ یعنی معجزہ)

اب قابل غور یہ بات ہے کہ انہوں نے معجزہ رسول اللہ ﷺ سے طلب کیا اگر معجزہ پیغمبروں کا قدیمی فعل نہ ہوتا تو وہ آنحضرت ﷺ سے معجزہ کیوں طلب کرتے۔ نہیں ضرور قدیم رواج تھا۔ دیکھو ما قبل کی آیت کا جواب اولم یکفروا بما اوتی موسیٰ من قبل (کیا یہ کفر نہ کرتے تھے ساتھ اس چیز کے کہ دیا گیا تھا موسیٰ یعنی معجزہ پہلے اس سے) مابعد اسکے پہلی آیت کی تفسیر کرتا ہے ان کا قول بیان کر کے قالوا سحران تظاہرا (کہتے تھے یہ دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کا مددگار یعنی عصا موسیٰ اور ید موسیٰ) اس کے بعد اللہ تعالیٰ پھر انہیں کا قول بیان فرماتا ہے جو کہ انہوں نے دونوں معجزے دیکھ کر کہا تھا و قالوا انا بکل کافرین (اور کہتے تھے تحقیق ہم ساتھ ہر ایک کے یعنی معجزوں موسیٰ کے کافر ہیں یعنی انکار کرنے والے)۔

ناظرین یہاں تک آیات مذکورہ بالا میں بیان ہے جنہوں نے موسیٰ کے معجزہ دیکھ کر انکار کیا تھا اگر معجزہ کا وجود قدیم سے نہ ہوتا تو نہ وہ رسول اللہ ﷺ سے معجزہ طلب کرتے اور نہ یہ واقعہ موسیٰ کا جو تمثیلاً بیان ہوا ہے پروردگار بیان فرماتا۔ یہ امر بحث طلب ہے کہ پہلی آیت میں یعنی آیت ہذا میں قالوا لولا اوتی مثل ما اوتی جو کہ مخالفوں کا آنحضرت ﷺ پر معجزہ دکھلانے کا سوال تھا، اور معجزہ قدیم سے پیغمبروں کا شیوہ تھا، آنحضرت ﷺ نے ان کے سوال کو پورا کیا یا نہ؟ بلاشبہ آنحضرت ﷺ نے بموجب حکم باری تعالیٰ ان کے سوال کو پورا کیا یعنی معجزہ کا دکھلایا، وہ معجزہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بلاشبہ امی یعنی ان پڑھ تھے۔ اور اس زمانہ میں شاعروں کا زور تھا۔ چونکہ ہر زمانہ میں جو پیغمبر ہوتا رہا موافق رواج قوم یا یوں کہو کہ جو اس زمانہ میں لوگ کسی ایک امر کے مدعی ہوتے تھے اور اپنے دعویٰ میں خدا کے ساتھ شرک کرتے تھے ان کی تردید کے لئے پیغمبر کو پروردگار ان سے بڑھ کر فضیلت بخشا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کے وقت ساحروں کا زور تھا، پروردگار نے موسیٰ کو دو معجزے عطا کئے یعنی عصا اور ید بیضاء۔ پھر انہوں نے ساحروں کو مغلوب کیا۔ اور حضرت عیسیٰ کے وقت طبیبوں کا زور تھا لہذا پروردگار نے حضرت عیسیٰ میں یہ خواص بخشا کہ سخت مریضوں کو اچھا

کرتے تھے بے علاج ادویہ، بلکہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ زمانہ آنحضرت ﷺ میں شاعروں کا زور تھا، انکے عاجز کرنے کیلئے ایسے پیغمبر کی ضرورت تھی کہ بغیر پڑھے ایسی کلام سناوے جس سے شاعر عاجز ہوں اور شرک و کفر سے نجات پائیں۔ اگرچہ دوسرے معجزے بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ذات کو بخشے ہوئے تھے جیسا کہ شق القمر سے ظاہر ہوتا ہے، تاہم شاعروں کا عاجز کرنا انہم معجزہ تھا اور مخالفوں کے معجزہ طلب کرنے پر آنحضرت ﷺ نے قرآن بنانے کا معجزہ مخالفین کو بحکم باری تعالیٰ پیش کیا:

قل فأتوا بكتاب من عند الله... الآية (کہہ دے اے محمد مخالفوں کو پس لاؤ تم ایک کتاب اللہ کی طرف سے جو کہ وہ کتاب بہت ہدایت کرنیوالی ہو یعنی راہ مستقیم کی طرف ان دونوں سے یعنی توریت و انجیل سے)

نیز حضرت داؤدؑ کو پروردگار نے تین معجزے دیئے۔ ایک پہاڑوں کا حضرت داؤدؑ کے کہنے سے تسبیح کرنا۔ دوم جانوروں کا ان کے کہنے سے تسبیح پڑھنا۔ سوم آہن یعنی لوہا حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں مثل موم ہونا اور پھر حضرت داؤدؑ کا زرہ بنانا۔ دیکھو کما قال اللہ تعالیٰ:

و لقد آتينا داؤد منا فضلا - يا جبال اوبي معه و الطير و الناله الحديد - ان اعمل سابغات و قدر في السرد و اعملوا صالحا - (اور البتہ تحقیق دی ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی یعنی کہا اللہ تعالیٰ اے پہاڑ اور جانوروں کو تسبیح کرو ساتھ اس کے یعنی داؤد کے۔ اور نرم کیا ہم نے واسطے اس کے یعنی داؤد کے ہر طرح کا لوہا اس لئے کہ بنائیں زرہیں پوری۔ اور امر کیا ہم نے داؤد کو اندازہ رکھ کر ایک دوسری کنڈی کے پرونے میں اور عمل کر اچھے)۔

نیز حضرت سلیمانؑ کو تین معجزے دیئے گئے۔ اول ہوا جو بموجب حکم سلیمانؑ کے ان کے تخت کو جہاں چاہیں لے جاتی تھیں۔ دوم تانبے کا پانی ہو جانا حکم سلیمانؑ سے۔ سوم جنوں کا مطیع ہونا۔ دیکھو کما قال اللہ تعالیٰ:

و لسليمان الریح غد وها شهر و روا حها شهر و اسلنا له عين القطر - و من الجن من يعمل بين يديه باذن ربّه و من يزغ منهم من امرنا نذقه من عذاب السعير - (اور واسطے سلیمان کے تابع کیا ہوا کو۔ صبح کی سیر اس کی ایک مہینہ تھا اور شام کی سیر ایک مہینہ تھا۔ اور بہایا ہم نے واسطے اس کے چشمہ

گلے ہوئے تانے کا، اور تابع کیا واسطے سلیمان کے بعض جنوں کو۔ اس کے سامنے کام کرتے تھے اسکے رب کے حکم سے۔ جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے سرتابی کریگا ہم اس نافرمان کو دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے)۔ (سبا: ۱۲)

الغرض وجود معجزات کا قرآن سے ثابت ہے جو لوگ ان کے منکر ہیں حقیقت میں ان کو علم قرآن ہرگز ہرگز نہیں۔

﴿ سید احمد کے نزدیک فرشتوں کا کوئی وجود نہیں انہوں نے اپنی تفسیر میں بحث فرشتوں میں آخر یہ اعتقاد اپنا ظاہر کیا ہے کہ فرشتوں کے نام یہودیوں کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو مختلف قوای کی تعبیر کرنے کو انہوں نے رکھ لئے تھے۔

مگر یہ اعتقاد قرآن کی رو سے ہرگز صحیح نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

ليس البرّان توّلوا و جو حکم قبل المشرق و المغرب و لا کنّ البرّ
من آمن بالله و اليوم الآخر و الملائکة و الكتاب و النبیین۔ (بقرہ
۱۷۷) (یہ کوئی نیکی نہیں جو تم اپنا منہ مشرق مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ۔ ہاں نیکی والے وہ
لوگ ہیں جو خدا کو اور قیامت کے دن کو اور ملائکہ کو اور سب کتابوں کو اور نبیوں کو مانیں)

آیت ہذا سے چار امر ثابت ہوتے ہیں۔ امر اول۔ صرف نماز، نجات کے لئے کافی نہیں تا وقتیکہ مفصلہ ذیل اشیاء پر ایمان نہ لائیں وہ اشیاء یہ ہیں۔ اول خدا کو وحدہ لا شریک سمجھیں۔ دوم قیامت۔ سوم فرشتے۔ چہارم نبی ﷺ۔ پنجم آسمانی کتابیں۔

امر دوم۔ آیت مذکورہ سے خدا تعالیٰ نے فرشتوں کا وجود ثابت کیا ہے۔ معاذ اللہ اگر
اگر فرشتوں کا وجود ثابت نہ ہوتا جیسا کہ سید احمد نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ حکم نہ فرماتا
جو کہ ایمان لانا فرشتوں پر آیت مذکورہ میں گزرا ہے۔

امر سوم۔ آیت بالا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے لوگوں میں سے بھی بعض ایسے تھے
جو وجود فرشتوں سے انکار کرتے تھے لہذا اللہ نے آیت مذکورہ میں ایمان لانا فرشتوں پر فرمایا۔
امر چہارم۔ مقدس کتابیں تو ریت و انجیل جو کہ زمانہ حال میں بھی موجود ہیں ان میں
بھی فرشتوں کا وجود ثابت ہے۔

خلاصہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ وجود فرشتوں کا کلام الہی سے ثابت ہے۔ بلکہ قرآن شریف
میں فرشتوں کا پروں والا ہونا ثابت ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

الحمد لله فاطر السماوات والارض جاعل الملائكة رسلاً اولي
اجنحةً مثني وثلاث ورباع يزيد في الخلق ما يشاء ان الله على كل
شئى قدير (سورہ فاطر)

آیت ہذا سے پانچ امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول، فرشتوں کا وجود۔ دوم، پیغام کے لئے
فرشتوں کا اپیلچی ہونا۔ سوم، فرشتوں کا پروں والا ہونا، دودو، تین تین، چار چار پر۔ چہارم، اس سے
بھی زیادہ۔ لہذا حدیثوں میں حضرت جبریل کے چھ سو پر بیان ہوئے ہیں۔ پنجم۔ سید احمد خان کی
طرح پہلے بھی لوگ فرشتوں کے انکاری تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم، ان اللہ علی کل
شئى قدير فرمایا۔ یہ جوامع الکلم اسی مقام پر آیا کرتا ہے جہاں مخالف گمان کر سکتا ہو کہ یہ کام
کیوں اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ الغرض اختلاف قدیمہ سے فرشتوں کا اختلاف بھی تھا بلکہ اہم امر
نزول قرآن شریف کا سات مسئلہ اختلافی کا ثبوت کرنا تھا۔

مسئلہ اول۔ لوگ توحید پر قائم نہ رہے تھے جیسا کہ کافر بت پرست تھے اور یہودی عزیرؑ
کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور بعض نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کو مانتے تھے۔
مسئلہ دوم مختلف فیہ، بعض فرشتوں سے سید احمد خان کی طرح انکار کرتے تھے اور بعض
فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں جانتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا جنوں کے ساتھ اپنی بیٹیوں کا ناطہ کرتا ہے۔
چنانچہ سورہ صافات رکوع ۴ میں اسی باطل خیال پر خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے:

الرَّبِّكَ الْبَنَاتِ وَ لَهْمُ الْبَنُونَ - ام خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَ هُمْ
شَاهِدُونَ (کیا پروردگار کے لئے لڑکیاں ہیں اور ان کے لئے لڑکے۔ کیا ان کے سامنے ہم
نے فرشتوں کو مونث بنایا تھا)۔ نیز - وَ جَعَلُوا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا۔ (اور
انہوں نے خدا میں اور جنات میں ناطہ مقرر کر رکھا ہے)۔

مسئلہ سوم مختلف فیہ، آسمانی کتابوں پر اکثر لوگ یقین نہ رکھتے تھے جیسا کہ یہود انجیل
اور قرآن سے منکر ہیں۔

مسئلہ چہارم مختلف فیہ، پیغمبروں کی رسالت سے بھی انکار کرتے تھے جیسا کہ عیسیٰؑ و محمد
ﷺ سے یہودی و نصاریٰ اور مشرک انکاری ہیں۔

مسئلہ پنجم مختلف فیہ، بعض لوگ دہریہ زمانہ قدیم میں بھی موجود تھے جو کہ تدبیر کے قائل
اور تقدیر کے منکر ہیں چنانچہ آج کل بھی اسی اعتقاد کے دہریہ کم و بیش موجود ہیں۔ دیکھو: فما بال

القرون الاولى ، نیز قول فرعون : قال فمن ربكما يا موسى (سورہ ط)
مسئلہ ششم مختلف فیہ، قیامت تھا۔ بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ عذاب قیامت چند روز
ہوگا و قالوا لن تمسنا النار الا اياماً معدودة۔ (بقرہ: ۸۰)۔ اور بعض یہود اعتقاد رکھتے
تھے کہ قیامت نہ ہوگی یا ایہا الذین آمنوا لا تتولوا قوماً غضب اللہ علیہم قد
ینسوا من الآخرة كما ینس الكفار من اصحاب القبور (سورہ ممتحنہ)۔

مسئلہ ہفتم مختلف فیہ، کفار بعض تو بعث من القبور کے منکر تھے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت
سے ثابت ہے اور بعض کفار آنحضرت ﷺ کو استہزاء یا تعجباً کہا کرتے تھے، کیا جب ہو جاویں گے ہم
ہڈیاں گلی ہوئی کیا ہم پھیرے جاویں گے بیچ پہلی حالت کے۔ دیکھو یہی قول ان کا اللہ تعالیٰ بیان
فرماتا ہے یقولون ء انا لمرددون فی الحافرة ء اذا کنا عظاماً نخرة۔ دیکھو ان
کے استہزاء۔ خدا ان کا قول بیان کرتا ہے قالوا تلک اذا کرة خاسرة۔ آیت ہذا کے بعد
اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتا ہے اور فرعون کا قصہ بھی تمثیلاً انہیں کو سنا تا ہے کہ فرعون بھی تمہاری طرح
اعتقاد رکھتا تھا آخر اس اعتقاد کے بدلے غرق ہوا۔ ناظرین دیکھو سورہ نازعات میں۔ پس یہی وجہ
کامل ہے کہ ان سات مسئلہ مختلف فیہ کے یقین کرنے کو ایمان مفصل کہتے ہیں لہذا مسلمانوں میں ان
کا جاننا اور یقین کرنا فرض ہے۔۔ اور دیکھیں جب کوئی غیر مذہب اسلام کو قبول کرتا ہے تو اس کو بھی
پہلے یہی پڑھاتے ہیں۔ اگر وہ پڑھ لے اور دل سے یقین بھی کر لے تو اسی کا نام مسلمان ہے۔ اور
وہ ایمان مفصل عربی عبارت میں یہ ہے۔ آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و
الیوم الآخر و القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ و البعث بعد الموت۔ پس نتیجہ
بحث ہذا کا یہ ہوا کہ وجود ملائکہ کا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ گو سرسید احمد مرحوم نے مخالفوں کی
تردید کی ہوگی تاہم سرسید مرحوم کا یہ اعتقاد صحیح نہیں۔

﴿ سرسید احمد مرحوم نے اپنی تفسیر میں اہلیس اور جنوں سے بھی انکار کیا ہے مگر یہ اعتقاد بھی
قرآن شریف سے صحیح نہیں بلکہ قرآن شریف میں جنوں کا وجود ثابت ہے اور جن قرآن پڑھتے
رہتے رہے اور حضرت ﷺ سے سنتے رہے۔ دیکھو:

واذ صر فنا الیک نفرأ من الجن یستمعون القرآن۔ فلما حضروه

قالوا انصتوا۔ فلما قضی ولّوا الی قومهم منذرین (احقاف رکوع ۴)

(اور جس وقت کہ پھر لائے ہم تیری طرف جماعت جنوں میں سے سنتے تھے قرآن پس

جب وہ اس موقع پر آئے، کہنے لگے آپس میں چپ رہو۔ جب تمام ہوا پڑھنا پھر گئے طرف قوم اپنی کے ڈراتے ہوئے)۔

ایضاً: پروردگار نے سورۃ نمل میں ایک جن کا نام بھی فرمایا ہے جو کہ حضرت سلیمانؑ کے مصاحبوں میں تھا:

قال عفريت من الجن انا آتيك به قبل ان تقوم من مقامك و انى عليه لقوى امين (کہا ایک دیو نے جنوں میں سے میں لے آؤں گا تمہارے پاس اس کو پہلے اس سے کہ کھڑے ہو تم جگہ اپنی سے اور بے شک او پر اس کے البتہ قوی امین ہوں)

پس ثابت ہوا کہ وجود جنوں کا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اگر کوئی معترض یہ اعتراض کرے کہ وجود فرشتوں کا اور جنوں کا ہمیں نظر کیوں نہیں آتا، تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ عالم دنیا میں ایسی بہت اشیاء ہیں، کہ ان کا وجود بھی محسوس بال نظر نہیں ہوتا۔ مثلاً ہوا جب تیز ہوتی ہے تو درخت توڑ دیتی ہے مکان گرا دیتی ہے۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جسم ہوا کا اتنا لمبا یا اتنا چوڑا یا سرخ یا سیاہ رنگ ہوتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر کوئی معترض یہ کہے کہ ہوا کا فعل تو محسوس ہوتا ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ فرشتوں کا فعل یا وجود کا حس کرنا پیغمبروں کا ہی خاصہ ہے وہ بھی ان کے وجود کو دیکھتے ہیں ان کی آواز سنتے ہیں۔ لہذا منزلہ کتابوں میں فرشتوں اور جنوں کا جسم اور فعل بلکہ نام موجود ہے۔ اصل میں ایسے سوالات کرنے محض فضول ہیں۔ انسانی عقل محدود ہے، تعقل اس کا تمام قانون قدرت کو کیونکر سمجھ سکتا ہے حالانکہ انسان کو اپنے بدن کی بھی پوری کیفیت معلوم نہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ میرے اتنے لڑکے یا لڑکیاں ہوں گی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ روح جو بول رہی ہے اس کی کیا صورت یا کیا رنگ ہے۔ پس جب اپنے بدن کی کیفیت ہی معلوم نہ ہوئی تو فرشتوں اور جنوں کی کیفیت کیوں کر حاصل کر سکتا ہے۔ البتہ جن کو اللہ تعالیٰ ان کے سمجھنے کا علم دیوے وہ بے شک سمجھ سکتے ہیں۔

﴿سر سید بہشت اور دوزخ سے بھی انکاری ہیں۔ وہ اپنی تفسیر میں بحث کرتے کرتے خیر یہ لکھتے ہیں: پس یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفعل مخلوق و موجود ہیں قرآن سے ثابت نہیں۔ یہ اعتقاد سر سید احمد کا قرآن کی رو سے محض غلط ہے کیونکہ قرآن میں دونوں کا وجود خدا تعالیٰ ثابت کرتا ہے: دیکھو:

ولمن خاف مقام ربہ جنتان فبائی آلاء ربکما تکذبان۔ ذواتا

افنان - فیہما عینان تجریان - فیہما من کلّ فاکھتہ زوجان - متکئین علی فرشٍ بطنانہا من استبرق و جنا الجنّین دان (الرحمان) (اور واسطے اس شخص کے کہ ڈرتا ہے آگے پروردگار کے کھڑا ہونے سے دو بہشت ہیں - پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھلاتے ہو - دونوں بہشت شاخوں والے ہیں بیچ ان دونوں کے چشمے چلتے ہیں بیچ ان دونوں کے ہر میوہ سے دو قسمیں ہیں - تکیہ کئے ہوئے اوپر فرشوں کے کہ استراس کے تافتے کے ہیں اور میوے دونوں بہشت کے نزدیک ہیں)

نیز - ثبوت وجود دوزخ، ناظرین کو یاد رہے پہلے لوگوں میں سے بھی ایسے تھے جو کہ سید احمد کی طرح دوزخ بہشت سے انکاری تھے۔ لہذا خدا نے فبا ی آلاء ربکما تکذبان بہشت کے منکروں کے لئے فرمایا۔ اور دیکھیں دوزخ کے منکروں میں سے بڑا منکر اس زمانہ میں ولید بن مغیرہ تھا۔ کافروں نے مشورہ کر کے کہا کہ یہ محمد (ﷺ) کہتا ہے کہ یہ قرآن خدا کی کلام ہے تو سن اس کو، پھر انصاف کر کیا یہ خدا کی کلام ہے یا نہ۔ پس جب حضرت ﷺ نے سنایا تب ولید بن مغیرہ کہنے لگا یہ جادو ہے نقل کیا جاتا ہے۔ نہیں یہ قرآن مگر قول آدمی کا یعنی خدا کا کلام نہیں۔ دیکھو خدا بھی مذکورہ بالا قول بیان فرماتا ہے فقال ان هذا الا سحر یوثر۔ ان هذا الا قول البشر۔ اس قول ولید کے کے جواب میں پروردگار نے یہ فرمایا: سا صلیہ سقر۔ پھر ولید بن مغیرہ نے سقر پر بھی استہزاء کی۔ لہذا پروردگار نے فرمایا: و ما ادراک ما سقر لا تبقی ولا نذر۔ لواء اللبشر۔ علیہا تسعة عشر۔ (کہا ولید نے نہیں یہ قرآن مگر جادو قدیمہ۔ نہیں یہ قرآن مگر قول آدمی کا۔ اللہ فرماتا ہے شتابی داخل کروں گا اس (ولید) کو دوزخ میں۔ تو کیا جانے کیا ہے دوزخ۔ نہیں باقی رکھتی اور نہیں چھوڑتی۔ ساڑھ دینے والی ہے چہرے کو۔ اوپر اس کے ۱۹ فرشتے ہیں)۔

پھر ولید مغیرہ نے ۱۹ فرشتے پر بھی استہزاء کی کہ ہم تو بہت آدمی ہیں ۱۹ فرشتے ہماری طاقت کے سامنے کیا کر سکتے ہیں۔ الغرض دور تک یہی جھگڑا دوزخ کا چلا جاتا ہے۔ مگر ہماری گفتگو اس میں تھی کہ سرسید مرحوم نے یہ جو کہا ہے کہ وجود دوزخ اور بہشت کا قرآن شریف سے ثابت نہیں۔ یہ قول ان کا ہم نے قرآن شریف کی رو سے غلط ثابت کیا۔ شائد سید احمد مرحوم نے منزل آخر کو نہیں دیکھا کیونکہ نے یہ ساری بحث پہلے ہی سپارہ میں کی ہے، یا کہ دیدہ دانستہ انہوں نے انکار کیا۔ بہر حال ہم ان کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کو بخشے کیونکہ اکثر تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر سید مرحوم نے اپنے وہم میں مخالفین کی تردید کے لئے بنائی ہے۔

سر سید احمد خان کے نزدیک قرآن شریف کی سورتوں کے نام نہ تو خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں نہ رسول نے بلکہ علماء نے خود بنائے ہیں۔ مگر یہ اعتقاد سید مرحوم کا بھی صحیح نہیں۔ ہم اپنے دعویٰ کو آخر بیان کریں گے پہلے ہم سید احمد خان کا اعتقاد لکھتے ہیں جو کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے وہ عبارت سید احمد خان کی یہ ہے:

الم۔ (یعنی سورہ بقرہ) یہ سورت انہیں اٹیس سورتوں میں سے ہے جن کو خود خدا نے ان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ حروف مقطعات ان سورتوں کے نام ہیں۔
پھر سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

علماء اسلام نے رفع التباس کے لئے ان سورتوں کے نام کے ساتھ جن کے متحد نام تھے یا جن میں حروف مقطعات زیادہ تھے یا کسی صورت کے اہم مضمون پر زیادہ وضاحت سے اشارہ کرنے کی غرض سے اور نیز ان سورتوں کے لئے جو کسی نام سے موسوم نہ تھی، اسے یہودی قاعدہ کے مطابق اسی صورت میں سے کوئی لفظ اس سورۃ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے منتخب کیا جو رفتہ رفتہ ان سورتوں کے نام متصور ہونے لگے مگر درحقیقت وہ الفاظ ہیں جو علماء نے ان سورتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اختیار کر لئے ہیں
پھر سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

الم جو اس (بقرہ) کا نام ہے مبتداء ہے اور ذلک مبتداء ثانی ہے اور المکتا ب اس کی خبر ہے اور یہ مبتداء و خبر مل کر پہلے مبتداء کی خبر ہیں یعنی الم کا مسمیٰ ذلک المکتا ب پر محمول ہے۔

ناظرین کو سر سید مرحوم کی عبارت سے ثابت ہو گیا ہو گا کہ ان کے نزدیک سورتوں کے نام علماء نے یہودیوں کی طرح اپنی طرف سے اختیار کئے ہیں اور سید مرحوم کے نزدیک ۲۹ سورتیں جن پر حروف مقطعات الم آیا ہے وہی الم ان کا نام ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات الم ان سورتوں کے نام نہیں۔ اس بحث میں سید مرحوم نے سات غلطیاں کی ہیں:-

غلطی اول۔ حروف مقطعات کو سورۃ کا نام لکھا۔ حالانکہ مقطعات کا لفظی معنی خود دلالت کرتا ہے کہ سورت کے ساتھ ان کو ہرگز کوئی تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو حروف مقطعات بھی کہا جاتا ہے۔ پس جب الم مقطعات ہوئے تو سورت کا اسم کیوں کر بن سکتے ہیں۔

غلطی دوم۔ الم تین حروف ہیں۔ ہر ایک جدا حرف ہے اور ہر ایک علیحدہ اسم ہے مثلاً

الف ایک اسم ہے، لام ایک اسم ہے، میم ایک اسم ہے۔ پھر یہ تو تین اسم ہوئے۔ پھر تین اسموں کا ایک سمجھنا تو علانیہ غلط ہے۔

غلطی سوم۔ تمام قرآن شریف میں ۲۹ سورتیں ہیں جن پر یہ حروف مقطعات الم آئے ہیں۔ اگر ہم سید صاحب مرحوم کے لکھنے پر ہی یقین کریں کہ یہ سورتوں کے نام ہیں، تو یہ مشکل ہے کہ مخالفین کہیں گے کہ قرآن اچھی خدا کی کلام ہے کہ ۲۹ سورتوں کا نام ایک ہی رکھ دیا۔ کیا خدا کو کوئی دوسرا نام رکھنا بھی نہ آتا تھا۔ معاذ اللہ۔

غلطی چہارم۔ لفظ ذالک اسم اشارہ واحد مذکر غائب ہے۔ مشار الیہ اس کا ماقبل ہوتا ہے۔ آپ نے مابعد الکتاب کو بنایا ہے۔

غلطی پنجم۔ سورتوں کے نام حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہی رکھے گئے تھے۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ﷺ نے خود رکھے یا وحی جبریل نے بتائے۔ بہر حال حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی نام سورتوں کے جو کہ آج کل مشہور ہیں لئے جاتے تھے۔ اور منزلیں بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہی بنی ہیں دیکھو بخاری کتاب فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعة احرف میں عمر بن الخطابؓ سے حدیث مروی ہے کہ ہشام بن حکیم نے صبح کی نماز میں سورت فرقان پڑھی اختلاف قرأت کے ساتھ پھر اصحابوں میں جھگڑا پڑ گیا۔ آخر حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس جھگڑا پیش کیا گیا حضرت ﷺ نے ہشام ابن حکیم کو فرمایا کہ سورت فرقان پڑھو۔ نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ اگر اس وقت سورتوں کے نام مقرر نہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ ہشام ابن حکیم کو کیوں فرماتے کہ سورت فرقان پڑھ۔ پس ثابت ہوا کہ سورتوں کے نام زمانہ حضرت ﷺ میں مقرر ہو چکے تھے۔

غلطی ششم۔ سرسید احمد خان نے حروف مقطعات الم کو مبتداء بنایا اور ذالک مبتداء ثانی اور الکتاب اس کی خبر۔ حروف الم مقطعات ہوئے۔ یعنی ان کو عبارت سے کوئی تعلق ہی نہ ہوا تو الم مبتداء کیوں کر بن سکتا ہے اور ذالک مبتداء ثانی کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر الکتاب اس کی خبر کسی صورت میں نہیں بن سکتی، سرسید احمد خان مرحوم نے یہ نہ سوچا کہ مبتداء اور خبر میں اسناد ہوتا ہے حالانکہ کوئی اسناد نہیں۔

غلطی ہفتم۔ حروف مقطعات الم حالانکہ ۲۹ سورتوں پر آئے ہیں مگر ذالک الکتاب لا ریب فیہ ما سوا سورہ بقرہ کے اور کسی سورت پر ۲۹ سورتوں میں نہیں لکھے گئے۔ پس

اگر یہ تمام سورتیں متحد المضمون ہوتیں جیسا کہ سرسید احمد خان نے وہم کیا ہے تو ذلک الكتاب لا ريب فيه كالانا بھی ضروری ہوتا۔ چونکہ الم حروف مقطعات ہی ہیں نہ اسم سورتوں کے۔ لہذا پروردگار نے باقی سورتوں الم والی میں ذالک الكتاب لا ريب فيه نہ فرمایا۔

﴿ سرسید احمد نے حروف مقطعات الم کی غرض بیان فرمائی ہے ہم طوالت کے خوف سے بعینہ عبارت نہیں لکھتے صرف خلاصہ ان کی عبارت کا ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

آپ نے الف سے مراد امر بالمعروف لیا ہے۔ لام سے مراد لیل ونہار لیا ہے۔ م سے مراد موت و حیات لیا ہے۔

مگر یہ استنباط سید مرحوم کا صحیح نہیں کیونکہ سورت روم، لقمان، عنکبوت، سجدہ پر حالانکہ یہی حروف مقطعات موجود ہیں مگر ان میں کوئی احکام امر بالمعروف نہیں بلکہ صرف توحید کا بیان ہے۔ لہذا سید احمد کا یہ استنباط بھی صحیح نہیں۔ اب یہاں سورۃ بقرہ پر پانچ سوالات پیدا ہوتے ہیں:

سوال اول: سورۃ بقرہ پر حروف مقطعات (الم) کس غرض کے لئے آئے۔ ۲۔ لفظ ذالک اسم اشارہ کا مشار الیہ کون ہے۔ ۳۔ الكتاب لا ريب فيه کس سے مراد ہے؟ ۴۔ ہدی للمتقین کس کی صفت ہے۔ ۵۔ سورۃ بقرہ بعد سورۃ فاتحہ کس غرض سے لائی گئی، یعنی ان میں کیا ارتباط ہے۔

جواب: الم، یاد رہے کہ جن سورتوں پر یہ حروف آئے ہیں سب میں تین غرضیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ نزول قرآن میں تین گروہ تھے۔ بت پرست، موسائی، عیسائی۔ پھر موسائی حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور احکام اسلام میں کئی طرح کے اختلاف کرتے تھے۔ رشوت کی وجہ سے جھوٹے فتوے دیا کرتے تھے اور بعض نصاری، حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا اور بعض تثلیث پر یقین رکھتے تھے چونکہ یہ تینوں فریق توحید پر قائم نہ تھے لہذا محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن شریف کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ یہی علت پروردگار نے سورت لم یکن الذین کفروا من اهل الكتاب و المشرکین منفکین حتی تا تہم البینۃ.. الخ۔ نزول قرآن شریف کی بیان فرمائی۔ پس آنحضرت ﷺ تینوں فریق مشرک موسائی عیسائی کو ہدایت توحید فرمانے لگے تو ہر سہ فریق نے آنحضرت ﷺ کی تکذیب کی۔ یہودی کہتے تھے کہ یہ قرآن پہلی کہانیاں ہیں۔ بت پرست کہتے تھے کہ یہ ساحر ہے، الغرض بت پرست موسائی عیسائی اپنے اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے گو آہستہ آہستہ تینوں فریق سے بہت ایمان بھی لے آئے تاہم آج

تک وہی فریق موجود ہیں۔

ناظرین کو یہ ثابت ہو گیا ہوگا کہ تین امروں کا مخالفین مذکورہ بالا کو منانا پروردگار کا اصل مقصود تھا۔ وہ تین امر یہ ہیں: امر اول، اللہ ایک ہے۔ امر دوم قرآن شریف منزل من اللہ ہے۔ امر سوم یہ پیغمبر، رسول اللہ ہے۔

پس جن سورتوں میں انہیں تینوں امور مذکورہ بالا کی مخالفوں کو منانے کی ضرورت تھی ان سب سورتوں میں حروف مقطعات الم آئے ہیں جو کہ الف سے مراد الہکم الہ واحد، ہے جس میں وہ تینوں فریق اختلاف رکھتے تھے۔ اور لام سے مراد هذا کتاب من لدن ہے جس کی نسبت وہ تینوں فریق اختلاف کرتے تھے۔ اور میم سے مراد محمد الرسول اللہ۔ خلاصہ مضمون مذکورہ بالا کا یہ ہوا: اللہ ایک ہے، قرآن سچ ہے، محمد ﷺ برحق ہے۔

جو مراد حروف مقطعات (الم) کی ہم نے بیان کی وہ بعینہ سورۃ بقرہ کی آیات مفصلہ ذیل سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں: دیکھو الف کا مصداق آیت الہکم الہ واحد۔ سورۃ بقرہ رکوع ۱۸، لام کا مصدقہ آیت الکتاب لا ریب فیہ۔ ایضاً و لقد انزلنا الیک آیات بیینات۔ میم کا مصدقہ آیت، انا ارسلناک بالحق بشیراً و نذیراً۔ ایضاً: وانک لمن المرسلین سورہ بقرہ رکوع ۲۲۔

سوال دوم: ذال اسم اشارہ کا مشار الیہ کون ہے۔

جواب: یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ ہر ایک سورت ایک کتاب ہے اور یہ بھی بلاشبہ تسلیم ہے کہ سورۃ فاتحہ اجمالی قرآن شریف ہے اور اس میں شک نہیں کہ سورۃ فاتحہ کا طرز کلام ایسا ہے کہ گویا بندہ کی کلام ہے مثلاً ایاک نعبد و ایاک نستعین سے بلاشبہ یہ شک ضرور پڑتا ہے کہ یہ کلام خدا کا نہیں بلکہ بندہ کا ہے گو صاحب علم سمجھتے ہیں کہ یہ پروردگار نے طریقہ یاد کرنے اپنے کا سکھایا ہے۔ اور قل اس میں مقدر ہے لیکن ناواقفوں اور مخالفوں کو کہ جس طرح کہ زمانہ حال میں فاتحہ کی نسبت شک پڑتے ہیں، اسی طرح زمانہ نزول قرآن شریف میں مخالف کہا کرتے تھے۔ لہذا شروع سورۃ بقرہ میں پروردگار نے اسم اشارہ بیان فرمایا ہے جس کا مشار الیہ وہی کتاب سورۃ فاتحہ ہے جس میں مخالفوں کو کلام الہی ہونے میں شک تھا۔ اس امر کی تصدیق کیلئے اسم اشارہ لانا ضروری تھا تاکہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ میں ارتباط پیدا ہو۔ لہذا باقی سورتوں میں حروف مقطعات (الم) والی یہ طرز اختیار نہیں کی گئی۔

سوال سوم: الكتاب لا ريب فيه کس سے مراد ہے۔

جواب: وہی کتاب جس میں مخالفین یہود و نصاریٰ شک کرتے تھے اور اب بھی مخالفین کلام بندہ سمجھتے ہیں۔ الغرض الكتاب لا ريب فيه وہی سورۃ فاتحہ جس کے برابر کوئی سورت نہیں جس کی شان میں خدا نے اس کو قرآن فرمایا ہے سبع من المثانی و القرآن العظيم

سوال چہارم۔ ہدی للمتقين کس کی صفت ہے۔

جواب: وہی کتاب سورۃ فاتحہ کی صفت ہے جس میں مخالفین کا اعتراض تھا۔

سوال پنجم: سورۃ فاتحہ اور بقرہ میں کیا ارتباط ہے۔

جواب: سورہ فاتحہ میں تین گروہ کا علاوہ دلائل تو حید کے بیان ہے مثلاً انعمت جو پیغمبروں اور نیک لوگوں سے مراد ہے۔ اور مغضوب، جو یہود یا وہ لوگ ہیں جن پر واقعی عذاب وارد ہوا تھا۔ سوم ضال جو کہ نصاریٰ یا فاسق فاجر مراد ہیں۔ پس مضمون سورۃ فاتحہ سے چار امر ثابت ہو رہے ہیں ایک تو حید اور تین گروہ۔ انہیں چار امور اجمالی کی سورۃ بقرہ میں تفسیر ہے۔ دیکھو پروردگار نے اول رکوع میں مومنوں کی تعریف فرمائی اس کے بعد کافروں کی اور رکوع دوم میں منافقوں کا حال بیان کیا۔ رکوع سوم میں اپنی الوہیت اور وحدانیت کے دلائل بیان فرمائے۔ پس اسی ارتباط کی وجہ سے سورۃ بقرہ بعد سورۃ فاتحہ کے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی اور اسی وجہ سے ذالک الكتاب لا ريب فيه ہدی للمتقين سورۃ بقرہ پر فرمایا اور باقی صورتیں جن پر حروف مقطعات (الم) آئے تھے ذالک الكتاب لا ريب فيه نہ فرمایا۔

حضرت مرزا صاحب ہم نے یہ جتنے ورق سیاہ کئے ہیں یہ سب آپ کی خاطر ہی کئے ہیں کیونکہ آپ سرسید احمد مرحوم کے اصولوں کو پکڑ کر اپنا دعویٰ افتراء بنا بیٹھے ہیں۔

وجہ نزول قرآن

پہلی وجہ نزول قرآن شریف یہ ہے کہ زمانہ آنحضرت ﷺ میں تین فریق تھے اول کافر دوم نصاریٰ سوم یہود۔ پھر کافر بھی مختلف اعتقاد کے تھے۔ بت پرست، کوکب پرست، حیوان پرست۔ چنانچہ یہی فریق آج کل بھی کم و بیش موجود ہیں۔ فریق دوم نصاریٰ، ان کے تین فریق تھے ایک وہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم کو خدا سمجھتے تھے۔ دوم وہ جو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے

- سوم وہ جو تثلیث کو مانتے تھے -

فرقہ سوم یہود تھے یہ نہایت ہی مختلف اعتقاد کے تھے بعض عزیرؑ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے بعض عالموں اور درویشوں کو خدا بنا بیٹھے تھے بعض قیامت کے عذاب کو چند روزہ یقین کرتے تھے اور نماز روزہ حج وغیرہ احکام اسلام میں کئی طرح کے افتراء کرتے تھے چنانچہ شتر بکیرہ صائبہ وحام وغیرہ کو حرام جانتے تھے شتر کے گوشت کو مطلق حرام جانتے تھے۔ ایک رحم کے دو بچوں کو بعض کیلئے حرام اور بعض کے لئے حلال جانتے تھے۔ شہور حرام کو بدل دیتے تھے اور رشوت لے کر جھوٹے فتوے دیتے تھے حتیٰ کہ عیسیٰ بن مریم کو (نعوذ باللہ) ولد الزنا اور حضرت مریمؑ کو زانیہ یقین کرتے تھے حالانکہ حضرت عیسیٰؑ تردیداً اختلافات مذکورہ بالا کے واسطے خدا کی طرف سے رسول تھے کما قال اللہ تعالیٰ ورسولاً الی بنی اسرائیل۔ لیکن یہود نے بجائے رسالت ماننے کے انہیں قتل کرانے اور پھانسی چڑھانے کی تدبیریں کیں مگر ان کی تدبیریں کارگر نہ ہوئیں۔ نہ پھانسی دیئے گئے نہ قتل کئے گئے چنانچہ ہم عنقریب اس بحث کو مکر یہود میں بیان کریں گے۔

الغرض ناظرین کو مضمون مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ ہر سہ فریق میں سے یعنی کافر، نصاریٰ، یہود، کوئی بھی توحید پر ثابت قدم نہ تھا یہی وجہ نزول قرآن شریف کی ہوئی:

لم یکن الذین کفروا من اهل الكتاب و المشرکین منفکین حتیٰ

تاتیہم البیتۃ۔ رسول من اللہ یتلوا صحفاً مطہرة۔ فیہا کتب قیمۃ

پس جب آنحضرت ﷺ دعوت اسلام صراط مستقیم ہر سہ فریق مذکورہ بالا کو کرنے لگے تب حضرت ﷺ کو بھی طرح طرح کے الزام دینے لگے۔ مثلاً مفتری شاعر مجنون کذاب۔ اور آنحضرت ﷺ کو یہود اور نصاریٰ طرح طرح کے سوالات بھی کرنے لگے مثلاً یہود، حضرت عیسیٰؑ کو ناجائز فطرتی اور بعض مقتول بیان کرتے تھے اور برخلاف ان کے نصاریٰ بعض عیسیٰؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کا اعتقاد اظہار کرتے تھے۔ چونکہ یہ دونوں فریق افراط اور تفریط میں غرق تھے کیونکہ نہ تو حضرت عیسیٰؑ ناجائز فطرتی اور نہ مصلوب اور مقتول ہوئے تھے اور نہ حضرت عیسیٰؑ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے اور نہ تین خدا تھے جیسا کہ بعض نصاریٰ کا اعتقاد تھا۔ پس اسی اختلاف مذکورہ بالا کی وجہ سے قصہ عیسیٰؑ قرآن شریف میں مختلف مقام پر مختلف اغراض کیلئے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

الغرض چونکہ سب اعتقادات یہود و نصاریٰ محض بہتان تھے لہذا اللہ نے کسی جگہ اعتقاد یہود اور کسی جگہ نصاریٰ کی تردید فرمائی جو لوگ مذکورہ بالا اغراض کا علم نہیں رکھتے ان کو شکوک باطلہ

یہودیہ یا نصاریہ پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا اسی یہودی اعتقاد کو پکڑ کر کلمات ناشائستہ، بہتانہ، تاویلیہ، افتزائیہ، خود غرضیہ، خیالہ وہمیہ نسبت عیسیٰ اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں چنانچہ عیسیٰ کو شرابی فاحشہ عورتوں کا مال کھانے والا حتیٰ کہ ناجائز فطرتی بھی اپنی قلم سے لکھتے ہیں نعوذ باللہ

اغراض قرآنی متعلقہ مریم کا بیان

☆ غرض اول: حقیقت پیدائش مریم میں

سوال: جناب باری تعالیٰ والدہ مریم: رَبِّ اَنْتَ نَذَرْتَ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مَحْرُورًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ - فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اَنْتَ وَضَعْتَهَا اَنْتَی - (اے رب میرے تحقیق نذر کیا واسطے تیرے جو کچھ بیچ پیٹ میرے کے ہے آزاد کیا ہوا۔ پس قبول کر مجھ سے بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ پس جناس کو کہا اے رب میرے جناس لڑکی کو)

جواب: باری تعالیٰ: وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ (اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ بنا)۔

اظہار والدہ مریم: وَ لَيْسَ الذَّكْرُ كَالْاُنْثَى وَ اَنْتَ سَمَّيْتَهَا مَرْيَمَ - (اور نہیں مرد مانند عورت کے اور تحقیق میں نے نام رکھا اس کا مریم)۔

دعا والدہ مریم وقت آزادی مریم: وَ اَنْتَی اَعِيْذُهَا بِكَ وَ ذَرَّيْتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (اور بے شک میں نے پناہ دی اس کو ساتھ تیرے اور اولاد اس کی کو شیطان راندے ہوئے سے)۔

جواب باری: فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (پس قبول کیا اس کو رب اس کے نے، ساتھ قبول اچھے کے اور اگایا اس کو اگانا خوب اچھا)۔

غرض دوم: حقیقت پرورش مریم کے بیان میں

وَ كَفَّلَهَا ذَكَرِيَّا (اور سوپ دی وہ ذکر یا کو)

بیان حال احسانات باری تعالیٰ: وَ جَدَّ عِنْدَهَا رِزْقًا (پایا نزدیک اس کے رزق)

خبر سوال تعجبانہ ذکر کیا: قَالَ يَا مَرْيَمُ اَنْتِ لَكِ هٰذَا (کہا اے مریم کہاں سے آیا واسطے تیرے یہ رزق)

جواب مریم: قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (کہا مریم)

نے وہ نزدیک اللہ سے، تحقیق اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے شمار) یہی سبب ہے واسطے اولاد کے دعا مانگنا ذکر یا کا:

هنا لك دعا زكريا ربه (اس جگہ پکارا ذکر یا نے پروردگار اپنے کو)

اے ارباب بصیرت! آج کل جو لوگ مثلاً مرزا صاحب بن باپ تولد ہونا حضرت عیسیٰ کا محال جانتے ہیں حقیقت میں یہ قول یہود کا تھا جس کو پروردگار نے حضرت زکریا کی نظیر دے کر من وجہ تردید فرمائی کیونکہ عیسیٰ کی والدہ تندرست جوان تھی لیکن یحییٰ کے والدین دونوں قابل اولاد نہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کا قول بیان فرمایا:

قال رب انى يكون لى غلام وقد بلغنى الكبر و امرأتى عاقر (کہا اے میرے رب کیونکر ہوگا میرے ہاں لڑکا اور پہنچا ہے مجھ کو بڑھا پا اور بیوی میری بانجھ ہے)

جواب۔ قال كذا لك قال ربك هو على هين وقد خلقتك من قبل ولم تك شيئا (کہا اسی طرح۔ کہا رب تیرے نے وہ اوپر میرے آسان ہے اور تحقیق پیدا کیا میں نے پہلے اس سے بیشک نہ تھا تو کچھ)

افسوس حضرت یحییٰ بغیر قابلیت والدین خدا تعالیٰ کی قادریت سے پیدا ہوا اور مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کو جس کی والدہ تو صحیح المزاج تھی بن باپ پیدا ہونا نہیں مانتے بلکہ حکم خدا تعالیٰ یفعل ما یشاء جو کہ دعویٰ قادریت ایزدی ہے چھوڑ دیتے ہیں۔ افسوس پھر افسوس آپ نے سمجھا بھی نہیں۔ یہ سب آیات مذکورہ بالا سورہ آل عمران اور سورہ مریم کی ہیں۔

غرض سوم: تہمت یہود کے بیان میں

مرزا صاحب کی طرح یہود بھی مریم کو بدکار جانتے تھے جیسا کہ خدا تعالیٰ یہود کا قول بیان کرتا ہے:

قالوا يا مريم لقد جننت شيئاً فرياً. يا اخت هارون ما كان ابوك امراً سوءاً و ما كانت امك بغياً (کہا انہوں نے اے مریم البتہ تحقیق لائی تو ایک عجیب چیز۔ اے بہن ہارون کی نہ تھا تیرا باپ برا اور نہ تھی ماں تیری بدکار)۔

ہم بریت مریم دوسرے موقع پر دکھا دینگے یہاں صرف بہتان یہود اور مرزا کا دکھانا تھا۔

غرض چہارم: بریت مریم کے بیان میں

یہاں پر مریم کا قول اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

انّی یکون لی غلام ولم یمسسنى بشر ولم اک بغیاً (کیونکر ہوگا واسطے میرے لڑکا اور نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو کسی آدمی نے اور نہیں میں بدکار)۔

آیت ہذا سے صاف دو امر ثابت ہوئے کہ نہ یوسف سے نکاح ہوا اور نہ کسی کے ساتھ بدکاری کی۔ مرزا قادیانی، یہود کی طرح دونوں عیب لگاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ دعویٰ مذکورہ مریم کو تصدیق کرتا ہے:

قال کذالک قال ربک هو علیّ هین ولنجعلہ آية للناس ورحمة منا وکان امرأ مقضیاً (کہا اسی طرح۔ کہا تیرے رب نے وہ اوپر میرے آسان ہے اور تاکہ کریں ہم اس کو نشان لوگوں کیلئے اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے کام مقرر شدہ) آیت مذکورہ بالا سے چار امر ثابت ہوئے۔ اول، کسی آدمی نے مریم کو مس نہیں کیا۔ اور نہ مریم بدکار ہے۔ دوم، اللہ تعالیٰ پر بغیر باپ، بیٹا پیدا کرنا آسان ہے۔ سوم، عیسیٰ اس کی قادریت کا نشان ہے۔ چہارم، علم ازل میں یوں ہی ہونا تھا۔ ناظرین! مرزا، اعتقاد میں یہودیوں سے کم نہیں۔ مذکورہ بالا آیت سورہ مریم کی ہیں۔

غرض پنجم: اوصاف مریم کے بیان میں

واذ قالت الملائكة يا مريم انّ اللّٰه اصطفاک وطهرک واصطفاک علی نساء العالمین (جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا تجھ کو اور پاک کیا تجھ کو اور برگزیدہ کیا تجھ کو اور پر عورتوں عالمین کے) اے ارباب بصیرت آیت ہذا میں مریم کو خدا نے دو فضیلتیں بخشی ہیں۔ ایک پاکیزگی یعنی پاکدامنی، دوم برگزیدگی تمام عورت عالمین سے۔ یہ دونوں خطاب کسی عورت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اور انعام اور خوش خبری نہیں ملی۔ ہائے افسوس خدا تعالیٰ جس کی یہ فضیلت بیان فرماوے اور مرزا صاحب اس کو تہمت بدکاری کی لگاویں، سوائے خلل دماغ یا بے علمی کے اور کچھ نہیں۔

غرض ششم: بشارت تولد عیسیٰ کے بیان میں

واذ کرفی الکتاب مریم۔ اذ انتبذت من اهلها مکناً شریاً۔

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَاباً فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا . قَالَتْ ائِنِّي اَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا . قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكَ لَا هَبْ لَكَ غَلَا مًا زَكِيًّا (اور یاد کرنا بیچ کتاب کے مریم کو جب چاڑھی لوگوں اپنے سے مکان شرقی میں ۔ پس پکڑا ورے ان سے پردہ۔ پس بھیجا ہم نے طرف اس کی روح اپنے کو یعنی فرشتہ پس صورت پکڑی واسطے آدمی تندرست کے۔ کہنے لگی میں پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اگر ہے تو پرہیزگار ۔ کہنے لگا سوائے اس کے نہیں میں بھیجا ہوا ہوں رب تیرے کا، تاکہ بخش جاؤں تجھ کو لڑکا پاکیزہ)

اغراض قرآنی متعلقہ عیسیٰ کا بیان

☆ غرض اول: کیفیت تولد عیسیٰ کے بیان میں

فحملته فانبتت به مكالاً قصبياً . فاجاءها المخاض الى جذع النخلة . قالت يا ليتني مت قبل هذا وكنت نسياً منسياً . فنا داها من تحتها الا تحزني قد جعل ربك تحتك سريراً . وهزى اليك بجذع النخلة تساقط عليك رطباً جنياً (پس حاملہ ہوگئی ساتھ اس کے پس چاڑھی ساتھ اس کے مکان دور میں ۔ پس لے آیا اس کو درد زہ طرف تنے درخت خرما کے کہاے کاش میں مرگئی ہوتی پہلے اس سے اور ہوتی بھولی بھولائی ہوئی۔ پس پکارا اس کو نیچے اس کے سے، یہ کہ مت غم کھا، تحقیق کر دیا رب تیرے نے نیچے تیرے چشمہ۔ اور ہلا بیخ کھجور کے طرف اپنی، ڈالے گی اوپر تیرے کھجور تازی)

ناظرین! ما قبل کی دو آیتوں سے آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ دو احسان یعنی تازہ خرما اور چشمہ آب بھی طاقت بشری اور مرزا کے علم سے بعید ہیں۔ اگر خرما تازہ اور چشمہ احسان الہی مانا جاوے تو تولد عیسیٰ بغیر باپ ماننے میں کیا مشکل ہے۔ اصل بات یہ ہے اگر عیسیٰ کو بن باپ اور رفع الی السماء بحسد عنصری نہ مانا جاوے تو دو مشکل پیش آتی ہیں۔ ایک تو تمام معجزوں کا انکار کرنا پڑیگا جیسا کہ کھجور اور چشمہ کا یہاں خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے، یا اور مقامات میں معجزے پیغمبروں کے بیان فرمائے ہیں جیسا کہ موسیٰ کا دریائے نیل سے عبور کرنا اور فرعون کا غرق ہونا اور موسیٰ کے عصا

کا اثر دہا بننا، ہاتھ مبارک کا سفید ہونا، پتھر سے ۱۲ چشموں کا ٹکنا، ابراہیمؑ کے وجود کا آتش نمرودی کو سرد کرنا، سلیمانؑ کے مصاحبوں میں سے ایک شخص کا مطلوبہ چیز کو طرفتہ العین میں لانا، صالح کی اونٹنی کا معہ بچہ پیدا ہونا، کشف سے حضرت خضرؑ کا کشتی میں سوراخ کرنا اور لڑکے کو قتل کر ڈالنا، سلیمانؑ کا غیر جنس جانوروں سے کلام کرنا۔ لشکر جن طہور کا بھرتی کرنا، حضرت محمد ﷺ کا شق القمر کرنا، معراج بجد غصری کرنا، ان تمام مذکورہ معجزوں سے انکار کرنا پڑیگا تو پھر قرآن کا کیا حصہ رہا۔ مشکل دوم۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کو بن باپ اور رفع الی السماء بجد غصری اور مریمؑ کو بے عیب پاکدامن نہ سمجھاوے تو یہودیوں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اور نہ مباہلہ سورۃ آل عمران کا کوئی فائدہ ہے۔

غرض دوم: اوصاف عیسیٰ کے بیان میں

اذ قال لت الملائكة يا مريم ان الله يبشرك بكلمة منه المسيح عيسى بن مريم وجيهاً في الدنيا والآخرة ومن المقربين و يكلم الناس في المهد وكهلاً ومن الصالحين ويعلمه الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل ورسولاً الى بنى اسرائيل (جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ بشارت دیتا ہے تجھ کو ساتھ ایک بات کے اپنی طرف سے نام اس کا مسیح، عیسیٰ بیٹا مریم کا، آبرو والا بیچ دنیا اور آخرت کے، اور مقربوں میں سے ہے، اور کلام کرے گا لوگوں سے بیچ جمولے کے یعنی طفولیت میں اور صالحین سے ہے اور سکھاوے گا اس کو لکھنا اور حکمت یعنی خواص الاشیاء اور توراة اور انجیل اور رسول طرف بنی اسرائیل کے)

اے ارباب بصیرت یہ اوصاف حضرت عیسیٰ بن مریم کے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیات قرآنی نہیں؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اوصاف جمیلہ نہیں؟ پس جب مرزا صاحب ان اوصاف حمیدہ کو چھوڑ کر بہتان شراب، ناجائز فطرتی، فاحشہ عورتوں کے مال کھانے والا، یہودیوں کی طرح لگاتے ہیں تو آپ خود سوچ سکتے ہو کہ مرزا صاحب کو قرآن شریف کے معانی سے کہاں تک واقفیت ہے؟ کیا ایسے کلمات کہنے والا دعویٰ اسلام میں صادق ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں

غرض سوم: دعوت عیسیٰ کے بیان میں

جب حضرت عیسیٰ مامور بدعوت اسلام ہوئے تب بنی اسرائیل کو دعوت اسلام کرنے لگے

انّی قد جئتکم بآیة مّن ربکم انّی اخلق لکم من الطّین کھیئة الطّیر
فا نفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللّہ و ابری الا کمہ و الابرص و اوحی
الموتی باذن اللّہ و انبئکم بما تا کلون و ما تدّخرون فی بیوتکم انّ
فی ذلک لآیة لکم ان کنتم مو منین . و مصدقاً لما بین یدئی من
التّوراة و لاحل لکم بعض الذی حرّم علیکم و جنتکم بآیة مّن
ربکم فانّقوا اللّہ و اطیعون، انّ اللّہ ربّی و ربکم فا عبدوه هذا صراط
مستقیم . (آیا ہوں میں تمہارے پاس ساتھ نشانی رب تمہارے کے، یہ کہ میں بناتا ہوں
واسطے تمہارے مٹی سے مثل صورت جانور کی۔ پس پھونکتا ہوں میں بیچ اس کے پس ہو جاتا ہے
جانور ساتھ اذن اللہ کے، اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے اور سخت برص کو، اور زندہ کرتا ہوں
مردے کو حکم اللہ سے، اور خبر دیتا ہوں تم کو ساتھ اس چیز کے جو کھاتے ہو تم اور جو کچھ ذخیرہ
کرتے ہو تم بیچ اپنے گھروں کے۔ بیچ اسکے نشانی ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان والے۔
اور بیچ کرنے والا ہوں اس چیز کو جو آگے میرے ہے تو رات سے اور تاکہ حلال کروں میں
واسطے تمہارے بعض وہ چیز کہ حرام کی گئی ہے او پر تمہارے، اور لایا ہوں پاس تمہارے نشانی رب
تمہارے سے۔ پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا۔ بے شک اللہ رب میرا ہے اور رب تمہارا پس
عبادت کرو اس کی۔ یہی راہ سیدھی ہے)

اے ناظرین دعویٰ حضرت عیسیٰ پر غور فرماویں جو کہ خدا تعالیٰ نے حال دعوت حضرت
عیسیٰ کا قرآن میں بیان فرمایا ہے پھر مرزا، حضرت عیسیٰ کے حق میں یہود کی طرح کلمات ناشائستہ
فرماتے ہیں۔ دیکھیں یہ انکار قرآن نہیں تو کیا ہے؟

غرض چہارم: امداد انصار کے بیان میں

حضرت عیسیٰ نے جب یہود کو دعوت راہ مستقیم کی تو یہود نے ان کی تکذیب کی تب

حضرت عیسیٰ نے انصار سے امداد طلب کی:

فلما احسّ عیسی منہم الکفر قال من انصاری الی اللّہ . قال
الحواریون نحن انصار اللّہ . امنا باللّہ . و اشهد بانّا مسلمون .

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتَبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ
 (پس جب دیکھا عیسیٰ نے ان سے انکار، کہا کون ہے مدد دینے والا مجھ کو طرف اللہ کی۔ کہا
 حواریوں نے ہم ہیں انصار اللہ، ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے اور تو گواہ ہو ساتھ اس کے کہ
 ہم مسلمان ہیں۔ اے پروردگار ہمارے! ایمان لائے ہم ساتھ اس چیز کے جو اتاری تو نے اور
 پیروی کی ہم نے رسول کی۔ پس لکھ ہم کو ساتھ شاہدوں کے)

آیت ہذا سے مابعد کی آیت میں اللہ تعالیٰ مکر یہود بیان فرماتا ہے جس کے معنی مرزا
 صاحب کو خلل دماغ اور بے علمی کی وجہ سے منشاء قرآن شریف کے مطابق سمجھ میں نہیں آئے۔ اس
 بحث کو ہم دوسری جگہ مکر یہود میں دکھلاتے ہیں۔

غرض پنجم : مکر یہود کے بیان میں

غرض ہذا میں تین امور بحث طلب ہیں جب تک ان کا علم نہ ہو قرآن شریف کا مطلب
 حل نہیں ہو سکتا۔ وہ امر یہ ہیں: امر اول، زمانہ نزول قرآن شریف میں لوگوں کے اعتقاد عیسیٰ بن
 مریم کی نسبت کیا تھی؟ امر دوم قرآن شریف میں قصہ عیسیٰ کیوں آیا؟ امر سوم۔ ذکر مکر یہود سورہ آل
 عمران میں کیوں آیا؟

امر اول: زمانہ نزول قرآن میں لوگوں کے تین فریق تھے۔ بت پرست، موسائی،
 عیسائی۔ پھر بت پرست مختلف اعتقاد کے تھے جیسا کہ ہم سابقاً ذکر کر چکے ہیں اور بت پرست عیسیٰ
 کی نسبت کچھ بحث نہ کرتے تھے۔ دوم موسائی ان کے بھی مختلف فریق تھے۔ بعض عزیز کو خدا کا بیٹا
 جانتے تھے بعض درویشوں کو خدا بنا بیٹھے تھے، بعض اپنے آپ کو خدا کے دوست یا بیٹے سمجھتے تھے۔
 الغرض یہود کے بے تعداد فریق تھے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے انّ هذا القرآن یقصد علی
 بنی اسرائیل اکثر الذی ہم فیہ یختلفون (بے شک یہ قرآن بیان کرتا ہے اوپر بنی اسرائیل
 کے اکثر اس چیز کا کہ وہ بیچ اس کے اختلاف کرتے ہیں) اور عیسیٰ بن مریم کی نسبت تہمت فطرت ناجائز
 و بدکاری لگاتے تھے جس کو ہم غرض سوم تہمت یہود میں بیان کر چکے ہیں۔ اور بعض مقتول اور بعض
 مصلوب ہونا بھی یقین کرتے تھے۔ دوم عیسائی، ان کے بھی بہت فریق تھے۔ ایک وہ جو عیسیٰ کو خدا
 کا بیٹا جانتے تھے دوسرے وہ جو عیسیٰ کو خود خدا ہی مانتے تھے تیسرے وہ جو تثلیث کے قائل تھے۔
 چوتھے وہ جو عیسیٰ بن مریم کو یوسف کا بیٹا سمجھتے تھے۔ پانچویں وہ جو مریم کا باپ ہیلمی سمجھتے تھے۔ چھٹے

وہ جو مریم کا باپ عمران سمجھتے تھے، لیکن قرآن شریف عمران ہی کو ثابت کرتا ہے۔ پس ناظرین کو دو امر ثابت ہو گئے ہوں گے۔ اول یہ کہ ہر سہ فریق مشرک، یہود، نصاریٰ، میں سے توحید پر کوئی بھی ثابت قدم نہ تھا۔ دوم اصل واقعہ عیسیٰؑ میں کئی طرح کے اختلاف کئے ہوئے تھے جن کی تردید میں اللہ نے واقعہ عیسیٰؑ کی اصلیت بیان فرمائی۔ یہی وجہ نزول قرآن شریف ہے:

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَاتُ . رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ (نہ تھے وہ لوگ جو کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرک بازرہنے والے یہاں تک کہ آوے ان کے پاس دلیل روشن۔ پیغمبر، خدا کی طرف سے پڑھتا ہوا صحیفہ پاکیزہ۔ بیچ ان کے ہیں کتابیں قائم کرنے والی دین کو)۔

امر دوم: قصہ عیسیٰؑ قرآن شریف میں کیوں آیا، اس کی وجہ اختلاف مذکورہ بالا ہے۔ امر سوم: ذکر مکر یہود سورہ آل عمران میں کیوں آیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اعتقادات باطلہ یہود و نصاریٰ جو کہ حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ کی نسبت رکھتے تھے سورہ آل عمران میں ان کی تردید معہ اصل واقعہ اللہ نے بیان فرمائی۔ مثلاً شروع آل عمران میں صفت حی قیوم اپنی بیان کی جو یہ صفت نہ ہی عیسیٰ کو نہ ہی مریم کو اور نہ ہی عزیر کو حاصل تھی۔ پس ثابت ہو گیا کہ ہر سہ اشخاص بندگان خدا میں سے تھے۔ اس کے بعد قرآن شریف کی تعریف فرمائی کہ یہ مصدق ہے تورات اور انجیل کا اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ فرقان ہے یعنی فرق کرنے والا تحریفوں کا جو یہود اور نصاریٰ نے تورات اور انجیل میں کی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بات زمین کی مخفی نہیں۔ اس کے بعد فرمایا اللہ وہ ذات ہے جو تمہاری صورتیں بناتا ہے بیچ رحم کے جس طرح چاہتا ہے۔ یہ اشارہ ہے حضرت عیسیٰؑ کی طرف۔ یہ دونوں تو میں یہود اور نصاریٰ افراط و تفریط کرتی تھیں یعنی یہود حضرت عیسیٰؑ کو ناجائز فطرتی امر مریم کو بدکار سمجھتے تھے اور بعض نصاریٰ برخلاف ان کے عیسیٰؑ کو خدا اور کوئی خدا کا بیٹا کوئی تثلیث مانتے تھے۔ نتیجہ بحث کا یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے رحم میں صورت دے دیتا ہے بن باپ، با باپ، ہر طرح سے قادر ہے۔ نہ عیسیٰؑ ناجائز فطرتی ہے اور نہ اس کا باپ یوسف ہے۔ علیٰ ہذا تین رکوع آل عمران تک مختلف طرح پر تردید یہود و نصاریٰ بیان فرمائی اور رکوع چہارم میں پروردگار نے اصل واقعہ عیسیٰؑ و مریمؑ شروع فرمایا اس طرز پر کہ جس طرح تاریخ بیان کی جاتی ہے۔ فرمایا بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام لوگوں پر برگزیدہ کیا۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ اول آدمؑ جد پیغمبران تھے اس کے بعد نوحؑ اس کے بعد ابراہیمؑ بعدہ جتنے پیغمبر ہوئے آل ابراہیم سے ہوئے اور اس کے بعد آل عمران کو بیان فرمایا۔ عمران نام ہے والد مریم کا جس کو بعض یہودی و نصاریٰ ہیلی بھی سمجھتے ہیں جو آج کل بھی مریم کے باپ کا نام ہیلی مشہور ہے۔ ایک اختلاف تو اللہ تعالیٰ نے والد مریم کے نام سے رد کیا اس کے بعد والدہ مریم کا قول بیان فرمایا اور اس میں تمام کیفیت نذر ماننے والدہ مریم کی جو کچھ جواب و سوال اس وقت ہوئے تھے معہ قبول نذر بیان فرمائی۔ اس کے بعد مریم کی پرورش کا حال جو کہ ذکر یا کفیل ہوا تھا بیان فرمایا، نیز تولد بچی کی بھی پوری کیفیت بیان فرمائی جو کہ عیسیٰ کی پیدائش سے کم نہیں۔ اس کے بعد رکوع پنجم میں حضرت مریم کی تعریف شروع فرمائی اس کے بعد اپنے مامور آنحضرت ﷺ کی تصدیق فرمائی ذلک من انباء الغیب نو حیہ الیک۔ اس کے بعد وہ زمانہ بیان فرمایا جس وقت حضرت مریم کو بذریعہ وحی تولد عیسیٰ کی خبر دی گئی تھی۔ اس کے بعد عیسیٰ کے اوصاف بیان فرمائے۔ اس کے بعد عیسیٰ کی دعوت جو بنی اسرائیل کو تھی، بیان فرمائی۔ لیکن بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ کی تکذیب کی۔ اس کے بعد پروردگار نے حال بیان فرمایا جب کہ عیسیٰ نے بنی اسرائیل کی تکذیب دیکھی تو انصار سے مدد طلب کی، نیز انصار کی مدد کا حال بیان کیا۔ آخر اس آیت کے بیان فرمایا کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کے قتل کرانے کی تدبیریں کیں مگر میں بہتر تدبیر کرنے والا ہوں، اس کے بعد رکوع ششم آل عمران میں وہ خبر دی جو کہ مکہ یہود کے وقت پروردگار نے عیسیٰ کو فرمائی تھی جس سے رفع الی السماء بجمہد عنصری ثابت ہوتا ہے جو کہ عنقریب ہم انشاء اللہ ناظرین کو دکھائیں گے۔ اس کے بعد پھر مامور آنحضرت ﷺ کی تصدیق فرمائی ذلک ننتلوہ علیک من الآیات و الذکر الحکیم۔ اس کے بعد بیان فرمایا کہ پیدائش عیسیٰ میرے نزدیک مثل بابا آدم کی ہے۔ ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ بعض لوگوں نے (مثل سرسید احمد) آدم کے معنی عام انسان کے لئے ہیں مگر وہ صحیح نہیں اس لئے کہ جہاں ذکر انسان کا قرآن میں آتا ہے وہاں لفظ انسان سے اللہ نے یاد فرمایا:

فَا مَّ اَلَا نَسَان اِذَا مَا بَتَلَاہ ، یَا اِیہَا الْاِنْسَان مَا غَرَّکَ ... ، ہل

اتی علی الْاِنْسَان حِیْنَ مِّنَ الذَّہْرِ ... اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نَطْفَةٍ ۔

۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ، اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُودٌ

الغرض تمام قرآن میں پروردگار نے انسان کا لفظ عام آدمی کے واسطے بیان فرمایا۔ اور

لفظ آدم تمام قرآن میں بابا آدم کے واسطے استعمال فرماتا ہے۔ اب ہم اس دعویٰ کو قرآن شریف سے ثابت کر کے دکھلاتے ہیں کہ لفظ آدم مخصوص ہی ساتھ بابا آدم کے ہے دیکھو اللہ فرماتا ہے:

ان اللہ اصطفیٰ آدم؛ و علم آدم الاسماء؛ قال یا آدم؛ و اذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا؛ و قلنا یا آدم اسکن؛ فتلقى آدم من ربہ؛ یا بنی آدم قد انزلنا علیکم؛ یا بنی آدم لا یفتنکم الشیطان؛ یا بنی آدم خذوا زینتکم؛ یا بنی آدم اما یتینکم؛ و لقد عهدنا الی آدم؛ یا آدم ان هذا؛ یا آدم هل ادلک

و عصى آدم (طہ)

یہ تمام مثالیں اسم آدم کی جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے لفظ آدم بابا کے لئے مذکورہ بالا مقامات میں بیان نہیں فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے انّ مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم سے عام آدمی یا انسان نطفی خلقت سے مراد لیا ہے انہوں نے علانیہ غلطی کی، صرف غلطی ہی نہیں بلکہ تکفیر کی۔ کیونکہ ان کو اس غلطی پر یہ بھی کہنا پڑا کہ عیسیٰ بن باپ نہیں بلکہ یوسف کا بیٹا ہے معاذ اللہ۔ اب پھر بحث وہی پہلی ناظرین کو دکھاتے ہیں انّ مثل عیسیٰ کے بعد اللہ نے فرمایا: الحقّ من ربّک فلا تکننّ من الممترین۔ ناظرین، الحقّ کا الف لام جنس کا ہے جس سے مراد تمام قصہ عیسیٰ جو بیان ہوا ہے حق اور سچ ہے۔ یعنی عیسیٰ پیغمبر بن باپ معجزوں کے دکھانے والا، نہ مقتول ہوا نہ مصلوب۔ لیکن یہود نے بھی مرزا صاحب کی طرح انکار کیا لہذا اس آیت کے بعد حکم مباہلہ ہوا لیکن انہوں نے مباہلہ بھی نہ مانا۔ پھر اس کے بعد پروردگار نے آنحضرت ﷺ کو حکم فرمایا کہ کہدے مخالفوں کو کہ اگر اصل واقعہ عیسیٰ نہیں مانتے اور اپنے اختلاف کو نہیں چھوڑتے اور مباہلہ بھی نہیں کرتے تو آئیں طرف ایک بات جو کہ وہ توحید ہے۔ مگر پھر بھی حق کی طرف نہ آئے اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے حق میں جھگڑنے لگے کیونکہ یہود اپنے آپ کو ابراہیمی مذہب پر سمجھتے تھے علیٰ ہذا عیسائی۔ اس کے جواب میں پروردگار نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نہ مذہب یہودی پر ہے نہ نصاریٰ پر۔ اس کے بعد کئی طرح ہوتا ہوتا، دس رکوع آل عمران تک چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد پروردگار مسلمانوں کو مخاطب کر کے احکام بیان فرماتا ہے۔ الغرض منجملہ اختلافات یہود و نصاریٰ میں مقتول و مصلوب ہونا حضرت عیسیٰ کا جو کہ فی الحقیقت خلاف اصل بلکہ جھوٹ تھا، خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اب ہم پہلے ثبوت دینے

اختلاف جھوٹ یہود و نصاریٰ کے قرآن کا خلاصہ مضمون جو کہ ماقبل مکر یہود کے ہے بیان کرتے ہیں۔ اللہ نے قرآن میں عیسیٰ کی دعوت جو کہ وہ یہود کو کرتے تھے اس طرح بیان فرمائی ہے:

پیشک میں لایا ہوں تمہارے پاس نشان پیغمبری کے رب تمہارے سے۔ وہ نشان یہ ہے پیشک میں پیدا کرتا ہوں واسطے تمہارے مٹی سے صورت جانور کی پس پھونکتا ہوں میں بیچ اس کے یعنی روح۔ پس ہو جاوے گا جانور خدا کے حکم سے (نشانی یعنی معجزہ) اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھوں کو اور سخت برص کو۔ بے شک زندہ کرتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے اور خبر دیتا ہوں تم کو ماکول تمہاری اور جو کچھ کہ ذخیرہ کرتے ہو تم گھروں میں۔ آخر عیسیٰ نے فرمایا بے شک بیچ مذکورہ معجزوں کے ضرور نشانی ہے واسطے تمہارے (یعنی نشانی پیغمبری میری کی) اگر تم ایمان لانے والے (یعنی میری پیغمبری پر)

اس کے بعد عیسیٰ نے کہا بے شک میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کا اور میں پیغمبر اس لئے ہوا ہوں تاکہ حلال کروں واسطے تمہارے بعض اس چیز کا جو حرام کی گئی ہیں اوپر تمہارے یعنی یہودی شریعت میں بوجہ نافرمانی ان کی کے خدا تعالیٰ نے احکام سخت کئے ہوئے تھے جیسا کہ سورہ اعراف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ذلک جزینا ہم ببغیہم وانا لصادقون۔

اور سورہ نساء میں فرماتا ہے: و اخذنا منهم میثاقاً غلیظاً۔ فبما

تقتضہم میثاقہم و کفرہم بآیات اللہ .. الخ

اس کے بعد حضرت عیسیٰ نے کہا میں لایا ہوں تمہارے پاس حکم رب تمہارے کے پس ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اس واسطے کہ بے شک اللہ رب میرا اور رب تمہارا ہے یعنی عبادت اس کی کرو۔ حضرت عیسیٰ نے یہ کیوں کہا کہ بعض یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بعض درویشوں کو خدا بناتے تھے۔ اس کے بعد کہا کہ یہی صراط مستقیم ہے۔

ناظرین یہ جو مذکور ہوا ہے پروردگار نے حال دعوت عیسیٰ بیان فرمایا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ وہ خبر دیتا ہے جو کہ یہود نے انکار کی تھی: فلما احس عیسیٰ منهم الکفر یعنی انکار پیغمبری عیسیٰ۔ اس کے بعد عیسیٰ نے کہا انصار کو، کون مدد دینے والا ہے مجھ کو طرف اللہ کی؟ الغرض انصار نے اقرار کیا کہ ہم مددگار ہیں اور ایمان لانے والے ہیں خدا پر اور تیری پیغمبری پر۔ اس کے بعد پروردگار وہ خبر بیان فرماتا ہے کہ جو یہود نے عیسیٰ کے قتل کرانے کے لئے تجویز کی تھی۔

اب ہم تجویز یہود بیان کرتے ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ کی ہدایت راہ مستقیم سے یہود

نے انکار کیا تب علماء یہود نے اس وقت کے حکمران کو کہا کہ عیسیٰؑ ناجائز فطرتی کذاب دعویٰ پیغمبری کرتا ہے اور احکام توراہ کو چھوڑتا ہے۔ پس حکمران نے عیسیٰؑ کو سولی دینے کا حکم دیا لیکن پروردگار نے عیسیٰؑ کو بحسد عنصری آسمان پر اٹھالیا۔ اور عیسیٰؑ کے شبہ میں میں ایک اور شخص پکڑا گیا اور وہ سولی بھی دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل بعض نصاریٰ بھی عیسیٰؑ کو سولی دیئے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ ان کی انجیلوں میں لکھا ہوا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی اختلاف لکھا ہے کہ عیسیٰؑ سولی پر فوت نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰؑ سولی پر بے ہوش ہو گئے۔ اور میعاد مقررہ پر سولی سے اتار لئے گئے تب ان کو دفن کیا گیا حسب حکم حکمران کے، پھر حواریوں نے عیسیٰؑ کو رات کے وقت قبر سے نکال لیا پھر وہ اپنی طبعی موت سے مرے۔ مگر اس اعتقاد نصاریٰ پر تین اعتراض ہیں۔ اول اگر فی الواقع عیسیٰؑ سولی دیئے گئے ہوتے تو خدا تعالیٰ نے و ما صلبوه کیوں فرمایا۔ دوم ذکر مکر یہود میں کیوں فرمایا و اللہ خیر الما کرین۔ سوم قصہ پیدائش وغیرہ کا خدا نے بیان فرمایا اور مر جانے اور دفن کا کیوں نہ فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا و مرشد مرزا، جس کی کتابوں سے مرزا نے اپنا مذہب خود تراش کیا ہے، غرض قصہ عیسیٰؑ سے بلکہ قرآن شریف سے یقیناً ناواقف ہیں۔ اب ہم دلائل بینہ نہ مرنے عیسیٰؑ کے اور بحسد عنصری آسمان پر چڑھائے جانے کے ناظرین کو دکھلاتے ہیں وہ دلائل یہ ہیں:

دلیل اول: رکوع چہارم آل عمران جس قصہ عیسیٰؑ سے شروع ہوتا ہے رکوع چھ تک جہاں قصہ عیسیٰؑ کا ختم ہوتا ہے تمام وقف کافی ہے۔ کافی وہ وقف ہوتا ہے جسکے ماقبل اور مابعد کا مضمون ملتا ہو۔ علی ہذا وقف و مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الما کرین پر وقف کافی ہے

دلیل دوم: مکر یہود کے بعد اللہ تعالیٰ دعویٰ خیر الما کرین کا فرماتا ہے: و اللہ خیر الما کرین۔ اگر عیسیٰؑ کو سولی دیئے جانے یا مر جانے کا یقین کیا جاوے تو یہ دعویٰ ایزدی و اللہ خیر الما کرین کا کوئی معنی نہیں۔

دلیل سوم: جہاں آیت و اللہ خیر الما کرین ختم ہوتی ہے اور آیت اذ قال اللہ شروع ہوتی ہے کوئی عطف نہیں بلکہ اذ ظرفیہ (تفسیریہ) ہے جس کا ظرف وہ وقت ہے جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو مکر یہود سے بچایا۔

دلیل چہارم: اذ قال اللہ یا عیسیٰؑ میں آنحضرت ﷺ کو مکر یہود کی خبر دی ہے یعنی آیت ہذا و اللہ خیر الما کرین کی تفسیر ہے۔

دلیل پنجم: انی متوفیک جو ایک جملہ خبریہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معنی اس

کا اٹھانے کے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے آگے کسی پیغمبر کو مرنے کی اطلاع نہیں دی۔

دلیل ششم: ورافعک میں وادعطف تفسیری ہے جسکے معنی ہیں: اٹھالینے والا ہوں تجھ کو

دلیل ہفتم: ورافعک میں کاف خطاب کا ہے خطاب جسم مع الروح کو ہوتا

ہے نہ صرف روح کو۔ دیکھو مثال قرآنی والدہ عیسیٰ: یا مریم ان اللہ اصطفاک

وطهرك واصطفاك؛ اذا وحينا الى امك ما يوحى

دلیل ہشتم: کلمہ الی سے ثابت ہے کہ عیسیٰ زندہ خدا نے اپنی طرف اٹھائے ورنہ

الی کی ضرورت نہ تھی۔

دلیل نہم: ومطهرک میں دو دلیلیں ہیں اٹھالینے کی۔ اول مطهرک کے اس مقام

پر بچالینے کے ہیں نہ پلیدی سے پاک کرنے کے۔ دوم کاف خطاب کا ہے جسم مع الروح کے

واسطے ہوتا ہے۔

دلیل دہم: من الذین کفروا میں من نسبتیہ ہے الذی موصولہ ہے کفروا سے وہ

یہود مراد ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ مکر یعنی تدبیر پھانسی کی کرائی تھی۔ ایضاً دیکھو و

جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ آیت ہذا سے صاف

ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہی آسمان پر ہیں اور پھر آئینگے کیونکہ آیت ہذا میں اللہ، حضرت

عیسیٰ کو خوش خبری دیتا ہے کہ تیری پیروی کرنیوالے لوگ تیرے مخالفوں پر قیامت تک غالب رہینگے

اگر زندہ آسمان پر نہ چڑھائے جاتے تو آیت ہذا سے خوشخبری دینے کا کوئی معنی نہیں۔ ضرور ہی آویں

گے۔ تصدیق آیت ہذا دیکھو وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون لهذا اللہ نے

پہلی آیت میں قیامت کا لفظ فرمایا۔

دلیل یازدہم: عطف ثم۔ یہ عطف تراخی کا ہے... یہود جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ

دربارہ مقتول و مصلوب عیسیٰ کے جھگڑا کرتے تھے ان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

ثم الی مرجعکم فا حکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون

آیت ہذا میں سب ضمیر مخاطب کے ہیں۔ اس سے ذرہ بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ آیت

جس میں ہم بحث کر رہے ہیں وہ یہودی مخاطب ہیں جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ مقتول یا مصلوب

ہونے عیسیٰ کے بارہ میں جھگڑا کرتے تھے۔

دلیل دوازدہم: فیما کنتم فیہ تختلفون۔ آیت ہذا میں فیہ میں جو ضمیر ہے

مرجع اس کا مکر یہود ہے اور تختلفون سے صاف ثابت ہے کہ یہود نے اپنا اختلاف جو کہ وہ بعض مقتول ہونا عیسیٰ کا اور بعض مصلوب ہونا یقینی امر جانتے تھے اس اعتقاد سے باز نہ آئے۔

دلیل سیزدہم: فا الذین کفروا سے صاف ثابت ہے کہ جو لوگ بعد سمجھانے آنحضرت ﷺ کے اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے ان کے لئے وعدہ عذاب کا پروردگار نے فرمایا جیسے کہ آیت ہذا میں ہے: فا عدّ بہم عذاباً شديداً۔

دلیل چہار دہم: واما الذین آمنوا سے مراد ایمان لانا اس بات پر کہ حضرت عیسیٰ نہ مقتول ہوئے نہ مصلوب۔

دلیل پانز دہم: ذلك نلتوه عليكم من الآيات و الذکر الحکیم اگر متوفی کا معنی فوت ہونا لیا جائے تو مسلمانوں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں اور نہ کوئی آیت ہذا کا فائدہ ہے دلیل شانز دہم: فمن حاکک فیہ .. الخ۔ آیت ہذا مباہلہ کی آیت ہے اور فیہ کا ضمیر کا مرجع وہی اختلاف مکر یہود وغیرہ ہے اگر یہود اپنے اعتقاد مقتول اور مصلوب سے باز آتے اور حضرت عیسیٰ کو بن باپ سمجھتے تو مباہلہ کی ضرورت نہ تھی۔

دلیل ہفدہم: ان هذا لہو القصص الحق (اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ وہ سچے قصے ہیں) آیت ہذا ما بعد اتمام واقعات تردید اختلاف یہود و نصاریٰ جو کہ نسبت عیسیٰ اور مریم کے کرتے تھے بطور فیصلہ کلی مقولہ منجان باری تعالیٰ بیان ہوا ہے۔ یعنی عیسیٰ بن باپ ہے اور مریم مس شیطان سے پاک ہے۔ حضرت عیسیٰ نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب۔ بلکہ بجسد غضری آسمان پر چڑھائے گئے اگر حضرت عیسیٰ کو سولی دیا جانا یا قتل کیا جانا یا یوسف کا بیٹا قرار دینا صحیح ہوتا تو آیت ان هذا لہو القصص الحق کا کوئی معنی نہیں کیونکہ ہذا کا مشار الیہ اور ہو کا مرجع وہی بیان جو رکوع سوم سورۃ آل عمران سے شروع ہو کر رکوع ششم تک یعنی آیت ہذا، جس میں ہم بحث کر رہے ہیں، پر ختم ہوا ہے حق اور سچ ہے۔

دلیل ہش دہم: وما قتلوه و ما صلبوه .. الخ، پروردگار نہ فرماتا۔
دلیل نوز دہم: بل رفعہ اللہ۔ اگر حضرت عیسیٰ کو بجسد غضری رفع الی السماء نہ سمجھا جاوے تو آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

دلیل بستم: وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ اگر حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر نہ سمجھا جاوے تو آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

دلیل بست وکیم: واذ کففت بنی اسرائیل عنک: آیت ہذا میں دو دلیلیں ہیں ایک: حضرت عیسیٰ، مکر یہود سے بچ گئے۔ دوم: زندہ ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے عنک فرمایا ہے۔ کاف خطاب جسم مع الروح کی واسطے ہوتا ہے نہ صرف روح پر۔

دلیل بست و دوم: وانه لعلم للساعة۔ فلا تمترن بها و اتبعون۔ آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول، حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر ہیں۔ دوم، ان کا پھر آنا قیامت کی نشانی ہے۔ سوم، زمانہ آنحضرت ﷺ کے یہود حضرت عیسیٰ کے زندہ اور پھر آنے پر مرزا صاحب کی طرح انکار کرتے تھے لہذا پروردگار نے فرمایا فلا تمترن بها ضمیر بها کا مرجع علامت ہے نہ نفس عیسیٰ۔

دلیل بست سوم: وجعلناها و ابنها آية للعالمین سے صاف ثابت ہے کہ عیسیٰ بن مریم بغیر باپ پیدا ہوئے اور زندہ آسمان پر ہیں ورنہ آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

بحث توفی

اب ہم لفظ متوفی پر بحث کرتے ہیں جس کے معنی مرزا صاحب فوت ہونا حضرت عیسیٰ کا سمجھتے ہیں۔ لفظ متوفی کے بہت معنی ہیں جیسا کہ

قل یتوفاکم ملک الموت الذی .. الخ۔
و الذین یتوفون منکم و یذرون ازواجاً
ان دونوں مقاموں پر صاف موت کا معنی ہے۔

ایضاً: هو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنہار .. الخ۔
آیت ہذا سے ثابت ہے کہ لفظ یتوفی نیند کے معنی پر آیا ہے۔

ایضاً: فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت
آیت ہذا میں صاف ثابت ہے کہ یتوفی پورا لینے پر بولا گیا ہے جو حقیقی معنی ہیں اگر موت کا معنی لیا جاوے تو لفظ موت لفظاً موجود ہے اور اگر ایک ہی معنی دونوں کا سمجھا جاوے تو بلاغت کے برخلاف ہے کیونکہ تکرار آتا ہے۔ الغرض توفی کے تین معنی ثابت ہوئے۔ پورا لینا حقیقتہ، موت مجازاً اور نیند مجازاً۔

اب ہم آیت مکر یہود بیان کرتے ہیں:-

و مکروا - معنی اس کے یہ ہیں، اور تدبیر کی انہوں نے - یعنی یہود نے قتل کرانے یا سولی چڑھانے عیسیٰ کی -

و مکر اللہ - اس کا معنی یہ ہے، اور تدبیر کی اللہ نے، یعنی عیسیٰ کے بچاؤ کی -
و اللہ خیر الما کرین - اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والوں کا ہے -

اس کے بعد کی آیت ہے اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیٰ و مطہرک .. الخ - چونکہ متوفی کا معنی مارنے والا بھی ہے لہذا پروردگار نے اس ابہام کو داؤء عطف تفسیری سے رفع کیا جس کے یہ معنی ہیں یعنی اٹھانے والا ہوں تجھ کو - و مطہرک کے معنی اس مقام پر بچانے کے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و اذ کففت بنی اسرائیل ... ، اور من الذین کفروا سے ثابت ہوتا ہے حقیقت میں آیت اذ قال اللہ یا عیسیٰ تفسیر ہے آیت ما قبل و مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الما کرین کی -

یاد رہے کہ مرزا صاحب نے اپنی بعض تحریروں میں لفظ توفی پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی دھوکہ دیا ہے کہ صحیح بخاری میں ابن عباسؓ کا مذہب متوفی بمعنی ممیتک ہے - بے شک یہ ٹھیک ہے مگر گفتگو اس میں ہے کہ اپنی تفسیر میں انہوں نے لکھا ہے کہ متوفیک و رافعک میں تقدیم و تاخیر ہے کیونکہ حرف واؤ مطلق جمع کے لئے آتا ہے نہ ترتیب کے لئے چنانچہ مختصر معانی و مطول وغیرہ کتب میں لکھا گیا ہے - پس ابن عباسؓ کا مذہب متوفیک ممیتک درست ہوا کیونکہ خدا مسیح کو آسمان پر سے نازل کر کے وفات دے گا - ابن عباسؓ کا مذہب دربارہ نزول مسیح از آسمان مرزا صاحب کی تمام قلعی کو کھول دیتا ہے جس سے ان کی تمام شیخی کرکری ہو جاتی ہے - اگر کوئی جاہل یوں بننے لگے کہ خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ تقدیم و تاخیر سے دھوکہ دیا جاتا ہے - سو اس کا جواب یہ ہے کہ دھوکہ صرف انہیں ہوتا ہے جو اصول عربیت سے ناواقف ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں ہیں - دیکھو مریمؑ کو حکم ہوتا ہے و اسجدی و ارکعی - پھر دوسری جگہ فرماتا ہے نموت و نحییٰ حالانکہ قیاس ہر دو مثالوں میں برخلاف تھا - واضح رہے کہ اس قسم کا تقدم و تاخر بھی کئی فوائد پر مشتمل ہوتا ہے جو علم بلاغت والے جانیں مرزائیوں کو کیا خبر - لیکن مرزا صاحب بوجہ بے علمی اپنی کے لفظ متوفی کا معنی مارنے والا حضرت عیسیٰؑ کا لے کر دعویٰ مسیح موعود کا بنا بیٹھے تب اس میں مرزا صاحب کو یہ مشکل درپیش ہوئی کہ عیسیٰؑ کی قبر بھی کہیں تلاش کی جائے تو بہتر ہے عرصہ دراز تک آپ کو یہ تلاش دامن گیر رہی آخر آپ کو کہیں سراغ ملا کہ کشمیر میں ایک قبر بنام یوز

آسف یعنی بگمان مرزا صاحب یسوع مشہور ہے۔ اس پر آپ کو موقع مل گیا کہ اسی قبر کو عیسیٰ ابن مریم کی قبر مشتہر کیا جائے چنانچہ اس بہتان کو شائع بھی کر دیا۔ افسوس جب کوئی انسان جھوٹا دعویٰ عدالت میں دائر کرتا ہے تب اس کو کئی جھوٹی شہادتیں اور موقعہ بنانے ہی پڑتے ہیں۔ مرزا صاحب آپ کی تحریر ایک میری نظر سے گذری ہے جس میں ایک شخص مخاطب تھا اس تحریر میں آپ نے لکھا ہے کہ اگر تم عیسیٰ ابن مریم کو زندہ قرآن شریف سے ثابت کر دو تو میرے سب دعویٰ باطل ہو جائیں گے لہذا خاکسار عرض کرتا ہے کہ اب آپ مشتہر کر دیوں کہ میرے سب دعویٰ باطل ہیں دیکھو مرزا صاحب ویل لکل افانک اٹیم یسمع آیات اللہ تتلی علیہم ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعها فبشرہ بعذاب الیم

ہم اب حواریوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے حواریوں میں حکیم مولوی نور الدین ہیں۔ انہوں نے دعویٰ حواریت مرزا صاحب میں دو غلطیاں کی ہیں۔
 اول۔ لفظ حواری عبرانی ہے۔ معنی اس کا دھوبی ہے۔ بے شک آپ دھوبی نہیں، لہذا حکیم صاحب کا یہ دعویٰ صحیح نہیں۔

دوم۔ مرزا صاحب عیسیٰ بن مریم نہیں جو حکیم صاحب ان کے حواری بن سکیں، صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے، ثبوت نہیں۔ کیا کوئی آج کل عیسائی مذہب اختیار کرے تو حواری بن سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ جو لوگ زمانہ موجودگی عیسیٰ میں ان پر ایمان لائے تھے ان کو بھی حواری نہیں کہا جاتا تھا بلکہ حواری وہی دھوبی تھے جو پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے۔ اور حضرت عیسیٰ کو اسلام میں مددی ان کا خطاب ہے، ہم اس خطاب کو قرآن شریف سے ثابت کرتے ہیں۔

دو حواری عیسیٰ نے شہر انطاکیہ میں بغرض تو حید پھیلانے کے بھیجے: اذ ارسلنا الیہم اثنتین فکذبوہما۔ لیکن شہر والوں نے ان کی تکذیب کی۔ پھر تیسرا حواری بھیجا: فعززنا بثالث۔ خلاصہ بحث ہذا کا یہ ہے کہ ایک آدمی اس شہر میں سے اول اول حواریوں کی تلقین سے خدا پر ایمان لایا جس کی خبر اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے دیکھو: و جاء من اقصى المدینة رجل یسعی قال یا قوم اتبعوا المرسلین.. الخ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس شخص ایمان لانے والے پر بھی لفظ حواری استعمال نہ فرمایا جس سے صاف ثابت ہے کہ حواری وہی دھوبی تھے جو اول حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے اور تو حید پھیلانے میں مددی۔ پس ثابت ہوا کہ نہ مرزا صاحب عیسیٰ ہیں نہ حکیم صاحب حواریت کا کوئی استحقاق رکھتے ہیں بلکہ بخیاں خود وہ مسیح ہیں اور حکیم صاحب

حواری۔ نیز حکیم صاحب بخیاں خود سرگروہ انصار مرزا صاحب اور مہاجر بھی ہیں لیکن مرزا صاحب اور انصار کی برکت سے اسلام کو یہ فائدہ تو بیشک ہوا کہ پندتوں اور عیسائیوں نے اسلام اور بزرگان اسلام کی اپنی تصانیف میں سخت جھوٹ لکھیں اور گالیاں دیں۔ میرے محسن حکیم صاحب دیکھو خدا تعالیٰ کیا فرماتا ہے: **و من اظلم ممن افترى على الله كذبا**۔ او قال او حى المي و لم يوح اليه نشيء و من قال سا نزل مثل ما انزل الله۔ (انعام) حکیم صاحب دعویٰ حواریت تو آپ کسی طرح کر ہی نہیں سکتے۔ رہا دعویٰ انصاریت، لیکن وہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ لفظ انصار جہاں قرآن شریف میں آتا ہے وہاں مراد ان لوگوں سے ہوتی ہے جو کہ پہلے کافر تھے پھر وہ ایمان لائے خدا اور رسول پر، پھر انہوں نے پیغمبر ﷺ کو مدد دی تو حید پھیلا نے میں۔ کس طرح کی مدد، یا تو تلوار سے مخالفوں کو مارا، یا مالی مدد دی۔ پھر کب جب کہ حضرت ﷺ پر نہایت تنگی کا وقت تھا دیکھو:

لقد تاب الله على النبي والمهاجرين و الانصار اتبعوه فى ساعة العسرة من بعد ما كاد يزيغ قلوب فريق منهم ثم تاب عليهم۔ چونکہ آپ مسلمان ہی پیدا ہوئے ہیں کیونکہ آپ کے والدین خاندانی مسلمان تھے پھر آپ نے کوئی مدد فی سبیل اللہ پیغمبر ﷺ کو مالی یا بدنی نہیں دی۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کا دعویٰ انصاریت بھی غلط ہے۔

حکیم صاحب نے دعویٰ مہاجریت میں بھی دو غلطیاں کی ہیں۔ اول مہاجر اصطلاح اسلام یا یوں کہو کہ قرآن شریف میں ان شخصوں پر بولا جاتا ہے جنہوں نے پیغمبر ﷺ کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کی تھی۔ غلطی دوم، جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، ان کو اصحاب بھی بولا جاتا ہے۔ حکیم صاحب نے نہ تو حضرت کیساتھ ہجرت کی نہ اصحابی کا خطاب پایا، نہ پہلے سے مکہ کے رہنے والوں کی طرح کافر تھے بلکہ قدیمی مسلمان خاندانی شہر بھیرہ کے باشندے، نہ مکہ کے، پھر جموں سے قادیان میں آنا بھلا ہجرت اصحاب کے ساتھ کیا مشابہت رکھتا ہے۔ دیکھو تعریف مہاجروں کی اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: **و الذين آمنوا من بعد و هاجروا و جا هودا معكم فاولئك منكم**۔ کیا کوئی بوالہوس اپنا نام احمد یا محمد مشہور کرے تو وہ پیغمبر ہو سکتا ہے؟ کیا حکیم نام رکھنے سے حکمت آسکتی ہے؟ کیا مولوی نام رکھنے سے علم پڑھا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حکیم صاحب معانی قرآن شریف کو سمجھتے ہیں اور نہ ان کے پیر مرشد مرزا صاحب۔ اور دیکھئے شروع قرآن مجید میں پروردگار فرماتا ہے: **اياك نعبد و اياك نستعين**۔ اگر ہر دو صاحب ایاك نعبد و اياك نستعين کے معنی سمجھتے تو نہ مرزا صاحب

دعاویٰ افترائی کرتے اور نہ حکیم صاحب دعویٰ حواریت انصاریت مہاجریت - کوئی شک نہیں کہ آیات ہذا حکیم صاحب و مرزا کے حسب حال ہیں اتا مرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم تتلون الكتاب افلا تعقلون ..، و لا تلبسوا الحق بالباطل و تکتبوا الحق و انتم تعلمون -

یاد رہے کہ ہم نے اس غرض کے متعلق آیات بلکہ تمام اغراض کے متعلقہ آیات کل بیان نہیں کئے صرف بطور نمونہ دکھلائے گئے ہیں اگر ایک غرض کے تمام آیات اور تفصیل بھی پوری کی جاوے بموجب منشاء قرآن شریف کے، تو ایک غرض سے ہی کتاب بنتی ہے۔

غرض ششم: اختلافات یہودی فی القتل والصلب کے بیان میں

ناظرین گو غرض پنجم مکر یہود میں عیسیٰ کا رفع الی السماء بجد غصری ثابت کر چکے ہیں مگر یہ نہیں دکھلایا گیا کہ دوسری جگہ قرآن شریف پارہ ۶ سورۃ نساء رکوع اول میں وما قتلوه و ما صلبوه خدا تعالیٰ نے کیوں فرمایا ہے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ زمانہ آنحضرت ﷺ کے یہود مختلف اعتقاد رکھتے تھے۔ بعض یقین کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ مقتول ہوئے ہیں اور بعض یقین کرتے تھے کہ مصلوب ہوئے ہیں۔ شروع رکوع میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو متنبہ کرتا ہے کہ یہود تجھ کو سوال کرتے ہیں یہ کہ اتارے تو کتاب آسمان سے۔ تحقیق سوال کیا گیا موسیٰ تیرے سوال سے زیادہ۔ یعنی یہود سوال کرتے تھے کہ دکھا ہم کو اللہ روبرو۔

یسئلک اهل الكتاب ان تنزل علیهم کتاباً من السماء فقد سألوا

موسیٰ اکبر من ذالک .. الخ -

ناظرین کو خلاصہ مضمون رکوع ہذا دکھاتے ہیں تاکہ وما قتلوه و ما صلبوه کا مطلب حل ہو جاوے۔ وہ خلاصہ مطلب یہ ہے:

کہ یہودی حضرت موسیٰ کو سوال کرتے تھے کہ تو خدا ہم کو ظاہر دکھا دے تو پھر ہم تم پر ایمان لاویں گے۔ حضرت موسیٰ نے اس سوال کو قبول کیا اور چند آدمی یہود کے حضرت موسیٰ کے ساتھ خدا دیکھنے کے لئے کوہ طور پر گئے۔ یہ مفصل قصہ سورہ اعراف میں ہے۔ پھر وہ تجلی باری تعالیٰ سے بیہوش ہو گئے پھر حضرت موسیٰ کی دعا سے ہوش میں آئے لیکن حضرت موسیٰ پر پھر بھی ایمان نہ لائے۔ پھر خدا ان پر کوہ طور کو اٹھا کر گرانے لگا، تب انہوں نے حضرت موسیٰ سے التجا کی کہ اگر یہ

پہاڑ رک جاوے تو ہم تم پر ایمان لاویں گے۔ علی ہذا کئی ایک عہد شکنیاں اسی قسم کی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ یہود نے کی تھیں۔ پس اسی واسطے اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے علت بیان فرمائی ہے کہ یہود بے وفایوں ہیں اس واسطے ان پر احکام شرعی سخت کئے گئے پھر ان کی بے وفائیاں اور عیوب متعدده میں سے دو عیب حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ کے حق میں بیان فرمائے:

عیب اول: و بکفر ہم و قولہم علی مریم بھتنا عظیماً۔

اے ناظرین آپ کو یاد رہے کہ یہودیوں کے عیبوں میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک عیب بیان فرمایا جس کو مرزا صاحب نے یہودیوں کی طرح قائم رکھا ہوا ہے۔

عیب دوم: یہود کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ہم نے قتل کرایا چنانچہ یہی اعتقاد ان کا اللہ

بیان فرماتا ہے: و قولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ۔

یہ اعتقاد یہود کا حضرت عیسیٰؑ کے حق میں تھا چونکہ یہ اعتقاد صحیح نہ تھا لہذا پروردگار نے ردِّ

اعتقاد مذکورہ بالا پر یہ آیت فرمائی:

و ما قتلوه و ما صلبوه و لکن شبہہ لهم و ان الذین اختلفوا فیہ لفی

شک منہ۔ ما لهم به من علم الا اتباع الظن۔ و ما قتلوه یقیناً بل

رفعه اللہ الیہ و کان اللہ عزیزاً حکیماً

آیت ہذا سے چھ امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول، حضرت عیسیٰؑ مارا نہیں گیا۔ دوم، مصلوب

بھی نہیں ہوا۔ سوم، حضرت عیسیٰؑ کے شک میں کوئی اور شخص پکڑا گیا۔ چہارم، جو لوگ مارے جانے

یا قتل ہو جانے کا یقین کرتے ہیں وہ تابع ظن کے ہیں۔ یعنی ان کے پاس کوئی سند نہیں، اگر ہے تو وہ

غلط ہے۔ پنجم، حضرت عیسیٰؑ کو پروردگار نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ ششم، و کان اللہ عزیزاً

حکیماً یہ آیت جوامع الکلم اس مقام پر آیا کرتی ہے جہاں انسان یہ گمان کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ

نے ایسا حکم کس واسطے بھیجا ہے یا ایسا کیوں کیا ہے۔ یہی اعتراض بل رفعہ اللہ میں ہو سکتا ہے کہ

خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر زندہ کیوں اٹھالیا تو اس کے جواب میں یہ جوامع الکلم آیا

ہے کہ خدا تعالیٰ غالب حکمت والا ہے چڑھانے یا اٹھانے کی وہی حکمت جانتا ہے۔

اے ناظرین اب آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ واقعی اعتقاد مرزا صاحب اور یہود میں کوئی

فرق نہیں ویل یو منڈی للمکذبین

غرض ہفتم: مباہلہ مخالفین کے بیان میں

ایک امر بحث طلب ہے جب تک اس امر کا بیان نہ کیا جاوے تب تک غرض مباہلہ معلوم نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ ہے کہ مباہلہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ بعض یہود کہتے تھے عیسیٰ مصلوب اور بعض کہتے تھے مقتول ہوئے اور حضرت عیسیٰ کے ناجائز فطرتی ہونے پر کامل یقین تھا۔ برخلاف یہود کے بعض نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خود خدا اور بعض خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کو مانتے تھے۔ علیٰ ہذا یہود بعض عزیر کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور بعض درویشوں کو ارباب بنا بیٹھے تھے چونکہ غایت الغایت کتاب الہامی کا تو حید کو ثابت کرنا تھا اور یہ دونوں قومیں کفر پر ثابت قدم تھیں لہذا پروردگار نے حضرت محمد ﷺ کو مامور کر کے دونوں قوموں کی تردید اعتقاد کے لئے مبعوث کیا لیکن انہوں نے اپنے اپنے اعتقادات باطلہ کو نہ چھوڑا بلکہ کذاب مفتری شاعر مجنون کا خطاب دیا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ امی تھے لہذا علماء یہود اور نصاریٰ نے اپنا اپنا اعتقاد مذکورہ بالا اظہار کیا چونکہ یہ سب اعتقادات برخلاف اصلیت اور برخلاف تو حید تھے لہذا آنحضرت ﷺ نے ان کے اعتقاد کو رد کیا۔ تب یہود اور نصاریٰ عالموں نے مشورہ کر کے اصلیت قصہ حضرت عیسیٰ پر بحث کی۔ جو سوالات دونوں قوموں نے آنحضرت ﷺ پر اس بارہ میں کئے ان کے جواب میں پروردگار نے بذریعہ وحی جبریل جواب نازل فرمائے مگر پھر بھی انہوں نے حق کو اختیار نہ کیا۔ یعنی یہود بہتان سے باز نہ آئے اور نصاریٰ اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے۔ ہر دو فریق اپنے اعتقاد افراط اور تفریط میں قائم رہے لہذا پروردگار نے حکم مباہلہ کا آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا:

فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع أبناءنا

و أبناءكم و نساءنا و نساءكم و انفسنا و انفسكم ثم نبتهل فنجعل

لعنة الله على الكاذبين

لیکن مخالفین نے مباہلہ کو بھی اختیار نہ کیا اور ساتھ ہی پروردگار نے قصہ حضرت عیسیٰ

کی تصدیق فرمائی اور معبود واحد کی تصدیق کی چنانچہ میرے مضمون بالا کی آیت ہذا مصدق ہے:

ان هذا لهو القصص الحقّ - و ما من اله الا الله - و ان الله لهو العزيز

الحكيم - فان تولوا فان الله عليهم بالمفسدين -

جب دونوں قوموں نے مباہلہ کو اختیار نہ کیا اور اپنے اعتقادات باطلہ سے بھی باز نہ

آئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

قل يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا ارباباً من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا باننا مسلمون - (آل عمران: ۶۴) (تو کہہ دے اے کتاب والو! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے میں مساوی ہے یہ کہ ہم تم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا مری سجھے۔ پس اگر منہ پھیریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تا بعدادار ہیں)

یہی جھگڑا مختلف صورتوں میں دور تک چلا جاتا ہے پس نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے اپنے اعتقادات باطلہ کو نہ چھوڑا جس طرح مرزا صاحب اب یہودیوں کی طرح اعتقاد نہیں چھوڑتے۔

غرض ہشتم: اختلاف اعتقاد نصاریٰ بحق عیسیٰ کا بیان

اے ناظرین یہاں آیت اعتقاد نصاریٰ ورد اعتقاد نصاریٰ بیان کئے جاتے ہیں۔
اول وہ جو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا جانتے تھے و قال لت النصاریٰ المسيح ابن اللہ۔
جواب: ذلک قولہم با فواہم
دوم۔ جو حضرت عیسیٰ کو خدا جانتے ہیں:

لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم -

جواب: ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل

سوم۔ اعتقاد تثليث لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة -

جواب: لا تقولوا ثلاثة

غرض نہم: احسان باری تعالیٰ کے بیان میں

اذ قال الله يا عيسى ابن مريم اذكر نعمتي عليك وعلى والدتك
اذ ايدتك بروح القدس تكلم الناس في المهد وكهلاً۔ واذ علمتک
الكتاب والحكمة والتورات والانجيل واذ تخلق من الطين كهينة
الطير باذني فتنفخ فيها فتكون طيراً باذني وتبرى الاكمه والابرص

و اذ تخرج الموتى با ذنى و اذ كفت بنى اسرائيل عنك اذ جنتهم
 بالبينات فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين
 اے ار باب بصیرت! مذکورہ بالا آیات سے آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ تمام معجزے
 حضرت عیسیٰ کے صحیح ہیں کیونکہ اس موقع پر بطور احسان حضرت عیسیٰ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ بیان
 فرماتا ہے۔ نیز ایک ان احسانوں میں سے احسان بندر کھنے بنی اسرائیل کا بیان فرمایا جس سے
 صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نہ مصلوب ہوئے اور نہ مقتول۔

و اذ كفت بنى اسرائيل عنك اذ جنتهم بالبينات فقال الذين
 كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين
 آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں اول، مکر یہود سے حضرت عیسیٰ کو خدا نے بچایا، دوم،
 حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل کو معجزے دکھائے۔ سوم حضرت عیسیٰ کے معجزوں کو یہود نے سحر کہا۔
 یہی عقیدہ تمام تصنیفات مرزا صاحب میں پایا جاتا ہے۔ پھر ناظرین غور فرما سکتے ہیں کیا اعتقاد مرزا
 صاحب اور یہود میں کچھ فرق ہے۔ بے شک مرزا صاحب کو اگر علم ہوتا یہ دعویٰ ہرگز نہ کرتے۔

غرض دہم: سوالِ باری تعالیٰ بروز قیامت

و اذ قال اللہ یا عیسیٰ بن مریم اأنت قلت للناس اتخذونی وامی
 الہین من دون اللہ۔ قال سبحانک ما یكون لی ان اقول ما لیس
 لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ۔ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما
 فی نفسک۔ انک انت علام الغیوب۔ ما قلت لهم الا ما امرتني
 به ان عبدوا اللہ ربی و ربکم و کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم
 فلما تو قیبتنی کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شیء
 شہید) اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ بن مریم کے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ پکڑو مجھ کو اور
 میری ماں کو معبود سوا اللہ کے۔ کہے گا یا کی تجھ کو، نہیں واسطے میرے کہ کہوں میں وہ چیز کہ نہیں
 واسطے میرے لائق۔ اگر میں نے کہا ہوگا یہ ان کو پس تحقیق جانتا ہوگا تو اس کو، جانتا ہے تو جو
 کچھ بیچ میرے خیال کے ہے اور میں نہیں جانتا جو بیچ نفس تیرے کے ہے۔ تحقیق تو ہی جاننے
 والا ہے غیبوں کا۔ نہیں کہا میں نے واسطے ان کے مگر جو کچھ کہ حکم کیا تو نے مجھ کو ساتھ اس کے

یہ کہ عبادت کرو اللہ پروردگار میرے اور پروردگار اپنے کی، اور تھا میں ان پر گواہ جب تک رہا میں بیچ ان کے اور جب اٹھا لیا تو نے مجھ کو تو ہے نگہبان اوپر ان کے)۔ (المائدہ: ۱۱۷)

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ مذکورہ بالا آیات جو کہ بطرز سوال و جواب یعنی سوال باری تعالیٰ اور جواب حضرت عیسیٰؑ مذکور ہوئے ہیں ان میں تین امر بحث طلب ہیں۔ اول، اسی رکوع سورۃ مائدہ میں یہ سوال جواب کیوں ہوئے۔ امر دوم، پروردگار نے حضرت عیسیٰؑ کو شروع میں یہ کیوں فرمایا، کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو پکڑو مجھ کو اور والدہ میری کو دو معبود سوا اللہ کے۔ امر سوم: مضمون سوال و جواب باری تعالیٰ کی غرض کیا ہے۔

اگر ہم ان امور کو مفصل بیان کریں تو یہ بھی ایک کتاب بن جائے گی۔ لہذا صرف لفظ تو فیتنی کا مطلب ناظرین کو دکھلاتے ہیں وہ یہ ہے کہ معنی تو فیتنی کا اگر اس جگہ بھی اٹھا لینا عیسیٰؑ کا جسد عنصری نہ ہوتا تو ضرور لفظ موت کا یہاں استعمال ہوتا اس لئے کہ یہ لفظ مشبہ المعنی تھا جیسا کہ ہم اسی لفظ کو بہت معنوں کے لئے قرآن شریف میں غرض پنجم مکر یہود میں مفصلاً دکھا چکے ہیں پس ثابت ہوا کہ تو فیتنی کا معنی قصہ عیسیٰؑ میں فوت ہونے کی نہیں معاذ اللہ فوت ہونا حضرت عیسیٰؑ کا یہودیوں کا اعتقاد تھا نہ اہل اسلام کا۔ دوم رکوع ۱۶ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں اور رکوع ۱۵ جو ماقبل ۱۶ کے ہے اس میں پروردگار نے اپنے تمام احسانات میں سے ایک احسان حضرت عیسیٰؑ کا مکر یہود سے بچانا ہے و اذ کففت بنی اسرائیل عنک۔ پس آیت ہذا سے بھی ثابت ہوا کہ تو فیتنی کا معنی اٹھا لینے کے ہیں کیونکہ رکوع ۱۵ جہاں ختم ہوتا ہے اور رکوع ۱۶ شروع ہوتا ہے وہاں وقف کافی ہے یعنی مضمون ماقبل اور مابعد کا ملتا ہے۔

قادیا نی کی خود غرضیوں کا بیان

خود غرضی اول: دعویٰ مسیحیت میں

مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت میں چار غلطیاں کی ہے۔

غلطی اول۔ مسیح کا لفظ عبرانی ہے معنی اس کا جس کے ہاتھ لگانے سے لا علاج مریض اچھے ہوں یا

مردے زندہ ہوں۔ یہی اوصاف عیسیٰ کے قرآن سے ثابت ہوتے ہیں و ابری الا کمہ و الابرص و احی الموتی باذن اللہ۔ پس قرآن شریف سے مسیح کا صحیح معنی یہی ثابت ہوا جو ہم نے بیان کیا ہے۔ نہ سیاحت جو کہ مرزا صاحب نے سمجھے ہیں۔ قرآن شریف سے ثابت نہیں اور نہ ہی سیاحت موصوف کے لئے صفت ہے جب کہ مرزا صاحب میں مسیحیت کے اوصاف نہیں تو دعویٰ کیوں کر کر سکتے ہیں۔

اب ہم اسم مسیح کی غرض بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے زمانہ حضرت مسیح میں طیبیوں کا بڑا زور تھا اور اپنے علم و تجربات کا ان کو نہایت ہی گھمنڈ تھا حتیٰ کہ صفات الوہیت کو دعویٰ طب سے چھڑھتے جاتے تھے چونکہ پروردگار کو اپنی قدرت کو اپنی قدرت کا ملکہ کا اظہار اور طیبیوں کو عاجز کرنا منظور تھا لہذا خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو دو خواص برخلاف فطرت انسانی کے بخشے۔ اول بن باپ پیدا ہونا۔ دوم شفا بے علاج ادویہ ہونا۔ یہ دونوں خواص طیبیوں کے نزدیک غیر ممکن تھے جن کو خدا نے عیسیٰ کی فطرت میں ممکن کیا اور فرمایا کہ یہ میری قدرت کا نشان ہے جیسا کہ و جعلنا ہا و ابنہا آیۃ للعالمین سے ثابت ہے۔ علیٰ ہذا موافق ضرورت زمانہ کے ہر پیغمبر کو خواص جدا جدا دیئے گئے جیسے کہ زمانہ حضرت موسیٰ میں ساحروں کا زور تھا ان کے عاجز کرنے کو خواص ید بیضاء اور عصا حضرت موسیٰ کو خدا تعالیٰ نے عطا فرمائے اور ساحران کو عاجز کیا۔ دیکھو

فغلبوا ہنالک و انقلبوا صا غریب و القی السحرة سا ج دین قالوا

آ منا بر رب العالمین رب موسیٰ و ہارون۔

اور زمانہ آنحضرت ﷺ میں شاعروں کا زور تھا ان کے عاجز کرنے کو حضرت رسول اللہ ﷺ امی خدا تعالیٰ نے پیدا کئے جو ایک بڑے تعجب کی بات تھی اس پر بھی مخالف شک کرنے لگے جیسا کہ آیت ہذا سے ثابت ہوتا ہے قال الذین کفروا ان هذا الا افکن افتراء و اعانہ علیہ قوم آخرون۔ (فرقان) واضح ہو کہ یہ قول اللہ تعالیٰ نے کفار کا بیان فرمایا ہے۔ یہودی برخلاف کفار کہتے تھے کہ یہ قرآن کہانیاں ہیں پہلوں کی جیسا کہ پروردگار یہود کا قول بیان فرماتا ہے و اذا تتلی علیہم آیاتنا قالوا قد سمعنا لوشاء لقلنا مثل هذا ان هذا الا اسا طیر الا ولین۔ (انفال) لیکن یہود کے رد میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت جگہ فرمایا ہے کہ ایک سورت لاؤ مثل اس کی۔ دس سورتیں لاؤ مثل اس کے۔ آخر یہ فرمایا اے محمد ﷺ یہود کو کہہ دے کہ اگر اٹھتے ہوں تمام آدمی اور تمام جن اس غرض سے کہ بناویں مثل اس قرآن

کی نہ بنا سکیں گے مثل اس قرآن کے بے شک اگرچہ ہو ویں بعض ان کے واسطے بعض کے مددگار۔ پھر کفار اور یہود تہمت شاعری کی آنحضرت ﷺ کو دینے لگے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ ہم نے محمد ﷺ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ لائق ہے واسطے اسکے کہ شعر کہے۔ نہیں وہ قرآن مگر نصیحت ظاہر۔ وما علمناہ الشّعور وما ینبغی لہ ان ہو الا ذکر و قرآن مبین

ارباب بصیرت پر مخنی نہ رہے کہ معجزہ اور خواص میں صرف لفظی فرق ہے مثلاً اگر امر غیر ممکن یعنی خارق عادت پیغمبر سے صادر ہو تو اس کا نام معجزہ ہے اور اگر وہی کسی ولی اللہ سے ظاہر ہو تو اس کا نام کرامت ہے۔ اگر یہی فعل حکیم سے صادر ہو تو اس کا نام حکمت ہے۔ اگر یہی فعل عام آدمی سے صادر ہو تو اس کا نام دانائی ہے۔ اگر یہی فعل کسی مخالف شرع سے صادر ہو تو اس کا نام استدراج ہے (مثل جوگیوں کے قوم ہندو سے) یا سحر۔ پس جو لوگ معجزوں کے منکر ہیں حقیقت میں ان کو علم خواص الاشیاء کا نہیں۔ جب اختلاف فطرت ہم مشاہدہ سے دیکھ رہے ہیں پھر معجزہ سے انکار کرنا علانیہ غلطی ہے۔ اب ہم اختلاف فطرتی بالمشاہدہ بیان کرتے ہیں مثلاً سنگ مقناطیس کا حدید کو جذب کرنا، بوٹی لا جوتی کا سایہ مرد سے مرجھانا، مچھلی کا خشکی میں مرنا، سم الفار کا حیوانات کے لئے قاتل ہونا، تریاق کا رفع سم کے لئے مفید ہونا، تمباکو ہر تیح کا معطس ہونا، حب الملوک کا مسہل ہونا، انیون کا قابض ہونا، پانی کا مبرد، آتش کا محرق، افتیون کا بغیر بیج کے نمود کرنا، طوطا مینا کا کلام کرنا، حیوان مذکور کا اپنے مادہ حاملہ کا تمیز کرنا انسان کا تمیز نہ کرنا، یہ سب بدیہی دلائل تفاوت فطرتی ہیں اسی کا نام ہے خاصۃ النشیء لوجود فیہ و لایوجد فی غیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسیٰ کا خاصہ تھا۔ اور شق القمر و معراج بحسد عنصری کرنا حضرت محمد ﷺ کا خاصہ تھا بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے ان اللہ علی کل شئیء قدیر۔

غلطی دوم۔ مرزا صاحب! مسیح حضرت عیسیٰ بن مریم کو قبل از تولد خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے دیکھو آیت:

یا مریم ان اللہ ینبئک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ بن مریم .. الخ

اور ساتھ ہی یہ صفات بھی خدا تعالیٰ نے عیسیٰ کے حق میں بیان فرمائے ہیں، عزت والا دنیا و آخرت میں، مقرب، تولد کے روز ہی باتیں کرنے والا، نیکوکار، واقف خواص اشیاء، تورات اور انجیل کو بغیر پڑھے پڑھنے والا، پیغمبر بنی اسرائیل کا، خدا کے اذن سے جانور پیدا کرنے والا، مادرزاد اندھوں کو اچھا کرنے والا، سخت برص کو اچھا کرنے والا، بفضلمہ مردوں کو زندہ کرنے والا

بفضلہ کھائی گئی چیزوں کو بتانے والا، بفضلہ پوشیدہ چیزوں کو بتانے والا۔ مرزا صاحب! عیسیٰ بن مریم کو خدا تعالیٰ نے یہ صفات عطا فرمائے ہیں اسی واسطے نام مسیح رکھا ہے جو اسم با مسمیٰ ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کا نام غلام احمد ہے کیا آپ کے نام کوئی سورۃ ہے کیا آپ کی والدہ کے نام کوئی سورۃ ہے کیا آپ کی والدہ کی قرآن میں خدا نے تعریف کی ہے۔ ہم اس لئے پوچھتے ہیں کہ مریم کی خدا نے تعریف کی ہے۔ تعریف بھی ایسی کی ہے کہ کسی اور پیغمبر کی والدہ یا بیوی کی نہیں کی۔ دیکھئے آیت:

و اذ قال لنت الملائكة يا مريم ان الله اصطفاك و طهرتك و

اصطفاك على نساء العالمين

پس ثابت ہوا کہ آپ ہی اپنا نام رکھنے والے ہو لیکن اپنے آپ نام رکھنے سے صفات نام کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ ہم اس مسئلہ کو مثیلاً سمجھاتے ہیں مثلاً ایک بواہوس اپنا نام وانسرائے مشہور کرتا ہے مگر نام وانسرائے سے اختیار اصل وانسرائے کے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔ علی ہذا مرزا صاحب دعویٰ مسیح سے صفات کے مدعی مسیح نہیں ہو سکتے۔ مرزا صاحب! حضرت عیسیٰ کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور جو کچھ اتارا گیا طرف ہماری اور جو کچھ اتارا گیا طرف ابراہیمؑ کی اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور اولاد اس کی کے اور جو کچھ دیئے گئے موسیٰ اور عیسیٰ اور جو کچھ دی گئی پیغمبروں کو پروردگار اپنے سے، اور کہو نہیں جدائی ڈالتے درمیان کسی کے ان میں سے اور کہو ہم واسطے اس کے فرمان بردار ہیں دیکھو آیت:

قولوا آمنا بالله و ما انزل الینا و اما انزل الی ابراہیم و اسماعیل

واسحاق و یعقوب و لاسباط و ماوتی موسیٰ و عیسیٰ و ماوتی

النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم و نحن له مسلمون۔

خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ ایمان لایا جاوے اللہ کے ساتھ پھر قرآن کے ساتھ پھر جو کچھ دیئے گئے تمامی پیغمبر، اور کسی پیغمبر میں فرق بھی نہ کیا جاوے، سب کی اطاعت یکساں کی جاوے، مرزا صاحب کیا اس آیت سے حضرت عیسیٰ اور مریمؑ پر بہتان لگانے کا حکم ہے جو آپ لگاتے ہیں۔ غلطی سوم۔ مرزا کو کوئی مشابہت مسیح ابن مریم کے ساتھ نہیں یعنی نہ تو آپ قوم یہود میں سے ہیں نہ آپ کا نام خدا کی طرف سے مسیح ابن مریم ہے بلکہ جبلی نام غلام احمد۔ غرض آپ کا دعویٰ قرآن شریف سے ہرگز سچا نہیں لہذا آپ مصداق ہیں ویل یومیذ للمکذبین کے غلطی چہارم: مرزا صاحب عیسیٰ بن مریم کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

ان هو الا عبد انعمنا وجعلناه مثلاً لبني اسرائيل - ولو نشاء
لجعلنا منكم ملائكة في الارض ... وانه لعلم للساعة فلا تمترن
بها واتبعون هذا صراط مستقيم

آیت ہذا سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ پر انعام، یادگار نبی اسرائیلی،
صفات ملائکہ، حضرت عیسیٰ کا پھر آنا نشان قیامت کا ہے۔

اس زمانہ کے یہود پیغمبر کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے پھر آنے کی نسبت مرزا صاحب کی
طرح منکر تھے لہذا پروردگار نے و انہ لعلم للساعة کے ساتھ فلا تمترن بھا بھی فرمایا۔
جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے پر یقین نہ کرتے تھے لیکن حضرت عیسیٰ کا
پھر آنا ضمیر بھا سے ثابت ہوتا ہے۔ ناظرین مطلع رہیں کہ ضمیر بھا کا مرجع علامت ہے نہ نفس عیسیٰ
، یہی دلیل قوی ہے پھر آنے حضرت عیسیٰ پر، لہذا پروردگار نے بعد اس کے هذا صراط
مستقیم فرمایا، ناظرین غور کرو پھر غور کرو۔ مرزا صاحب کے حق میں نہ تو خدا تعالیٰ نے انعام کا
وعدہ کیا نہ نمونہ واسطے بنی اسرائیل کے ہوئے۔ اور نہ فرشتوں کی سی صفات دیئے گئے نہ آپ کا آنا
قیامت کا نشان ہو، اور نہ عیسیٰ بن مریم کی طرح خطاب کلمۃ اللہ و روح اللہ مسیح عطا ہوئے تو پھر
آپ کا دعویٰ کیوں صحیح ہو سکتا ہے۔ ایضاً عیسیٰ بن مریم کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے، نہیں کوئی اہل
کتاب مگر ضرور ایمان لاوے گا عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ قبل مرنے اس کے کے : وان من اهل
الكتاب الا ليومنن به قبل موته (نساء)

مرزا اپنے گریبان میں منہ ڈالو، آپ کے دعویٰ مسیحیت پر ابھی تک کوئی اہل کتاب بلکہ
مسلمان بھی ایمان نہیں لائے۔ جب سے حضور کا دعویٰ مسیح موعود ہوا ہے تب سے طاعون آپ کی
برکت کا نشان ہے اور جو آپ کے الہاموں نے مسلمانوں کو فائدہ دیا ہے خصوصاً الہام عبد اللہ آتھم و
لیکھ رام وغیرہ وہ تو اظہر من الشمس ہے۔ ناظرین کو مفصلاً سمجھایا جاتا ہے کہ جس روز عبد اللہ آتھم
تاریخ الہامی مرزا صاحب پر فوت نہ ہوا، ہر شہر میں پادریوں اور پنڈتوں نے اسلام پر سخت ناجائز
الفاظ استعمال کئے خصوصاً گوجرانوالہ میں تو ایک مثل مرزا صاحب بنا کر منہ سیاہ کیا اور اس کی پیشانی
پر سفید حرفوں سے مرزا قادیانی تحریر کیا، پھر اس کو گدھے پر لٹے منہ بٹھا کر تمام بازاروں میں باجوں
کے ساتھ پھرایا۔ دوسرا الہام مرزا صاحب لیکھ رام کی بابت، اس الہام کا مسلمانوں کو یہ فائدہ ہوا کہ
ہزار ہا مسلمان بعوض لیکھ رام ناحق شہید ہو گئے اور مسلمان اور اہل پیغمبر ﷺ پر سخت

ناجائز ہجو کی گئی اور ہندوؤں اور عیسائیوں اور مسلمانوں میں سخت تفرقہ پڑ گیا جس کی بنا روز بروز ترقی پر ہے۔ دیکھو تصنیف امہات المؤمنین اور تکذیب براہین احمدیہ مؤلفہ پنڈت لیکھ رام۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ بطفیل حضرت مرزا صاحب اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر ضعف پہنچا ہے جس کو قلم تحریر نہیں کر سکتی لیکن پادریوں اور پنڈتوں کو واضح رہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا یہ ہرگز منشا نہیں جو مرزا صاحب لکھتے ہیں، اگر قصور ہے تو مرزا صاحب کا نہ مسلمانوں اور اسلام کا۔ کیونکہ مسلمان مولویوں نے تو مرزا صاحب پر کفر کے فتوے دیئے ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا جی! اپنے گریبان میں منہ ڈالو آپ کو کیا استحقاق ہے مسیحیت سے۔ آپ کے دوست اور امام (لیکن) مرید، حتیٰ کہ رشتہ دار جو کئی سال سے آپ کے جان فدا ہیں، دو مرضوں میں مبتلا ہیں۔ ایک تو ان کا پاؤں نہیں چلتا۔ دوسرا ایک آنکھ کی بصارت نہیں۔ حضور سے اتنے عرصہ میں ایک مرض بھی رفع نہ ہوئی۔ پھر افسوس ہے آپ کے دعویٰ مسیحیت پر۔ اب آپ کو مناسب ہے کہ نفس امارہ کے برخلاف چلیں اور اپنی غلطیوں کا اقرار کر کے مشہر کریں۔ میں صرف آپ کے دوزخ کے بچاؤ کے لئے کہتا ہوں دیکھیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے حق میں کیا فرماتا ہے:

و یل لکل افاک اثمیم۔ یسمع آیات اللہ تتلی علیہ ثم یصر
مستکبراً کان لم یسمعها فبشرہ بعذاب الیم۔ (جاثیہ)
ویل یومئذ للمکذبین

خود غرضی دوم: دعویٰ مہدویت

اس دعویٰ مرزا میں تین سوال پیدا ہوتے ہیں:

اول۔ اس وقت تین مدعی مہدی اور بھی سنے جاتے ہیں مہدی سوڈان۔ مہدی کابل، مہدی کویٹہ۔ چوتھا دعویٰ حضور مرزا کا ہے۔ نہ معلوم آپ سچے ہیں یا وہ۔

دوم: مرزا صاحب کے معاً چار دعوے ہیں مسیحیت، مہدویت، امامیت، مجددیت۔ لیکن اس سے پہلے کسی نبی اور رسول نے نہیں کئے۔

سوم: مرزا صاحب کا بروزی طور پر رسولی دعویٰ بھی ہے۔ اور ساتھ ہی قرآن کا حوالہ دیتے ہیں۔ دیکھو و مبشرأ برسول یا تی من بعدی اسمہ احمد۔ اسم احمد سے مرزا صاحب اپنا اسم نکالتے ہیں لیکن اس میں مرزا صاحب نے تین غلطیاں کی ہیں۔ اول یہ کہ مرزا کا نام غلام احمد ہے،

نہ احمد، دوم یہ کہ مرزا صاحب نے ما قبل اور مابعد آیت کا چھوڑ دیا اس لئے کہ دعویٰ میں نقص آتا تھا۔ ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ یہ بحث جو ہم بیان کر رہے ہیں سورۃ صف پارہ ۲۸ میں مذکور ہے۔ شروع سورۃ ہذا میں پروردگار مسلمانوں کو فرماتا ہے کہ جو بات تم نہیں جانتے اس کا دعویٰ نہ کرو۔ دعویٰ کرنا بہت بری بات ہے نزدیک اللہ کے۔ اور بعد اس کے پروردگار نے قوم موسیٰ کا حال تمثیلاً بیان فرمایا کہ قوم نے موسیٰ کو ایذا دینی شروع کی تھی بعوض اس ایذا کے پروردگار نے قوم موسیٰ کو ایذا دی۔ یہ مفصل قصہ سورۃ اعراف و مائدہ و بقرہ میں ہے۔ پھر اس کے بعد پروردگار نے عیسیٰ کی تمثیل بیان فرمائی کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ کی تکذیب کی حالانکہ عیسیٰ بنی اسرائیل کو سمجھا رہے تھے کہ میں رسول، اللہ کا ہوں طرف تمہاری، ماننے والا ہوں واسطے اس چیز کے جو آگے میرے ہے تورات سے اور خوش خبری دینے والا ہوں ساتھ اس پیغمبر کے جو آوے گا پیچھے میرے جو نام اس کا احمد ہے۔ پس جب آیا ان کے پاس پیغمبر ساتھ ظاہر دلیلوں کے کہا انہوں نے یہ جادو ظاہر ہے۔ دیکھو:

واذ قال عيسى ابن مريم يا بنى اسرائيل انى رسول الله اليكم مصدقاً

لما بين يدي من التوراة و مبشراً برسول ياتى من بعدى اسمه احمد .

ناظرین اس آیت میں خدا، حضرت عیسیٰ کا قول بیان فرما رہا ہے کہ اس طرح عیسیٰ نے اپنی قوم کو کہا، لیکن انکار عیسیٰ کی قوم کا سورۃ مائدہ میں بیان ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کو تہذیب سکھانے کیلئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے پیغمبر کا انکار اور دعویٰ بے جا جس کا علم نہ ہو، نہ کیا کریں مابعد کی آیت میں پروردگار ان یہودیوں کو جو عیسائی مذہب رکھتے تھے ضمیر غائب کے ساتھ تنبیہاً یاد دلاتا ہے کہ عیسیٰ نے خبر دی تھی کہ میرے بعد پیغمبر احمد ﷺ آئے گا جو کہ محمد رسول اللہ سے مراد ہے اور مابعد کی آیت کے حصہ میں اللہ تعالیٰ نصاریٰ کو فرماتا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ ان کے پاس احکام قرآن شریف لایا تو انہوں نے کہا یہ سحر ظاہر ہے، یہ کیوں کہا اس لئے کہ محمد ﷺ امی تھے باوجود امی ہونے کے احکام قرآن مجید سناتے تھے تو بوجہ پیغمبری آنحضرت ﷺ کو تہمت سحر کی دیتے تھے فلما جاءهم بالبينات قالوا هذا سحر مبين۔ آیت ہذا کی مابعد آیات میں پروردگار نے اس تہمت سحر کی تردید فرمائی اور اپنے مامور محمد ﷺ کی تصدیق فرمائی کئی ایک مثالوں میں۔ پس ثابت ہوا کہ اسم احمد سے مراد غلام احمد قادیانی نہیں ہے و یل یومئذ للمکذبین۔

غلطی سوم: مرزا صاحب! اسم احمد، یسن، طہ، منزل، مدثر، حضرت محمد ﷺ کے خدا کی طرف سے اسم خطابى ہیں جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے ہیں روح اللہ کلمۃ اللہ روح القدس مسیح۔ فرماویں

آپ غلام کو اڑا کر احمد کے مدعی بن بیٹھے۔ ایسے جھوٹے دعویٰ یہودی عالم کرتے تھے دیکھو آیت:
و یقولون هو من عند اللّٰہ - و ما هو من عند اللّٰہ - و یقولون علی
اللّٰہ الکذب و ہم یعلمون

خود غرضی سوم: دعویٰ امامیت میں

مرزا صاحب نے دعویٰ امامیت تو کیا مگر غلط کیونکہ امام کا معنی قرآن بھی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا فی امام مبین۔ پھر مرزا صاحب قرآن کس طرح بن سکتے ہیں۔
دوم۔ امام بمعنی پیغمبر بھی آیا ہے جیسا کہ یوم نذعوا کل اناس با ما مهم سے پیغمبر مراد ہے۔ بے شک مرزا صاحب نے پیغمبری کا دعویٰ کیا مگر کوئی کتاب الہامی یعنی آسمانی نہیں لائے، لہذا دعویٰ صحیح نہیں۔

سوم۔ بے شک نماز پڑھانے کو بھی امام کہا جاتا ہے اگر ان معنوں سے مرزا صاحب امام ہیں تو بھی صحیح نہیں کیونکہ مرزا تو کبھی جماعت کراتے ہی نہیں بلکہ مرزا کا امام مولوی عبدالکریم ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ دعویٰ امامیت کو مولوی عبدالکریم صاحب کے حوالے کریں۔

چہارم۔ ایک امام اور بھی ہوتا ہے جس کو مجتہد بھی کہتے ہیں جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ بن حنبل۔ چونکہ مرزا صاحب نے بجز فساد کے شریعت محمدی میں کوئی اجتہاد نہیں کیا، صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے پس ثابت ہوا کہ تمام دعویٰ مرزا صاحب کے جھوٹے ہیں۔ دعویٰ سچا وہ ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ سچا فرماوے آؤ ہم سچا مدعی دکھائیں:

یس۔ و القرآن الحکیم۔ انک لمن المرسلین

خود غرضی چہارم: الہام و دعائے بد میں

اے ناظرین دشمن کی بددعا سے اگر خدا تعالیٰ اپنا قانون بدلنے لگتا تو جہان فنا ہو جاتا۔ یہ مرزا صاحب کی خلل دماغی کا نتیجہ ہے جو کہ وہ اپنے ناصح کو بددعا میں دیتے ہیں۔ افسوس کہ مرزا صاحب خود غرضی کی وجہ سے حکم قرآن شریف کو بھول جاتے ہیں:

و الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللّٰہ یحبّ المحسنین۔

خود غرضی پنجم : طاعون میں

مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ طاعون اس لئے ہندوستان پنجاب میں پڑا کہ لوگ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے۔ اس دعویٰ میں مرزا جی نے کئی غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اول۔ مرزا صاحب کا دعویٰ قرآن شریف سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ مرزا جی خود حکم و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے برخلاف کر رہے ہیں۔

غلطی دوم۔ ہر بیماری کے لئے اسباب قدرتی ہوتے ہیں جب کہ وہ اسباب جس جگہ میں مہیا ہو جاتے ہیں وہاں بیماری شروع ہو جاتی ہے۔ دیکھیں ہزار ہا دیہات ہندوستان پنجاب میں ایسے ہیں جہاں طاعون کا نام و نشان بھی ابھی تک نہیں ہوا اور انشاء اللہ بعض گاؤں ایسے بھی محفوظ رہیں گے جو وہاں طاعون نہ ہوگا۔

غلطی سوم۔ مرزا صاحب ہندوستان اور پنجاب میں ہزار ہا گاؤں ایسے بھی موجود ہیں جو مرزا صاحب کے نام و نشان سے بھی واقف نہیں لیکن طاعون سے تباہ اور ویران ہو گئے ہیں۔ ہم مرزا سے پوچھتے ہیں کہ ان کی کیا خطا ہے۔ معہذا مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں اپنے مریدوں کے محفوظ رہنے کی پیش گوئی کی ہے حالانکہ ہر ایک شہر میں جہاں طاعون پڑا ہے مرزائی لوگ بھی اس کا شکار ہو چکے ہیں۔ غالباً مرزا صاحب اس کی وجہ یہ بتلاویں گے کہ وہ لوگ خالص الایمان نہ تھے جیسا کہ وہ خود اس پیش گوئی میں بطور حفظ ما تقدم لکھ چکے ہیں۔ الغرض بیماری طاعون کے اصل اسباب سماوی اور ارضی ہیں، گو بعد اس کے کرم پیدا ہو جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی بددعا کا کوئی اثر نہیں۔ افسوس مرزا صاحب خود غرضی کی وجہ سے دعویٰ قادریت خدا تعالیٰ کو بھی بھول گئے :

ولكن الله يفعل ما يريد . انه فعّال لما يريد .

خود غرضی ششم : وجہ تسمیہ دارالامان قادیان کے بیان میں

افسوس مرزا صاحب نے یہ نہ سوچا کہ قادیان، دارالامان کن معنون سے بن سکتا ہے۔ موت حیات اور تکلیفات کا سلسلہ وہاں بدستور ہے۔ الغرض دارالامان اسم با مسمیٰ نہیں۔ اے مرزا صاحب دارالامان اور دارالحرام وہ ہے جس کو پروردگار نے دارالامان کے لفظ سے یاد فرمایا: واذ جعلنا البيت مثابة للناس وامنأ ، و لا آمین البيت الحرام۔

خود غرضی ہفتم: اشاعت اشتہارات کے بیان میں
ہم اس کی تفصیل نہیں کرتے ناظرین خود غور فرما سکتے ہیں کہ اشاعت اشتہارات سوائے
شہرت مرزا صاحب کے مخلوق کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

خود غرضی ہشتم: چندہ مینار کے بیان میں

اے ارباب بصیرت! مرزا صاحب نے مسیح موعود کی تصدیق من گھڑت میں صرف اپنے
آپ کو ہی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ چندہ مینار دینے والوں کو بھی ساتھ زمرہ مبدرین سے بنایا۔
و آت ذا لقربی حقہ و المساکین و ابن السبیل ولا تبدّر تبذیراً۔ ان
المبذّرین کانوا اخوان الشیاطین و کان الشیطان لربہ کفوراً
اے حضرت مرزا صاحب! خدا تعالیٰ کا حکم اول قرا بیوں بعد مسکینوں بعد مسافروں کو
خرچ کرنا فرماتا ہے، حضور کے قرا بیوں کی زمین بلکہ مکان بھی ان کے ڈپٹی مرزا اعظم بیگ مرحوم
کے پاس رہن و بیج ہیں اگر آپ خود غرض نہ ہوتے تو پہلے آپ قریبیوں پر احسان اور مروت
فرماتے۔ یہی آپ کے کذب دعویٰ پر دلیل کافی ہے۔

خود غرضی نہم: تصانیف کے بیان میں

اے ارباب بصیرت! جائے غور ہے کہ احکام شرعی کیلئے مسلمانوں کو قرآن اور حدیث و
فقہ کافی ہیں۔ پھر مرزا کی تصنیف کی غرض وجہ معاش نہیں تو کیا ہے بلکہ مرزا بوجہ تصنیف خود حکم آیت
ہذا کے مصداق ہیں: و من لم یحکم بما انزل اللہ فا و لئک ہم الکافرون۔

خود غرضی دہم: تجارت تصاویر کے بیان میں

اے مسلمانوں! پروردگار نے قرآن شریف کو رفع شرک کے واسطے نازل فرمایا ہے
جا بجا قرآن شریف رفع شرک پر زور دیتا ہے۔ کیا تصویر مرزا صاحب بت و دسواغ یغوث نسر سے
آپ لوگ کم سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے تصاویر پرستوں سے پوچھتا ہوں کہ سوا
مشرک بنانے کے تصویر مرزا صاحب کیا فائدہ دیتی ہے۔ افسوس اگر مرزا صاحب کو علم قرآن ہوتا

تو بذریعہ تصویر اپنی کے لوگوں کو مشرک نہ کرتے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے:

يا ايها النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلَ فَاَسْتَمِعُوا لَهُ - اِنَّ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ
دُونِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذَبَابًا وَّ لَوْ اجْتَمَعُوْا - وَاِنْ يَسْلُبْهُمُ الذَّباَبُ
شَيْئًا لَا يَسْتَنْفِذُوْهُ مِنْهُ - ضَعْفُ الطَّالِبِ وَ الْمَطْلُوْبِ -

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کو خلوص دل سے ایک جانو۔ خود مرزا یا تصویر مرزا ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے ہیں اور اگر مکھی ان کی کوئی چیز لے جاوے تو چھڑا بھی نہیں سکتے۔

خود غرضی یازدہم: کالج قادیانی کے بیان میں

صاحب بصارت پر کیفیت کالج قادیانی مخفی نہیں۔ علاوہ تشہیر مذہب اختراعہ افترا سیہ مرزا سیہ کی تخم ریزی کی بنا ہے۔ اے اہل اسلام خود غرض عالم اور درویش، لوگوں کا مال کئی باطل طریقوں سے کھاتے ہیں۔ دیکھو قرآن میں ہے یا ایہا الذین آمنوا ان کثیراً من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ

خود غرضی دوازدهم: اتہام مریم علیہا السلام کے بیان میں

مرزا صاحب مریم کو اپنی قلم سے یہودیوں کی طرح لکھتے ہیں کہ مس شیطان سے پاک نہیں۔ اور خدا مریم کے حق میں فرماتا ہے برگزیدہ کیا تم کو اور پاک کیا تم کو جہان کی عورتوں پر واذ قال الملائكة يا مريم ان الله اصطفاك وطهرك واصطفاك على نساء العالمين

ناظرین کیا مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے جس طرح مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

خود غرضی سیزدہم: اتہام حضرت عیسیٰ کے بیان میں

حضرت عیسیٰ کو مرزا صاحب پیغمبر نہیں مانتے ایک راست باز آدمی لکھتے ہیں وہ بھی نیک ظنی کے لفظ سے نہ دلی اعتقاد سے اور اپنے رسالہ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور اس کی والدہ مس شیطان سے پاک نہیں۔ اور رفع الی السماء نہیں مانتے بلکہ فوت ہو کر کشمیر میں

مدفون قرار دیتے ہیں۔ یہی تمام اعتقادات اہل یہود کے تھے ان کی تردید ہم سابقاً بیان کر چکے ہیں یہ اعتقاد تو مرزا صاحب کا ہے اور خدا تعالیٰ و جیہا فی الدنیا و الآخرة و من المقر بین۔ نیز و رسولاً الی بنی اسرائیل فرماتا ہے۔

قادیانی بے علمی از معانی و مضمون بندی قرآن

مرزا صاحب رسالہ دافع البلاء ورق اخیر پر متضاد کلمات او صاف نسبت حضرت عیسیٰ کے بیان فرماتے ہیں جس کے پڑھنے سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کو علاوہ بے علمی کے خلل دماغ بھی ہے۔ وہ متضاد کلمات یہ ہیں: حضرت عیسیٰؑ منجی نہیں راست باز آدمی ہے مگر راست بازی بھی ظنی طور پر نہ یقینی۔ شرابی، فاحشہ عورتوں کا مال کھانے والا بے تعلق عورتوں سے تعلق رکھتا تھا۔ الغرض مس شیطان سے خالی نہیں۔ یہ کلمات تمام مرزا صاحب کی عبارت رسالہ دافع البلاء کا خلاصہ ہے۔ اور ساتھ ان بہتانوں کے یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں و جیہا فی الدنیا و الآخرة و من المقر بین۔ ارباب بصیرت غور فرماویں افراط اور تفریط عبارت مرزا صاحب سے خلل دماغ اور بے علمی آپ کو ثابت ہوگی۔

ایک طرف تو بہتانات مرزا صاحب اور دوسری طرف شہادت باری تعالیٰ ہے جس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے وہ و جیہا فی الدنیا و الآخرة و من المقر بین فرماتا ہے۔ اگر مرزا صاحب کو و جیہا اور مقرب کے معنی آتے ہیں تو بہتان مذکورہ بالا نہ لگاتے۔ اے مرزا صاحب! مقرب کے معنی رسول کے ہیں جیسا کہ شروع سورہ واقعہ میں اصحاب المیمنہ و اصحاب المشئمہ... کی تقسیم سے صاف پیغمبری کے معنی ثابت ہوتے ہیں و رسولاً الی بنی اسرائیل حضرت عیسیٰؑ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ناظرین کو مرزا صاحب کی متضاد تحریر سابقاً دکھا چکے ہیں۔ جس آیت کے حوالہ سے مرزا صاحب کے تلفظ میں بے علمی ثابت کر چکے ہیں اسی آیت سے پھر ہم مضمون بندی میں غلطی پکڑتے ہیں وہ آیت یہ ہے و جیہا فی الدنیا و الآخرة و من المقر بین ختم آیت ہذا پر گول دائرہ کا نشان اور اس پر لا کا نشان ہے، یہ لا کا نشان دلالت کرتا ہے نہ ختم ہونے معنوں پر۔ اگر مرزا کو علم ہوتا تو باقی صفات حضرت عیسیٰؑ بھی دیکھتے جو اللہ نے بیان فرمائے تھے اور باقی صفات یہ ہیں و یکلم الناس فی المهد و کھلاً و من الصالحین۔

و یعلمہ الكتاب و الحکمة و التّورات و الانجیل۔ و رسولاً الی بنی اسرائیل
جس آیت میں ہم پہلے دو قسم کی بحث کر چکے ہیں اسی آیت میں پھر مرزا کی بے علمی
قرأت میں دکھاتے ہیں و جیہا فی الدنیا و الآخرة و من المقربین۔ ختم آیت پر جو
نشان گول دائرہ کا ہے جس کو نشان آیت اور وقف بھی کہتے ہیں یہ وقف اور اس کے مابعد کے وقف
کافی دور تک چلے جاتے ہیں۔ کافی وہ وقف ہوتا ہے جہاں معنی ختم نہیں ہوتے اگر مرزا صاحب کو علم
قرأت ہوتا تو عیسیٰ کی صفات جو کہ خدا نے بیان فرمائی تھی تحریر کرتے۔ مرزا کو مناسب ہے کہ پہلے
دعویٰ مسیحیت کے علم قرآن سیکھیں بعد اس کے دلائل استحقاق مسیحیت قرآن سے بیان کریں ورنہ

حیف ہے ایسے کذب دعویٰ پر کیونکہ خدا فرماتا ہے فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین
عام لوگوں کا خیال ہے کہ مرزا کے کئی عالم مرید ہیں۔ اگر فی الواقع مرزا قادیانی، مسیح
موعود نہ ہوتا تو مولوی مرید کیوں ہوتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولویوں کا مرید ہونا دعویٰ مسیح
موعود کا کوئی قرآنی ثبوت نہیں۔ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ آج کل بعض مسلمان خود غرض، عیسائی و
آریہ ہوتے جاتے ہیں اور بعض ہندو عیسائی ہو رہے ہیں۔ علی ہذا کئی ایک مولوی خود غرض اور کئی بے
علم اپنی بے علمی کی وجہ سے مرید مرزا صاحب ہو رہے ہیں لیکن جائے غور ہے کہ دعویٰ مذکورہ بالا کی
ہم قرآن سے تردید کر چکے ہیں اور ایسے عالموں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایہا الذین آمنوا انّ کثیراً من الاحبار و الرّهبان لیا کلون
اموال النّاس بالباطل و یصدّون عن سبیل اللّٰہ

پس خود غرض مولویوں اور بے علم لوگوں کا مرید ہونا دعویٰ مسیحیت کا کوئی ثبوت نہیں۔
دیکھو حکیم مولوی نور الدین بھیروی جو کہ بڑے حواری مرزا کے ہیں، خاکسار نے ان کو سوال کیا:

حکیم نور الدین سے مباحثہ

آپ مرزا صاحب کو کس ثبوت سے مسیح موعود سمجھتے ہیں؟ ﴿ ﴿ ﴿
حکیم صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب کو الہام ہوتے ہیں۔ ﴿ ﴿ ﴿
میں نے کہا الہام مسیحیت کی کوئی دلیل نہیں، اکثر لوگوں کی خواہشیں اور بعض ﴿ ﴿ ﴿

جھوٹی ہوتی ہیں۔ یہی الہام مرزا قادیانی کا ہم سنتے ہیں کوئی اور دلیل جناب مسیحیت کی فرمائیں۔
 ﴿ حکیم نور الدین نے فرمایا کہ مجھ کو قرآن شریف نہ آتا تھا خصوصاً سورۃ نجم۔ اگر ہم اب سورۃ نجم کو سو عالم میں بیان کریں تو دنگ ہو جائیں۔

﴿ میں نے کہا کہ حضرت یہ تو مسیحیت کی کوئی دلیل نہیں۔ واقف قرآن ہندو ہو یا عیسائی سمجھا سکتا ہے۔ جناب کوئی اور دلیل فرمائیں۔

﴿ حکیم نور الدین نے فرمایا کسوف اور خسوف رمضان میں مہدویت مرزا کا نشان ہے۔
 ﴿ میں نے کہا ممکن ہے کہ خدا کی زمین پر کوئی اور مہدی پیدا ہو گیا ہو۔ جناب کوئی اور دلیل بیان فرمائیں۔

﴿ حکیم نور الدین نے فرمایا میں مرزا صاحب کا عاشق ہوں۔
 ﴿ میں نے کہا حضرت میں نے اپنا اور آپ کا وقت ضائع کیا۔ عشق تو مرض ہے۔ میں دلیل مسیحیت پوچھتا ہوں۔

پس خاکسار السلام علیکم عرض کر کے رخصت ہوا۔ پس ناظرین کو ثابت ہو گیا ہو گا کہ مولوی مرید مرزا صاحب کے بھی دعویٰ مسیحیت و مہدویت کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔

اعلان۔ چونکہ ہم دعاوی مرزا غلام احمد صاحب کی تکذیب قرآن شریف سے ثابت کر چکے ہیں لہذا مرزا صاحب کو مناسب ہے کہ دلائل استحقاق دعاوی قرآن شریف سے بیان کریں ورنہ عقیدہ یہودیہ، خیالیہ، وہمیہ، افترائیہ، خود غرضیہ، بہتانہیہ سے توبہ کریں۔

و ما علینا الا البلاغ

ملاطیف قادیانی

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

ایک دفعہ میں نے صرف حمیت مذہبی سے اور حمایت نبی سے، نہ کسی اور غرض سے، ایک سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب سے، (جو اس وقت نیم پادری تھے، اور اب ولایت میں پورے

محکمہ دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پادری بن کر مشن کا کام کر رہے ہیں،) عند الملاقات ان گالیوں (جو مرزا نے مسیح کو دی ہیں) کا تذکرہ کیا تو وہ بولے کہ اس پر مواخذہ کرنا میرا کام نہیں۔ میں نے کہا آپ کسی پادری کو ہی چارہ جوئی پر آمادہ کریں۔ وہ بولے کہ پادری لوگ جھگڑا لڑائی نہیں کیا کرتے۔ لیفٹنٹ گورنر نے سچ کہا تھا۔ بے شک پادری صاحبان مذہبی حمیت نہیں رکھتے اس لئے کوئی حضرت مسیح کو گالی دے تو وہ اس سے جھگڑا نہیں کرتے لیکن اگر خود پادری صاحب کو کوئی گالی دے، یا ارادہ توہین کرے، تو جھٹ پولیس کو بلاتے ہیں۔ اسی وجہ سے مرزا اس سلطنت کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہتا ہے۔ اور اس کو بار بار برحمت کہتا ہے۔ اور اسی وجہ وہ بلا خوف و بلا دھڑکے ایسے دعویٰ کر رہا ہے۔ اور اگر وہ کسی اسلامی سلطنت و دولت خداداد افغانستان یا عربستان یا ایران میں جائے اور وہاں اس قسم کے دعویٰ زبان پر لاوے تو ان دعویٰ کا مزہ چکھ لے۔

ان دنوں مرزا کا ایک خلیفہ افغانستان پہنچا اور اس نے وہاں جا کر اس قسم کے خیالات و دعویٰ مرزا کا اظہار کیا، تو وہاں اس سے وہی سلوک ہوا جو ایک نبی کی توہین کرنے والے، امتی ہو کر عیسیٰ بن بیٹھنے والے، احادیث نبویہ کو رد کر نیوالے، کروڑوں مسلمانوں کے دل دکھانے والے سے، بحکم شریعت اسلام و قدیم ادیان ہونا چاہیے تھا چنانچہ متعدد دیسی اخباروں میں اس کا ذکر ہوا ہے۔ (جیسا کہ:)

پیسہ اخبار ۲۳۔ اگست ۱۹۰۳ء میں بحوالہ پنجاب ساچا درج ہے کہ ملا لطیف بنوں میں جاگیر دار تھا، حج بیت اللہ کے لئے تیار ہوا۔ قریباً ایک ہزار روپہ امیر صاحب کابل کی طرف سے اس کو بطور زادراہ ملا۔ ملا صاحب مکہ معظمہ کو جاتے ہوئے راستہ میں قادیان وارد ہوئے، اور مرزا قادیان کے مرید بن کر مکہ معظمہ جانے کے بجائے وطن واپس پھرے۔ جب امیر صاحب کو یہ حال معلوم ہوا تو اس ملا کو بلا کر پہلے تو سمجھایا، جب اس نے نہ مانا تو ملا صاحب آخر توپ کے سامنے کھڑے کر کے توپ سے اڑائے گئے۔ یہ واقعہ ایک مہینے کا ہے اور اس کی صحت کا ذمہ دار ملا متونی کا چچا زاد بھائی ہے

خاکسار (محمد حسین) کہتا ہے ہمارے شہر بٹالہ کے قریب موضع مسانیاں کے سید کابل سے بٹالہ وارد ہوئے تو انہوں نے بھی اس خبر کے اخباروں سے مشتہر ہونے سے پہلے یہ خبر بٹالہ شہر میں مشتہر کی۔ اور مرزائی پارٹی لاہور وغیرہ بھی اس کو مانتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ کابل میں جو ہیضہ واقع ہوا ہے وہ اسی خلیفہ (قادیان) کے قتل کئے جانے کی سزا میں حضرت اقدس کی بددعا

سے ہوا ہے۔ خاکسار محمد حسین کہتا ہے یہ خوب سزا ہے کہ کرے داڑھی والہ، پکڑا جائے موچھو
 ل والہ۔ جن کے حکم سے اور جن کے ہاتھ سے وہ مرتد مارا گیا وہ تو خدا کے فضل سے امن و عا
 فیت میں رہیں اور سزا ہیضہ ان کو ملے جو وہ اس قتل میں بے گناہ رہیں۔ یہ ڈھکوسلہ مرزائی نیا
 نہیں پرانا ہے جس کا ایک جواب اور بھی ہے جو عنقریب آتا ہے (درج ذیل ہے)۔

ملاطیف جو علاقہ سرحد میں جاگیر دار تھا اور امیر کابل سے اچھا رسوخ رکھتا تھا۔ حج بیت
 اللہ کے لئے تیار ہوا۔ تقریباً ایک ہزار روپہہ امیر کابل کی طرف سے اس کو زاد راہ ملا۔ جب ملا
 صاحب مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے تو راستہ میں قادیان میں وارد ہوئے اور قادیانی مسیح موعود کی با
 توں میں آکر ان کے مرید بن گئے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ فرج کر کے مرزا صاحب کے لئے
 وعظ کرنے کی ٹھانی۔ جب یہ معاملہ امیر کابل کو معلوم ہوا تو انہیں کسی طرح بلوا کر سمجھا یا کہ یہ فر
 قہ خارج از اسلام ہے اور مکہ معظمہ اور مدینہ کے علماء کے فتویٰ موجود ہیں، لہذا اس خیال
 سے باز آؤ۔ اور سوچنے کی مہلت دی گئی۔ لیکن ملاطیف اپنی بات پراڑے رہے۔ اگر ہم کو کو
 ئی ایذا دے گا تو اس کی خبر ہمارے مسیح کو بذریعہ الہام پہلے ہی ہو جائے گی اور وہ ضرور مدد کریں
 گے۔ لیکن بعد ایام مہلت ملا صاحب توپ کے سامنے کھڑے کر کے اڑا دیئے گئے۔

راقم نامہ نگار سرحد ساکن بنوں۔ پنجاب سماچار۔

مولانا احمد حسن شوکت اڈیٹر شخہ ہند اس بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

ضمیمہ (شخہ ہند) میں اس معاملے پر بحث ہو چکی ہے اور ایک صاحب اعلان دے چکے ہیں کہ
 اگر مرزا افغانستان جائیں تو میں پچاس ہزار روپہہ دینے کو تیار ہوں۔ اور ہم تو کہتے ہیں کہ مرزا جی کابل خود
 تو کیا جائیں گے اپنا ڈیپوٹیشن بھیجتے ہوئے بھی کپکپاتے ہیں کیونکہ افغانی عملداری میں ملحدوں اور مرتدوں
 کے ساتھ زبان سیف سے تصفیہ کیا جاتا ہے نہ قلم و زبان سے (ضمیمہ شخہ ہند ص ۳، ۲۳۔ اگست ۱۹۰۳ء)

کتا بیات

عہد نامہ عتیق و جدید

عصائے موسیٰ - منشی الہی بخش لاہوری - مطبع انصاری دہلی - ۱۹۰۰ء

فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی - حکیم حافظ محمد الدین - طبع ۱۳۲۲ھ

قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت - اللہ وسایا - عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان - ۱۹۹۰ء

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی

ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۵

ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۸

ضمیمہ ہفت روزہ شخہ ہند میرٹھ ۱۹۰۳ء

قادیانی لٹریچر:

براہین احمدیہ؛ سرمہ چشم آریہ؛ شخہ حق؛ فتح اسلام؛ توضیح مرام؛ ازالہ اوہام؛ نشان آسمانی، آئینہ کمالات اسلام؛ جنگ مقدس؛ شہادۃ القرآن؛ انجام آتھم مع ضمیمہ؛ کشف الغطا؛ تحفہ قیصریہ؛ ایام الصلح؛ ضرورة الامام؛ تریاق القلوب؛ اربعین؛ تحفہ گولڑویہ؛ اعجاز احمدی؛ کشتی نوح؛ دافع البلاء؛ ہفتیۃ الوحی؛ چشمہ معرفت مجموعہ اشتہارات مرزا قادیانی

تحریک ختم نبوت حصہ ششم پر تبصرہ

(تبصرہ نگار: علامہ ابن احمد نقوی دہلی)

تحریک ختم نبوت (جلد ششم)، مؤلف ڈاکٹر محمد بہاء الدین، صفحات ۵۹۷
ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی ۶

ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی قاموسی تالیف کا یہ چھٹا حصہ ہے جو ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء تک کے واقعات پر محیط ہے۔ یعنی جب مرزا غلام احمد قادیانی اپنی عمر کے آخری دور میں تھا (مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں راہی ملک عدم ہوا) اہل اسلام نے اس دور میں مرزا اور اس کے امتیوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ علمائے اہل حدیث اس معرکہ میں صف اول میں تھے۔ (اخبار) اہل حدیث امرتسر نے قادیانیوں کے خلاف ایک مستقل اور کامیاب محاذ کھول رکھا تھا اور مرزا کی جان حلق میں اٹک گئی تھی۔ اس دور میں مرزا نے حضرت میاں صاحبؒ (سید نذیر حسین محدث دہلوی) کو چیلنج کیا۔ حضرت کی طرف سے ان کے تلمیذ رشید امام محمد بشیرؒ سہوانی بھوپال سے دہلی آئے اور حیاۃ مسیح پر تحریری مناظرہ ہوا اور مرزا میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسکے بعد دیگر مرزائیوں سے بھی مناظرے، مباحثے، مناقشے ہوتے رہے، اس میں امت کے علماء نے کھل کر حصہ لیا۔ مولانا محمد اسماعیل علی گدھیؒ ہوں یا پیر مہر علی شاہؒ، یا دیگر اہل قلم، سب کی خدمات اس فتنہ کی سرکوبی میں ہماری دینی تاریخ کا روشن باب ہیں۔

آج اکیسویں صدی میں جب کہ قادیانیت رسوا ہو کر برصغیر سے کم و بیش معدوم ہو چکی ہے ہم حالات کی اس سنگینی کا اندازہ نہیں کر سکتے جب مرزا زندہ تھا۔ اسے اور اس کے گمراہ حواریوں کو صلیبی سامراج کی سرپرستی حاصل تھی۔ مرزا کے بعد اس کا بیٹا مرزا محمود اعلان کرتا تھا کہ مکہ، مدینہ ویران ہو چکے ہیں، اب قادیان ہی شاداب ہے، جسے حج کرنا ہے وہ یہاں آئے۔ مرزائی دعویٰ کرتے تھے کہ مرزا اپنی نبوت میں نبی صادق ﷺ سے اس لحاظ سے برتر ہے کہ اس کا وجود اس دور میں ہوا جب علم سائنس اور انسانی عقل و شعور ارتقا کی طویل منزلیں طے کر چکا ہے۔ جن چیزوں کا ابتدائے اسلام میں بزرگ صحابہ کو بھی علم نہیں تھا اس دور میں وہ عام ہو چکی ہیں، اس لئے مرزا کی نبوت عہد دانش کا معجزہ ہے۔

غرض اس قسم کی باتیں کر کے وہ اپنے ادعا کیلئے طلسماتی فضا تیار کرتے تھے۔ اس دور میں یہ ہمارے علماء کا ہی حوصلہ تھا کہ مرزا اور اس کے ابلیسی دعووں کے ابطال میں ہمہ وقت سینہ سپر

رہے تھے۔ علامہ امرتسریؒ.. قادیان جا پہنچے تاکہ مرزا صاحب سے بالمشافہ گفتگو کریں۔ ظاہر ہے کہ اگر علماء کرام کو اپنے موقف کی صداقت پر حق الیقین نہ ہوتا تو وہ ایسے مجاہدانہ انداز سے اقدام نہیں کر سکتے تھے۔ پھر مرزا خود ہی.. اپنے دعویٰ یا بددعا کا شکار ہوا کہ (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ میں سے) جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ مرزا ۱۹۰۸ء میں مر، واجب کہ شیخ الاسلام امرتسری ۱۹۴۸ء میں دامن رحمت میں گئے۔

آج کا قاری جب یہ سارے واقعات پڑھتا ہے تو اسے احساس نہیں ہوتا کہ ہمارے علماء مجاہدین نے کیسے صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات میں کلمہ حق کو بلند کیا۔ ان کا مقابلہ مرزا سے نہیں تھا بلکہ وہ بالواسطہ صلیبی سامراج سے معرکہ زن تھے، مرزا تو محض ایک بہانہ تھا جسے سامراجی ایک ڈھال کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

قادیانیت کی شکست جماعت اہل حدیث کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو ہماری دینی علمی ملی تاریخ میں سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسی داستان ہے جسے ہماری نئی نسل کو بطور خاص بالاستیعاب پڑھنا چاہیے تاکہ وہ جان سکیں کہ ہمارے آباء نے شیخ دین حق کی حفاظت میں کس طرح آندھیوں میں فانوس بن کر کام کیا اور طوفانی جھونکوں میں صداقت کی روشنی کو جھلملانے نہیں دیا، آج زمانہ پہلے سے زیادہ اسلام کا حریف بن کر اٹھا ہے عالمی طور پر اسلام اور پیروان اسلام کو نشانہ ستم بنایا جا رہا ہے۔ آج کے زہریلے پودے سے زیادہ زہریلے ناگ اور خونخوار عنقریبیت مسلمانوں کو اپنے حصار میں کئے ہوئے ہیں اس وقت مسلمانوں کے عقیدہ پر یلغار تھی آج مسلمانوں کا وجود ادا و پر لگا ہوا ہے۔ اس وقت اہل کتاب کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی آج اس کی جگہ اہل عہد نامہ (صلیبی اور صیہونی) کا چلن ہے۔ یعنی مسلمانوں کے خلاف ایک نیا محاذ کھولا گیا ہے۔ مسلمانوں کا جتنا خون بہا ہے اتنا صلیبی جہاد کے دوران بھی نہیں بہا تھا۔ اور عبرت کی بات یہ ہے کہ صلیبیوں نے خود مسلمانوں کو ہی مسلمانوں کا خون بہانے کا مامور کر دیا۔ عراق، افغانستان، پاکستان ہر جگہ امریکی گرگے اپنے بھائیوں کا خون بہا رہے ہیں۔ چشم فلک نے ایسا عبرت ناک نظارہ پہلے کب دیکھا ہوگا۔ خدایا جانتا ہے کہ ستم کا یہ سیل بیکراں کب رکے گا اور کیسے رکے گا۔

کلیسا اور اس کی امت آج بھی اسلام اور مسلمانوں سے مصالحت پر آمادہ نہیں ہے۔
 قادیانیت کا ایک دور تھا وہ شجر خبیثہ برگ و بار سے محروم ہو کر اب فقط چوب سوختنی بن کر رہ گیا ہے
 لیکن اس کے بعد صلیبیوں نے ستم کی لرزہ خیزی کی انتہائی زہریلی فصلیں اگائی ہیں اور وہ برگ و بار
 لا رہی ہیں۔ ان حوصلہ شکن حالات میں امت مسلمہ کو پھر اسی عزم و اتحاد کا مظاہرہ کرنا اور اسی
 پامردی سے باطل کا مقابلہ کرنا ہوگا جیسا کہ قادیانیت کے فتنے کا کیا ہے۔

قادیانیت کا فتنہ کم نہیں تھا، اگر خدا نخواستہ کامیاب ہو جاتا تو برصغیر کے مسلمان کٹی پٹنگ
 بن کر رہ جاتے۔ ہمارے بعض برادران وطن بھی خوش تھے کہ قادیانیت کے فروغ سے دنیا کے
 مسلمان، ہندوستان کی طرف راغب ہوں گے۔ وہ عرب (مکہ، مدینہ) کا رخ کرنے کی بجائے
 پنجاب (قادیان) کی طرف آئیں گے اس سے ہندوستان مسلمانوں کا مرجع بن جائیگا۔ ہندوستانی
 مسلمان بھی قادیانیت کے زیر سایہ قوم پرستی پر مائل ہونگے۔ عرب کی بجائے اپنے وطن ہندوستان
 کی طرف دیکھیں گے۔ آج صلیبی پھر یہ سوچ رہے ہیں کہ مادی ترقی اور خوش حالی مسلمان کو لبرل
 اسلام (اسلام کی اصل تعلیمات سے دور اور مغرب سے قریب) کی طرف لے آئیگی اس لئے سلفیت ان کا
 خاص نشانہ ہے۔ قادیانیت نے بھی سلفیوں کو ہی اپنا اولین حریف سمجھا تھا۔ ایک لحاظ سے دیکھئے تو
 قادیانیت آج بھی صلیبی اور صیہونی جارحیت کے پیرہن میں زندہ ہے۔ مغرب اور اسرائیل میں
 قادیانیوں کے مراکز آج بھی سرگرم کار ہیں۔ اس کا چہرہ بدل گیا ہے، کردار وہی ہے یعنی دین حق
 کی بیخ کنی کے لئے زور لگانا، یا شمع ایزدی کو پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرنا۔

ایسے عالم میں تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث جیسی کتابیں ہمارے لئے شاہنامہ کا
 درجہ رکھتی ہیں، وہ رزمیہ داستانیں ہیں جو ماضی میں ہماری سرفروشی کی دلنواز اور دل گذاز منظر ہماری
 نگاہوں کے سامنے لاتی ہیں۔ علامہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہمارے وہ نقیب اور نقارہ زن ہیں
 جو میدان کارزار میں ہمارے خون گرم رکھنے اور ہمارے حوصلوں کو نئی بلندیاں عطا کرنے کا فریضہ
 انجام دیتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے جب مسلمان فوجیں فارس میں برس پیکا رتھیں تو سپہ سالار عسا کر
 اسلامی (امین الامت) حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ صاحب فراش ہو گئے وہ میدان جنگ میں آنے
 سے معذور تھے لیکن میدان کے قریب ہی ایک بالا خانے پر لیٹے ہوئے فوج کی کمانڈ کرتے تھے۔

پرچوں پر احکام لکھ کر نیچے پھینکتے رہتے تھے اور نقیب انہیں لشکر میں پہنچاتے تھے۔ اس طرح صاحبِ فراش رہ کر بھی اسلام کے اس عظیم مجاہد اور فرزند نے معرکہ جیت لیا۔ ہمارے قائد ڈاکٹر بہاء الدین کا بھی یہی عالم ہے وہ ایک عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں۔ میدانِ عمل میں تیز قدم نہیں ہو سکتے لیکن اپنے بسترِ مرض سے بھی وہ اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ان کا عزم، ہمت، حوصلہ، استقامت انہیں دل برداشتہ نہیں ہونے دیتی اور وہ ہمارے تندرست و توانا افراد سے بھی زیادہ سرگرمی سے نقارہ زنی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحتِ عمر و اقبال عطا کرے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے چراغِ راہ کی حیثیت بھی رکھتے ہیں اور ہماری عظمتِ ماضی کے داستان گو بھی ہیں۔

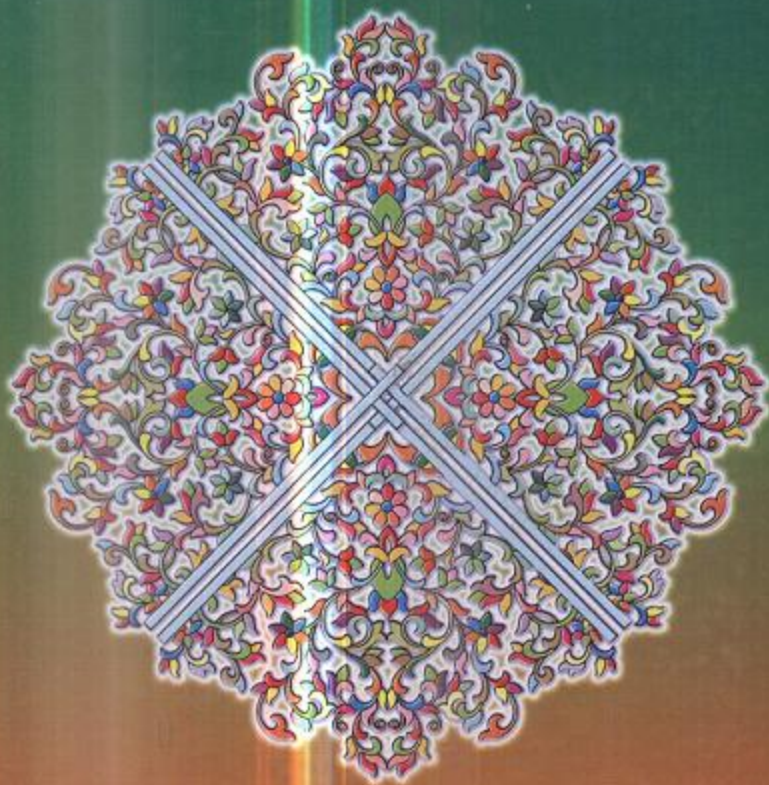
(پندرہ روزہ جریدہ ترجمانِ دہلی - ۱۶-۳۰ نومبر ۲۰۰۹ء ص ۲۰)



وَالصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِينَ

www.ircpk.com





مکتبہ قدوسیہ